خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب

ماہنامہ

آنچل

کراچی

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

ابتدائیہ

سرگوشیاں مدیراعلیٰ 10

حمد و نعت صبا اکبر آبادی 11

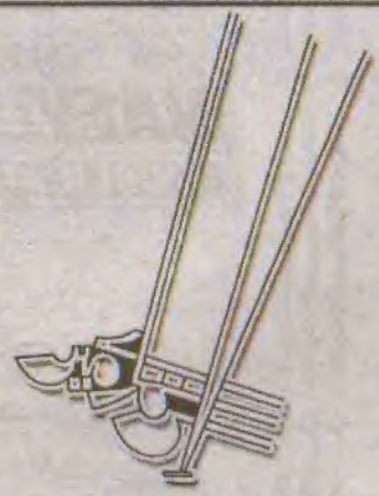

درجواب آں ادارہ 12

دانش کدہ

شیطان کی حقیقت قرآن کی روشنی میں مشتاق احمد قریشی 16

ہمارا آنچل

شاہدہ جمیل/زوبی رانا ملیحہ احمد 20

سروے

آنچل کے ہمراہ ادارہ 23

سلسلے وار ناول

بھیگی پلکوں پر اقراء صغیر احمد 72

اور کچھ خواب عشنا کوثر سردار 128

پتھروں کی پلکوں پہ نازیہ کنول نازی 172

مکمل ناول

چاندنی تحسین انجم انصاری 26

ناول

روشنی اور راستہ عالیہ حرا 98

ناولٹ

گہر ہونے تک عائشہ خان 190

افسانے

جان ہے تو جہاں ہے فاخرہ گل 156

میری جیت عروسہ عالم 164

سوہنا گلابی جوڑا نازیہ فاطمہ رضوی 210

پبلشر: مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن • مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی

دفتر کا پتا: 7فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی 74400

سرورق: مدیحہ.....آرائش: اسکائی بیوٹی سیلون، طارق روڈ.....عکاسی: محمد ناصر

مستقل سلسلے

آپ کی شخصیت اے ایس صدیقی 218

آپ کی صحت ہومیو ڈاکٹر ہاشم مرزا 220

ڈش مقابلہ طلعت آغاز 224

بیوٹی گائیڈ روبینہ احمد 227

غزلیں، نظمیں ایمان وقار 229

بیاض دل میمونہ تاج 232

یادگار لمحے جویریہ طاہر 234

آئینہ شہلا عامر 238

دوست کا پیغام آئے ہما احمد 245

آپ کی پسند زہرہ جبیں 250

ہم سے پوچھیے شمائلہ کاشف 252

کام کی باتیں حنا احمد 255

تندرستی نعمت لبابہ احمد 257

خط و کتابت کا پتہ: "آنچل" پوسٹ بکس نمبر75 کراچی 74200، فون: 021-35620771/2

فیکس 021-35620773 یکے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز۔ ای میل info@aanchal.com.pk

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

حدیث نبوی ﷺ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرو۔ ظالم ہو یا مظلوم۔'' ایک شخص نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! مظلوم کی اعانت تو میں کرتا ہوں ظالم کی مدد کیوں کر کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تو اس کو ظلم سے روک' تیرا اس کو ظلم سے باز رکھنا ہی مدد کرنا ہے۔'' (بخاری و مسلم مشکوٰۃ)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جون ۲۰۱۱ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

موسم کی گرمی ہی نہیں بڑھ رہی بلکہ ملک میں پھیلتی دہشت گردی کی گرم بازاری بھی بڑھتی جارہی ہے۔ ملک کے طول و عرض میں خصوصاً کراچی جو منی پاکستان کہلاتا ہے' جہاں پاکستان کے تمام علاقوں کے لوگ آباد ہیں' بستیاں بستے بستے بسی ہیں' کوئی اچانک یکایک وجود میں نہیں آ گئیں۔ پہلے بھی لوگ یہاں شیر و شکر ہو کر آخر رہ ہی رہے تھے۔ جانے سیاسی دیوانوں کو کیا دیوانگی سوجھی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لہو کے پیاسے ہو کر رہ گئے ہیں۔ ہر کوئی اپنی قوت کے اظہار میں لگا ہوا ہے۔ ان ہاتھیوں کی لڑائی میں معصوم بے گناہ غریب عوام پس رہے ہیں۔ کسی کو نہیں معلوم کہ اُسے کیوں ہلاک کیا جارہا ہے اور مارنے والوں سے مرنے والوں کی کیا ادنیٰ سی دشمنی ہے۔ بس مارنے والے مار رہے ہیں۔ اپنی قوت دکھانے اور اپنے حریفوں کو جتلانے' خوف زدہ کرنے کے لیے۔ ملک کے حکمراں ہیں تو انہیں اپنی ہی پڑی ہے' کوئی پرسان حال نہیں۔ سیاسی جماعتیں ایک دوسرے کے خوف میں مبتلا ہیں تو حکمراں امریکہ کے خوف میں کہ کہیں ان کی کرسی ان سے نہ چھین لی جائے۔ آئیں ہم سب مل کر ربِ کائنات' مالک کون و مکاں کے حضور دستِ دعا دراز کریں کہ یہی وقتِ دعا ہے کہ ہماری' ہمارے وطنِ عزیز کی حفاظت فرمائے۔ آمین

قارئین کرام! اگست کا شمارہ آزادی نمبر ہوگا اس کے لیے اپنی اپنی نگارشات 20 جون تک ارسال کردیں۔

اس ماہ کے ستارے

☆ چاندنی — تحسین انجم انصاری دیکھیں کیا چاندنی بکھیر رہی ہیں۔
☆ روشنی اور راستہ — عالیہ حرا روشنی کے ذریعے راستہ دکھا رہی ہیں۔
☆ جان ہے تو جہان ہے — فاخرہ گل اٹلی سے کچھ جاننے کی آگہی دے رہی ہیں۔
☆ میری جیت — عروسہ عالم جیت کا فسانہ لے کر حاضر ہیں۔
☆ گہر ہونے تک — عائشہ خان بہت ہی خوبصورت تحریر کے ساتھ۔
☆ سوہنا گلابی جوڑا — نادیہ فاطمہ رضوری گلابی جوڑا کا فسانہ بیان کررہی ہیں۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو' مشتاق احمد قریشی

نوٹ:۔ تمام رائٹرز بہنوں سے التماس ہے کہ وہ ''آنچل'' کو اپنی نگارشات بھیجنے سے قبل ان کی فوٹو کاپی ضرور کرا کر اپنے پاس رکھیں' اصل مسودہ ہمیں ارسال کردیں۔ ادارہ نے ناقابلِ اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

نعت

ہر طرف کائنات میں تم ہو
اور بزمِ حیات میں تم ہو
کچھ نہ تھا کائنات میں تم تھے
کچھ نہیں کائنات میں تم ہو
ہر عدم ہر وجود تم سے ہے
یعنی ہر نفی ہر ثبات میں تم ہو
اور کچھ بھی نظر نہیں آتا
میں ہوں یا کائنات میں تم ہو
حق و باطل نہیں ہیں ایک مگر
کعبہ و سومنات میں تم ہو
ظلمت و نور سب تمہی سے ہے
روزِ روشن میں رات میں تم ہو
عکس ہیں حسنِ ذات کے ہی صباؔ
گم جہانِ صفات میں تم ہو

(صباؔ اکبر آبادی)

نعت

میرے لب پر حضور ﷺ کی باتیں
تیرگی میں ہیں نور کی باتیں
سب سے اچھا ہے بس حضور ﷺ کا نام
سب سے اچھی حضور ﷺ کی باتیں
کر مدینے کی بات اے واعظ!
چھوڑ حور و قصور کی باتیں
ذکرِ احمد ﷺ سے ہے بیاں روشن
نور کے لفظ نور کی باتیں
لبِ آدم سے تا مسیح رہیں
آپ ﷺ ہی کے ظہور کی باتیں
وحیٔ عرش قلبِ احمد ﷺ میں
پاس تھیں کتنی دُور کی باتیں
بے کہے سب وہ جانتے ہیں صباؔ
اس دلِ ناصبور کی باتیں

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

دَر جوابِ آں

ادارہ

شازیہ مصطفی...... کراچی

شازیہ! سدا خوش رہو۔ اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر آپ لکھنے اور پڑھنے پر توجہ دیتی ہیں' یہ بات قابل تحسین اور آپ کے مستقبل کے لیے خوش آئند بھی ہے۔ آپ کا افسانہ ابھی پڑھا نہیں گیا اور گزشتہ افسانوں کے لیے آپ کسی روز دفتر سے رابطہ کرلیجیے۔ فرحت آپی کے لیے جو دعا آپ نے دی اس کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو اجر عطا فرمائے۔ آمین۔

اوشین بی بی...... میر پور خاص

اوشین! دعائیں۔ لیجیے اب کی بار ہم آپ کے اور آپ کے شہر کے صحیح نام لکھ رہے ہیں۔ اب تو آپ خوش ہوں گی۔ آپ کے افسانوں اور شاعری میں پختگی ہے' مگر اشاعت کے لیے باری کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ آپ کی شاعری شعبے کو بھیج دی جاتی ہے جہاں نمبر آنے پر اشاعت کردی جاتی ہے اور دیگر امور کے لیے آپ دفتر سے رابطہ کرسکتی ہیں۔

زائمہ خٹک...... میانوالی

زائمہ! دعائیں آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔ اسے مزید بہتر بنانے کے لیے ہمیں آپ کی آراء کا انتظار رہے گا۔ "ہمارا آنچل" میں آپ کا تعارف باری آنے پر ہی شائع ہوسکتا ہے کہ اس کی ڈاک انتہائی تعداد میں موصول ہوتی ہے۔ شاعری کے لیے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ ضرور بھیجیے اگر معیاری ہو اور ہمیں موصول بھی ہوجائے تو کوئی وجہ نہیں کہ شائع نہ ہوسکے۔ سدا خوش رہو۔

شفق طاہر...... گوجرہ

شفق! جیتی رہو۔ ڈاک بھیجنے کی بابت آپ کی دشواریوں کا ہمیں اندازہ ہے۔ یہ عمل آپ کے لیے آنچل سے محبت کا غماز ہے' جس کے لیے ہم تہہ دل سے شکر گزار ہیں۔ اللہ آپ کو امتحانات میں کامیابی نصیب فرمائے (آمین)۔ قارئین سے بھی دعا کی گزارش ہے۔ ہاں شاعری کے لیے کچھ مزید بہتر بھیجیں۔ ہم منتظر رہیں گے۔

مہرین آصف بٹ...... آزاد کشمیر

مہرین! سلامت رہو۔ آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔ آپ نے درست کہا کہ ماں کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی۔ ان کی دعائیں زندگی کے ہر موڑ پر آپ کے بہت کام آئیں گی۔ لیجیے آپ کا خط شاملِ اشاعت ہے اگرچہ اس میں جواب طلب کوئی بات نہ تھی۔ اب تو خوش ہیں؟ آنچل کے صفحات میں مستقل سلسلوں کے لیے بہترین نگارشات بھیجیں' ہم منتظر رہیں گے آپ کی آراء نوٹ کرلی گئی ہیں۔

آمنہ قدیر...... وہاڑی

آمنہ! دعائیں اور خوش آمدید۔ آنچل کو آپ کی بہترین دعاؤں سے نوازنے پر ہم تہہ دل سے آپ کے ممنون ہیں۔ پسندیدگی کا بھی شکریہ۔ یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ ماشاء اللہ تعلیم یافتہ اور تدریس کے مقدس پیشے سے وابستہ ہیں۔ ناول تحریر کرکے بھیجیں۔ نئی مصنفات کے لیے دیگر شرائط آپ کو اسی کالم کے آخر میں مل جائیں گی۔ اشاعت کے لیے خاص الخاص شرط تحریر کا معیاری ہونا ہے۔ امید ہے آپ کا قلمی تعاون ہمارے ربط کو بڑھانے میں مددگار ثابت ہوگا۔

مدیحہ نورین...... مقام نا معلوم

مدیحہ! خوش رہو۔ آپ کی غزل اچھی ہے مگر آپ نے علیحدہ کاغذ استعمال نہیں کیا ہے' لہٰذا غزل دوبارہ بھیجیں اور ہر سلسلے کے لیے علیحدہ کاغذ پر سلسلے کا نام اور اپنا اور شہر کا نام ضرور درج کیا کریں۔

عارفہ سعید...... ہری پور ہزارہ

عارفہ! جیتی رہو۔ آپ کی تعلیمی قابلیت اور قلمی سفر کی بابت جان کر مسرت ہوئی ہم آپ کو آنچل فیملی میں خوش آمدید کہتے ہیں۔ آنچل آپ کا اپنا ہے۔ اس کی پسندیدگی کا شکریہ۔ آپ کا افسانہ موصول ہوچکا ہے۔ ابھی پڑھا نہیں گیا۔ پڑھنے کے بعد ضرور اپنی رائے سے آگاہ کریں گے۔

شمائلہ اکرم...... فیصل آباد

شمائلہ! بہت سی دعا۔ فرحت آپا کا دکھ ہمارے لیے یکساں ہے مگر رب کی مشیت پر صبر تو کرنا پڑتا ہے۔ تو صبر کا دامن تھام رکھیں اور دعائے مغفرت کرتی رہیں۔ آپ کی طبیعت کی خرابی کا جان کر تشویش ہوئی۔ اللہ رب العزت آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے (آمین) اپنا بہت خیال رکھیں۔ آپ کا سلام ان سطور کے ذریعے اُم مریم' نازیہ کنول نازی اور عفت سحر طاہر تک پہنچایا جا رہا ہے۔ دعاؤں کے لیے اللہ آپ کو اجر عطا فرمائے۔ آمین

طیبہ افتخار...... دینہ جہلم

طیبہ! جیتی رہو۔ آنچل کی پسندیدگی اور اس سے دیرینہ وابستگی پر ہم آپ کے تہہ دل سے ممنون ہیں۔ آنچل آپ کا اپنا ہے اور کوئی تحریر بھیجنے کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں' ضرور بھیجیں' ہم منتظر رہیں گے۔ تحریر معیاری ہوگی تو کیوں نہ شائع کی جائے گی؟ افسانہ فل اسکیپ کاغذ پر صفحے کے ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھنا ہوگا اور صفحہ نمبر لگایئے گا اور جس صفحہ پر لکھیں اس پر حاشیہ بھی لگایئے گا۔

عائشہ نور محمد...... کراچی

عائشہ! سدا خوش رہو۔ آپ کی پہلی کاوش "ریاضت" موصول ہوگئی ہے۔ آپ نے ناول کا تعارف بھیجا ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے حساس موضوع کا انتخاب کیا ہے۔ ان معاملات میں احتیاط بہرحال لازم ہوتی ہے۔ تحریر طویل ہے' تو پرچہ سے فراغت کے بعد ہی پڑھی جاسکے گی۔ جس کے لیے ماہ کے آغاز میں دفتر فون کرکے معلوم کرلیجیے گا۔

ساریہ وحید بخاری...... گجرات

ساریہ! سدا خوش رہو' اتنی مایوسی اور غصہ اچھا نہیں ہوتا۔ "ہمارا آنچل" کے لیے ڈاک کثیر تعداد میں موصول ہوتی ہے۔ آپ کا تعارف بھی نمبر پر لگا دیا ہے جو نمبر آنے پر ضرور شائع ہوجائے گا۔ ہمیں آنچل سے آپ کی محبت اور اس کے حصول کے سلسلے میں دقتوں کا بھرپور اندازہ ہے۔ آنچل کے تمام سلسلے آپ کے لیے ہیں اور دعاؤں کے لیے اللہ رب العزت آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

سیدہ نیہہ بخاری...... نوشہرہ

نیہہ! شاد و آباد رہو۔ آنچل سے آپ کی محبت پر تہہ دل سے ممنون ہیں۔ آپ نے درست کہا' آنچل نئے لکھنے والوں کی پزیرائی کرتا ہے۔ تحریر معیاری ہو تو ضرور شائع ہوتی ہے۔ آنچل کے صفحات آپ سب کے لیے ہی ہیں۔ آپ کا ناولٹ مل گیا ہے۔ ابھی پڑھا نہیں گیا اور ہاں' ایک بات اور' کام یابی کے لیے دو شرائط بھی ہوتی ہیں' حوصلہ اور لگن۔ ان پر کاربند رہیں تو ضرور کامیابی حاصل ہوگی۔ آپ کی ڈھیر ساری دعاؤں کے لیے ربّ کریم آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

عائشہ انجم ایش...... راولپنڈی

عائشہ! خوش رہو۔ آپ کا افسانہ مل گیا ہے' ابھی صرف رسید دے رہے ہیں تاکہ آپ کو اطمینان حاصل ہوجائے۔ باقی نمبر آنے پر پڑھ کر ہی رائے

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

دی جائے گی۔

سونیا سحر صدیق...... جتوئی

سونیا' دعا۔ آپ کو آنچل فیملی میں خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ نے صحیح کہا فرحت آنٹی کی وفات کا دکھ ہم سب کے لیے بہت بڑا ہے۔ آنچل پسند کرنے کے لیے ہم آپ کے ممنون ہیں اور آپ کا تعارف باری آنے پر شائع ہوسکے گا۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

رضوانہ راجا...... راولپنڈی

رضوانہ' دعائیں۔ اللہ سے اچھی امید اور بندوں سے بھلا گمان بہتر ہوتا ہے۔ تحاریر بھیجنے سے پہلے اتنی مایوسی اچھی نہیں۔ بہتر کے لیے کاوشیں جاری رکھیں گی تو ضرور کامیابی ملے گی۔ آپ کی تحریر مل گئی ہے۔ ان شاء اللہ شائع ہوجائے گی۔ امید ہے کہ بہتری کے لیے مطالعہ زیادہ سے زیادہ کریں۔

جویریہ سلیم...... راولپنڈی

جویریہ' خوش اور آباد رہو۔ آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔ خوشی ہوئی کہ آپ نے پہلی کاوش کی صورت میں افسانہ بھیجا۔ نئے مصنفات کے لیے یہ بہتر رہتا ہے۔ افسانے مناسب کاٹ چھانٹ کے بعد ہی شائع کیے جاتے ہیں' بے فکر رہیں۔ افسانہ باری آنے پر شائع ہوجائے گا۔

سمیرا کنول...... مقام نا معلوم

سمیرا' دعا۔ ہم آپ سے معذرت چاہتے ہیں جو آپ نے کہا' وہ ممکن نہیں ہے۔

عقیلہ یونس...... واہ کینٹ

عقیلہ' شاد رہو۔ ''در جواب آں'' میں شامل ہونے کا یہی طریقہ ہے جس کے تحت آپ شامل ہوچکی ہیں۔ ہماری بھرپور کوشش ہوتی ہے کہ موصول ہونے والی ہر تحریر اور ہر لکھاری اپنی جگہ بنا سکے۔ تحریر معیاری ہو اور وقت پر مل جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ شاملِ اشاعت نہ ہوسکے۔ آپ مطالعے پر بھرپور توجہ دیں گی تو زیادہ بہتر لکھ سکیں گی۔ آپ کی تازہ تحریر ابھی پڑھی نہیں جاسکی ہے۔ مایوسی کفر ہے۔ خوش رہو۔

سلمٰی غزل...... کراچی

سلمٰی' دعا۔ کتابوں اور آنچل سے آپ کی وابستگی پر دلی مسرت ہوئی۔ افسانہ مل گیا ہے لیکن ابھی پڑھا نہیں۔ پڑھنے کے بعد ہی اس کے لیے حتمی رائے دی جاسکتی ہے۔

آسرا گل چوہدری...... تربیلا ڈیم

آسرا' بہت ساری دعائیں۔ ہم آپ کو آنچل فیملی میں خوش آمدید کہتے ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ وضاحت کہ کوئی بھی انسان تنہا نہیں' اللہ کا سہارا بڑا سہارا ہے۔ دوسرے یہ کہ ناامیدی اور مایوسی زندگی سے اس کے اصل رنگ چھین لیتی ہے۔ لہٰذا خوش اور پُرامید رہیں اور ہنستی مسکراتی رہیں۔ تعارف مل گیا ہے۔ باری آنے پر ضرور شائع ہوگا۔ آنچل کے تمام سلسلے آپ سب کے لیے ہی ہیں۔

مہرین زہرہ...... منگوال

مہرین' جیتی رہو۔ آنچل کی پسندیدگی کے لیے ہم آپ کے ممنون ہیں۔ بہتر ہوگا کہ آپ منتخب کتابوں سے اچھے اقتباس ''یادگار لمحے'' کے لیے بھیجیں۔ ہمیں خوشی ہوگی' اس اقتباس کے لیے معذرت۔

انعم ناصر...... جھنگ

انعم' خوش رہو۔ آنچل سے وابستگی پر ڈھیروں ڈھیر شکریہ۔ اس کے حصول کے سلسلے میں آپ کی مشکلات کا ہمیں بھرپور اندازہ ہے۔ آپ کی شاعری متعلقہ شعبے تک پہنچا دی گئی ہے۔ معیاری رہی تو ضرور شائع ہوگی۔ آپ کا خط شامل اشاعت ہے۔ اب تو خوش ہیں؟

شکیلہ انجم......لاہور

شکیلہ' سدا پھولوں کی طرح مسکراتی رہو۔ ہمارا تعاون ہر ایک ساتھ ہے اور رہے گا اور آپ نے صحیح کہا کہ وقت کے ساتھ ساتھ بہتری اور پختگی آتی جائے گی تو اس کے لیے مطالعہ بہت ضروری ہے۔

فریحہ شبیر......شاہ نکڈر

فریحہ' دعا۔ ہم آپ کو آنچل فیملی میں تہہ دل سے خوش آمدید کہتے ہیں۔ لیجیے ہم نے آپ کا خط شامل اشاعت کرلیا ہے اور آپ کو پورے آنچل میں جگہ دیتے ہیں آپ جس سلسلے میں چاہیں شرکت کرسکتی ہیں۔ ہم آپ کی کامیابی کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ آپ کو اچھے نمبروں سے کامیاب کردے۔ آمین

شہناز شازے سیال......خانیوال

شازے خوش رہو۔ امید ہے آپ کے تمام خدشات اب دور ہوگئے ہوں گے۔ ہماری تمام تر کوشش یہی ہے کہ جس طرح فرحت آنٹی نے معیار بنایا ہے اس کو برقرار رکھیں اور اس میں ہم کس حد تک کامیاب رہے ہیں اس کا اندازہ تو آپ لوگوں کی آراء سے ہوتا جائے گا اور آپ کی غزل و نظم شعبے کو بھیج دی جاتی ہیں جس کا فیصلہ وہیں ہوتا ہے اور آپ کا تعارف رد نہیں ہوا ہے وہ نمبر پر لگا دیا گیا ہے باری آنے پر ضرور شائع ہوجائے گا۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

زاہدہ ملک......دیپال پور

زاہدہ' سلامت رہو۔ آپ نے صحیح کہا کہ فرحت خالہ کی جگہ کوئی بھی پُر نہیں کرسکتا۔ آپ کا تعارف لائن میں لگا دیا گیا ہے جب نمبر آئے گا تو شائع ہوجائے گا اور آئندہ سے لکھتے وقت اس بات کا ضرور خیال رکھیے گا اور آپ آنچل فیملی کے جس ممبر سے چاہے دوستی کرسکتی ہیں اس کے لیے آپ دوست کے پیغام میں ان کے نام پیغام لکھ بھیجیے۔ آخر میں آپ نے ملک و قوم اور ادارے کے لیے جو دعائیں دی ہے ہم بھی دعا گو کہ اللہ ربّ العزت ان کو جلد قبول فرمائے اور آپ کو اجر عطا فرمائے۔ آمین

فریدہ فری......لاہور

فریدہ' سلامت رہو۔ آپ کا شکوہ درست نہیں ہم آنچل میں سب کو برابر کی اہمیت دیتے ہیں چاہے وہ لکھاری ہوں یا شاعر۔ آپ کا تعزیت نامہ دیر سے ملا ہوگا یا موصول ہی نہیں ہوا ہوگا۔

امن امداد......سرگودھا

امن' سلامت رہو۔ آپ کو پہلی بار شرکت کرنے پر آنچل فیملی میں خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ کا تعارف نمبر پر لگا دیا ہے باری آنے پر شائع ہوجائے گا جس کے لیے آپ کو انتظار کرنا پڑے گا۔ آنچل کے تمام سلسلے وار ناول کتابی صورت میں بازار میں دستیاب ہیں آپ اپنے قریبی بک اسٹال سے رابطہ کریں۔

نا قابل اشاعت:

دیا ہاتھوں میں لے کر چلو' محبت جیت گئی' مٹی کا مجاہد' آدم کی حوا' دل مگر اپنی دسترس میں نہیں' مورتی' بہار آگئی' عجب فضا کی رُت آئی' امیدوں کے دیپ۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

شیطان کی حقیقت قرآن کی روشنی میں

مولف: مشتاق احمد قریشی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یہ بات تو طے ہے کہ انسان کے اچھے اعمال جو اللہ کے احکام کے مطابق ہوں اور جو پورے اخلاصِ نیت اور ارادے سے کئے گئے ہوں ان سے اللہ راضی ہوتا ہے اور برے اعمال جنہیں شیطانی اعمال اقرار دیا گیا ہے ان سے ناراض ہوتا ہے کیونکہ غلط اور برے اعمال کے بداثرات انسان کی معاشرتی زندگی پر بھی پڑتے ہیں۔ اور بری ہم نشینی اور برے لوگوں سے قربت اور دوستی کا اثر بھی انسان کو برائی قبول کرنے' برائی کی طرف مائل کرنے میں بڑے مددگار و معاون ہوتے ہیں۔ ہم پیالہ وہم نوالہ مصاحب ودوست اپنی قربت ودوستی کو مضبوط پائیدار کرنے کے لئے اکثر ایک دوسرے کی جھوٹی خوشامد کرتے ہیں۔ ایک دوسرے سے جھوٹ بولتے ہیں۔ ایک دوسرے کے بارے میں ان کے کاموں کے بارے میں تعریفیں کرتے ہیں اور حقیقت پر پردے ڈالتے ہیں اور اپنے اپنے مقاصد ومفادات حاصل کرنے کے لئے لغویات وخرافات کو حسین سے حسین تر بنا کر پیش کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگوں سے بچنے' دور رہنے، کی ہدایت کی گئی ہے کیونکہ برے دوست احباب بھی اللہ کے عذاب، کی ایک شکل ہے اس لئے انسان کو اس سے بچنا چاہئے۔ جیسا کہ آیت مبارکہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ:۔ اور ہم نے ان کے کچھ ہم نشین مقرر کر رکھے تھے جو ان کے اگلے پچھلے اعمال ان کی نگاہوں میں خوبصورت بنا کر دکھاتے تھے۔ (حم السجدہ۔ ۲۵)

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی دائمی اور مستقل سنت ہے کہ وہ بری نیت وبری خواہشات رکھنے والوں کو یعنی جو خود سے شیطان کے ساتھی بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ انہیں کبھی اچھے ساتھی نہیں دلواتا بلکہ انہیں ان کے مزاج ورجحان کے مطابق برے ساتھی ہی دلواتا ہے۔ پھر جیسے جیسے وہ بدی کی پستیوں میں گرتے چلے جاتے ہیں اتنے ہی بد سے بدتر ساتھی اور شیاطین ان کے ہم نشین' دوست' مشیر ورفیق کار بنتے چلے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ قانونِ فطرت ہے کہ ہر شخص کو ویسے ہی دوست احباب ملتے ہیں جیسا وہ خود ہوتا ہے۔ ایسا بھی نہیں ہوتا کہ وہ خود تو بڑا نیک ہو لیکن اس کے دوست برے ہوں۔ اور اگر کسی نیک شخص کے ساتھ برے لوگ لگ بھی جائیں تو وہ اس کے ساتھ زیادہ دیر تک نہیں رہ سکتے اور ایسے ہی کسی بدنیت' بدکردار شخص کے ساتھ نیک اور شریف انسان کی رفاقت اتفاقاً تو ہو سکتی ہے لیکن وہ جلد ہی ختم ہو جاتی ہے جس طرح کوئی مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے ایسا ہی برا انسان بروں کو ہی اپنی طرف متوجہ کرتا ہے یا ان کی طرف خود بڑھتا ہے جبکہ نیک وشریف انسان نیک وشریف انسانوں

کو ہی اپنا رفیق اور دوست بناتا ہے۔

آیتِ مبارکہ میں ارشاد ہوا ہے کہ وہ اس کے آگے پیچھے ہر چیز کو خوشنما بنا کر دکھاتے ہیں یعنی وہ اسے یقین دلاتے ہیں کہ آپ جو کر رہے ہیں چاہے وہ کتنا ہی غلط اور حرام کام کیوں نہ ہو بہت اچھا کر رہے ہیں اور جو کچھ اب تک کر چکے وہ بھی خوب تھا۔ برے انسان کے بڑے دوست ورفیق اس کی آنکھوں پر ایسی پٹی چڑھاتے ہیں کہ اسے سب اچھا ہی اچھا نظر آتا ہے اور اسے آخرت کے انجام سے بے خبر کر کے دور سے دور لئے چلے جاتے ہیں اور شیطان کے یہ مددگار ومعاون جس طرح خود جہنم کی آگ کا لقمہ بنیں گے ویسے ہی ان کے تمام ساتھی ومشیر رفیق دم ساز بھی اسی جہنم کی آگ کا ایندھن بنیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ انسان بہت سوچ سمجھ کر دوستیاں بنائے اور نیک' صالح' پرہیزگار لوگوں کی صحبت اختیار کرے کیونکہ یہ بھی طے ہے کہ اگر انسان غلاظت کے ڈھیر کی طرف بڑھے گا تو بدبو ہی اسے سونگھنے کو ملے گی اور اگر خوشبو کی طرف بڑھے گا' چمن کی طرف چلے گا تو خوشبو سے پالا پڑے گا۔

آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خبردار کر رہا ہے بتا رہا ہے جتا رہا ہے کہ بروں کا انجام برا ہی ہوگا اور یہ اللہ تعالیٰ کا نظامِ فطرت ہے کہ جو بوؤ گے وہی کاٹو گے' گندم بوؤ گے تو گندم کی فصل ملے گی کیکر اور تھور کی کاشت کرو گے تو یہی فصل ملے گی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ بیج تو ڈالو کیکر کا پھل میں تمہیں ملے گلاب۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے سوچنے' سمجھنے کی اعلیٰ ترین صلاحیتوں سے نوازا ہے یہ صلاحیت انسان کے علاوہ کسی اور مخلوق کو میسر نہیں ہے۔ انسان اپنا اچھا برا سوچ سکتا ہے سمجھ سکتا ہے' جبکہ تمام مخلوقاتِ الٰہی کو صرف اپنے دفاع اور خطرے سے آگاہی کی صلاحیت دی گئی ہے' ان سب کے معمولات واعمال لگے بندھے اور مقرر کردہ ہیں۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے یہ خوبی عطا فرمائی ہے کہ وہ نہ صرف اچھائی برائی میں تمیز کر سکتا ہے بلکہ اپنے اختیار سے فیصلہ کی قوت بھی اسے حاصل ہے کہ وہ اپنے بارے میں دوسروں کے بارے میں یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ کیا اچھا ہے کیا برا ہے کسے چھوڑے کسے اختیار کرے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو بخشی گئی اس صلاحیت واہلیت کی آزمائش کے لئے اسے دنیا میں بھیجا اور اس کے تعاقب میں شیطان کو مقرر کر دیا۔ اس سے ہی انسان کو اندازہ کر لینا چاہئے کہ اسے خود اپنی ذات پر کس حد تک اور کس قدر اختیار حاصل ہے اللہ کی مرضی کے بغیر وہ ایک سانس تک نہ لے سکتا ہے نہ خارج کر سکتا ہے۔ اللہ کی اطاعت وبندگی سے انحراف کر کے شیطان کی پیروی کر کے کیا وہ اس طرح اپنے آپ کو قدرتِ الٰہی سے بڑا سمجھنے لگتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے پوری طرح تفصیل سے خوب کھول کھول کر بتا دیا ہے کہ اے انسان! تیری حقیقت کیا ہے؟ تیری اصل کیا ہے؟ تیرے وجود کو پہلے سڑی ہوئی کالی کھنکتی مٹی سے تخلیق کیا اور پھر اس سلسلۂ نسب کی ارتقاء کو ایک انتہائی غلیظ ناپاک قطرہ آب کو ذریعہ بنا دیا۔ اس سب کی تفصیل قرآن حکیم میں اس لئے ہی دی گئی ہے کہ انسان جسے اللہ نے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے آراستہ کیا ہے وہ اپنی حقیقت پر غور وفکر کرے اور اپنے خالق ومالک اپنے پروردگار کی

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

اطاعت و بندگی پوری طرح سے کرے اور شیطان کے حربوں سے خود کو بچا کر سیدھی سچی راہ پر چلتا چلا جائے اور جو لوگ خودسری اختیار کرتے ہیں اور خود کو شیطان کے بس میں دے دیتے ہیں اور اپنے اختیار سے وہ راہ حق کو چھوڑ کر شیطان کی راہ لگ جاتے ہیں ان کے لئے ہی آیت مبارکہ میں یہ وعید (یعنی بری خبر) دی جارہی ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں اور اللہ کی حدود سے نکل جاتے ہیں اللہ ان پر ان کے ایسے ساتھی مسلط کر دیتا ہے جن کا انہیں احساس تک نہیں ہوتا جو اس کے دل میں وسوسہ اندازی کا کام سرانجام دیتے ہیں۔ وہ اس کو برے ماحول کی بری چیزوں کو خوب صورت خوشنما بنا کر اس کے برے اعمال کو اچھا بنا بنا کر اس کا دل بہلاتے ہیں تاکہ اسے برے کام اور برائی میں کوئی قباحت نظر نہ آئے۔ اس کی سب سے بڑی بیماری ہی یہ ہوتی ہے کہ اس سے برائی برے کام اور گمراہی کا احساس ہی چھن جاتا ہے اور وہ خود اپنے اختیار سے جہنم کی آگ سمیٹتا چلا جاتا ہے۔ اور اس کے حقیقی ہوش و حواس ساتھ نہیں دیتے کیونکہ جب اللہ ہی کسی کو سیدھے راستے پر نہ چلانا چاہے تو وہ کون سی طاقت ہوگی جو ایسے لوگوں کی مدد کر سکتی ہے۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ وہ انسان خود اپنی مدد آپ نہیں کرنا چاہتا اور خود اپنے ہوش و حواس سے جہنم کی آگ سمیٹ رہا ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اُس کی مدد اس کام میں نہیں کرتا اور وہ اپنی خودی کا شکار ہو کر جہنم کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔

ہر قسم کے شیاطین سے بچنے کا طریقہ بھی انسان کو اللہ تعالیٰ قرآن حکیم کے ذریعے ہی سکھا اور بتا رہا ہے انسان اگر اپنی عقلی صلاحیت کو بروئے کار لائے تو وہ اپنے آپ کو احکام الٰہی کے مطابق خود کو قوانینِ الٰہی کی حفاظت میں لے آئے جیسا کہ آیت مذکورہ میں ہدایت کی جارہی ہے۔

ترجمہ:۔ اور اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ (اکساہٹ) محسوس کرو تو اللہ کی پناہ مانگ لو یقیناً وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (حم السجدہ۔ ۳۶)

آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ان بندوں کو جو شیطان کی کارستانی سے خود کو بچانا چاہتے ہیں آسان ترین نسخہ بتا رہا ہے جس سے وہ خود کو شیطان کی کارروائیوں سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ یعنی شیطان انہیں شریعت کے کاموں سے روکنا چاہے یا احسن طریقے سے برائی کو روکنے میں رکاوٹ ڈالے یا غصے کی حالت میں شیطان کی طرف سے کچھ اکساہٹ محسوس ہو تو انسان اپنے رب اپنے خالق و مالک سے پناہ مانگ لے وہی ذات عالی ہے جو نہ صرف سب کچھ جانتی سمجھتی ہے کیونکہ غصے کی حالت میں انسان میں انتقام کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور اسے صبر کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے یا اسے یہ احساس ہوتا ہے کہ اگر میں نے شرافت برتی تو سامنے والا میرا حریف میرا دشمن مجھے کمزور سمجھے گا تو ایسی حالت میں انسان خود کو اللہ کی پناہ میں دے دے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا بتایا ہوا نسخہ ''اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم'' پڑھ لے۔ اس سے وہ سوراخ ہی بند ہو جائے گا جس سے شیطان اپنی وسوسہ اندازی انسان کے دل میں کرتا ہے۔ (اعوذ باللہ کی تفصیل و تشریح کے لئے ہماری کتاب معاذ اللہ کا مطالعہ کیجئے)

دنیا میں رشد و ہدایت کا سلسلہ صرف انسانوں کے لیے اس لیے قائم کیا گیا ہے کہ انہیں اللہ

تبارک و تعالیٰ نے زمین پر اپنا خلیفہ و نائب مقرر فرمایا ہے۔ اگر قرآن کریم میں دیئے گئے قصہ حضرت آدم علیہ السلام پر نظر ڈال لی جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ تمام رسولوں و پیغمبروں کی بعثت اور ہدایت الٰہی کا نظام سب کا سب بنی آدم یعنی اولاد آدم علیہ السلام کے لئے ہی ہے۔ یہ سلسلہ رشد و ہدایت بنی آدم کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی اور مخلوق کے لئے جاری نہیں فرمایا جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل کی ان آیات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اگر زمین پر فرشتے چلتے پھرتے اور رہتے بستے تو ہم بھی اُن کے پاس آسمان سے کسی فرشتے کو ہی رسول بنا کر بھیجتے۔ (بنی اسرائیل ۹۵)

ظاہر ہے انسانوں کے لئے رسول بھی انسان ہی ہوں گے اور غیر انسانوں کی ہدایت کے لئے غیر انسان ہی وہ فریضہ ہدایت انجام دیتے جس طرح غیر انسانوں کے لئے انسان یہ فریضہ ادا نہیں کر سکتا۔ ایسے ہی انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے کوئی انسان ہی پیغمبر کے فرائض ادا کر سکتا ہے۔ پھر یہ حقیقت بھی اپنی جگہ اٹل ہے کہ اگر انسانوں کی طرف فرشتوں کو پیغمبر بنا کر اللہ تعالیٰ بھیجتا اور ان کی اصل شکل و صورت کو دیکھ کر انسان کی آنکھیں دل ان کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا جب انسان اپنے جیسے اور خود اپنی قوم قبیلے میں پلے بڑھے اپنی ہی قوم کے انسان پر اعتبار نہیں کرتے تھے اور ایمان لانے میں ہچکچاہٹ کا شکار رہتے تو فرشتوں پر کس طرح ایمان لاتے - پھر یہ بھی ہے کہ انسانوں کے مسائل ان کے خدشات و شبہات کا کوئی دوسرا انسان ہی بخوبی اندازہ کر سکتا ہے۔

شیطان انسان کو بہکانے بھٹکانے کے لئے بڑے بڑے خطرناک طور طریقے استعمال کرتا ہے انسان کے بارے میں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا کیا ارشاد گرامی ہے اور اسے کیوں پیدا کیا گیا ہے اور شیطان کیوں انسان کا دشمن بنا اس سب کے لئے آپ ہماری کتاب ''لقد خلقنا انسان' انسان کی حقیقت قرآن کی روشنی میں'' ملاحظہ کیجئے)

اللہ تعالیٰ جو انسان اور اس کے دل و دماغ کا خالق و مالک ہے وہ اس کے دل و دماغ کے نشیب و فراز سے بخوبی واقف ہے وہ انسان کی طاقت اور برداشت سے پوری طرح آگاہ ہے۔ اسے معلوم ہے کہ شیطان کس طرح اور کس سوراخ سے ڈستا ہے' حملہ آور ہوتا ہے' کس طرح انسان کو اکساتا اور گھیرتا ہے۔ فقط اللہ ہی ہے جو انسان کو شیطان سے بچا سکتا ہے تاکہ وہ اپنی کوشش و اختیار سے راہ حق پر جم کر چلتا چلا جائے اور شیطان کو اپنے عمل سے اپنے قول و اختیار سے شکست فاش دیتا چلا جائے۔ اپنی راہ کی تمام رکاوٹوں کو اپنے رب کی مدد سے صاف کرتا ہوا جنت کی اعلیٰ ترین اپنی منزل مراد کی طرف بڑھتا چلا جائے۔

(جاری ہے)

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

شاہدہ جمیل

ملیحہ احمد

السلام علیکم! تمام پڑھنے والوں اور جاننے والوں کو میرا محبتوں بھرا سلام قبول ہو۔ مجھے شاہدہ جمیل کہتے ہیں میری آمد دنیا میں اس وقت ہوئی جب لوگ گرمی سے جھلس رہے تھے۔ یعنی 19 جولائی (سن میں بتانا نہیں چاہتی) اور کہروڑ پکا کو یہ شرف حاصل ہے کہ میں اس میں رہتی ہوں۔ ہم پانچ بہن بھائی ہیں اور میں ان میں سب سے بڑی ہوں۔ میرے ابو زمیندار ہیں اور امی ہاؤس وائف ہیں اور ہمارے ساتھ ہماری دادی بھی رہتی ہیں جو کہ بہت اچھی ہیں لیکن مزاجاً تھوڑی ہٹلر ہیں اور آنکھیں بھی بہت دکھاتی ہیں۔ اب ذرا میری طرف بھی توجہ دیں۔ میں الحمدللہ (آ ہم آ ہم) بی اے کی طالبہ ہوں اور ماشاءاللہ اپنی کلاس کی جی آر بھی ہوں لیکن نام کی جی آر ہوں کیونکہ جی آر کے سارے کام میری پیاری دوست شافعہ کرتی ہے جو کہ مجھے جان سے بھی زیادہ پیاری ہے میرا پسندیدہ رنگ ہلکا گلابی ہے اور بھی سارے رنگ اچھے لگتے ہیں۔ خاص طور پر وہ رنگ جنہیں پہنوں تو میری فرینڈز تعریف کرتی ہیں کہ شاہدہ تم..... تم..... بہت پیاری لگ رہی ہو (ہاہاہا) میری پسندیدہ ڈش چائنیز رائس ہیں جو بھی کھا رہا ہو میں چھین لیتی ہوں مجھ سے برداشت نہیں ہوتا کہ کوئی اور میری پسندیدہ چیز کھائے اور میں بیٹھی دیکھتی رہوں۔ مجھے لباس میں شلوار قمیص پسند ہے اور اس کے ساتھ لمبا سا دوپٹا اور اداکارہ مجھے صبا قمر بہت پسند ہے اور اداکار احسن خان تو مجھے بہت ہی زیادہ پسند ہیں۔ میرے پسندیدہ شاعر ولیم ورڈز ورتھ ہیں جو کہ ہمیں بہت ستاتے ہیں خود تو مر گئے لیکن ہمارے لیے مصیبت چھوڑ گئے۔ اگر آپ نے بی اے کی Five Poets پڑھی ہے تو پتا ہی ہوگا۔ اب چلتے ہیں میری خامیوں اور خوبیوں کی طرف۔ میں نے اپنی خامیوں کے متعلق اپنی دوستوں سے پوچھا تو ہر طرف سے خامیوں کی بوچھاڑ ہونے لگی اب میں بے چاری اور میری خامیاں' بقول شافعہ میں بہت جذباتی ہوں اور کسی بات کو جلدی سے نہیں سمجھ پاتی اور صائمہ جو کہ میری بہت پیاری اور لاڈلی کزن اور دوست بھی ہے اس کو مجھ سے یہ شکایت ہے کہ جب ہم کسی بھی تقریب کے لیے تیار ہوتے ہیں تو صائمہ مجھ سے پوچھتی ہیں کہ شاہدہ میں کیسی لگ رہی ہوں تو میں بغیر دیکھے اس کو بول دیتی ہوں یار تم بہت پیاری لگ رہی ہو۔ سنعیہ کہتی ہے کہ تم میرے ساتھ انگلش بولنے میں مقابلہ بازی مت کیا کرو۔ (یار ہم کچھ بھی بولیں کلاس کو تو سمجھ آتی نہیں ہے چلو مقابلہ کرلیا کرو) سدرہ جی عرض کرتی ہیں کہ مجھے اپنی شیری میں کوئی خامی نظر نہیں آتی کیونکہ میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں۔ اب میری خامیاں تو بہت ہوچکیں کچھ میری خوبیاں بھی سن لیں۔ میں بہت صاف دل ہوں کھڑ ہوں کسی کو اداس نہیں دیکھ سکتی اگر کوئی مجھ سے ناراض ہو جائے تو مجھے پتا ہی نہیں چلتا۔ سب کی بہت عزت کرتی ہوں خاندان میں مجھے سب بہت پسند کرتے ہیں

(خاندان کی بات کر رہی ہوں لڑکوں کی نہیں ہاہاہا) مجھے غصہ آتا ہے لیکن تھوڑی دیر بعد بالکل ختم ہوجاتا ہے۔ میں سب سے بہت محبت کرتی ہوں۔ اب ہم محبت کی طرف آ ہی گئے ہیں تو آصف سلیم جو کہ میرے ہونے والے سرتاج ہیں اور وہ آرمی میں کیپٹن کے عہدے پر فائز ہیں۔ میرا بچپن سے نام ان کے نام کے ساتھ جڑا ہوا ہے اور یہ میری پھوپو کے بیٹے بھی ہیں۔ آصف کو میں سادگی میں بہت اچھی لگتی ہوں لیکن میں تھوڑی سی اسٹائلش ہوں اور آپ لوگ دعا کیجیے گا کہ وہ زیادہ سے زیادہ ترقی کریں آمین۔ اور ہاں میں اپنی چہیتیوں کو تو بھول ہی گئی بلکہ یوں کہیے کہ بھولی نہیں' مجھے ان کے بارے میں کچھ کہنے کے لیے الفاظ نہیں مل رہے۔ وہ ہیں ہی اتنی پیاری اور اتنی اچھی ان کے نام ہیں صبا اور سعدیہ ارم اور ہم سعدی اسے پیار سے بلاتے ہیں۔ اوپر جو میں نے سدرہ اسلم کی بات کی ہے وہ وہی ہیں جو آنچل میں لکھتی ہیں اور آخر میں یہ کہ ہمیشہ خوش اور ہنستے مسکراتے رہیں۔ میرا تعارف آپ کو کیسا لگا؟ اگلے ماہ میں آپ کی رائے کا انتظار کروں گی اور میری دلی خواہش ہے کہ آنچل یونہی ترقی کرتا رہے اور میرا یہ پیغام آپ سب کے لیے کہ

Being beautyfull is not important being important is beautyfull.

مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا خدا حافظ۔

☺

زوبی رانا

ڈیئر آنچل فیملی اور تمام قارئین کو محبت اور خلوص بھرا سلام قبول ہو۔ پیاری پیاری دوستوں مجھ سے ملیے مابدولت کو زوبی رانا کہتے ہیں۔ 9 فروری کی سہانی شام کو فیصل آباد روڈ پر واقع شہر شاہ کوٹ میں جلوہ افروز ہوئی۔ ایم اے عربی کیا ہوا ہے۔ ذہین ہوں بقول ٹیچرز زوبی کا دماغ آدھا گھنٹہ آگے چلتا ہے (اپنے منہ میاں مٹھو) ویسے بہت اچھی کمپیئر اور سریلی نعت خواں ہوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ زوبی کی آواز میں درد ہے (ہائے رے خوش فہمی) مجھے کھانا کھانے میں نمکین ڈشز زیادہ پسند ہیں۔ رنگوں میں سیاہ اور سرخ پسند ہے اور جیولری میں چوڑیاں اور کنگن پسند ہیں دوست کوئی نہیں ہے ہر کسی پر جلد اعتبار نہیں کرتی کیونکہ کچھ لوگوں نے ایسا اعتبار توڑا ہے کہ اس کی کرچیاں آج بھی درد دیتی ہیں۔ کزنز میں رفعت گلشن' صائمہ' مصباح' شگفتہ سے بہت بے تکلف ہوں۔ چھوٹی آنٹی سمیہ جان سے پیاری اور اچھی رازدار ہے۔ ہاسٹل لائف اور روم میٹ کے ساتھ گزرے ہوئے لمحے بہت یاد آتے ہیں۔ اپنے لفظ ڈائریوں میں لکھنا مختلف قسم کی کتابیں پڑھنا' گیمز کھیلنا sms کرنا' پینٹنگ کرنا میرے مشغلے ہیں۔ غصہ بہت آتا ہے۔ پھر رو دھو کر اپنی ہی چیزوں پر نکل جاتا ہے۔ خوب صورت آنکھوں کی دیوانی ہوں (میری ہیں نا) اور تعلیم یافتہ لوگ بہت

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

متاثر کرتے ہیں۔ منافق' حاسد' خود غرض لوگوں سے سخت نفرت ہے۔ پسندیدہ شاعر احمد فراز' محسن نقوی' غالب اور ہر خوب صورت لفظ لکھنے والا ہے۔ بہت فرینڈلی ہوں لوگوں میں گھرے رہنا بے حد پسند ہے۔ (اس کے باجود تنہا ہوں) حیرت ہے نا۔ اپنا نام رسالوں میں دیکھ کر بے حد خوشی ہوتی ہے۔ آنچل کے تمام رائٹرز خصوصاً عمیرہ احمد اور نازیہ کنول نازی مجھے ان کے ناولوں کی ہیروئن بننے کا بہت شوق ہے۔ سیر و تفریح بے حد پسند ہے۔ خصوصاً خانہ کعبہ کی زیارت کا اور سمندر دیکھنے کا بہت دل کرتا ہے۔ تیز بارش کو صرف دیکھنا ہی پسند ہے اور بادلوں کی آواز اور آندھی طوفان میں تو ڈر ڈر کر اور رو رو کر آدھی جان چلی جاتی ہے اور ہلکی رم جھم میں خوب صورت یادوں کے ساتھ چہل قدمی کرنا' آلو کے چپس اور آئس کریم کھانا بے حد پسند ہے۔ حد سے زیادہ حساس ہوں۔ ذرا ذرا سی بات پر آنکھوں میں پانی آجاتا ہے کبھی دھواں دار برسات کے ساتھ قسمت سے شاکی بھی ہو جاتی ہوں۔ جس پر بعد میں ندامت ہوتی ہے۔ اپنی ساری باتیں اللہ تعالیٰ سے شیئر کرتی ہوں اور سارے معاملات کا مشورہ بھی اسی ذات سے کرتی ہوں دوسروں کے دکھوں کو سننا اور ان میں بھرپور طریقے سے شرکت کر کے مدد کرنا بے حد اچھا لگتا ہے۔ ہر معاملے میں شدت پسند ہوں محبت ہو یا نفرت کوئی روٹھ جائے تو منانا بالکل نہیں آتا ہاں میرے آنسو میرے لفظ اسے احساس دلا دیتے ہیں کہ اگر مد مقابل ڈھیٹ اور خود غرض نہ ہو۔ اپنی محبت شیئر کرنا بالکل نہیں پسند جو چیز میری ہو صرف میری ہو اور خواہش ہے کہ کوئی مجھے میری طرح چاہے۔ ذرا مشکل پسند ہوں چیلنج کرنا اور اس کو پورا کرنا اچھا لگتا ہے۔ چودھویں کا چاند اور قدرتی مناظر اور ہر خوب صورت چیز کو دیکھ کر پانے کو دل کرتا ہے۔ بچے بے حد اچھے لگتے ہیں۔ ان کے ساتھ کھیلنا بھی پسند ہے۔ تحائف لینا اور دینا بہت پسند ہے۔ پرفیوم' سرخ گلاب اور بھالو کوئی گفٹ کرے تو زیادہ اچھا لگتا ہے۔ مجھے ڈائریاں لکھ کر گفٹ کرنا بھی بہت پسند ہے۔ الحمد للہ نماز کی پابند ہوں اور تمام لوگوں سے کہوں گی کہ نماز کی پابندی کریں کیونکہ یہی ایک فرق ہے مسلمان اور کافر میں۔ شرک اور بدعت جیسی بیماریوں سے محفوظ رہیں اور میرے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اپنے راستے میں چُن لے اور شہادت کی موت نصیب فرمائے آمین۔

اب میرا جرنلزم میں ماسٹرز کرنے کا ارادہ ہے۔ پھر ناولز اور کالمز لکھنے کا شوق ہے۔ دعا کریں یہ خواہش پوری ہو جائے۔ آپ سب کے لیے پیغام ہے کہ خوش رہیں کسی کو دکھ نہ دیں اور کسی کا اعتبار نہ توڑیں۔ معاشرے میں اپنا مقام بنائیں محبت بانٹیں' دوستو! بتایئے گا میرا تعارف کیسا لگا۔ کیا میں آنچل کی دوستوں کے حلقے میں آسکتی ہوں۔ آپ کی رائے کی منتظر۔

اپنا خیال رکھیے گا' خدا حافظ۔

آنچل کے ہمراہ

ادارہ

آنچل کے ہمراہ کے گزشتہ ماہ کا سوالات۔

۱: آنچل میں اب تک شائع ہونے والی کوئی ایسی تحریر جس سے آپ نے کچھ سیکھا ہو اور بہت پسندیدہ ہو وہ کون سی تھی اور کیوں؟

۲: اب تک آنچل میں شائع ہونے والے کسی ناول کا ایسا کوئی کردار جسے آپ بھلا نہیں سکیں اور خواہش کریں کہ کاش آپ وہ کردار ہوتیں؟

۳: آنچل کے مستقل سلسلوں میں وہ سلسلہ جو آپ کے لیے بے حد دلچسپی کا باعث ہے اور کیوں؟

۴: اپنے پسندیدہ آنچل میں کوئی تبدیلی جو آپ دیکھنا چاہیں؟

۵: کوئی شکایت جو آنچل کے مدیران یا رائٹرز سے آپ کرنا چاہتی ہوں مگر کہہ نہ سکی ہوں؟

♥ ♥ ♥

فرحان عیسہ خان..... تحصیل منگ آزاد کشمیر

۱: آنچل کی تحریر "شہر چارہ گراں" بہت زبردست اور پسندیدہ تحریر تھی۔ اس سے ہم نے صبر اور عزت کرنا سیکھا ہے۔ کیونکہ اس میں صبا کا حوصلہ اور صبر کے ساتھ سب برداشت کرنا اور عدنان کا عزت اور محبت کرنے کا انداز بہت جاندار تھا۔

۲: آنچل میں شائع ہونے والے ناول "یہ جا بتیں یہ شدتیں" میں "سمعان" کے کردار کو ہم بھلا نہیں سکتیں اور خواہش کرتی ہیں کہ کاش ہم وہ کردار ہوتیں۔

۳: آنچل کے مستقل سلسلوں میں سے "آپ کی شخصیت" بہت دلچسپ ہے کیونکہ اس سے ہم اپنی شخصیت بہت بہتر بنا سکتے ہیں۔

۴: آنچل میں ایک تو یہ تبدیلی دیکھنا چاہتی ہیں کہ اس کا صفحہ بہت اچھا ہو اور اس میں مستقل سلسلے کم کریں۔

۵: آنچل کی مدیران سے کوئی شکایت نہیں' البتہ رائٹر عشنا کوثر سردار سے شکایت ہے کہ وہ کہانی کو مضبوط کریں اور کہانی میں "چلتا ہوا' دیکھتا ہوا" کم کریں اور کسی سے کوئی شکایت نہیں۔

حمیرا اکبر..... میرپور خاص

۱: آنچل سے میں نے سیکھا تو بہت کچھ ہے اور کئی تحریریں مجھے ازبر بھی ہیں لیکن میں نے زیادہ سلسلہ وار ناولز سے سیکھا ہے۔ ہاں ایک تحریر "میں کہاں ہوں" غزل صدیقی نے اتنے خوب صورت انداز سے نذرِ عوام کیا ہے کہ سب اش اش کر اٹھے۔

۲: دوسرا سوال بہت انوکھا ہے۔ آنچل کے سب کردار بہت پیارے ہوتے ہیں اور سچی بات ہے کہ میں ہر ناول پڑھتے ہوئے سوچتی ہوں کہ کاش اس کی جگہ میں ہوتی۔ "تم میری ہو" اور "میرا مون" ان تحریروں کے کردار بہت بہت اچھے تھے۔ ذہن سے بالکل نہیں نکلتے۔ شارق کا کردار بھی بہت اچھا تھا مرد ہو تو ایسا ہو۔ سمعان اور زرش کا کردار بھی اچھا تھا بلکہ "یہ جا بتیں یہ شدتیں" میں سب کردار بہت اچھے تھے، حقیقت پر مبنی۔

۳: "آئینہ" اور "دوست کا پیغام آئے" یہ دو مستقل سلسلے مجھے بے حد پسند ہیں۔ "آپ کی شخصیت" اور "بیوٹی گائیڈ" کے سلسلے بھی بہت اچھے ہیں۔ اس سے ہماری شخصیت میں نکھار آتا ہے۔

۴: ارے پسندیدہ کہا ہے تو تبدیلی کیوں؟ تبدیلی تو اس میں ہوتی ہے جو ناپسند ہو۔ آنچل ہر لحاظ سے اچھا ہے۔ ہاں ایک بات "جیون ساتھی" میں تصویروں کا ضروری ہونا' یہ تو ان بہنوں کے ساتھ ناانصافی ہوگی جو تصویریں نہیں کھنچواتی۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ تصویر ارسال کرنا کیوں ضروری ہے؟ باقی ہر لحاظ سے اچھا ہے۔

۵: ایڈیٹر ان چیف' کریٹیو ڈائریکٹر اینڈ سینئر ایگزیکٹیو ایڈیٹرز مجھے ان سب سے کوئی شکایت نہیں۔ سب ورکرز اپنے فرض کو بہتر اور اعلیٰ طریقے سے انجام دے رہے ہیں۔

زائمہ خٹک..... ضلع میانوالی

۱: آنچل میں شائع ہونے والی "سندس جبیں" کی تحریر "حریف دوست" مجھے بہت پسند آئی تھی۔ کیونکہ جس طرح اس تحریر میں ربیعہ مظہر نے حسن سلجوق لغاری کو پانے کے لیے اپنا سب کچھ پسِ پشت ڈال دیا' یہ بات تو سراہے جانے کے لائق ہے۔ میں نے تو اس تحریر سے جو سیکھا ہے وہ یہ ہے کہ

ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا
وہ کون سا عقدہ ہے جو وا ہو نہیں سکتا

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

۲: ناول مجھے ''یہ چاہتیں یہ شدتیں'' سمیرا شریف طور کا پسند ہے اور ہمیشہ رہے گا اور کردار میں تو ''نویرہ'' بننا پسند کرتی۔

۳: سلسلوں میں ''غزلیں نظمیں'' پسند ہے۔ کیونکہ اس میں جذبوں کی عکاسی ہوتی ہے۔ عام طور پر وہ سب کچھ جو ہم کسی چاہنے والے کو کہہ نہیں سکتے ان الفاظ کو غزلوں یا نظموں کی شکل دے کر ان تک پہنچا دیتے ہیں۔

۴: آنچل میں تبدیلی کے لیے ایک ایسا سلسلہ شروع ہونا چاہیے جن میں شاعری کرنے کی صلاحیت ہو ان کی غزلوں نظموں کی جانچ پڑتال کر کے انہیں شائع کیا جائے۔

۵: رائٹرز سے یہ کہنا چاہوں گی کہ سلسلے وار کہانیوں کو زیادہ لمبا نہ کیا کریں۔

صدف سلیمان.....شورکوٹ

۱: ویسے تو آنچل کی تمام تحریریں اچھی ہوتی ہیں لیکن سندس جبیں کا ناول ''لکیریں اور تقدیریں'' یہ جملے جو شاہ نواز نے مرنے سے پہلے موہنی سے کہے تھے میرے پسندیدہ ہیں۔

''یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے موہنی! میں بہت سکون سے مر جاتا مگر تم نے مجھے اپنی دعاؤں میں اتنا مانگا کہ موت کے منہ میں ہوتے ہوئے بھی اس رب کو مجھے تمہیں دینا پڑا۔ یہی تو مانگا تھا تم نے کہ میں ایک بار تمہیں مل جاؤں بس ایک بار مل جاؤں..... دیکھو تمہیں مل گیا نا..... اب اس رب سے کوئی شکوہ نہ کرنا۔''

اس تحریر سے میں نے یہی سیکھا ہے' کوئی بھی چیز ایک بار کے لیے نہیں مانگنی چاہیے' قبولیت کی گھڑی کوئی بھی ہو سکتی ہے۔

۲: میرا پسندیدہ کردار سمعان احمد (یہ چاہتیں یہ شدتیں) ہے اور میری خواہش ہے کہ میں سمعان جیسی بن جاؤں۔

۳: آنچل کے تمام سلسلے اچھے ہیں لیکن ''بیاض دل'' اور ''آپ کی پسند'' میرے پسندیدہ سلسلے ہیں۔ کیونکہ شاعری مجھے دیوانگی کی حد تک پسند ہے۔

۴: میری خواہش ہے کہ کہانیوں کے ساتھ جو تصاویر ہوتی ہیں وہ پاکستان کی ماڈلز کی ہوں ورنہ پہلے کی طرح ہاتھ سے بنی ہوئی ہوں۔

۵: ادارہ سے مجھے ایک ہی شکایت ہے کہ وہ میری نگارشات ہر ماہ نظر انداز کر دیتے ہیں' ہر بار اس امید سے رسالہ کھولتی ہوں کہ اس بار کسی سلسلے میں ضرور شامل ہوں گی پر ہر ماہ رسالے سے بجلی کی طرح غائب ہوتی ہوں۔ رائٹرز سے صرف اتنا کہوں گی کہ محبت صرف امیر لوگ نہیں کرتے بلکہ مڈل کلاس گھرانے میں بھی یہ چیز ان کی حیات ہے۔ پلیز آپ مڈل کلاس گھرانے پر زیادہ توجہ دیجیے۔ جہاں محبت کو بری نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

مہوش ملک.....گڑگاپور

۱: آنچل کا اور میرا تعارف عفت سحر طاہر کی تحریر ''محبت دل پہ دستک'' تھا۔ میرے خیال میں تو بیشتر قارئین نے اسی ناول کے ذریعے آنچل تک رسائی حاصل کی ہے۔ کچھ تو تھا اس ناول میں جو اپنے سحر میں ہر پڑھنے والے کو قید کر لیتا تھا۔ بہرحال اگر ''کیوں'' کا سوال اٹھتا ہے تو میں یہ نہیں جانتی کہ یہ کیوں پسند ہے اور کیوں اتنے سال گزر جانے کے بعد آج بھی یاد ہے۔ ''محبت دل پہ دستک'' میرے ذہن سے اپنا نقش کبھی دھو نہیں پائے گا۔

۲: مجھے اقراء صغیر کے ناول ''دشت آرزو'' کے کردار ذوالنون اور حورین کبھی نہیں بھول پائیں گے۔ جہاں تک یہ خواہش ہے کہ میں کس کردار کو اپنانا چاہتی ہوں تو وہ ایک کی گنتی میں نہیں بتا سکتی لیکن پھر بھی حورین' نویرہ' صبا یہ کردار میرے نہایت پسندیدہ ہیں۔

۳: یہ تو مشکل سوال ہے جناب! ''آنچل'' ہر لحاظ سے مکمل اور بھرپور رسالہ ہے۔ سارے ہی سلسلے دلچسپ ہیں مگر ''دوست کا پیغام آئے'' ذرا ہٹ کے اور منفرد ہے۔

۴: کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں' ہر چیز تو شامل ہے اس میں۔ معلومات' تفریح دلچسپی کی تمام جزئیات ہمارا آنچل اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے مگر کبھی کبھی کسی خاص موقع پر اسی طرح کے سوال و جواب کے سلسلے جاری رہنے چاہئیں تاکہ ہم اپنی رائے کا اظہار کر سکیں۔

۵: ہوں! شکایت بھی تو اپنوں سے ہوتی ہیں۔ مجھے بھی ہیں' بہت ساری ہیں۔ پہلے تو نظموں غزلوں والے شعبے کا کوئی عنوان دیں اور کچھ نظمیں جو معروف شعراء کی ہوتی ہیں مگر بھیجنے والے کے نام سے شائع کر دی جاتی ہیں۔ میری بیشتر شاعری شامل اشاعت نہیں ہوئی' چلیں چھوڑیں جی سب کچھ بہت اچھا ہے مجھے آنچل سے محبت ہے۔

طیبہ نذیر.....شادیوال

۱: پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ مجھے ''زندگی دھوپ تم گھنا سایہ'' بہت پسند ہے۔ کیونکہ اس ناول میں معاشرہ کا ہر پہلو نمایاں ہے۔ میں نے اس ناول سے بہت کچھ سیکھا ہے اور

''شہر چارہ گراں'' بھی بہت پسند ہے۔

۲: مجھے راحت وفا کا ناول ''جانِ جاں تو جو کہے'' میں زرتاشیہ کا کردار بہت اچھا لگتا ہے۔ میں بھی بالکل زرتاشیہ جیسی ہوں۔ اب میں تو یہ نہیں کہہ سکتی کہ کاش میں وہ کردار ہوتی کیونکہ میری سوچ بھی زرتاشیہ جیسی ہے۔

۳: آنچل کے مستقل سلسلے کبھی بہت اچھے ہے لیکن آپ نے ایک کا پوچھا ہے تو مجھے یادگار لمحے بہت پسند ہے۔ کیونکہ اس میں بہت اچھی باتیں سیکھنے کو ملتی ہے۔

۴: میں آنچل میں یہ تبدیلی دیکھنا چاہوں گی کہ اس میں خوابوں کی تعبیریں بتانی چاہیے اور ستاروں کے بارے میں بھی بتانا چاہیے۔ میرے خیال میں سب بہنوں کو بہت پسند آئے گا۔

۵: میں سب رائٹرز سے یہ کہنا چاہوں گی کہ ناول کی زیادہ زیادہ سے پندرہ قسطیں ہونی چاہئیں۔ نازیہ کنول نازی کو یہ کہنا چاہوں گی کہ اپنے ناول میں اتنے زیادہ کردار شامل نہ کیا کریں۔ اس طرح ہمیں یاد ہی نہیں رہتا اور عشنا کوثر سردار سے یہ کہنا چاہوں گی کہ اتنے مشکل لفظ نہ استعمال کیا کریں۔

ثناء شفیق.....اٹک

۱: پہلا سوال ذرا مشکل ہے۔ تقریباً ہر ناول ہی ہمیں کوئی نہ کوئی سبق ضرور دیتا ہے۔ نازیہ کنول نازی کا ناول ''اے محبت تیری خاطر'' جو دو اقساط پر مشتمل تھا' اپنے منفرد موضوع کی بنا پر بہت پسند آیا۔

۲: پھر وہی بات کہ کوئی ایک کردار؟ بہت سے اچھے اچھے کردار ہیں۔ حالیہ ختم ہونے والے سمیرا شریف طور کے ناول ''یہ چاہتیں یہ شدتیں'' میں نویرا کا کردار بہت پسند آیا۔ میں اس بات کی قائل ہوں کہ آئیڈیل بنانے سے زیادہ آئیڈیل بننا چاہیے۔ مجھے جو عادت جس کسی میں اچھی لگتی ہے' میں اسے اپنا لیتی ہوں۔

۳: مستقل سلسلے ویسے تو سارے زبردست ہیں لیکن ''بیاض دل' کام کی باتیں' ٹوٹکے اور یادگار'' لمحے بہت زیادہ پسند ہیں۔

۴: تبدیلی یہ ہونی چاہیے کہ صفحات بڑھا دیں اور دو مکمل ناول ہر دفعہ ضرور ہونے چاہئیں۔

۵: شکایت مجھے کوئی بھی نہیں ہے۔ نہ کسی رائٹر سے اور نہ آنچل کے مدیران سے۔ اللہ سب کو بہت سی خوشیاں' دل کا سکون اور صحت کاملہ عطا کرے آمین۔

آنچل کے ہمراہ

آپ ان سوالات کے جوابات جون کی 10 تاریخ تک بذریعہ ڈاک یا ای میل ارسال کر سکتی ہیں۔

۱) آنچل سے وابستگی کب اور کیسے ہوئی؟

۲) آنچل کی کس خوبی یا سلسلے نے آپ کو متاثر کیا؟

۳) آنچل سے وابستہ کوئی خوش گوار یا دیا واقعہ؟

۴) کوئی ایسی دوست جو آنچل کے توسط سے ملی ہو اور آپ آنچل کے توسط سے ہی اُسے پکارنا چاہتی ہوں۔

۵) اپنی پسندیدہ رائٹرز کے لیے کوئی اچھی سی بات جو آپ آنچل کے توسط سے کہنا چاہتی ہوں۔

ادارہ

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

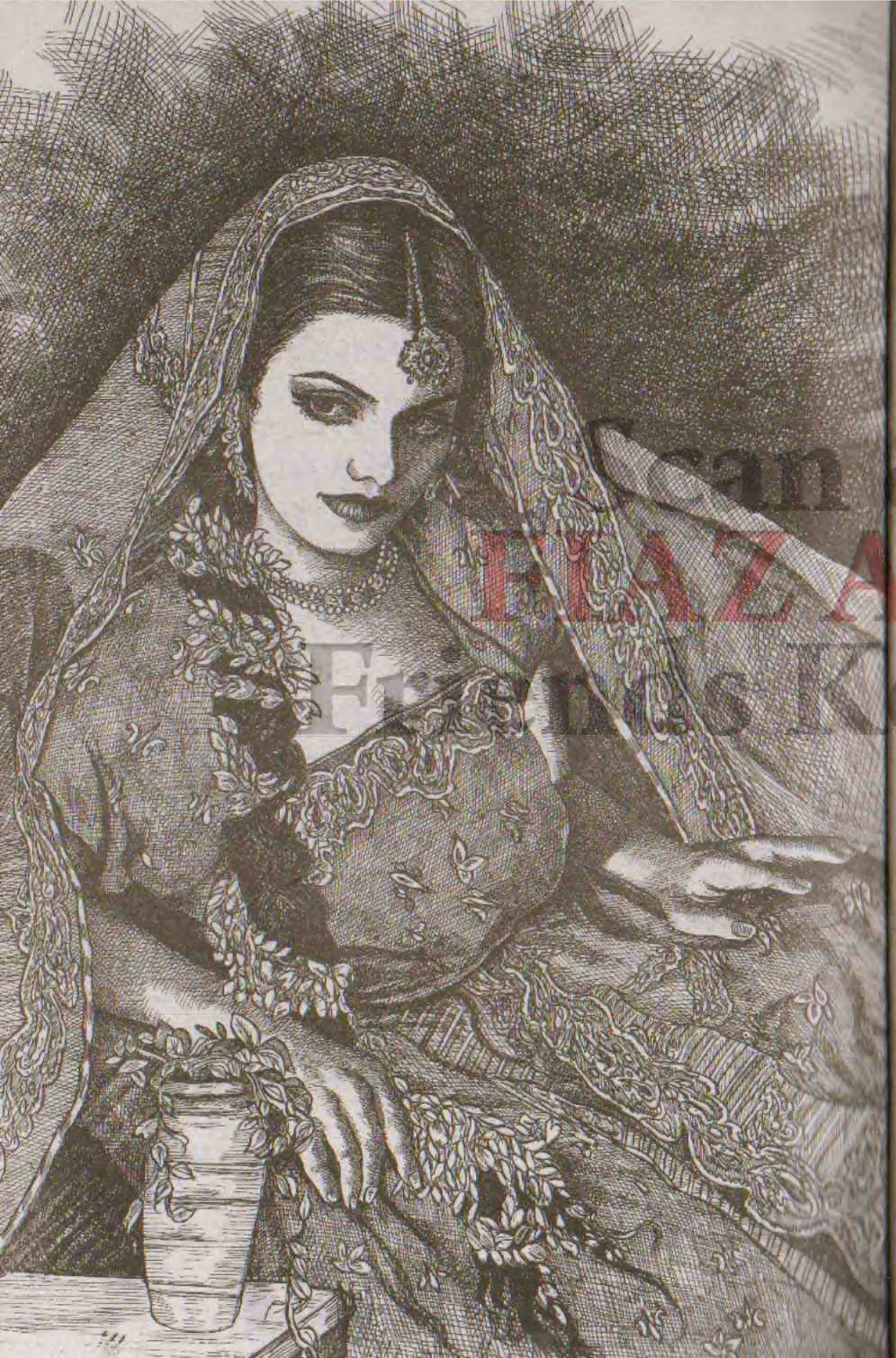

"تم سے شادی؟" چاندنی نے تن کر کھڑے ہوتے ہوئے اپنی بے انتہا خوب صورت گھنیری جھالردار پلکوں والی آنکھوں کا سارا فسوں غصے میں سمو کر فاروق کی طرف دیکھا۔ گلابی شلوار قمیص' میں لپٹا اس گل رنگ دل کش وجود اس کے دل میں اتر گیا۔

استہزائیہ قہقہہ لگایا اور لہرا کر مڑی اور ایک گلی میں غائب ہوگئی۔ فاروق کے پندار کو ٹھیس لگی۔ وہ کچھ سخت کہنا چاہتا تھا لیکن اس کے چھلاوے کی طرح غائب ہونے پر کھڑا ہی رہ گیا۔

......☆☆☆☆......

چاندنی

تحسین انجم انصاری

آنکھیں مصروف ہوجاتی ہیں' بھلا دیتے ہیں لوگ
دور بہت دور نکلتے ہیں' نیندیں گنوا دیتے ہیں لوگ
دستِ طلب اٹھائے مانگتے ہیں محبت خدا سے
جو ہو دسترس میں تو خود ہی گنوا دیتے ہیں لوگ

Scan & PDF
IJAZ AHMED
Friends Korner.com

"اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں......" چاندنی نے بڑی ادا سے انگوٹھے سے اپنی سمت اشارہ کیا۔ "اس گاؤں کی سب سے خوب صورت لڑکی' تم جیسے شخص کے ساتھ شادی کے لیے تیار ہوجائے گی تو یہ تمہاری زندگی کی سب سے بڑی بھول ہے۔"

فاروق نے حیرت سے اس کے پُرغرور انداز کو اور ابھی کچھ سخت سست کہنے کے لیے الفاظ ترتیب دے رہا تھا کہ چاندنی نے مزید گل فشانی کے لیے لب کھولے۔

"میرے لیے تو آسمان سے کوئی شہزادہ اترے گا۔ سفید گھوڑے پر سوار' اس سے کم پر تو میں راضی نہیں ہوں گی۔ اس لیے تم اپنا منہ دھو رکھو' بلکہ روزانہ کسی اچھے صابن سے رگڑ رگڑ کر دھویا کرو' شاید اسی طرح رنگ نکھر آئے تمہارا۔" اس نے شوخی سے کہہ کر

جب وہ آمنہ اور رمضان کی اندھیری کوٹھری میں پیدا ہوئی تو چاروں طرف روشنی سی پھیل گئی۔ وہ چاند کا ٹکڑا تھی' سب نے دانتوں میں انگلیاں دبالیں' ماں باپ انتہائی معمولی نقش و نگار اور سانولے رنگ کے مالک تھے۔ لہٰذا سب کا حیران ہونا جائز ہی تھا۔ سارے گاؤں میں اس کے حسن کا چرچا تھا۔ اس کی پیدائش سے اگلے دن رمضان کو گاؤں کی واحد فیکٹری میں نوکری مل گئی تو اس کی خوش قسمتی پر بھی مہر لگ گئی۔ دونوں ماں باپ اس کے دیوانے تھے۔ بچپن ناز و نعم میں کھیلتے کودتے گزر گیا۔ گاؤں میں آٹھویں تک اسکول تھا۔ چاندنی نے بھی سہیلیوں کے ساتھ مڈل پاس کرلیا۔ گاؤں سے باہر لڑکیوں کو پڑھانے کا رواج نہیں تھا۔ سو دوسری لڑکیوں کی طرح وہ بھی سینے پرونے اور گھر کے دوسرے کاموں میں لگ گئی۔

اٹھارہ سال کی ہوئی تو حسن کے ساتھ جوانی نے مل کر اسے مجسمے میں ڈھال دیا اور یہ نہ جانے فاروق کی خوش قسمتی تھی یا بدقسمتی کہ یہ خوب صورت مجسمہ اس کے دل پر قیامت ڈھا گیا۔

فاروق ستائیس سال کا قبول صورت سانولا نوجوان تھا۔ بہت شائستہ، خوش گفتار اور نرم خو بیوہ ماں کا اکلوتا بیٹا تھا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد اس گاؤں میں پہلی پوسٹنگ ہوئی تھی۔ ایک معقول گھر ڈھونڈ کر ماں کو بھی یہاں لے آیا تھا۔

ایک دن چاندنی اپنی سہیلیوں کے ساتھ پنگھٹ پر پانی بھرنے آئی تھی۔ سہیلیوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتے قہقہے لگاتے وقت کا پتا نہ چلا۔ سب نے اپنے گھڑے بھر کر ایک طرف رکھے، دنیا جہاں کی باتوں میں مصروف تھیں تب ہی فاروق بھی پانی لینے کی غرض سے ادھر آنکلا۔ چاندنی پر نظر پڑی تو مبہوت رہ گیا۔ قدرت کی صناعی کے اس انمول شاہکار کو دیکھ کر وہ چند لمحے تو نظریں ہٹانا ہی بھول گیا۔ دل بے اختیار ہو گیا۔ ایسا چاند چہرہ اور روشن پیشانی اس نے پہلے کہاں دیکھی تھی اور وہ بھی سادگی کے پردے میں لپٹی ہوئی۔ بے اختیاری میں ساری دنیا کو بھول کر وہ ایک ٹک اسے دیکھے گیا۔ چاندنی کی سہیلی ساجی نے اسے کہنی ماری۔

"چاندنی دیکھو تو..... یہ کون ہے جو آنکھیں پھاڑے بس تجھے ہی دیکھے جا رہا ہے؟"

چاندنی نے فاروق کی طرف دیکھا۔ معمولی صورت اور سانولے رنگ کو دیکھ کر چاندنی کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ ناگواری سے دیکھا تو فاروق نے بے اختیار نظریں پھیر لیں۔

"لگتا ہے تمہیں دیکھ کر ہوش کھو بیٹھا ہے۔" شہلا شرارت سے بولی۔

"اس بے چارے کا کیا قصور..... اس کے حسن کو دیکھ کر کون ہوش میں رہ سکتا ہے؟" ساجی بھی شوخی سے بولی۔ چاندنی کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"اونہہ۔ معلوم ہوتا ہے آئینہ نہیں دیکھتا....." اس نے آہستہ آواز میں ساجی کے کان میں کہا لیکن اتنی آواز بہرحال رکھی کہ فاروق بھی سن لے۔ اسے اپنے حسن کا پورا پورا احساس تھا اور خدا حسن دیتا ہے تو ناز و ادا کے ساتھ غرور بھی آ ہی جاتا ہے۔ وہ تو کسی کو خاطر میں نہیں لاتی تھی۔ خودسری اور ضد اس میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔

"اب اس بے چارے کا کیا قصور؟ جب سامنے تجھ جیسی قیامت کھڑی ہو تو کون دل پر قابو رکھ سکتا ہے؟"

"پھر بھی اپنی حیثیت تو دیکھنی چاہیے اور اپنی شکل و صورت بھی۔"

فاروق کو اندازہ تو ہو گیا تھا کہ وہ اسی کے بارے میں باتیں کر رہی ہے اس لیے وہ پانی لیے بغیر ہی واپس آ گیا۔ اماں نے دیکھا تو پوچھ لیا۔

"پانی نہیں لائے بیٹا؟"

"اماں وہاں بہت ساری لڑکیاں تھیں تو مجھے اچھا نہیں لگا۔"

اماں نے فخر سے اپنے شریف اور شرمیلے بیٹے کی طرف دیکھا اور نظروں ہی نظروں سے اس کی بلائیں لیں۔

"چلو بعد میں چلے جانا۔"

اس دن کے بعد فاروق کا دل واپس اس کے قبضے میں نہیں آیا۔ ہر وقت چاندنی کی شکل اس کی آنکھوں کے سامنے رہتی تھی۔ کسی کام میں جی نہ لگتا، نہ کھانا شوق سے کھاتا نہ ہی کسی کھیل میں دل لگتا۔ اسکول میں بھی بچوں کو پڑھاتے ہوئے چاندنی کے تصورات میں کھو جاتا۔

فاروق بے حد خوب صورت دل کا مالک تھا۔ اماں نے بڑی اچھی تربیت کی تھی۔ نرم مزاج اور نرم گفتار تھا۔ جب وہ گاؤں میں آیا تو گاؤں کے سادہ لوح لوگوں کے لیے بڑے اونچے خواب لے کر آیا تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ گاؤں میں سب لوگوں کو تعلیم کی افادیت سے روشناس کرائے گا۔ لوگوں کی اخلاقی تربیت کرے گا لیکن سر منڈواتے ہی اولے پڑنے کے مصداق آتے ہی چاندنی سے ٹکرا گیا۔ کچھ دن گزرنے کے بعد اس نے خود کو سنبھالا اور لوگوں سے ملنا شروع کیا۔ ان کے مسائل سنے اور جن کو وہ حل کر سکتا تھا موقع پر ہی حل کیا۔ ہر ایک کی مدد کرنے کو ہر وقت تیار رہتا۔ کسی کو کوئی مسئلہ ہوتا فاروق وہاں موجود ہوتا۔ چند ہفتوں میں ہی لوگ اس کے گرویدہ ہو گئے۔ یہ پہلا پڑھا لکھا بابو ماسٹر تھا جو گاؤں میں آیا تھا تو لوگوں سے ہمدردی کا اظہار کرتا تھا۔ آتے ہی حالات دیکھ کر واپس بھاگنے کی جلدی نہیں کی تھی بلکہ یہاں کی خوبیوں اور خامیوں کو اپنا سمجھا تھا اور لوگ تو محبت کے بھوکے ہوتے ہیں۔ محبت کو ہر آنکھ پہچان لیتی ہے۔ اماں بھی جہاندیدہ عورت تھیں وہ بھی عورتوں میں گھل مل گئیں اور دونوں ماں بیٹوں کو گاؤں کے لوگوں میں خاص جگہ حاصل ہو گئی تھی۔

اس روز وہ اسکول کے بعد اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا کہ اسے چاندنی نظر آئی۔ وہ ایک ہاتھ سے اپنا پراندہ جھلاتی ہوئی آم کے بڑے درخت کے نیچے بیٹھی آم کھا رہی تھی۔ فاروق بے اختیار رک گیا۔

"کیا بات ہے؟" چاندنی نے اسے رکتے دیکھ کر جیسے لٹھ مارا۔ فاروق نے نرمی سے اس کی طرف دیکھا۔

"ایک بات کہوں؟"

"ہاں کہو۔" وہ آم کھاتے ہوئے کھڑی ہو گئی۔

"تم پڑھنا شروع کر دو۔"

"لو پڑھ کر تم نے کون سا تیر مار لیا ہے؟" وہ بے باکی سے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔

"پڑھ کر تیر نہیں مارتے، بلکہ تیروں سے بچنے کے انداز سیکھتے ہیں، عقل آتی ہے۔"

"تم کہنا چاہتے ہو مجھ میں عقل کی کمی ہے؟"

"میں یہ تو نہیں کہہ رہا۔" فاروق گڑبڑایا۔

"تو پھر کیا کہہ رہے ہو؟" وہ غصے سے بولی۔

"میں جانتی ہوں کہ تم آتے جاتے مجھ سے بات کرنے کی کوشش کیوں کرتے ہو۔"

"اچھا؟"

"میں یہ بھی جانتی ہوں تمہارے دل میں کیا ہے؟"

"کیا ہے میرے دل میں؟" وہ ذرا دلچسپی سے بولا۔

"تمہارا دل آ گیا ہے مجھ پر۔" وہ معنی خیز انداز میں بولی۔

"تو بری بات ہے کیا؟"

"تو اچھی بات کیا ہے اس میں؟" وہ نخوت سے بولی۔ "بھلا میرا تمہارا کیا جوڑ ہے؟" وہ اسے سر سے پاؤں تک دیکھتی ہوئی بولی۔ "ایک بات غور سے سن لے بابو!" وہ دوسرے آم کو اوپر اچھالتے ہوئے مڑی اور پھر گھوم کر عین اس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

"میرا تو دل جب آئے گا تو کسی خوب صورت شکل پر آئے گا۔"

"دیکھو چاندنی!" فاروق تحمل اور نرمی سے بولا۔ "شکل و صورت تو خدا نے بنائی ہے اور خدا کی بنائی ہوئی چیزوں کا مذاق نہیں اڑاتے۔"

"تم بس میرا خیال چھوڑ دو تو اچھا ہے۔" وہ غرور سے آگے بڑھ گئی اور وہ اس کی خوب صورت چال کو دور تک دیکھتا رہا۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

رات کو ساجی اور شہلا کے سامنے اس نے فاروق کا خوب مذاق اڑایا۔

"مجھے کہتا تھا پڑھنا کیوں نہیں شروع کر دیتی......"

"تم نے بتایا نہیں آٹھویں تک پڑھا ہے تم نے؟"

"مجھے کیا ضرورت ہے بتانے کی؟" وہ تمسخر سے ہنسی۔ "میں تو اسے گھاس بھی نہیں ڈالتی۔ اگر میں اس سے یہ باتیں شروع کر دیتی تو وہ سمجھتا مجھے اس کی پرواہ ہے۔ خوامخواہ مجھ سے شادی کے خواب دیکھنا شروع کر دے گا بے چارہ......" شہلا اور ساجی نے قہقہہ لگایا۔

"میں کوئی ایسے ویسے چڑی مار سے تھوڑی شادی کروں گی۔" اس نے ناک چڑھائی۔

"ارے ہماری چاندنی کے لیے تو کوئی شہزادہ آنا چاہیے......"

"شہزادہ بھی وہ جو دنیا میں سب سے زیادہ خوب صورت ہو۔ میرے لیے جان قربان کرنے کو تیار ہو۔ میرے ایک اشارے پر سب کچھ لٹانے کو تیار ہو۔" وہ خوابوں کی دنیا میں کہیں سے کہیں پہنچ گئی۔ انوکھے شہزادے کے بارے میں سوچ کر گالوں پر گلاب سے کھل اٹھے۔

"جب ہماری شادی ہوگی تو ساری دنیا سے پریاں آئیں گی ہماری شادی میں شریک ہونے اور میں اپنی شادی کی تصویر اخبار میں دوں گی۔ جو بھی ہماری خوب صورت جوڑی دیکھے گا جل اٹھے گا۔

"کیوں؟"

"تاکہ ساری دنیا دیکھے، ساری دنیا میں میری خوب صورتی کی دھوم مچ جائے اور وہ نہ جانے خود کو کیا سمجھتا ہے۔ بن مانس کہیں کا...... شکل نہیں دیکھتا اپنی......"

"چاندنی او چاندنی!...... اگر تو خوابوں سے باہر نکل آئی ہے تو آ ذرا آٹا گوندھ دے......" باہر سے اماں کی آواز آئی تو دھڑام سے خوابوں کا محل زمیں بوس ہو گیا۔ وہ بے اختیار چڑ گئی۔

"ایک تو اماں بھی ہر وقت کام ہی بتاتی رہتی ہیں۔ میری تو قسمت ہی خراب ہے۔ کسی بادشاہ کے گھر پیدا ہوتے ہوتے جانے کیسے یہاں پھینک دیا خدا نے۔ میرے تو نصیب ہی پھوٹ گئے جو ان لوگوں کے گھر پیدا ہو گئی۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی اندر چلی گئی تو شہلا اور ساجی نے ہمدردی سے اسے دیکھا۔

"اماں! کیوں ہر وقت میرے پیچھے پڑی رہتی ہو؟" ماں کے پاس جا کر اس نے غصے سے پاؤں زمین پر مارا۔ "مجھے ہر وقت کام نہ بتاتی رہا کرو۔"

"کیوں...... تجھ میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں؟"

"تم خود ہی تو مجھے شہزادی کہتی ہو۔ بھلا شہزادیاں بھی کام کرتی ہیں؟"

"ارے بھول ہو گئی جو تجھے شہزادی کہہ دیا لیکن تو اس بھول میں نہ رہنا کہ تو واقعی شہزادی ہے، تیرا دماغ اتنا خراب ہو گیا ہے کہ کسی بندے پر تیری نظر ہی نہیں ٹھہرتی۔ تجھے کوئی پسند ہی نہیں آتا۔ اس خیال میں نہ رہنا کہ کوئی راجہ اترے گا آسمان سے تیرے لیے۔ ارے میں تو کوئی کماؤ پوت دیکھ کر فوراً ہی تیری شادی کرنا چاہتی ہوں لیکن آج کل کے لڑکے بھی ہڈ حرام ہو گئے ہیں۔ لگ کے کام کرنے کو دل ہی نہیں چاہتا کسی کا۔ ہر لڑکا چاہتا ہے بیٹھے بٹھائے نوالہ منہ میں آ جائے یا پھر کوئی مال دار سسرال ہاتھ آ جائے اور تیرا دماغ پتا نہیں کہاں رہتا ہے......"

چاندنی نے بڑبڑاتے ہوئے تھوڑا بہت کام کیا اور پھر اماں کی نظر بچا کر باہر نکل گئی۔ گاؤں کی گلیوں میں پھرنے میں اسے بہت مزہ آتا تھا کیونکہ ہر طرف سے ستائشی نظریں اس کے چہرے پر پڑتی تھیں۔ فخر و غرور سے سر اونچا ہو جاتا۔ یوں ہی چلتے چلتے وہ

رہٹ پر جا پہنچی۔ وہاں فاروق درخت کے تنے سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا۔ ساتھ ریڈیو رکھا تھا جس سے خبریں نشر ہو رہی تھیں۔ چاندنی کا دل چاہا فوراً واپس مڑ جائے لیکن پھر سوچا کہ مجھے اس سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہیں آ کر دوسرے پتھر پر بیٹھ گئی اور اپنے پاؤں پانی میں ڈال دیے۔

"کیا حال ہے چاچا؟ اور خیرو کیسا ہے؟"

"اللہ کا کرم ہے دھیئے! خیرو کا مت پوچھ۔ بہت کام چور ہو گیا ہے۔ پڑھنے کو بالکل دل نہیں کرتا اس کا۔ سوچتا ہوں اسکول سے اٹھوا ہی لوں اس کو۔"

"نہ...... نہ...... یہ غضب نہ کرنا چاچا!" فاروق فوراً سیدھا ہو گیا۔

"یہ تمہارا چاچا کیسے ہو گیا؟"

"کیوں تمہاری جائیداد ہے کیا چاچا؟"

چاندنی سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو فاروق کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہنس کیوں رہے ہو؟" چاندنی کو غصہ آ گیا۔

"کیوں ہنسنے پر پابندی ہے؟" وہ پھر مسکرایا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ شکل تو اتنی اچھی ہے لیکن مزاج کیوں گرم رہتا ہے؟"

"کچھ لوگوں کو دیکھ کر ایسا ہی اثر ہوتا ہے مجھ پر۔"

"اچھا کن لوگوں کو دیکھ کر......؟"

"وہ لوگ جو کالے کوئے کی طرح ہوتے ہیں۔" چاندنی نے بدلہ لیا تو فاروق نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ جانے کیا بات تھی کہ وہ چاندنی کی بات کا برا نہیں مانتا تھا۔

"بری بات ہے۔ صورت تو خدا کی بنائی ہے، وہ تو ہم بدل نہیں سکتے لیکن مزاج اور عادتوں پر تو اپنا اختیار ہوتا ہے۔ تھوڑی سی کوشش کر کے بدل لو...... ہر وقت انگارے چبائے بیٹھی رہتی ہو۔"

"تمہیں کیا...... تمہیں میری فکر میں دبلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"مجھے ہی تو سب سے زیادہ ضرورت ہے۔" وہ شرارت سے مسکرا دیا۔

"کیوں...... تم میرے کیا لگتے ہو؟" وہ تنک کر کھڑی ہو گئی۔

"ابھی تو کچھ نہیں لگتا۔" وہ زیرِ لب بڑبڑایا۔ "لیکن رشتہ بننے میں دیر کتنی لگتی ہے......"

"تم سے رشتہ جوڑتی ہے میری......" جانے کیا سوچ کر اس کی زبان کو بریک لگ گئے۔ "شکل دیکھی ہے اپنی......"

"خدا نے بنائی ہے یہ شکل، تو کیا خدا سے لڑنے بیٹھ جاؤں اور تمہارا زور ہر وقت شکل پر کیوں ہوتا ہے؟ کبھی کسی انسان کا دل بھی دیکھا ہے۔ اصل چیز دل ہوتی ہے جس کے پاس اچھا اور محبت کرنے والا دل نہیں ہے سمجھو کہ اچھی شکل کے باوجود اس کے پاس کچھ نہیں۔ بہت غریب اور کنگال ہے وہ انسان۔ ذرا سوچو تمہیں اگر کوئی شہزادہ بھی بیاہنے آ جائے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ اگر اس کا دل ہی سیاہ ہو۔ اچھی شکل و صورت تو وقتی چیز ہے۔ عمر کے ساتھ ساتھ حسن ڈھل جاتا ہے لیکن دل کی خوب صورتی لازوال ہوتی ہے اور وہی انسان کی زندگی کو خوب صورت بنا سکتی ہے۔"

چاندنی خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ اس کی باتیں چاندنی کے سر کے اوپر سے گزر رہی تھیں۔ فاروق نے ایک نظر بیلوں میں لگے چاچا اکرم کی طرف دیکھا۔ بیلوں اور ٹنڈوں کے شور اور حقے کی گڑگڑاہٹ میں وہ اپنی سوچوں میں گم تھا۔ فاروق سرگوشی کے انداز میں چاندنی کی طرف جھک کر بولا۔

"دل ہی انسان کی سب سے قیمتی دولت ہے اور ہر ایک کے پاس میرے جیسا دل نہیں ہوتا اور نہ ہی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

میرے جیسے الفاظ سے کوئی تمہاری تعریف کر سکتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں اکٹھی کسی کسی کو ملتی ہیں۔"

"تم کیا کہہ رہے ہو میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا....." چاندنی بے نیازی سے بولی۔

"تمہارے سامنے بھی اگر محبت کھڑی ہو تو تمہیں نظر نہیں آئے گی۔" فاروق افسوس سے بولا۔

"تم..... تم مجھ سے محبت کرتے ہو....." چاندنی تمسخر سے بولی تو فاروق کے چہرے کا رنگ ذرا سا بدلا۔

"دیکھو جس دل میں محبت ہو تو اس کا مذاق نہیں اڑاتے دل توڑنا اچھا نہیں ہوتا۔"

"وہ تو ٹھیک کہتے ہو لیکن اس گاؤں کے سب لڑکے ہی مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ تو کیا میں سب کا دل رکھوں بولو.....؟"

"نہ رکھو سب کا دل..... تمہیں دیکھنا یہ ہے کہ کون تم سے سچی محبت کرتا ہے۔"

"یعنی کہ تم....." چاندنی نے انگلی سے اس کی طرف اشارہ کیا۔ "ویسے باتیں تو تم بہت اچھی کرتے ہو۔ دل چاہتا ہے تم بولتے رہو اور میں سنتی رہوں۔" وہ پرسوچ انداز میں بولی۔ "لیکن خیر چھوڑو مجھے دیر ہو رہی ہے۔ مجھے گھر جانا ہے ورنہ اماں کی پھٹکار سننی پڑے گی۔"

گورے رنگ پہ نہ اتنا گمان کر
گورا رنگ دو دن میں ڈھل جائے گا

ریڈیو پر گانا بجنے لگا۔ چاندنی نے چونک کر ریڈیو کی طرف دیکھا پھر نخوت سے "ہونہہ" کہا اور گھر کی طرف چلی گئی۔

اس روز اماں کے کہنے پر وہ انہیں چاندنی کے گھر لے کر آیا۔ اماں اکثر گاؤں میں مختلف گھروں میں ملنے ملانے جاتی رہتی تھیں۔ چاندنی کی ماں آمنہ نے جلدی سے چارپائی پر پھول دار چادر بچھا کر انہیں بٹھایا۔

"چاندنی پتر! جلدی سے شربت لے آ..... خالہ اور ماسٹر جی کے لیے۔" چاندنی نے منہ بنا کر فاروق کی طرف دیکھا تو وہ دھیرے سے مسکرایا۔ چاندنی شربت بنا کر لائی تو فاروق نے پوچھا۔

"چاندنی! ساجی بتا رہی تھی تم نے مڈل پاس کیا ہوا ہے؟"

"ہاں پتر! چاندنی کے ابا تو اسے آگے بھی پڑھانا چاہتے تھے لیکن گاؤں میں بس آٹھویں تک اسکول ہے۔"

"تو چاندنی کہیں پرائیویٹ امتحان دے لے۔ میں کتابیں لا دوں گا۔"

"مجھے اور پڑھ کر کیا کرنا ہے؟" چاندنی نے نظر بچا کر اسے آنکھیں دکھائیں۔ "مجھے تمہاری طرح نوکری نہیں کرنی۔"

"نہ پتر! ایسے نہیں کہتے۔" فاروق کی اماں نرمی سے بولیں۔ "تعلیم صرف نوکری کے لیے تو حاصل نہیں کی جاتی۔ تعلیم انسان کی شخصیت کو نکھارتی ہے اسے تمیز دار بناتی ہے۔"

"خالہ تم بھی ماسٹر جی کی طرح بہت مشکل باتیں کرتی ہو۔ میری تو سمجھ میں نہیں آتیں۔"

"اگر تم اور پڑھ لکھ جاؤ تو پھر میری باتیں تمہاری سمجھ میں آئیں گی۔"

"تو پھر چاندنی تمہیں کتابیں لا دوں؟"

"ابھی میں سوچوں گی....."

"تو تم سوچ بھی سکتی ہو؟" فاروق شرارت سے بولا تو چاندنی نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا جب کہ دونوں خواتین بے اختیار ہنسنے لگیں۔

دوسرے دن غصے میں فاروق سے بدلہ لینے کے لیے وہ اسکول اور گھر کے راستے میں آم کے پیڑ پر

چڑھ گئی۔ جیسے ہی فاروق نیچے آیا تو چھلانگ لگا دی۔ فاروق اچھل کر پیچھے ہٹا اور پھر حیرت سے اسے دیکھا۔ چاندنی کا قہقہہ اس کی آنکھوں میں پانی لے آیا تو فاروق اسے دیکھتا رہ گیا۔

"کل اماں اور خالہ کے سامنے تُو نے میرے بے عزتی کیوں کی؟" فاروق کو چند لمحے سوچنے کے باوجود یاد نہ آیا کہ وہ کس بے عزتی کی بات کر رہی ہے۔ اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"خالہ کے سامنے کیوں کہا کہ میں سوچ نہیں سکتی؟"

"تو غلط نہیں کہا....." فاروق کو شرارت سوجھی۔ چاندنی نے گھور کر اسے دیکھا۔

"تمہارا مطلب ہے جو لوگ زیادہ پڑھے لکھے نہ ہوں ان کے پاس دماغ نہیں ہوتا....." وہ غصے سے بولی۔

"میں باقی لوگوں کی بات تو نہیں کر رہا تھا۔ صرف تمہاری بات کر رہا تھا۔"

"تو تمہارا مطلب ہے میرے پاس دماغ نہیں ہے؟" وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر غصہ ہوتے ہوئے بولی۔

"ظاہر ہے۔ اگر دماغ ہوتا تو ہر وقت خوب صورتی کے بارے میں نہ سوچتیں۔ کچھ حسنِ سیرت کا بھی خیال رکھتیں۔"

"کیا..... ایک تو تم باتیں بہت مشکل کرتے ہو۔"

"میں آسان باتیں بھی کر سکتا ہوں جو تمہیں سمجھ بھی آئیں گی اور اچھی بھی لگیں گی۔"

"جیسے....."

"تم جب اپنی بڑی بڑی جھیل سی آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھتی ہو تو مجھے یوں لگتا ہے میں ان میں ڈوب جاؤں گا۔" چاندنی نے حواس باختہ ہو کر اس کی طرف دیکھا..... فاروق کی آنکھوں میں نرم سی شمع جل رہی تھی۔

"جب تم مسکراتی ہو تو چاروں طرف پھول کھلنے لگتے ہیں۔" چاندنی کو یوں محسوس ہوا جیسے چند لمحے اور وہاں کھڑی رہی تو اس کا وجود پگھلنے لگے گا۔ اس نے فاروق سے نظریں چرا کر کہا۔

"لوگ غلط نہیں کہتے۔ تم جیسے شہری بابو ہی ہوتے ہوں گے جو گاؤں کی بھولی بھالی معصوم لڑکیوں کو اپنی اسی طرح کی باتوں میں پھنسا کر دھوکا دیتے ہیں اور میں ایسی لڑکی نہیں ہوں ماسٹر جی!"

"اچھا تم کیسی لڑکی ہو؟" فاروق شرارت سے بولا۔ "جو سیدھے سادے شہری بابو کے رستے میں آکر انہیں روکتی ہے پھر خوب باتیں کرتی ہے۔"

"میں نے کیا کیا؟ تم ہی میرے پیچھے آتے ہو۔"

"آج تو تم نے ہی راستا روکا ہے میرا۔"

"آج تو مجھے اپنی بے عزتی کا بدلہ لینا تھا۔"

"تو پھر لے لیا ہے بدلہ تو راستا چھوڑو..... مجھے گھر بھی جانا ہے۔ صبح سے بھوکا ہوں۔"

"میں نے تمہارا راستا تو نہیں روکا ہوا۔" چاندنی غصے میں ایک طرف ہو گئی۔ "اتنا کھلا اتنا چوڑا راستا ہے۔ تم چاہتے تو جا سکتے تھے۔ تمہیں تو موقع چاہیے مجھے تنگ کرنے کا۔"

"اچھا زیادہ باتیں نہ کرو اور گھر جاؤ۔ لوگ کیا کہیں گے ایک تیز و طرار لڑکی معصوم سے شہری بابو کو ورغلا رہی ہے۔"

"اوہ....." وہ کمر پر ہاتھ رکھے شعلہ برساتی آنکھوں سے بولی۔ "شہری بابو نے اپنی شکل دیکھی ہے جو مجھ جیسی لڑکی کو اسے ورغلانے کی ضرورت پڑے گی۔" فاروق نے قہقہہ لگایا اور اپنے گھر کی طرف چل دیا۔ سارے راستے اس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری رہی اور چاندنی غصے میں پاؤں پٹختی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Konnect.com

گھر کی طرف چل پڑی۔

.....☆☆☆.....

"ساجی یہ فاروق تو میرے پیچھے ہی پڑ گیا ہے۔" چاندنی نے فکرمندی سے کہا۔

"لگتا ہے سچ میں تجھ سے محبت کرتا ہے۔"

"ہونہہ محبت..... میں کسی محبت کو نہیں مانتی۔ ویسے ایک بات ہے۔" وہ کچھ سوچنے لگی۔

"وہ کیا؟"

"باتیں بڑی اچھی کرتا ہے....."

"کیا کہتا ہے؟"

چاندنی کا چہرہ یاد کر کے گلابی ہوگیا۔ وہ اسے کیسے بتاتی کہ فاروق نے کن الفاظ میں اس کی تعریف کی تھی' چپ ہوگئی۔ ساجی نے معنی خیز نظروں سے اسے دیکھا۔

"ارے بتانا..... بتاتی کیوں نہیں.....؟"

"اصل میں بہت مشکل باتیں کرتا ہے۔ مجھے تو سمجھ میں نہیں آتیں۔"

"سمجھ میں نہیں آتیں تو اچھی کیسے لگتی ہیں؟" ساجی نے آنکھیں مٹکائیں تو چاندنی جھینپ گئی۔

"وہ اتنے مشکل لفظ استعمال کرتا ہے کہ میں بھول جاتی ہوں۔" وہ گڑبڑائی تو ساجی نے اس کو گدگدی شروع کردی۔ تھوڑی دیر بعد ساجی بولی۔

"ویسے فاروق ہے بہت اچھا۔ نرم دل ہے اور باتیں کتنے میٹھے لہجے میں کرتا ہے۔ ہر وقت دوسروں کی مدد کو تیار رہتا ہے۔ غصہ تو میں نے کبھی دیکھا نہیں اس کے چہرے پر۔ ہر وقت مسکرا کر بات کرتا ہے۔ گاؤں کے سب لوگ اس کے دیوانے ہیں۔"

"کیا بات ہے؟" چاندنی نے معنی خیز نظروں سے ساجی کو دیکھا۔ "تو بھی دیوانی تو نہیں ہوگئی اس کی؟"

"سچ' اگر تیرا خیال نہ ہوتا تو ضرور ہوجاتی۔" ساجی نے جان بوجھ کر ٹھنڈی سانس بھری۔

"تم میری فکر نہ کرو۔ میری طرف سے اجازت ہے اسے اپنانا چاہو تو اپنالو۔"

"کیسے اپنا بنالوں..... اس کی نظر تمہارے اوپر ہے....."

"اس کی نظر سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"ویسے اگر تم اس سے شادی کرلو تو بہت خوش رہوگی۔ ایسا محبت کرنے والا مشکل سے ملتا ہے۔"

چاندنی چند لمحے خاموش بیٹھی رہی۔

"اگر مجھے اپنے شہزادے کا انتظار نہ ہوتا تو ہوسکتا ہے میں غور کرتی لیکن کیا کروں؟ اس کی سب اچھائیوں کے باوجود میرا دل نہیں مانتا۔ اگر اس کا رنگ تھوڑا سا صاف ہوتا تو شاید....."

"تم ظاہری شکل کے چکر میں اتنا اچھا انسان نہ چھوڑو چاندنی۔"

"کیا کروں ساجی! بچپن سے خواب دیکھا ہے۔ ایک بہت خوب صورت شہزادہ دور سے گھوڑا دوڑاتا ہوا آتا ہے اور مجھے اس پر بٹھا کر لے جاتا ہے۔ میں نے ساری عمر اس خواب کو کسی قیمتی چیز کی طرح سنبھال کر رکھا ہے۔ اب میں کیسے اور کس دل سے چھوڑ دوں۔ بس ایک ہی تو خواہش تھی میری کہ میرا ساتھی میری طرح خوب صورت ہو۔ ہماری جوڑی چاند سورج کی جوڑی ہو۔ جو بھی دیکھے بس دیکھتا رہ جائے۔"

"خواب تو خواب ہی ہوتا ہے چاندنی! تم اس خواب کی وجہ سے اپنی زندگی برباد نہ کرلینا۔ ایسا نہ ہو کہ اس خواب کی چاہت میں تم سچی محبت کو ٹھکرا دو اور پھر ساری عمر روتی رہو۔"

"نہیں ساجی! میں یہ خواب نہیں چھوڑ سکتی۔ یہی میری کل دولت ہے۔" وہ ایک دم اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی آنکھوں میں نمی دیکھ کر ساجی نے افسوس سے

سر ہلایا۔

"مجھے فاروق کے ساتھ ایسی باتیں کرنی چاہئیں کہ اس کی امیدیں ختم ہوجائیں اور وہ میرا پیچھا چھوڑ دے۔"

"دیکھو اگر تم اس سے شادی نہیں کرنا چاہتیں تو نہ کرو لیکن اس کی بے عزتی مت کرنا۔"

"اسی کے فائدے کے لیے کروں گی۔" چاندنی بولی۔

"نہیں یہ سب تم اپنے لیے کر رہی ہو۔ اپنی غرض کے لیے۔"

"چلو تم جو بھی سمجھ لو۔" چاندنی سنجیدگی سے بولی۔

پھر جب جب کہیں فاروق نظر آتا' چاندنی اسے تنگ کرنا شروع کردیتی۔

"ماسٹر جی یوں لگتا ہے کوئلے کی کوٹھری سے کشتی کر کے نکلے ہو..... ہم ساتھ کھڑے ہوں تو لوگ دن اور رات کی مثال دیں گے..... یوں لگتا ہے کالی سیاہی کی دوات تمہارے منہ پر مل دی گئی ہے۔" اس کی باتیں سن کر فاروق کے چہرے کا رنگ بدل جاتا۔ آنکھوں میں جیسے دھول اڑنے لگتی۔ وہ چاہتا تو ان باتوں پر چاندنی کے منہ پر تھپڑ مار دیتا لیکن اس کی شائستگی اسے ایسی بات کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ چاندنی تو نادان تھی' وہ تو سمجھ دار تھا۔ ہاں وہ اتنا کرسکتا تھا کہ اس کے راستے میں نہ آئے' اس کا سامنا نہ کرے۔ ایک بار پھر چاندنی نے اسے آم کے درخت کے پاس جالیا۔

"کیا بات ہے ماسٹر جی! چاندنی سے ٹاکرا ہونے سے ڈرتے ہو؟" فاروق نے ایک نظر اسے دیکھا۔

"کانٹوں سے دامن بچا کر رکھنا چاہیے۔ چبھ جاتے ہیں۔"

"عجیب بات ہے۔" چاندنی نے اسے زچ کرنے والی نظروں سے دیکھا۔ "کبھی تو پھول کہتے ہو اور کبھی کانٹا۔ لگتا ہے تمہیں اپنے دل کا خود پتا نہیں ہے۔"

"تم ایک ایسا پھول ہو جس کے ساتھ بے شمار کانٹے ہیں جو بھی ہاتھ لگائے گا اپنے ہی دامن میں چھید کرے گا۔ جب تک یہ کانٹے تمہارا ساتھ نہیں چھوڑیں گے' کوئی سر پھرا ہی ہوگا جو تمہاری طرف ہاتھ بڑھائے گا۔" فاروق نے بہت سہولت سے اسے باور کروانے کی کوشش کی کہ اس میں کیا کمی ہے لیکن وہ چاندنی ہی کیا جو آسانی سے سمجھ جائے۔

"تو اس کا مطلب ہے تم مجھ سے مایوس ہو کر میرا خیال چھوڑ رہے ہو.....؟" بہت چبھتی ہوئی آواز تھی اس کی۔ وہ چاہتی بھی تھی کہ فاروق اس کے پیچھے آنا چھوڑ دے لیکن فاروق کے ایسا ارادہ ظاہر کرنے پر بھی اس کے پندارِ حسن پر چوٹ لگی تھی۔ "چلو اچھا ہی ہوا۔" اس نے اپنا بھرم قائم رکھنے کے لیے پھیکے لہجے میں کہا۔ "یوں بھی تمہارے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے۔ تم میرا خرچا کیسے اٹھاتے۔ میں ساری عمر چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لیے ترستی رہی ہوں اور باقی کی عمر بھی اسی طرح ترسنا نہیں چاہتی۔ میں تو کسی بہت بڑی فیکٹری کے مالک سے شادی کروں گی جس کے پاس لمبی کار ہو۔ میں چاہتی ہوں وہ روز مجھے گاڑی میں سیر کروانے لے جائے۔" فاروق نے تاسف سے اسے دیکھا لیکن چاندنی ان نظروں کو خاطر میں نہ لائی۔ "میں چاہتی ہوں میرے شوہر کے پاس بڑی سی کوٹھی ہو جس میں مہارانی بن کر میں نوکروں کی فوج پر حکم چلایا کروں۔ تمہارا تو چھوٹا سا گھر ہے اور تمہارے پاس تو اسکوٹر بھی نہیں ہے۔"

فاروق نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"چلو اچھا ہی ہوا۔ میرے ساتھ تو تمہیں اسی اسکوٹر پر بیٹھنا پڑتا۔ اسی چھوٹے سے گھر میں رہنا

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

پڑتا۔ تھوڑی سی تنخواہ میں گزارا کرنا پڑتا' ہاں لیکن پیار و محبت کی کمی نہ ہوتی میرے دل میں...... اور تمہارے لیے محبت کے اس خزانے میں اضافہ ہی ہوتا جاتا۔ میں دن رات تمہاری آنکھوں' بالوں اور ہونٹوں کی تعریفیں کرتا لیکن خیر......" چاندنی کا رنگ گلابی ہونے لگا اور دل میں اتھل پتھل سی ہونے لگی۔

"میں تم سے شادی کرتی تب نا......" اس نے ذرا دھیمے لہجے میں کہا۔ "بس ہر وقت محبت محبت کی رٹ لگائے رکھتے ہو۔ صرف محبت ہی ضرورت نہیں ہوتی۔ پیسہ بھی چاہیے ہوتا ہے۔ ڈھیر سارا پیسہ' پیسے میں دنیا کی ہر چیز سے زیادہ طاقت ہے۔"

"نہیں تم غلط ہو۔" فاروق کا لہجہ مضبوط تھا۔ "محبت میں سب سے زیادہ طاقت ہے۔"

"ہونہہ۔ جھوٹے ہو تم......"

"اتنا پیسہ چاہیے تو فیکٹری کے مالک سے شادی کرلو جس میں تمہارا باپ کام کرتا ہے۔"

"ہونہہ...... وہ بڈھا کھوسٹ۔ میرے لیے وہی رہ گیا ہے۔ پتا ہے ابا سے بھی بڑی عمر کا ہے وہ۔" چاندنی غصے سے سرخ ہو کر کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"تو کیا ہوا۔ پیسہ تو ہے نا اس کے پاس۔ تمہیں گاڑی بھی لے دے گا۔ اب کسی نہ کسی بات پر تو سمجھوتا کرنا پڑتا ہے۔ زندگی میں انسان کو ہر چیز تو نہیں ملتی۔"

"مجھے ملے گی۔" وہ گردن اکڑا کر بولی۔ "دیکھ لینا تم......"

"چلو دیکھ لیں گے۔ میں بھی یہیں ہوں اور تم بھی۔"

ساجی اور شہلا اس کے پیچھے ہی پڑ گئیں۔

"بہت بے وقوف ہو تم چاندنی! ایسا انسان تمہیں کبھی نہیں ملے گا۔"

"وہ بڑا ضدی ہے۔ دیکھ لینا تمہیں حاصل کر کے ہی رہے گا۔" چاندنی خاموش رہی۔ اس نے انہیں بالکل نہیں بتایا کہ فاروق نے قدم پیچھے ہٹا لیے ہیں۔

"بہت محبت کرتا ہے تجھ سے...... اگر کوئی مجھ سے اتنی محبت کرتا تو میں ایک منٹ کی دیر نہ کرتی۔"

"تو تم لے لو اسے۔ میری طرف سے اجازت ہے۔" وہ شاہانہ انداز سے بولی۔

"لیکن اس نے تو تمہیں ہی چنا ہے۔"

"اس کے چننے سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

"اگر چاچا اور چاچی نے مان لیا تو......؟"

"ایسے ہی تھوڑی مان لیں گے۔ میری مرضی کے خلاف کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔"

"کیا کرو گی تم؟"

"زہر کھا لوں گی۔" اس نے ڈرامہ کیا۔

"ہائے اتنی حسین صورت مٹی کی نذر کر دو گی؟"

"اس کے جیتنے سے تو بہتر ہے۔"

"بہت سنگ دل ہو تم......" اماں اندر آ گئیں۔

"تم بس یہاں تینوں ہر وقت پتا نہیں کون سے صحیفے پڑھتی رہتی ہو' نہ تو چاندنی کو اپنی ماں کا کچھ خیال ہے اور نہ تم دونوں کو۔ چلو دونوں گھر جاؤ اور اماں کے ساتھ کام کراؤ۔"

"چاچی! میں تو سارا کام کر کے آئی ہوں۔ اب جا کر صرف روٹی پکانی ہے۔" ساجی نے اپنا دفاع کیا۔

"اور میں بھی صبح سے کپڑے دھو دھو کر تھک گئی ہوں۔" شہلا بولی۔ "سوچا تھا چاندنی کے پاس جا کر ذرا دودھ پتی پیئوں گی لیکن اس بے مروت نے تو پوچھا ہی نہیں۔"

"اسے بھی ذرا تھوڑی سی عقل دو۔ کوئی کام کر لیا کرے۔ آخر اگلے گھر کو بھی جانا ہے۔ وہاں جا کر خوب نام روشن کرے گی میرا۔ اگر یہی لچھن رہے

تو...... چل اٹھ...... شہلا اور ساجی کو دودھ پتی پلا اور پھر آٹا گوندھ دے۔ ابا آئے تو اسے روٹی پکا دینا۔ میں ذرا رحمتے کا پتا کرنے جا رہی ہوں۔ کل سے اسے بخار ہے۔" اماں چادر لے کر باہر نکل گئیں تو وہ انہیں کاٹ کھانے کو دوڑی۔

"شرم نہیں آتی میری شکایت کرتے ہوئے۔ تم تو جانتی ہو اماں پہلے ہی ناراض رہتی ہے کہ میں اس کے ساتھ کام نہیں کرتی...... اوپر سے تم اور آگ لگاؤ۔"

"اچھا چلو چھوڑو...... اور چولہے کے پاس جا کر سب مل کر چائے بناتے ہیں۔" تینوں چولہے کی طرف چل دیں۔

☆☆☆......

اماں نے شادی کا نام لیا تو فاروق خاموش ہو گیا۔

"دیکھ پتر! میری ہڈیوں میں اب اتنا دم نہیں ہے۔ اب تو شادی کر ہی لے تو اچھا ہے۔"

"اماں! فکر نہ کرو۔ میں سارا کام کر لیا کروں گا۔"

"کس وقت کرے گا کام...... سارا دن اسکول میں رہتا ہے اور گھر آ کر چولہے اور ہانڈی کی فکر کرلے گا؟ اور یوں بھی شادی صرف چولہے ہانڈی کے لیے تو نہیں کی جاتی۔ پہاڑ سی زندگی ہے۔ میں آج مروں تو کل دوسرا دن ہوگا۔ یوں اکیلے تو زندگی نہیں گزرتی اور پھر میرا بڑا دل چاہتا ہے کہ میری گود میں تیرا بیٹا یا بیٹی کھیلے' مجھے دادی کہے......" فاروق پھر بھی خاموش رہا۔

"دیکھ اگر تیری کوئی پسند ہے تو بتا دے۔ ادھر شہر میں کوئی لڑکی ہے۔ تیرے چاچے مامے یا کسی اور رشتہ دار کی کوئی لڑکی تجھے پسند ہو یا تیرے ساتھ پڑھتی رہی ہو یا ادھر گاؤں میں تجھے کوئی پسند ہو......" آخری بات پر فاروق کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرایا...... پھر چہرے کا رنگ بدل گیا۔

"جو تجھے پسند ہوگی...... وہیں رشتہ ڈال دوں گی۔ بس تو ایک بار ذکر تو کر......"

"اماں! آپ کیا قصہ لے کر بیٹھ گئیں اور آپ کو پتا ہے ابھی میں شادی......"

"میں انکار نہیں سنوں گی فاروق! مجھے تمہاری شادی کرنی ہے اور جلدی کرنی ہے۔"

"تو پھر جو آپ کا دل چاہے وہ کریں۔"

آپ دُنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں
ماہنامہ آنچل
ماہنامہ نئے اُفق
ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زر سالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)
پاکستان کے ہر کونے میں 600 روپے
امریکا کینیڈا آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے 5500 روپے
میڈل ایسٹ' ایشیا' افریقہ' یورپ کے لیے 6000 روپے
رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ' منی آرڈر' منی گرام' ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جا سکتی ہیں۔ مقامی افراد دفتر میں نقد ادائیگی کر کے کر سکتے ہیں۔
رابطہ: طاہر احمد قریشی...... 0300-8264242
نئے اُفق گروپ آف پبلی کیشنز کمرہ نمبر: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔
فون نمبرز: 2/35620771-922+ فیکس: 5620773-922+ Email:circulationngp@gmail.com

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

''تیری کوئی پسند ہے تو بتا دے۔''
''میری کوئی پسند نہیں ہے۔'' اس کی مایوس نظروں میں چاندنی کا سراپا لہرایا۔
''تو پھر میں اپنی پسند کی لڑکی اپنی بہو بنالوں؟''
''جیسی آپ کی مرضی۔'' اس نے ٹوٹے دل کے ساتھ کہا اور اٹھ گیا۔ اضطراب اور بے چینی بڑھی تو گھر سے نکل آیا۔ باہر دور دور تک لہلہاتے کھیت ہوا سے ہل رہے تھے۔ بے قرار سا وہ پگڈنڈی پر چلتا رہا۔ اسے خبر ہی نہ ہوئی کہ وہ کتنی دور نکل آیا ہے۔ چاندنی کی محبت دل میں کسک بن کر دھڑک رہی تھی۔ آخر کیوں وہ اس طرح چاندنی کو دل میں بسا بیٹھا تھا۔ اس میں خوب صورتی کے علاوہ کوئی ایسی خوبی نہیں تھی جو انسان کا دل لبھائے۔ کام چور تھی، بدتمیز تھی، زبان دراز بھی تھی تو کیا وہ بھی عام لوگوں کی طرح اس کی حسین صورت پر مرمٹا ہے۔ کیا وہ بھی اتنا سطحی انسان ہے۔ سیرت سے زیادہ اسے صورت کیوں متاثر کر رہی ہے...... کیا چاندنی اگر حسین نہ ہوتی تو وہ اس سے محبت نہ کرتا......؟

اس نے اپنے آپ کو ٹٹولا۔ اپنا محاسبہ کیا تو اسے احساس ہوا کہ یہ ٹھیک ہے وہ چاندنی کی شکل وصورت سے بھی محبت کرتا ہے لیکن وہ اس کی زبان، اس کے غصے اور کام چوری کے باوجود اس سے محبت کرتا ہے اور محبت فاتح عالم کے اصول کے تحت وہ یقین رکھتا ہے کہ وہ اس کو اپنے پیار ومحبت اور اپنی نرم گفتاری سے بدل ڈالے گا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کی محبت میں اتنی طاقت تو بہرحال ہے کہ وہ چاندنی کو شیریں زبان اور دھیمے مزاج والی لڑکی میں ڈھال سکتا ہے۔ پیار ومحبت ایک ایسا ہتھیار ہے جس سے دنیا کو بدلا جا سکتا ہے اور وہ تو ایک لڑکی تھی، وہ کیسے نہ بدلتی لیکن افسوس اسے موقع نہ مل سکا۔ وہ اب بھی چاہتا تو چاندنی کے پیچھے جا کر اسے مجبور کرنے یا منانے کا کام کر سکتا تھا لیکن اسے اپنی عزت بھی پیاری تھی۔ وہ روز روز اپنی بے عزتی نہیں کروا سکتا تھا۔ وہ دل گرفتہ اور افسردہ وہیں ایک پتھر پر بیٹھ گیا کیونکہ اتنا چلنے سے ٹانگیں جواب دے گئی تھیں۔

اماں جہاں دیدہ عورت تھیں۔ انہوں نے فاروق کی آنکھوں میں چھپی چاندنی کی محبت دیکھ لی تھی پھر بھی بیٹے کا دل ٹٹولا تھا لیکن انہیں پتا تھا کہ وہ چاندنی کے خیالات کی وجہ سے اس سے نالاں ہے اور یہ اماں دو ایک بار چاندنی کی گفتگو سننے کے بعد جان چکی تھیں۔ انہیں یقین تھا کہ اس گھر میں آنے کے بعد وہ بدل جائے گی۔ اس لیے فاروق نے ان کو ہری جھنڈی دکھائی تو انہوں نے فیصلہ کرلیا اور چونکہ وہ ان کو اپنی مرضی کرنے کا کہہ چکا تھا۔ اس لیے وہ سیدھی چاندنی کے گھر پہنچ گئیں۔ فاروق کو انہوں نے خبر نہ ہونے دی۔

اماں نے جب اپنا دست سوال آمنہ اور رمضان کے سامنے دراز کیا تو وہ دم بخود رہ گئے۔ ان پر تو شادیٔ مرگ کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ اتنے اچھے پڑھے لکھے داماد تک تو ان کی سوچ اور امیدوں کا پنچھی بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ زیادہ سے زیادہ انہوں نے سوچا تھا کہ جیسے ہی کوئی اچھا لڑکا ملے گا جو چاندنی کا بوجھ خود اٹھا سکتا ہو تو وہ اس کے ہاتھ فوراً پیلے کردیں گے لیکن خدا نے ان کو چھپر پھاڑ کر دیا تھا۔ فاروق ان کی نظر میں ایسا ہیرا تھا جو چاندنی کی شخصیت میں چار چاند لگا سکتا تھا۔ گاؤں میں فاروق کا گھر سب سے اچھے طریقے سے سجا ہوا تھا۔ فاروق نے بہت نفاست سے سب چیزیں ٹھیک جگہ پر رکھی تھیں۔ ہر ماہ اچھی تنخواہ لیتا تھا۔ تہذیب یافتہ تھا اور قبول صورت تھا۔ بس رنگ ذرا سا سانولا تھا لیکن اسے کالا کسی صورت

نہیں کہا جا سکتا تھا اور یوں بھی ان کے مطابق مردوں کا رنگ کون دیکھتا ہے۔ وہ چراغ لے کر ساری عمر ڈھونڈتے تو بھی ان کو ایسا رشتہ نہ ملتا۔

انہوں نے چاندنی سے بھی پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔ اس کی بے وقوفیوں کو وہ جانتے تھے۔
''دیکھو بہن! یوں تو دستور کے مطابق مجھے سوچنے کا وقت مانگنا چاہیے کیونکہ زمانے کا رواج ہے ورنہ لوگ کہیں گے کہ بیٹی بہت بھاری تھی جو فوراً ہی رشتہ قبول کرلیا لیکن آپ کی ہمارے دل میں بہت عزت ہے اور آپ نے ہمارے گاؤں کے لیے جو کچھ کیا اور فاروق پتر نے تو لوگوں کے دل میں گھر کرلیا ہے۔ اس لیے آپ کو انکار کرنا ہم آپ کی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ چاندنی کی ماں! منہ میٹھا کرواؤ۔ گڑ کی ڈلی لا اور کسی کو برکت کی دکان پر مٹھائی کا ڈبا لینے کے لیے بھیج دے۔'' چاندنی جو چھپ کر سب سن رہی تھی۔ اس کا رنگ پہلے تو فق ہوگیا پھر غصے سے سرخ ہوگیا۔
''دغا باز...... ذلیل......'' وہ مٹھیاں بھینچ کر منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔ فاروق کی اماں نے اسے بلا کر پیار کیا اور اس کے ہاتھ پر پانچ سو روپے رکھے تو اس نے بڑی مشکل سے خود کو منہ سیدھا رکھنے پر مجبور کیا لیکن ان کے جاتے ہی وہ بگڑ کر اماں سے بدتمیزی کرنے لگی۔ ابا بھی کام نمٹا کر باہر نکل گئے تھے اس لیے اسے کسی کا خوف نہیں تھا۔
''اماں میں اس کالے کوئے اور الٹے توے سے ہرگز شادی نہیں کروں گی۔ میں نے بتایا بھی تھا تمہیں کہ وہ مجھے بالکل بھی پسند نہیں ہے لیکن تو نے میری ذرا پروانہ کی۔ اب دیکھنا میں کیا کرتی ہوں۔ میں نکاح کے وقت انکار کردوں گی...... سب کے سامنے دیکھ لینا۔''
آمنہ نے ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر مارا۔
''تمہاری زبان کھینچ کر تمہارے ہاتھ میں پکڑا دوں گی اور تمہارے سر پر ایک بال نہیں رہنے دوں گی۔ تم شاید مجھے جانتی نہیں۔ تم نے میرا پیار دیکھا ہے میرا غصہ نہیں دیکھا۔ جان نکال دوں گی جو ایسی ویسی کوئی حرکت کرنے کے بارے میں سوچا بھی تو......'' آمنہ نے اس کی ذرا پروانہ کی تو وہ ساجی کے پاس جا پہنچی۔ شہلا بھی وہیں تھی۔
''میں تو پہلے کہتی تھی، وہ ضدی ہے تجھے حاصل کر کے رہے گا۔''
''ہونہہ......'' وہ پھنکاری۔ ''میں اس کے چنگل میں نہیں پھنسوں گی۔ میں ساری عمر پچھتاووں میں نہیں گزاروں گی۔ میں اسے آئینہ دکھاؤں گی۔ اسے اس کی اوقات یاد دلاؤں گی۔''
''کیوں خود پر ظلم کرتی ہو چاندنی!'' شہلا ذرا سختی سے بولی۔ ''شکر کرو۔''
''شکر کروں؟'' وہ شعلہ بار نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ ''میرے منع کرنے کے باوجود اماں نے یہ رشتہ قبول کرلیا۔ مجھ سے پوچھا تک نہیں۔ میں اسے جینے نہیں دوں گی۔ بڑا خوش ہو رہا ہوگا گھر میں بیٹھا۔ میں اسے اس طرح خوش نہیں ہونے دوں گی۔''
''اب تیرے شہزادے کا کیا بنے گا؟'' ساجی شرارت سے بولی۔
''تو کیا سمجھتی ہے میں مان جاؤں گی؟ میرا نام چاندنی ہے۔ دیکھ لینا کیسے اسے ناکوں چنے چبواتی ہوں۔ ذرا ایک بار پھر میری ملاقات تو ہونے دو اس سے۔''
ساجی اور شہلا ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر رہ گئیں۔
اماں گھر آئیں تو فاروق آم کے درخت کے نیچے کرسی اور میز پر بیٹھا ان کا انتظار کر رہا تھا۔
''اماں کہاں چلی گئی تھیں آپ؟ میں پریشان ہو

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

رہا تھا۔"

"پریشان ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ میں خیرو کے ساتھ گئی تھی چاندنی کے ہاں۔"

"چاندنی کے گھر...... کیوں؟"

"تیرا رشتہ ڈالنے...... یہ لے منہ میٹھا کر۔ انہوں نے قبول کرلیا ہے۔" وہ سکتے کے عالم میں اماں کی طرف دیکھتا رہ گیا۔

"ارے منہ تو کھول......؟" لیکن فاروق منہ نہ کھول سکا۔ اڑی رنگت کے ساتھ انہیں دیکھنے لگا۔ چند لمحوں کے بعد آہستہ سے بولا۔

"اماں! مجھ سے تو پوچھ لیا ہوتا وہاں جانے سے پہلے......"

"پوچھا تو تھا...... تو نے خود ہی کہا تھا اپنی مرضی کروں......" اماں حیران ہوئیں۔ فاروق کی نظریں جھک گئیں اور چہرہ اتر گیا۔

"کیوں بیٹا! تمہیں چاندنی پسند نہیں ہے؟" وہ متفکر ہوئیں۔

"یہ بات نہیں ہے اماں! اگر آپ بتا دیتیں وہاں جانے سے پہلے کہ آپ اس مقصد کے تحت جا رہی ہیں تو......"

"تو کیا تم روک دیتے؟" اماں نے غور سے اسے دیکھا۔

"اوہ۔ اماں میں آپ کو کیسے بتاؤں......" وہ جھنجلا گیا۔ "آپ شاید چاندنی کے خیالات نہیں جانتیں۔ میں ان حالات میں......" وہ خاموش ہوگیا۔ وہ سب اماں کو کیسے بتاتا۔

"چلو اس وقت چھوڑو ان باتوں کو۔ کھانا لگاتی ہوں۔ کھانا کھا کر مجھے آسیہ کے گھر چھوڑ آنا۔ وہاں میلاد ہے اور اس نے بڑے اصرار سے مجھے بلایا ہے۔" فاروق نے بے دلی سے کھانا زہر مار کیا۔ اماں گاہے بگاہے گہری نظروں سے اس کا جائزہ لے رہی تھیں لیکن انہوں نے کچھ کہنے کی بجائے خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا۔

اماں کو میلاد پر چھوڑ کر وہ گھر آیا اور درخت کے نیچے پڑی چارپائی پر لیٹ کر آنکھیں بند کرلیں...... چھم سے چاندنی کا سراپا آنکھوں میں اتر آیا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو یہ خبر اسے خوشی سے دیوانہ کردیتی لیکن اس وقت سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ خوش ہو یا فکر مند ہو۔ جانے چاندنی کو پتا ہے یا نہیں اور اگر اسے پتا ہے تو اس کا ردعمل کیا ہے...... کاش اسے علم ہوسکتا۔ کم از کم اس کی یہ خواہش تو فوراً پوری ہوگئی۔ دروازہ دھڑام سے کھلا۔ وہ جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ چاندنی تھی۔ آنکھوں میں شعلے اور لبوں پر زہر آلود مسکراہٹ لیے وہ قریب آئی تو وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے مسکرا دیا۔

"ہوں...... بڑے خوش ہو رہے ہو اپنی کامیابی پر؟" اس کی آنکھوں میں کاٹ دار طنز تھا۔ فاروق کے لیے اس کی آنکھوں کا تاثر برداشت کرنا مشکل ہوگیا۔ اس کا دل جیسے صدمے سے بیٹھنے لگا۔

"میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ اپنی ماں کو ہمارے گھر نہ بھیجنا۔"

"دیکھو چاندنی! مجھے پتا نہیں تھا کہ اماں آج تمہارے گھر جا رہی ہیں۔ اگر مجھے علم ہوتا تو میں ضرور انہیں روک دیتا۔" اس نے انتہائی تحمل سے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"زیادہ معصوم بننے کی کوشش نہ کرو۔ میں تمہیں اچھی طرح سے جانتی ہوں لیکن تمہیں یہ سمجھ میں کیوں نہیں آتا کہ میں تمہارے جیسے آدمی سے شادی نہیں کرسکتی۔"

"تمہارے جیسے آدمی۔" سے اس کی کیا مراد تھی۔ یہ فاروق اچھی طرح جانتا تھا۔ اس نے خود کو مشتعل

ہونے سے بچانے کے لیے ایک گہری سانس لی اور سکون سے چاندنی کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھے تن کر کھڑی تھی۔ فاروق نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور نظریں نیچی کرلیں۔

"میری طرف دیکھو۔" چاندنی نے ہاتھ سے اپنے سراپا کی طرف اشارہ کیا۔ آج شاید وہ سب حدیں پار کرلینا چاہتی تھی۔ "میرا اور تمہارا کیا جوڑ ہے تمہیں پتا ہے آج آخری بار میں تمہیں بتا دینا چاہتی ہوں کہ میری اور تمہاری شادی نہیں ہوسکتی۔ اگر تم میں ذرا سی بھی غیرت ہے تو......" اس نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ کر فاروق کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر سایہ لہرایا تھا اور پھر توہین کے احساس سے چہرہ سرخ ہوگیا۔

"میں تمہیں آخری بار بتا رہا ہوں کہ اماں میری لاعلمی میں وہاں گئی تھیں۔ اگر مجھے علم ہوتا تو میں یقیناً روک دیتا لیکن اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو یہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔" چاندنی اس کی سرد آواز اور پتھریلے چہرے سے دم بخود رہ گئی۔

"اور ہاں ایک بات اور' تمہارا چہرہ جتنا خوب صورت ہے دل اتنا ہی بدصورت ہے اور زبان اس سے بھی دس ہاتھ آگے ہے۔ میری محبت اپنی جگہ اور میری عزت نفس اپنی جگہ...... میں اپنی عزت کو تمہارے جیسی پٹاخوں سے بھری پھلجھڑی کے لیے قربان نہیں کرسکتا۔ میں اماں کو منع کردوں گا اور بہتر یہ ہے کہ تم بھی کبھی میرے راستے میں نہ آؤ۔" اس کا سپاٹ چہرہ دیکھ کر چاندنی چند لمحے سُن سی کھڑی رہ گئی۔ یوں لگ رہا تھا کہ سارا طنطنہ جھاگ کی طرح نیچے بیٹھ رہا ہو۔

"اور کبھی اپنی حسین صورت کے قصیدے پڑھنے سے فرصت ملے تو سوچنا کہ تم میں کون سی خوبی ہے کہ کوئی تمہارا زندگی بھر کا ساتھ چاہے؟ کون سے گن ہیں تمہارے اندر جن پر اتنا اتراتی ہو۔ بات کرنے کی تمہیں کوئی تمیز نہیں' زبان تمہاری ہر وقت انگارے برساتی ہے' سلیقہ نام کی کوئی شے کبھی تم میں نظر نہیں آتی۔ اگر کبھی یہ سوچنے کی فرصت ملے تو خود کو ٹھیک کرنے کی کوشش کرنا۔" اسے باہر کا راستا دکھا کر وہ پھر سے چارپائی پر لیٹ گیا۔ محبت' مایوسی' شکست اور توہین سب مل کر اس کے دل میں ابال پیدا کررہے تھے اور وہ پوری کوشش کررہا تھا کہ اماں کے آنے سے پہلے نارمل ہوسکے۔

چاندنی واپس گھر آئی تو فتح کے نشے میں چور تھی لیکن فاروق کے پیچھا چھوڑ دینے کے باوجود دل میں لاشعوری طور پر ایک ملال تھا لیکن اس جذبے کا اسے اندازہ ہی نہ ہوسکا۔ اس نے فوراً ساجی اور شہلا کو بلایا اور نمک مرچ لگا کر سارا قصہ انہیں سنا ڈالا۔ شہلا اور ساجی دونوں کو افسوس ہوا۔

"تو نے اچھا نہیں کیا چاندنی!" ساجی افسوس سے بولی۔ "جس دل میں محبت ہو اسے اس طرح نہیں توڑتے۔ کاش میں اس سے ہمدردی کر سکتی...... مجھے تو ترس آرہا ہے اس پر......"

"تو کس نے روکا ہے؟ جوڑ دے جا کر اس کا دل......"

"اگر میرے بس میں ہوتا تو جوڑ دیتی لیکن اسے تو تجھ جیسی خود غرض اور بے مروت سے محبت ہوگئی ہے۔"

"فاروق جیسا آدمی تمہیں کبھی نہیں ملے گا۔ دیکھ لینا ایک دن تم بہت پچھتاؤ گی۔"

"جب وہ دن آئے گا تو دیکھا جائے گا۔" وہ بے نیازی سے بولی۔ "ابھی تو چلو پنگھٹ پر جا کر ذرا مزے کریں...... آج میرا دل بہت خوش ہے۔" اور یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں کا رنگ جانے کیوں پھیکا پڑ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے زبان اس کی خوشیوں کا

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

ساتھ نہ دے رہی ہو۔ اسے الجھن سی ہونے لگی۔

"چاچی کو بتادیا ہے؟" شہلا کو ابھی تک افسوس تھا۔

"نہ بابا اماں سے مار کھانی ہے کیا؟ وہ خود ہی بتاتا پھرے گا۔ وہ تو کہہ رہا تھا کہ اماں منع کردیں گی۔ اچھا ہے میرے اوپر الزام نہ آئے ورنہ اماں نے تو میری جان ہی نکال دینی تھی۔" چاندنی نے شوخی سے کانوں کو ہاتھ لگائے لیکن شہلا اور ساجی مسکرا بھی نہ سکیں تو وہ خود بھی سنجیدہ ہوگئی۔ جانے کیا بات تھی۔ دل کیوں اتنا بے کل ہو رہا تھا۔

آمنہ نے چاندنی کے ہاتھ فاروق کی اماں کے لیے حلوہ بھجوایا تھا جب سے انہوں نے رشتہ مانگا تھا وہ ان کا خاص خیال رکھنے لگی تھی۔ چاندنی نے لاکھ انکار کیا کیونکہ وہ وہاں جا کر فاروق اور اس کی اماں کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن انہوں نے زبردستی بھیج دیا۔ وہ تو چاندنی نے شکر کیا کہ راستے میں خیر دنظر آ گیا۔ وہ پلیٹ اس کے سپرد کر کے جلدی سے واپس مڑ گئی۔

"خالہ سے کہنا آمنہ چاچی نے بھجوایا ہے۔"

واپسی پر وہ خراماں خراماں کچے راستے پر چلی جا رہی تھی کہ گاؤں کی کچی سڑک پر مٹی کے بادل گرد وغبار کی صورت میں نظر آئے۔ وہ تجسس کے مارے کھڑی ہوگئی۔ گاؤں میں اس طرح دھول اڑاتی گاڑیاں شاذونادر ہی آتی تھیں۔ گرد وغبار کے بادلوں میں سے ایک سفید بڑی سی گاڑی برآمد ہوئی اور زن سے اس کے پاس سے گزر گئی۔ چند قدم پر جا کر بریک چرچرائے اور گاڑی آہستہ آہستہ پیچھے ہوتی ہوئی اس کے پاس رک گئی۔ دروازہ کھلا اور اندر چھ فٹ کے نکلتے ہوئے قد والا ایک بے انتہا وجیہہ گورے رنگ اور کالی آنکھوں والا شخص برآمد ہوا۔ چاندنی اس پر نظر پڑتے ہی سحرزدہ اس کی طرف دیکھتی رہ گئی۔ نظریں اس چہرے پر ایسی جمیں کہ وہ پلکیں جھپکانا ہی بھول گئی۔ چاندنی کو دیکھ کر بے اختیار اس کے منہ سے لمبی سی سیٹی نکلی جب کہ آنکھوں میں ستائش تھی۔

"ہیلو بیوٹی فل!" اس نے چاندنی کے چاروں طرف گھوم کر عین اس کے سامنے کھڑے ہو کر کہا۔ چاندنی کا سکتہ ٹوٹا۔ وہ ابھی تک مبہوت اسے دیکھ رہی تھی۔

"میرا نام رحیم خان ہے اور تمہارا.....؟"

"چچ..... چاندنی....." وہ گڑبڑا کر بولی۔

"واؤ..... بہت سوچ سمجھ کر نام رکھا گیا ہے تمہارا۔" اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی اور لبوں پر مسکراہٹ۔ "تمہیں کبھی کسی نے بتایا ہے کہ تم چاندنی کی طرح خوب صورت ہو..... اور..... اور کسی پھول کی طرح کھلتی ہوئی....." اجنبی مرد نے اپنی انگلی سے اس کی ٹھوڑی کو چھوا تو چاندنی نے بے اختیار منہ پرے کیا۔ "لیکن ایک بات ہے۔ تم چاندنی کی طرح ٹھنڈی بالکل نہیں ہو۔ تم سراپا آگ ہو..... شعلہ ہو....."

چاندنی نے حیرت سے اسے دیکھا اور بھاگتی ہوئی اپنے گھر کی طرف مڑ گئی۔ رحیم نے قہقہہ لگایا اور گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی آہستہ رفتار سے اس کے پیچھے چلا دی۔ چاندنی بار بار پیچھے مڑ کر دیکھتی۔ رحیم کو مزا آنے لگا اور جب چاندنی ایک گلی میں گھس گئی تو رحیم گاڑی کھڑی کر کے فاروق کا پتا پوچھنے لگا کیونکہ گاڑی گلی کے اندر نہیں جا سکتی تھی۔ چاندنی بھاگتی ہوئی اندر گھسی تو ساجی سامنے اماں کے پاس بیٹھی اسی کے متعلق پوچھ رہی تھی۔

"کہاں تھیں..... میں اتنی دیر سے تیرا انتظار کر رہی تھی؟"

"باؤلی ہوگئی ہے۔" اماں نے اسے زور زور سے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

سانس لیتے دیکھ کر گھورا۔ ”کتنی بار کہا ہے آرام سے چلا کرو۔ لڑکیاں یوں اچھلتے کودتے ہوئے اچھی نہیں لگتیں۔“ اماں اندر چلی گئیں تو ساجی نے پوچھا۔

”کیا ہوا؟..... کہاں سے بھاگتی ہوئی آرہی ہو؟“

اتنی دیر میں وہ اپنے پھولی سانسوں پر قابو پا چکی تھی۔

”ساجی..... آج میں نے ایک شہزادہ دیکھا۔“

”شہزادہ..... کہاں.....؟“

”ابھی ابھی شہر سے آیا ہے۔ لمبی چم چم کرتی گاڑی میں۔ اتنا لمبا گورا چٹا ہے، تو دیکھے تو بے ہوش ہو جائے۔“

”اچھا.....؟“ ساجی اشتیاق سے بولی۔ ”کون ہے؟“

”پتا نہیں کون ہے، میں تو اسے دیکھتے ہی بھاگ آئی ہوں۔“

”ہوگا کوئی شہری بابو.....“ اماں اچانک آ گئی تھیں۔ ”تمہیں اس کی طرف دھیان دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں ان شہری لڑکوں کو۔ نیت خراب ہوتی ہے ان کی، تو جلدی سے ہانڈی چڑھا لے۔ تیرا ابا آتے ہی کھانا مانگے گا۔“

”کرلوں گی اماں! تمہیں تو ہر وقت کام کی فکر لگی رہتی ہے۔“ چاندنی نے چڑ کر کہا تو اماں نے گھور کر اسے دیکھا لیکن چاندنی حسین سپنوں میں کھو گئی۔

.....☆☆☆.....

رحیم خان نے ایم۔ بی۔ اے کیا ہوا تھا اور اس کے بعد اپنے بڑے بھائیوں کی طرح باپ کی فرم جوائن کی تھی۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا جو سونے کا چمچہ منہ میں لے کر پیدا ہوتے ہیں اور زندگی ان کے لیے بہت آسان ہوتی ہے۔ یونیورسٹی لائف کے دوران اس کی ملاقات فاروق سے ہوئی۔ فاروق کی مالی حیثیت تو اس سے بالکل مختلف تھی لیکن اس کی اخلاقیات اور پروقار شخصیت سے متاثر ہو کر رحیم خان نے اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور فاروق نے اپنی نرم مزاجی سے مجبور ہو کر اس ہاتھ کو جو تھاما تو وہ آج تک نہ چھوٹا حالاں کہ اپر سوسائٹی کے دوسرے لڑکوں کی طرح رحیم میں بھی وہ عادات تھیں جو فاروق کو ناپسند تھیں اور ان میں سے ایک عادت یہ بھی تھی کہ وہ ہر دوسرے دن ایک نئی لڑکی سے دوستی کرتا تھا۔ ان کے ساتھ ریستوران جاتا۔ شام میں ان کے ساتھ پکنک مناتا اور بے شمار پارٹیز میں شرکت کرتا۔ فاروق اپنے کام سے کام رکھتا کیونکہ جن لڑکیوں سے وہ روزانہ ملتا تھا وہ بھی اسی کلاس سے تعلق رکھتی تھیں۔ وہ فیشن پرستی اور نت نئے افیئرز میں شاید رحیم سے بھی چند ہاتھ آگے تھیں۔ ان طرح دار لڑکیوں کو وہ ہائی سوسائٹی کی فلرٹ تتلیاں کہتا تھا لیکن ایک بار رحیم مڈل کلاس کی ایک پردہ دار لڑکی کے پیچھے جانے لگا تو فاروق نے اسے سنجیدگی سے روک دیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ وہ ایک عزت دار لڑکی کو یونیورسٹی میں بدنام نہ کرے ورنہ ان کی دوستی ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی اور چونکہ رحیم کو فاروق کی دوستی عزیز تھی اس لیے اس نے وہیں اپنے قدم روک لیے۔ وہ لڑکی بھی فاروق کی شکر گزار تھی کیونکہ اسے پہلے ہی بڑی مشکل سے یونیورسٹی جانے کی اجازت ملی تھی۔

رحیم نے فاروق کو پیش کش کی تھی کہ تعلیم ختم ہونے کے بعد وہ ڈیڈی سے سفارش کروا کر اسے شہر کے کسی اچھے کالج میں لگوا دے گا لیکن فاروق نے صاف انکار کر دیا کیونکہ اس کا نظریہ تھا کہ اگر اسے گاؤں بھیجا گیا تو وہ خوشی سے چلا جائے گا کیونکہ اسے گاؤں میں رہنے کا بہت شوق تھا۔ آج رحیم خاص طور پر فاروق سے ملنے آیا تھا کیونکہ فاروق کو چھ ماہ ہو گئے تھے گاؤں آئے ہوئے اور اس سے ملاقات نہیں ہوئی

تھی۔ اماں نے کھلی ہوا میں آم کے پیڑ کے نیچے کرسی اور میز لگائی اور چائے کے ساتھ سموسے بھجوا دیے۔

”یار تم تو بڑی اچھی جگہ نوکری کرتے ہو۔ اب میں سمجھا تم گاؤں آ کر کیوں رہنا چاہتے تھے..... تمہاری تو عیاشی ہے ادھر.....“

”کیا مطلب.....؟“ فاروق نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔

”آج میں نے آتے ہوئے رستے میں ایک پری دیکھی تھی۔“ رحیم سموسے سے انصاف کرتے ہوئے معنی خیز نظروں سے اسے دیکھ کر بولا تو فاروق نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

”تھی تو وہ پری لیکن چاند سے اس کی کوئی خاص رشتہ داری لگتی ہے اسی لیے نام چاندنی ہے شاید.....“

”اوہ۔“ فاروق کے چہرے کا رنگ بدل گیا..... اس نے مگ بے اختیار واپس میز پر رکھ دیا اور بے چینی سے پہلو بدلا۔

”کیا بات ہے؟“ رحیم حیران ہوا۔ ”یہ بھی ان لڑکیوں میں تو نہیں جو تمہارے خیال میں شجرِ ممنوعہ ہیں؟“

”دیکھو رحیم!“ فاروق نرمی سے بولا۔ ”اگر تم اس سے وہی سلوک کرنا چاہتے ہو جو تم اپنی طرح دار تتلیوں کے ساتھ کرتے ہو تو ہاں یہ شجرِ ممنوعہ ہے تمہارے لیے اور گاؤں کی باقی سب لڑکیاں بھی۔ یہ سب لڑکیاں بہت سیدھی اور سادہ ہیں اور ان کے لیے اپنی عزت زندگی کی ہر چیز سے قیمتی ہے اس لیے یہاں تو تم ایسی بات سوچنا بھی مت.....“

”اوکے یار! ریلیکس۔“ رحیم نے دونوں ہاتھ اس کے سامنے اٹھائے۔ ”جیسی تمہاری مرضی..... لیکن یہ چاندنی تو ہر لڑکی سے الگ ہے۔ کوئی بہت ہی انوکھی اور نرالی چیز..... یار تم کیسے انسان ہو..... انسان ہو یا پتھر.....؟ کیا تمہارا دل اسے دیکھ کر ایک بار بھی نہیں دھڑکا..... کیا تم نہیں چاہتے.....؟“

”نہیں رحیم! میں ایسا کچھ نہیں چاہتا۔“ وہ بیزاری سے بولا۔ ”پلیز کوئی اور بات کرو۔“ رحیم نے گہری اور کھوجتی ہوئی نظروں سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا تو وہ بولا۔

”اچھا یہ بتاؤ۔ رات کو کیا کھاؤ گے؟ ابھی بتا دو تاکہ میں اماں کو چیزیں لا دوں۔“

”جو اماں پکا دیں گی کھا لوں گا..... یار ہر وقت مرغن مسالے والے کھانے کھا کر طبیعت بھر گئی ہے۔ آج تو کچھ سادہ چیز ہونی چاہیے۔ جس طرح اونچی سوسائٹی کی فیشن ایبل لڑکیوں کے ساتھ فلرٹ کر کے دل اکتا گیا ہے۔ اب دل چاہتا ہے کسی سادہ حسن کو دل میں بساؤں۔“

”رحیم.....!“ فاروق نے اسے وارننگ دی۔ ”یہ بتاؤ کب تک قیام ہے ادھر.....؟“

”جانے کا ارادہ تو صبح ہی تھا لیکن اب سوچتا ہوں کہ چند دن رک ہی جاؤں۔ کم از کم قریب سے نہ سہی دور دور سے ہی اس حسین چہرے کو دیکھ لوں۔“ رحیم نے شوخی سے کہا تو جواب میں فاروق مسکرا بھی نہ سکا۔ جانے وہ کن سوچوں میں گم تھا..... رحیم نے معنی خیز نظروں سے اسے دیکھا..... لگتا تھا دال میں کچھ کالا ہے بلکہ یہ ساری دال ہی کالی ہے..... اور کیوں کالی ہے یہ پتا چلانا ضروری ہے۔

.....☆☆☆.....

چاندنی نے ساگ گھوٹ کر اس میں ڈھیر سارا مکھن ڈال کر رکھا تھا کہ شہلا آ گئی۔

”چاندنی تو نے سنا شہر سے فاروق کا دوست آیا ہے۔ رحیم نام ہے اس کا اور یہ بڑی سی سفید گاڑی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

ہے۔" چاندنی کا ہاتھ رک گیا۔
"تو وہ فاروق کا دوست ہے۔" چاندنی پر خیال انداز میں بولی۔ "تو نے دیکھا ہے اسے؟"
"نہیں..... لیکن ماسی برکتے نے دیکھا ہے۔ کہہ رہی تھی رَج کے سوہنا ہے۔"
"وہ تو ہے۔" چاندنی پورے وثوق سے بولی۔
"تو نے دیکھا ہے؟" شہلا کے لہجے میں اشتیاق تھا۔
"ہاں سب سے پہلے میں نے ہی تو دیکھا تھا اسے....." اس کے لہجے میں فخر تھا۔ "اور اس کی نظر بھی اس گاؤں میں سب سے پہلے مجھ پر ہی پڑی تھی۔" چاندنی یوں بولی جیسے یہ بھی اس کا کمال ہو۔
"تو اس کا مطلب ہے تیر اشہزادہ آ گیا.....؟"
"ہاں لگتا تو یہی ہے....."
"پھر کب ملاقات کروا رہی ہو اس سے؟" چاندنی نے چند لمحے ترکیب سوچی اور پھر چٹکی بجائی۔
"ایسا کرتے ہیں۔ میں نے یہ ساگ پکایا ہے۔ اسے ایک کٹوری میں ڈال کر اس کے گھر چلتے ہیں۔ خالہ سے کہوں گی کہ اماں نے بھیجا ہے ان کے لیے۔"
"ہاں یہ ٹھیک ہے۔ ساجی کو بھی بلا لو ورنہ وہ شکوہ کرے گی..... لیکن وہاں تو فاروق بھی ہوگا۔"
"تو کیا ہوا؟"
"تو نے اس کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کے بعد اس کا سامنا کیسے کرے گی؟"
"اس نے بھی مجھے بہت سنائی تھیں۔ حساب برابر ہے۔ اگر اسے کچھ نہیں ہوگا تو مجھے بھی نہیں ہوگا۔" وہ بے پروائی سے بولی۔
جب وہ تینوں فاروق کے گھر پہنچیں تو اماں صحن میں چولہا دھرے کھانا پکا رہی تھیں۔ فاروق کرسی پر بیٹھا تھا اور رحیم چارپائی پر بچھے بستر پر سر کے نیچے تکیہ رکھے آرام کر رہا تھا۔
"سلام خالہ! اماں نے یہ ساگ بھیجا ہے۔" اس نے کن انکھیوں سے رحیم کی طرف دیکھا جو اس کی آواز سن کر بے اختیار ہی اٹھ کر بیٹھ گیا اور دلچسپی سے چاندنی کی طرف دیکھنے لگا۔
"جُگ جُگ جیو پتر! اماں سے شکریہ کہہ دینا۔ آج رحیم کو یہ مزے دار ساگ بھی کھلاؤں گی۔ شہر کے کھانے کھا کھا کر بے چارہ تنگ آ گیا ہے۔"
"کیوں خالہ..... شہر میں اچھے کھانے نہیں ہوتے؟" اس نے جان بوجھ کر رحیم کو سنانے کے لیے اترا کر اسے دیکھا۔ فاروق نے ایک خاموش نظر اس پر ڈالی اور منہ پھیر لیا۔
"اے چاندنی!" رحیم مسکرایا۔ "اپنی سہیلیوں سے نہیں ملواؤ گی؟"
"کیوں نہیں۔" وہ بڑی نزاکت سے شہلا اور ساجی کے ساتھ اس کی طرف بڑھی تو فاروق اٹھ کر کمرے کی طرف چل دیا۔
"ارے تم کہاں چلے؟"
"تم ان سے باتیں کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"
"شرمیلا ہے۔" رحیم نے چاندنی کی طرف دیکھ کر کہا۔ "شروع سے ہی شریف ہے۔ یونیورسٹی میں بھی لڑکیوں کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا۔"
"یہ ساجی ہے اور یہ شہلا ہے۔" چاندنی نے مسکراتے ہوئے کہا تو رحیم کا دل اس کے موتیوں جیسے دانتوں میں اٹک گیا۔ چاندنی کرسی پر بیٹھ گئی۔
"تم فاروق کے یار ہو؟"
"ہاں۔"
"لیکن تم دونوں کا آپس میں کوئی جوڑ تو نہیں۔"
"جوڑ..... کیسا جوڑ.....؟" رحیم حیران ہوا۔
"تم اتنے امیر ہو۔ فاروق بے چارہ غریب

ہے۔ وہ کالا کلوٹا ہے اور تم اتنے خوب صورت ہو۔"
"اوہ۔" رحیم نے دلچسپی سے چاندنی کا جائزہ لیا۔
"یاری تو یاری ہوتی ہے..... وہ ان چیزوں کو کہاں دیکھتی ہے۔ یہ دل کے معاملے ہیں۔ تم کیا جوڑ دیکھ کر سہیلیاں بناتی ہو۔ دل تو کسی خوب صورت لڑکی کا کسی معمولی لڑکے پر بھی آ سکتا ہے۔"
"نہیں کبھی نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔" چاندنی مضبوط لہجے میں بولی تو رحیم نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔
"کیوں نہیں ہو سکتا؟"
"بس ایسے ہی..... میرا خیال ہے۔"
"ہوں۔" رحیم نے ایک بار پھر گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیا۔ چاندنی نے نروس ہو کر ساجی اور شہلا کے کہنی ماری۔
"تم بھی کچھ بولو۔ منہ سیئے کیوں کھڑی ہو.....؟"
"میں ایسے ہی بولوں..... میرے خیال میں تو رحیم ٹھیک کہہ رہا ہے۔"
"تو اور کیا.....؟" شہلا نے بھی اپنے خیال کا اظہار کیا۔ "میرے خیال کا تو تجھے پتا ہے۔ محبت امیری غریبی، شکل وصورت اور ذات پات کچھ نہیں دیکھتی۔"
"اے لڑکیو!" اماں چولہے کے پاس سے بولیں۔ "اندھیرا پھیلنے والا ہے۔ اپنے اپنے گھروں کو جاؤ۔"
"خیر ہے خالہ! اپنا گاؤں ہے کوئی غیر تھوڑی ہے یہاں۔" چاندنی جانا نہیں چاہتی تھی۔ وہ تو نظروں ہی نظروں سے خود کو رحیم کی خوب صورتی سے سیراب کرنا چاہتی تھی۔
"نہیں کُڑیو! اندھیرا پھیل رہا ہے۔ تم تینوں اکٹھی ایک ساتھ نکل جاؤ۔ اگر کہو تو فاروق کو ساتھ کر دوں؟"
"نہیں خالہ!" چاندنی کے چہرے پر ناگوار سائے رحیم کو صاف نظر آئے۔
"تو جاؤ پھر..... ایک سے تین بھلے ہوتے ہیں۔ جلدی نکل جاؤ۔" چاندنی ان دونوں کے ساتھ باہر نکل گئی۔ اسے اماں پر غصہ آ رہا تھا جو ظالم سماج کا کردار ادا کر رہی تھیں۔ وہ چلی گئیں تو رحیم اماں کی طرف آ گیا۔
"اماں! اب فاروق کی شادی کر دیں۔ کب تک اتنی مشقت کریں گی؟"
"بس پتر جلدی ہی کروں گی۔ رشتہ تو خیر سے طے ہے۔"
"اچھا۔" وہ حیرت سے بولا۔ "کہاں طے کیا رشتہ..... فاروق نے تو بتایا ہی نہیں، بڑا گھُنا ہے..... ابھی باہر آتا ہے تو خبر لیتا ہوں۔"
"بس تو تو جانتا ہے شرمیلا ہے۔" اماں کی آنکھوں میں پیار تھا۔
"کہاں طے کیا رشتہ..... وہاں شہر میں یا گاؤں میں.....؟ رشتے دار ہیں یا غیر.....؟"
"ارے تو نے ایک ساتھ اتنے سوال کر دیے۔" اماں مسکرائیں۔ "ابھی تو ملے ہو اس لڑکی سے۔ چاندنی سے طے ہوا ہے رشتہ خیر سے۔ میرا بیٹا بہت چاہتا ہے اسے....."
"چاندنی....." رحیم کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔ اس نے بے ساختہ اس کمرے کی طرف دیکھا جہاں فاروق غائب ہوا تھا۔ کچھ جز بز سا ہوا اور پھر گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ دھیرے دھیرے چلتا ہوا درخت کے نیچے کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔
فاروق کا اضطراب، سنجیدگی، بے چینی اور چاندنی کا اسے نظر انداز کر کے رحیم کی طرف مائل رہنا..... چاندنی کے خیالات، خوب صورتی اور اچھے جوڑ کے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

بارے میں اس کی باتیں..... تو اس کا مطلب ہے آخر میرے دوست کو بھی محبت ہوگئی ہے لیکن قسمت کی ستم ظریفی کہ کس سے ہوئی.....؟ حسین چہرے والی اس لڑکی سے جو حسن کو ہی سب کچھ سمجھتی ہے اور فاروق اپنے سانولے رنگ کی وجہ سے نارسائی کا عذاب سہہ رہا ہے۔ خیر حسین تو وہ ہے اور اس قابل بھی کہ کوئی شہزادہ اسے بیاہ کر لے جائے لیکن خوب صورتی ہی تو سب کچھ نہیں ہوتی۔ نہ اس کے پاس تعلیم کا زیور ہے۔ نہ تمیز و تہذیب اور نہ ہی سوسائٹی میں اٹھنے بیٹھنے کے طریقے جانتی ہے..... اور وہ فاروق..... اس کے پاس کس چیز کی کمی ہے۔ صرف رنگ ہی تو سانولا ہے۔ نقوش تو اچھے ہیں۔

کھٹکے پر وہ سوچوں سے چونک کر باہر آیا۔ فاروق باہر آکر کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

"تم کہاں چلے گئے تھے؟"

"میں نے سوچا تم باتیں کر رہے ہو تو میں تھوڑا آرام ہی کرلوں۔"

"کمال ہے۔ تین تین حسیناؤں کی موجودگی میں بندہ کیسے آرام کرسکتا ہے۔"

"سب تمہاری طرح دل پھینک نہیں ہوتے۔" وہ جانے کیوں اداس ہو رہا تھا۔

"یہ بھی ٹھیک ہے۔" وہ شرارت سے مسکرایا۔ "تم میری طرح اپنا دل یہاں وہاں پھینکنے والے نہیں ہو۔ تم تو کسی خاص الخاص ہستی کو ایک ہی بار اپنا محبت بھرا قیمتی دل پیش کرو گے۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔"

"بس میری دعا ہے کہ اس خاص ہستی کو اس کی قیمت کا احساس ضرور ہو۔" فاروق غائب دماغی سے بیٹھا تھا۔

"کیا ابھی تک اس خاص ہستی سے ملاقات نہیں ہوئی؟" وہ اس کی طرف جھک کر رازداری سے بولا۔

"ابھی تک تو نہیں۔" فاروق کھویا کھویا بولا۔ رحیم نے گہری نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیا چاندنی جیسی حسین لڑکی کو دیکھ کر بھی تمہارا دل نہیں دھڑکا؟" فاروق کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا۔

"رحیم تم کوئی اور بات نہیں کرسکتے؟"

"اتنا مشکل سوال تو نہیں تھا یار۔ آرام سے نہیں کہہ سکتے تھے....." رحیم اس کی آنکھوں میں دیکھ کر مسکرایا۔ "یا پھر نہیں کہنا ممکن نہیں تمہارے لیے.....؟"

"کیا مطلب؟" فاروق نے چونک کر اسے دیکھا اور نظریں چرالیں۔

"کوئی مطلب نہیں یار۔ اب سو جاتے ہیں صبح بات کریں گے۔"

"رات کا کھانا نہیں کھاؤ گے....."

"ارے ہاں۔ میں تو بھول ہی گیا۔ چلو جلدی سے میں ذرا ساگ بھی تو چکھوں جو اس شعلۂ جوالہ نے بنایا ہے۔ ذرا دیکھیں اس کا ذائقہ....."

کھانے کے کچھ دیر بعد رحیم نے کہا۔

"اب میں سوؤں گا۔ میری آنکھیں بند ہو رہی ہیں اور ہاں اماں سے صبح میں آلو والے پراٹھے لوں گا ناشتے میں....."

رحیم تھکا ہوا تھا۔ نرم گرم بستر پر سونے والے کو کھردری چارپائی پر بھی مدہوش نیند آگئی لیکن فاروق کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔ آج نہ چاہتے ہوئے بھی چاندنی سے سامنا ہوگیا تھا اور زخموں سے پھر خون رسنے لگا تھا۔ کانوں میں اس کے زہر آلود الفاظ گونج رہے تھے۔

"ذرا میری طرف دیکھو اور اپنی صورت دیکھو۔

اگر تم میں ذرا سی بھی غیرت ہے تو....."

فاروق بے قراری سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بے چینی سے صحن میں چکر کاٹنے لگا کبھی اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا اور کبھی مٹھیاں بھینچ لیتا۔

چاندنی نے اس کے پندار کو زبردست ٹھیس پہنچائی تھی۔ اس نے تہیہ کرلیا تھا کہ چاندنی کی شکل دانستہ تو نہیں دیکھے گا لیکن اس درد کا کیا کرتا جو رہ رہ کر دل میں اٹھ رہا تھا۔ اس کی محبت کو دل سے کیسے نکالتا.....؟

"کیا بات ہے ڈیئر فرینڈ! نیند نہیں آ رہی کیا.....؟ کیوں کسی ناکام عاشق کی طرح تارے گن رہے ہو۔ لیٹ جاؤ آرام سے۔" رحیم نیند میں بڑبڑایا تو وہ جلدی سے لیٹ گیا۔ اپنے جذبوں کی بے توقیری اور اپنی ناکامی اور نامرادی کی تشہیر اسے کسی قیمت پر گوارہ نہ تھی۔

صبح ناشتے سے فارغ ہو کر رحیم فاروق کے ساتھ ہی گھر سے نکل گیا۔

"میں اسکول تک تمہارے ساتھ چلتا ہوں پھر میں خود ہی گھوم پھر کر سارا گاؤں دیکھوں گا۔ کھیتوں کی سیر کروں گا اور کیا کہتے ہیں اسے پنگھٹ..... یہاں پنگھٹ ہے کوئی.....؟ جیسا فلموں اور افسانوں میں ہوتا ہے جہاں عورتیں کپڑے وغیرہ دھونے آتی ہیں اور ایک دوسرے کی غیبت بھی کرتی ہیں۔ خوب صورت لڑکیاں اپنے گورے پاؤں پانی میں ڈال کر بیٹھتی ہیں۔

"گھومو پھرو گے تو سب نظر آجائے گا۔" فاروق نے سرسری لہجے میں کہا تو رحیم نے غور سے اسے دیکھا۔

"یار تم یہاں آکر زیادہ خاموش نہیں ہوگئے۔ کیا بات ہے کوئی روگ تو نہیں لگالیا..... جو عشق دماغ کا خلل ہوتا ہے وہ تو نہیں لگالیا..... سچ سچ بتاؤ۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" یہ کہہ کر فاروق چپ ہوگیا۔

"دوست سے بھی چھپاؤ گے؟"

"جب کوئی بات ہی نہیں تو کیا بتاؤں؟" فاروق نے زچ ہو کر اسے دیکھا۔

"اچھا خیر میں تو تمہیں اپنے دل کی بات ضرور بتاؤں گا۔ لگتا ہے مجھے عشق ہوگیا ہے....." رحیم نے دھیرے سے کہا تو فاروق کے قدم زمین نے جکڑ لیے۔ اس نے رک کر عجیب نظروں سے رحیم کی طرف دیکھا۔

"تم کیا کہنا چاہتے ہو رحیم؟" تھوڑی دیر بعد وہ مدھم آواز میں بولا۔

"مجھے چاندنی سے محبت ہوگئی ہے اور میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" فاروق کے سر پر جیسے بم پھٹ گیا۔ وہ سکتے کی کیفیت میں اسے دیکھتا رہا اور پھر غصے سے بولا۔

"بکواس مت کرو رحیم! میں جانتا ہوں تمہارے عشق کو بھی اور اس عشق کے دورانیے کو بھی اور چاندنی کے ساتھ وقت گزاری تم نہیں کرسکتے۔ میں تمہیں اجازت نہیں دوں گا۔"

"اجازت.....؟ اجازت کون مانگ رہا ہے.....؟ تم چاندنی کے سرپرست تو نہیں ہو۔" فاروق ایک دم سٹپٹا گیا۔

"رحیم! میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ اس گاؤں کی لڑکیوں کے ساتھ تم ایسا کچھ نہیں کرو گے۔ میں تمہیں وارننگ دے چکا ہوں۔"

"اچھا خیر۔ تم اسکول جاؤ۔ ہم بعد میں بات کریں گے۔ چھٹی کتنے بجے ہوتی ہے؟" فاروق نے شکایتی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"دو بجے تک آجانا۔"

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

فاروق سے جدا ہو کر رحیم کچے راستے پر چلتا چلتا اپنا لائحہ عمل ترتیب دینے لگا۔ راستے کے دونوں اطراف اونچے درخت تھے جو ہوا کی چھیڑ چھاڑ سے آہستہ آہستہ ہل رہے تھے۔ دور کہیں روئی دھننے والی مشین کی آواز آرہی تھی۔ تھوڑا آگے گیا تو پن چکی کی آواز آنے لگی۔ آگے ایک بڑا تالاب تھا۔ اس کے کنارے بھی درختوں کا ایک بڑا جھنڈ تھا جس نے کافی بڑی جگہ پر سایہ کیا ہوا تھا۔ درمیان میں سے درختوں کو صاف کر کے پکی اینٹوں سے جگہ بنائی گئی تھی۔ وہاں گاؤں کے بڑے بوڑھے اور جوانوں کے علاوہ بچے بھی تھے۔ سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ بوڑھے افراد حقہ پیتے ہوئے باری باری حقے کی نے سب کی طرف گھما رہے تھے اور ساتھ ساتھ باتیں کر رہے تھے۔ نوجوان کھیتوں سے کام کے بعد تھوڑا ستا رہے تھے اور بچے کوئلے سے مختلف لائنیں بنا کر ان پر اپنا اپنا کھیل کھیل رہے تھے۔ اس نے پاس سے گزرتے ہوئے سب کو سلام کیا۔ جھنڈ میں مختلف قیاس آرائیوں کی بھنبھناہٹ اسے دور تک سنائی دی تھی۔ وسیع و عریض جگہ پر پھیلے کھیتوں سے فصلوں کے پکنے کی خوش گوار مہک اس کے نتھنوں میں گھسی جا رہی تھی اور وہ اشتیاق اور حیرت آمیز دلچسپی سے پکی ہوئی فصلیں دیکھ رہا تھا۔ کوئل کی کوک کے ساتھ ہی اسے بیلوں کی گھنٹیوں اور ٹنڈوں سے گرتے ہوئے پانی کی آواز آئی۔ سامنے رہٹ تھا۔ ٹنڈوں سے پانی نکل کر نیچے چھوٹے سے تالاب میں گر رہا تھا۔ تالاب کے چاروں طرف بڑے بڑے پتھر تھے اور یہاں بھی بے شمار درختوں نے گھنا سایا کیا ہوا تھا۔ وہ جگہ بہت ٹھنڈی اور پرسکون محسوس ہوئی تو وہ وہاں ٹھہر گیا۔ اس کا دل چاہا جوتے اور جرابیں اتار کر پانی میں پاؤں ڈال دے اور اس نے ایسا ہی کیا۔ ٹھنڈے پانی میں پاؤں پڑتے ہی آنکھوں اور دماغ کو انوکھی تراوٹ کا احساس ہوا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے درخت کے تنے سے ٹیک لگائی۔ فاروق اور چاندنی کے بارے میں سوچنے لگا۔ آخر میرے زاہد و خشک فاروق کے دل پر بھی محبت نے حملہ کر ہی دیا۔ وہ آپ ہی آپ مسکرایا۔ ہوا زور زور سے چلی تو دو چار پکے ہوئے آم پانی میں آ گرے اور وہ اٹھانے کے لیے جھکا۔

"پتر! ان کو تھوڑی دیر پانی میں رہنے دو۔ ٹھنڈے ہوں گے تو کھانا۔" اس نے چونک کر دیکھا تو رہٹ پر بیلوں کو چلانے والے بوڑھے چاچا کو کھڑا پایا۔

"سلام چاچا!"

"جیتے رہو بیٹا! وعلیکم السلام! فاروق کے یار ہو..... بہت اچھا بچہ ہے فاروق۔ بہت درد ہے اس کے دل میں غریبوں کا۔" رحیم کا دل چاہا کہہ دے کہ اب تو ایک اور درد بھی پال لیا ہے اس نے..... لیکن وہ مسکرا کر بولا۔

"آخر میرا یار ہے چاچا!"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ وہ بہترین انسان ہے۔" تب ہی اس کے کانوں میں قل قل کرتے قہقہوں کے ساتھ چوڑیوں کی کھنک، پائل کی چھم چھم اور لڑکیوں کے باتیں کرنے کی آواز آئی تو اس نے دیکھا۔ تین چار لڑکیاں کمر پر گھڑے لگائے پانی بھرنے آ رہی تھیں۔ وہ قریب پہنچیں تو اس نے دیکھا اس میں سے ایک ساجی تھی۔ اسے دیکھ کر باقی تینوں لڑکیاں جھجک کر رک گئیں۔

"ارے رک کیوں گئیں؟ آؤ نا یہ فاروق کا یار ہے۔"

"ہاں بھئی آجاؤ۔ اپنا پانی بھرو۔ میں تو آم ٹھنڈے کرنے بیٹھا ہوں۔" لڑکیاں جھینپتی ہنستی

ایک دوسرے سے دھیمے سروں میں چھیڑ چھاڑ کرتی پانی بھرنے لگیں۔

"چاندنی تمہارے ساتھ نہیں آئی؟"

"چاندنی آٹا گوندھ رہی تھی اور ہمیں جلدی تھی۔" ساجی ہنس کر بولی۔ "بہت غصے میں ہوگی۔"

"کیوں؟"

"ہم اسے چھوڑ جو آئے ہیں۔" ساجی کو مزا آ رہا تھا۔

"اس کو چاندنی کا بڑا خیال ہے۔" ایک لڑکی نے سرگوشی کی لیکن رحیم نے سن لیا۔ دوسری ذرا اونچی آواز میں بولی۔

"چاندنی کا خیال چھوڑ دے بابو۔ وہ تو فاروق کی منگ ہے۔ کسی اور طرف دھیان کر....."

"چلو تمہاری طرف دھیان کر لیتا ہوں۔" رحیم نے شرارت سے کہا۔ "تم تو آزاد ہو نا؟"

"ہائے کتنا بے شرم ہے۔" تیسری لڑکی بری طرح لجا گئی۔ ساجی اور دوسری دونوں نے قہقہہ لگایا۔

"ہاں بولو۔ تم تو آزاد ہو یا تمہاری بھی کہیں منگنی شنگنی ہوگئی ہے؟" بوڑھے چاچا نے قہقہہ لگایا اسے معلوم تھا رحیم ٹھٹھول کر رہا ہے۔

"چلو کڑیو! جلدی اپنے گھڑے اٹھاؤ اور گھر کی راہ لو۔ تمہاری مائیں راہ تک رہی ہوں گی۔" وہ چاروں گھڑے اٹھا کر اسے گھورتی ہوئی چلی گئیں۔ رحیم نے انہیں دیکھتے دیکھتے آم اٹھانے کے لیے پانی میں ہاتھ ڈالے لیکن آم ہاتھ نہ آیا۔ دیکھا تو آم وہاں تھے ہی نہیں..... اس نے ایک دم سر اوپر کر کے ادھر دیکھا جس طرف لڑکیاں جا رہی تھیں۔ چاروں کے ہاتھ میں ایک ایک آم تھا جو وہ مزے سے کھا رہی تھیں۔ ان کی شرارت پر رحیم کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

رحیم کچھ فاصلہ رکھ کر ان لڑکیوں کے پیچھے ہی آ رہا تھا۔ اس نے چاچا سے رمضان کے گھر کا راستا پوچھا تو اس نے کہا ان لڑکیوں کے پیچھے چلے جاؤ۔ یہ سیدھی اسی گلی میں جائیں گی۔

"لیکن پتر ذرا دھیان سے جانا۔ کسی کو بات بنانے کا موقع نہ ملے۔"

"چاچا اس کی فکر نہ کریں۔" جب تینوں لڑکیاں اپنی گلی کی طرف مڑ گئیں تو اس نے چپکے سے ساجی کے ساتھ چلنا شروع کر دیا۔

"ساجی! اب بتاؤ یہ فاروق اور چاندنی کا کیا قصہ ہے؟" ساجی نے اسے چاندنی اور فاروق کا قصہ الف سے یے تک سنا دیا۔ آخری دن کا رروائی سن کر رحیم کا دل فاروق کے لیے درد سے بھر گیا۔

"چاندنی تو کسی شہزادے کا انتظار کر رہی ہے اور جہاں تک میرا خیال ہے اس نے تجھے ہی شہزادہ سمجھ لیا ہے۔"

"شہزادہ تو میں ہوں۔" رحیم سر ہلا کر بولا۔ "تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میرا خیال نہ پوچھو بابو! چاندنی کا خیال پوچھو۔" ساجی اپنے گھر کی طرف مڑ گئی تو وہ چند لمحے تک کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر خیال آیا کہ ساجی سے چاندنی کے گھر کا پتا تو پوچھا ہی نہیں۔ ایک دس گیارہ سالہ بچہ اسے بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

"ادھر آؤ۔ رمضان چاچا کا گھر کون سا ہے؟"

"تم کیا لگتے ہو رمضان چاچا کے؟" اس نے اپنا سوال داغ دیا تو وہ ہنس پڑا۔

"میرے سوال کا جواب دو۔"

"وہ جو لال بُوا (دروازہ) ہے وہ رمضان چاچا کا ہے۔" رحیم نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آمنہ نے دروازہ کھولا اور سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"چاچی! میں رحیم ہوں فاروق کا یار۔ رمضان

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

چاچا سے ملنے آیا ہوں۔"

"اوہ۔ اندر آجاؤ بیٹا!" وہ دروازہ کھول کر پیچھے ہٹ گئیں۔ "چاندنی سے سنا تھا کہ فاروق کا کوئی دوست آیا ہے۔ اچھا کیا تم ملنے آگئے۔ فاروق کا دوست ہمارا بھی تو کچھ لگتا ہے۔" اس نے چارپائی کھینچ کر اس پر جلدی سے چادر بچھائی جو آج ہی دھوئی تھی۔

"بیٹھو بیٹا۔ کیا پیو گے؟ لسی یا کہو تو چائے بنا دوں؟"

"آپ تکلف نہ کریں میں....."

"کیا..... کیا نہ کروں؟"

"میرا مطلب ہے کوئی تکلیف نہ کریں۔"

"لو تکلیف کیسی؟ یہ تو خوشی کی بات ہے بیٹا! چاندنی شہلا کے گھر گئی ہے۔ وہ ہوتی تو تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہوتی۔"

"آپ ادھر آکر بیٹھیں۔ چائے بعد میں پی لیں گے۔ مجھے آپ سے چند باتیں کرنی ہیں۔"

"خیر تو ہے پتر!" وہ فکرمند چہرہ لیے بیٹھ گئیں۔

"خیر ہی ہے چاچی! میں فاروق کے بارے میں بتانا چاہتا تھا کہ وہ ایک بہترین انسان ہے۔ میرا مطلب ہے فاروق ہیرا ہے اور اس سے اچھا ساتھی چاندنی کو کہیں نہیں مل سکتا۔"

"تمہیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے بیٹا! میں کیا یہ بات تو سارا گاؤں جانتا ہے۔"

"اور چاندنی..... کیا چاندنی بھی یہ بات جانتی ہے؟" آمنہ نے نگاہیں چرائیں اور اس کے چہرے پر ایک رنگ سا آگیا۔

"چاندنی کو فاروق کی شکل وصورت اچھی نہیں لگتی۔" رحیم غور سے آمنہ کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "اور سنا ہے کہ اس کو اس کے رنگ پر بھی اعتراض ہے۔ وہ اس رشتے سے راضی نہیں ہے۔"

"وہ تو بے وقوف ہے پتر!" آمنہ جلدی سے بولی۔ "اس میں عقل ہوتی تو رونا کس بات کا تھا۔ خوابوں اور خیالوں میں رہتی ہے لیکن تم فکر نہ کرو۔ میں اسے ٹھیک کرلوں گی۔"

"یہی میں کہنا چاہتا تھا۔" رحیم نے سکون کا سانس لیا۔ "فاروق ہی اس جیسی لڑکی کے لیے موزوں انسان ہے۔ چاندنی کی بے وقوفی اور ضد سے یہ رشتہ ختم نہ کیجیے گا۔"

"تم فکر نہ کرو پتر! رشتہ ختم کرنے سے پہلے چاندنی کی جان میں نکال دوں گی۔"

"نہ نہ..... یہ بھی نہ کرنا۔" رحیم بے اختیار ہنس کر بولا۔ "ورنہ فاروق کا نقصان ہوجائے گا۔"

"اچھا تم بیٹھو۔ میں تمہارے لیے چائے بناتی ہوں۔"

"رہنے دو چاچی! خوامخواہ میں تکلیف نہ کرو۔"

"فاروق کا دوست آئے اور کچھ کھائے پیئے بغیر سوکھے منہ چلا جائے یہ نہیں ہوسکتا۔" آمنہ چولہے کی طرف گئی تو دروازہ کھلا اور چاندنی اندر داخل ہوئی۔ رحیم کو دیکھ کر اس کا چہرہ گلاب کی طرح کھل گیا۔

"تم کب آئے؟" وہ لجاتی بل کھاتی نزاکت سے چلتی قریب آئی۔

"بس ابھی آیا ہوں۔" وہ دھیمے لہجے میں بولا تاکہ آمنہ نہ سن سکے۔ "خاص طور پر تم سے ملنے آیا تھا اور تم گھر سے غائب تھیں۔"

"مجھے بتایا ہوتا تو کبھی نہ جاتی۔ گھر میں ہی رہتی۔" اس کے انگ انگ سے خوشی پھوٹی پڑ رہی تھی۔

"چاندنی میں نے پانی رکھا ہے چولہے پر، ابلے تو پتی ڈال دینا۔ میں ذرا رحمو کی دکان سے چیزیں لے آؤں۔"

"اچھا اماں!"

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Konnection.com

آمنہ گئی تو چاندنی نے مستی بھری آنکھوں سے رحیم کی طرف دیکھا۔

"کیوں آئے ہو؟"

"تمہیں دیکھنے۔ میں تو ایک ہی رات میں اداس ہوگیا۔"

"اچھا۔" چاندنی نے ترچھی آنکھوں سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "پھر.....؟"

"پھر کیا؟"

"میرا مطلب ہے کیا سوچا ہے تم نے؟"

"میں تو تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں چاندنی لیکن....."

"لیکن کیا.....؟" چاندنی کا رنگ بدلا۔

"سوچتا ہوں۔ آج ہی تمہارا رشتہ مانگ لوں یا اپنے ڈیڈی کو لے کر آؤں؟"

"اوہ۔" چاندنی کا سانس بحال ہوا اور ساتھ ہی آنکھوں میں ستارے دمکنے لگے۔ "میرا تو خیال ہے اپنے ابا کو لے کر آؤ ورنہ اماں اور ابا تو تمہیں گھاس بھی نہیں ڈالیں گے۔"

"تم کہتی ہو تو ایسا ہی کر لیتا ہوں ورنہ مجھ سے زیادہ صبر نہیں ہوسکتا۔"

"اتنی بے صبری بھی اچھی نہیں ہوتی بابو!" چاندنی نے چھلکتی مسکراہٹ سے کہا۔

"تم کیا جانو۔ تم کتنی خوب صورت ہو..... اور یہ دل کتنا بے قابو ہے....."

"دل کو قابو میں کرو۔"

"اچھا شام کو ملو گی کہیں اکیلے میں.....؟" چاندنی نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔

"اکیلے میں کیوں؟"

"اکیلے میں ہی تو جی بھر کر تمہیں دیکھ سکوں گا۔"

"بہت برے ہو تم۔" وہ مصنوعی غصے سے بولی۔

"لیکن آج تو بہت مشکل ہے۔ ابھی تھوڑی دیر بعد ابا گھر آجائے گا اور پھر میرا نکلنا مشکل ہوگا۔"

"اچھا پھر کل جب فاروق اسکول کے لیے نکل جائے گا تو اس پیپل کے درخت کے پاس آجانا جہاں میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا۔"

"اتنی دور.....؟" چاندنی متذبذب تھی لیکن رحیم خوب صورتی سے مسکرایا تو اس نے ہتھیار ڈال دیے۔

"وہی جگہ ہے چاندنی جہاں لوگوں کا آنا جانا نہیں ہے ورنہ کسی نے دیکھ لیا تو.....؟"

"چلو میں کوشش کروں گی لیکن بس تھوڑی دیر کے لیے۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"ویسے میں نے تمہاری اماں کے کان میں ڈال دیا ہے اپنے بارے میں لیکن تم بالکل ذکر نہ کرنا ورنہ انہیں شک ہوجائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ ہائے پانی تو ابل ابل کر ختم ہوگیا۔ اماں تو میری جان نکال دے گی۔ تم بیٹھو میں اور پانی رکھ کر آتی ہوں۔" وہ جلدی سے چولہے کی طرف بھاگی۔

☆☆☆.....

صبح حلوہ پوری کا ناشتہ کرنے کے بعد رحیم اور فاروق آم کے پیڑ کے نیچے چائے کے مگ لے کر بیٹھ گئے۔

"اب تو تم بھی شادی کر لو یار..... کب تک اماں سے محنت کرواؤ گے؟"

"اماں کی فکر نہ کرو۔ میں ان کا ہاتھ بٹا دیتا ہوں۔ انہیں زیادہ کام نہیں کرنے پڑتے۔ میں کھانا بھی پکا لیتا ہوں۔"

"ہاں ہاں مجھے پتا ہے تم گھڑ بی بی ہو اور ساتھی کے مقابلے میں خود کفیل بھی ہو لیکن اس کا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ اسی طرح بڑھاپا لے آؤ۔ آخر اماں کے کچھ ارمان ہیں۔ تم چاہتے ہو وہ تمہارے سہرے کے پھول کھلنے کی حسرت لیے اس دنیا سے چلی جائیں۔

"اللہ نہ کرے۔" فاروق آہستہ سے بولا اور دور کیاری میں لگے سرخ گلاب پر نظر جما دی۔

"خدا نہ کرے وہ چلی جائیں یا خدا نہ کرے تمہارے سہرے کی حسرت لیے چلی جائیں۔" رحیم نے گہری نظروں سے فاروق کو دیکھا جو ابھی تک گلاب کو گھور رہا تھا۔

"اس گلاب میں کوئی خاص بات ہے یا وہ تمہاری وہ حسرت ہے جو تمہارے سینے میں پل رہی ہے اور جسے تم نے اپنے عزیز ترین دوست سے بھی چھپا کر رکھا ہے۔ کیسے دوست ہو.....؟ دوستوں پر بھروسا نہیں کرتے؟" رحیم نے شکایتی نظروں سے فاروق کو دیکھا تو اس نے اضطراب سے پہلو بدلا۔

"میں چلتا ہوں اسکول سے دیر نہ ہوجائے۔"

"ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی۔" رحیم نے ٹھنڈی سانس بھری۔ "تم نے خود کو پراسرار راز کے غلاف میں لپیٹنے کا تہیہ کر رکھا ہے تو تمہاری مرضی لیکن میرا تو تمہیں پتا ہے۔ میں کوئی بات دل میں نہیں رکھ سکتا۔ میں تمہیں بہر حال بتا رہا ہوں کہ میں تو اس دنیا سے کنوارا رخصت نہیں ہونا چاہتا۔ میں یہاں سے جانے کے بعد ڈیڈی کو لے کر جلدی آرہا ہوں۔"

"یہاں کس لیے؟" فاروق چونکا۔

"یار تمہیں بتایا تو تھا۔ میں چاندنی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

"رحیم! تمہیں معلوم ہے چاندنی تمہاری سوسائٹی میں ایڈجسٹ نہیں کر سکتی پھر کیوں اس پر یہ ظلم کرنا چاہتے ہو؟ وہ تو چند دن میں مر جائے گی وہاں....."

"ایسا کچھ نہیں ہوگا۔" رحیم بے پروائی سے بولا تو فاروق کو ایک دم غصہ آگیا۔

"کتنے دن کے لیے تم شادی کرو گے اس سے؟ اور کتنے دن بعد اسے چھوڑ کر کسی اور کے پیچھے لپکو گے؟ اسے بے یار و مددگار چھوڑ دو گے۔ کتنے دن خوش رکھو گے اسے؟"

"ریلیکس یار۔ اتنے اپ سیٹ کیوں ہو رہے ہو؟ اگر میں کسی اور کے پیچھے جاؤں بھی تو تمہیں کیوں اعتراض ہے۔ تمہیں تو پتا ہے میری عادت کا۔"

"ہاں پتا ہے اسی لیے تو کہہ رہا ہوں کہ تم چاندنی کے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔"

"تمہیں چاندنی سے اتنی ہمدردی کیوں ہے؟ تمہارے لیے وہ محض ایک لڑکی ہے اس گاؤں کی۔" رحیم چبھتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"اس لیے کہ....." فاروق بے اختیار بولا اور پھر ایک دم خاموش ہوگیا۔ اس کا چہرہ بے رنگ ہوگیا۔

"ہاں بتاؤ کس لیے.....؟" رحیم نے پرامید نظروں سے اسے دیکھا۔

"بس....." اسے کچھ کہنے کو الفاظ نہ ملے۔ "بس تم چاندنی سے ایسا کوئی کھیل نہیں کھیلو گے۔"

"کہیں تم چاندنی سے محبت تو نہیں کرنے لگے؟" رحیم نے غور سے اسے دیکھا۔

"ہرگز نہیں۔" وہ زور و شور سے بولا۔ "میں صرف انسانی ہمدردی کے ناتے ایسا کہہ رہا ہوں۔ میں اس گاؤں میں رہتا ہوں اور میرا فرض ہے یہاں بسنے والے لوگوں کی بھلائی کا خیال رکھوں۔"

"اور مجھے تو تم بہت برا سمجھتے ہو شاید۔" رحیم کو غصہ آگیا۔ "تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ تمہارے گاؤں میں رہنے والی معمولی لڑکی اتنے امیر کبیر گھرانے میں شادی کرے گی۔"

"چاندنی معمولی لڑکی نہیں ہے....." وہ ایک دم کہہ کر چپ ہوگیا۔ "تم نہیں سمجھو گے۔ میں جا رہا ہوں۔ شام کو ملاقات ہوگی۔"

"ہاں۔ شام کو ہی ملاقات ہوگی۔" رحیم زیر لب

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

بولا اور وہ دور تک اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ جیسے ہی وہ نظروں سے اوجھل ہوا تو اماں سے اجازت لے کر وہ باہر آ گیا اور تیز تیز قدموں سے پیپل کے درخت کی طرف چل پڑا۔ فاروق سے باتوں میں اسے دیر ہوگئی تھی۔ اسے پتا تھا چاندنی انتظار کر رہی ہوگی۔ دور سے ہی اسے سیاہ اور سرخ پھول دار کپڑوں کی جھلک نظر آئی۔ چاندنی درخت کے تنے سے ٹیک لگائے اسی طرف دیکھ رہی تھی۔

"اتنی دیر کر دی؟ کب سے انتظار کر رہی ہوں....." وہ روٹھے روٹھے لہجے میں بولی تو رحیم نے غور سے اسے دیکھا۔ سیاہ اور سرخ کے امتزاج میں وہ حسین لگ رہی تھی۔ کاجل کی لکیر نے آنکھوں کو اور بھی قاتل بنا دیا تھا۔ رحیم اس کے دل کش چہرے میں کھو گیا۔

"کیا بات ہے؟ کیا سوچنے لگے؟"

"کچھ سوچنے کا موقع دو تو سوچوں نا..... تم ایک نظر ڈالو تو سب کچھ بھول جاتا ہوں۔"

"اچھا....." وہ اترائی۔

"کیوں یقین نہیں آتا؟"

"یقین آتا ہے اور نہیں بھی۔" چاندنی دل آویز انداز میں مسکرائی۔

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"اصل میں اتنا انتظار کیا ہے تمہارا کہ میں تو تھک ہی گئی تھی۔ اسی لیے تو یقین نہیں آ رہا کہ میرا خواب پورا ہو رہا ہے۔"

"کیسا خواب.....؟"

"میں نے بچپن سے ہی خواب دیکھا ہے کہ ایک خوب صورت شہزادہ سفید گھوڑے پر آتا ہے اور مجھے اس پر بٹھا کر دور لے جاتا ہے۔" وہ آنکھیں بند کیے کہیں اور پہنچ گئی اور پھر آنکھیں کھول کر رحیم کو دیکھا۔

"شہزادہ تو آ گیا..... بس سفید گھوڑا نہیں ہے۔"

"سفید گاڑی تو ہے نا۔ اسی کو گھوڑا سمجھ لو..... یوں بھی گاڑی کی بھی ہارس پاور ہوتی ہے۔"

"وہ کون سی پاور ہے؟"

"تم اسے گھوڑا پاور کہہ سکتی ہو۔" رحیم بولا اور خود ہی قہقہہ لگایا۔

"ایک بات بتاؤ چاندنی!" چاندنی نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"کیا تمہارا رشتہ مانگنے والا میں پہلا آدمی ہوں؟" چاندنی نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"تمہارا مطلب ہے کسی کا رشتہ آیا ہے میرے لیے؟"

"ہاں۔"

"آیا تو ہے۔" وہ بڑے ناز سے بولی۔

"تمہارے یار فاروق نے رشتہ بھجوایا ہے۔"

"اچھا؟" رحیم نے حیران ہونے کی اداکاری کی۔

"ہاں لیکن میں نے بھی اس کی طبیعت صاف کر دی۔ اب ساری عمر میری طرف دیکھنے کی جرأت نہیں کرے گا۔"

"کیوں..... کیا وہ اتنا برا ہے؟"

"تم خود ہی دیکھ لو۔ میرا اور اس کا بھلا کیا جوڑ؟" وہ غرور سے بولی۔

"تمہارا مطلب ہے تم بہت خوب صورت ہو اور وہ نہیں ہے؟"

"ہاں اور کیا..... بالکل کالا کوا ہے۔ الٹے توے جیسا لگتا ہے۔" رحیم نے پرسوچ نظروں سے اسے دیکھا۔

"جوڑ تو واقعی نہیں ہے چاندنی۔" وہ ذرا سنبھل کر بولا۔ "وہ اتنی اچھی عادت کا مالک ہے' نرم مزاج اور نرم دل جب کہ تم کسی کی کہی بات کا حساب باقی نہیں

رہنے دیتیں۔" چاندنی نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"تمہارا مطلب ہے میں بدتمیز ہوں؟ صاف کیوں نہیں کہتے۔" رحیم نے اس کی بات نظر انداز کر کے اپنی بات جاری رکھی۔

"تم صرف آٹھویں پاس ہو اور وہ ماسٹرز کر چکا ہے۔"

"مجھے پتا ہے وہ ماسٹر ہے اسکول میں۔ پر تم یہ بتاؤ کیا تم نے مجھے بے عزت کرنے کے لیے بلایا ہے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ان باتوں میں تمہارا اور اس کا جوڑ نہیں تھا پھر بھی اس نے تمہیں قبول کیا۔ تمہارا رشتہ مانگا۔"

"یہ اس کی مرضی ہے۔ میں نے زور زبردستی تو نہیں کی تھی۔" وہ تنک کر بولی۔

"ناراض کیوں ہوتی ہو؟ مجھے یہ بتاؤ کیا میرا اور تمہارا جوڑ بنتا ہے.....؟"

"کیوں نہیں بنتا؟" وہ شرمائی۔ "میں بھی خوب صورت ہوں اور تم تو بالکل شہزادے ہو۔"

"ہاں۔ لیکن اور باتیں بھی تو ہیں جو جوڑ میں آتی ہیں۔" رحیم مسکرا کر بولا۔ "تم ایک چھوٹے سے کچے گھر میں رہتی ہو جب کہ میرے ماں باپ کا گھر کسی محل کی طرح بڑا اور خوب صورت ہے۔ تمہارے ماں باپ اتنے غریب ہیں اور میرے ماں باپ بہت امیر ہیں لیکن تمہاری نظر میں شاید بس ایک ہی بات کی اہمیت ہے اور وہ ہے خوب صورتی..... ظاہری شکل وصورت..... ہے نا؟" رحیم نے سوالیہ انداز سے اسے دیکھا تو چاندنی نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں اس کی طرف دیکھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر رحیم کیا کہنا چاہتا ہے۔ اس کے دماغ میں تو واقعی ایک ہی بات آتی تھی۔ کردار کے بارے میں اس نے کبھی غور ہی نہ کیا تھا۔

"ہاں بتاؤ..... میری باتیں کچھ سمجھ میں آئیں؟" چاندنی غصے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم مجھے صاف صاف یہ بتاؤ تم مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو یا نہیں؟" وہ بگڑ کر بولی۔

"ارے ناراض کیوں ہوتی ہو؟" رحیم جلدی سے بولا۔ "میں صرف تمہیں یہ بتانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ شکل وصورت سے زیادہ انسان کے دل اور اس کی اچھی عادتوں' اچھے کردار کی اہمیت ہے۔"

"تم تو فاروق جیسی باتیں کرنے لگے ہو۔" چاندنی منہ پھلا کر بولی۔ "میں تو اس کی بور باتوں سے تنگ آ گئی تھی۔ تمہارے آنے پر میرا برسوں کا انتظار ختم ہوا۔ میرا دل خوشی کے جھولے میں جھولنے لگا اور اب تم نے بھی وہی باتیں شروع کر دی ہیں۔"

"پتا ہے تم پھولے منہ کے ساتھ کتنی حسین لگ رہی ہو؟"

"نہیں مجھے نہیں پتا۔ تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم اپنے ماں باپ کو کب لا رہے ہو میرا رشتہ مانگنے؟"

"جلدی لاؤں گا۔ ارے بھئی واپس جاؤں گا تو لاؤں گا۔ ابھی تو تم مجھ سے جی بھر کر باتیں کرو۔ تاکہ جب میں واپس جاؤں تو تمہاری باتیں یاد کر کے دل بہلایا کروں۔ آؤ ان کھیتوں کے ساتھ ساتھ ٹہلتے ہیں۔" چاندنی احسان کرنے والے انداز سے اٹھی اور اس کے ساتھ چلنے لگی اور دل ہی دل میں سوچنے لگی کہ ہم دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کتنے اچھے لگ رہے ہیں۔ اس کی گردن فخر سے تن گئی۔

"ہم جب یونیورسٹی میں پڑھتے تھے تو ہماری دوستی ہوئی تھی۔" رحیم اس کی طرف دیکھ کر بولا۔ "فاروق ایک غریب ماں کا بیٹا تھا' یتیم تھا۔ اماں نے بڑی محنت سے اس کی پرورش کی تھی۔ ہم لوگ بہت

Scan & PDF FIAZ AHMED friends Korner.com

امیر تھے۔ فاروق کی عادتیں اچھی تھیں، تھوڑے دنوں میں ہی وہ ساری یونیورسٹی میں مقبول ہوگیا۔ فاروق لڑکیوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا تھا بلکہ وہ ان کی عزت کرتا تھا اور مجھے بھی منع کرتا تھا کہ میں لڑکیوں سے دوستی نہ کروں۔"

"تم لڑکیوں سے دوستی کرتے تھے؟" چاندنی نے حیران ہوکر اسے دیکھا۔

"لو یہ کون سی بڑی بات ہے؟" وہ بے پروائی سے مسکرایا۔ "چلو میں تمہیں شروع سے بتاتا ہوں اپنی زندگی کے بارے میں...... ہم بہن بھائی جب چھوٹے تھے تو ہم نوکروں کی گود میں پلے۔ ممی اور ڈیڈی نے ہمیں زیادہ گود میں نہیں اٹھایا تھا۔ انہیں فرصت ہی نہیں تھی۔ ڈیڈی صبح صبح اپنے دفتر چلے جاتے اور اس کے بعد ممی تیار ہوکر اپنی کسی نہ کسی سہیلی کے گھر چلی جاتیں یا پھر شاپنگ کے لیے۔ ممی کو ڈھیروں چیزیں خریدنے کی عادت تھی۔ رات کو بھی وہ دونوں کسی پارٹی میں چلے جاتے۔ جب واپس آتے تو ہم سوئے ہوتے تھے۔ صبح جب ہم اسکول جاتے تو وہ دونوں سوئے ہوتے تھے۔

"تم بور تو نہیں ہو رہیں؟" رحیم نے رک کر پوچھا۔

"نہیں تو۔" وہ ایک دم چونکی۔

"پھر کالج اور یونیورسٹی میں تو اپنا ہی مزہ تھا۔ وہاں تو میری آنکھیں کھل گئیں۔ بے شمار لڑکیاں تھیں جو مجھ پر مرتی تھیں بھلا کیوں؟ اس لیے کہ میں ہینڈسم تھا، میرا مطلب ہے خوب صورت...... میں ہر دوسرے دن ایک نئی لڑکی سے دوستی کرتا۔ کچھ دن کے بعد اس سے دل بھر جاتا۔ زیادہ دن میں ایک لڑکی کے ساتھ نہیں رہ سکتا تھا۔ پتا ہے کیوں......؟ اس لیے کہ میں خوب صورت ہوں اور لڑکیوں کی ایک لائن میری منتظر رہتی تھی۔" اس نے قہقہہ لگا کر چاندنی کی طرف دیکھا۔ اس کا رنگ بدل گیا۔

"ارے کیا ہوا تمہیں؟ تم شاید ناراض ہوگئیں۔" رحیم نے کن انکھیوں سے اس کی طرف دیکھا اور پھر شروع ہوگیا۔

"دیکھو برا مت ماننا۔ ہماری سوسائٹی میں تو یہ عام سی بات ہے۔ اگر ہماری اس طرح زیادہ لڑکیوں سے دوستی نہ ہو تو سب حیران ہوتے ہیں اور یوں بھی یہ زندگی...... یہ چھوٹی سی زندگی مزے اڑانے کے لیے ہی تو ہوتی ہے...... اور تم کہیں یہ تو نہیں سمجھ رہیں کہ تم سے شادی کے بعد دوسری لڑکیوں سے میری دوستی نہیں رہے گی؟" چاندنی نے حیرت سے رحیم کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ہلکی سی ناگواری تھی۔

"ارے تم تو صرف میری بیوی ہوگی۔ تم گھر میں رہوگی۔ ویسے اگر تم چاہو تو تم بھی اپنی مرضی سے جہاں مرضی جاسکتی ہو۔ ہماری سوسائٹی میں بیویوں پر کوئی پابندی نہیں لگائی جاتی۔ ہم بہت روشن خیال ہیں۔"

چاندنی دم بخود کھڑی رہ گئی۔ اس کے چلتے قدم رک گئے۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی اور منہ سے کوئی لفظ نکالنے کی اس میں سکت نہ تھی۔ بہت کوشش سے وہ بولنے کے قابل ہوسکی۔

"میں چلتی ہوں رحیم! میری نماز کا وقت ہو رہا ہے۔"

"نماز......؟" اس نے فلک شگاف قہقہہ لگایا۔

"تم نماز بھی پڑھتی ہو......؟"

"تم نہیں پڑھتے؟" چاندنی کی سانس رک گئی۔

"میں کبھی کبھی عید کے عید پڑھ لیتا ہوں۔ نماز اور روزہ میرے بس کی بات نہیں۔ میں تو چند گھنٹے بھوک برداشت نہیں کرسکتا۔ پورا دن بھوکے رہنے کا تو میں سوچ بھی نہیں سکتا اور پھر تمہیں ایک راز کی بات

بتاؤں؟ کان آگے لاؤ۔"

چاندنی اسی طرح بے حس و حرکت کھڑی رہی۔ وہ خود ہی اپنا منہ اس کے کان کے پاس لے آیا۔

"مجھے شراب پینے کی اتنی عادت ہوگئی ہے کہ دو گھنٹے بھی اس کے بغیر نہیں رہ سکتا اور اگر روزہ رکھوں تو شراب کیسے پیوں گا؟" چاندنی کی آنکھوں میں نمی دیکھ کر وہ مسکرایا۔

"لگتا ہے تمہیں میری باتیں پسند نہیں آئیں لیکن کیا کروں یار......"

"میں یار نہیں ہوں تمہاری۔" وہ چیخ کر بولی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اس کا انگ انگ کانپ رہا ہو اور اس کے قدموں میں کھڑے ہونے کی سکت نہ ہو۔

"دیکھو چاندنی! اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ ممی ڈیڈی اور میرے تینوں بھائی شراب پیتے ہیں پھر میں کیسے پیچھے رہ سکتا ہوں اور اب تو مجھے مزہ آنے لگا ہے۔ شادی کے بعد تم بھی چکھ کر دیکھ لینا۔ شروع شروع میں ذائقہ اچھا نہیں لگتا لیکن پھر بہت مزہ آتا ہے۔ چاندنی کوئی جواب دینے کی بجائے شعلہ بار نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"تم رک کیوں گئیں؟ آؤ نا ادھر گنے کے کھیتوں کی طرف چلتے ہیں۔" لیکن چاندنی کا سارا وجود تھر تھر کانپ رہا تھا۔

"تم شاید ناراض ہوگئیں لیکن دیکھ لینا شادی کے بعد تم میرے ساتھ بہت خوش رہو گی۔ کیا ہوا اگر تم غریب اور ان پڑھ ہو تو...... محبت کرنے والے یہ سب فرق تھوڑی دیکھتے ہیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ جب رمضان آیا کرے گا تو میں تمہیں گاؤں بھیج دوں گا۔ تم یہاں روزے رکھ لیا کرنا۔"

"اور نماز......؟" چاندنی زہر آلود لہجے میں بولی۔

"نماز پڑھنے میں کہاں جاؤں گی؟"

"ارے نماز کا کیا ہے تم کمرا لاک کرکے چھپ کر پڑھ لینا۔ کسی کو پتا بھی نہیں چلے گا۔ اب آؤ ادھر۔"

"کیوں...... کیوں چلیں ادھر......؟" وہ چیخ کر بولی۔

"مجھے گنے کے کھیت بہت پسند ہیں۔ دو پیار کرنے والوں کو اپنے اندر چھپا لیتے ہیں۔ باہر سے کسی کو کچھ پتا نہیں چلتا۔ آؤ نا آخر کو ہماری شادی ہونے والی ہے۔" چاندنی کسی ناگن کی طرح بل کھا کر مڑی اور جاتے جاتے رک گئی۔

"تم انسان نہیں ہو۔ انسان کے نام پر گالی ہو اور تمہارا چہرہ، یہ خوب صورت نہیں انتہائی بدصورت ہے۔ مجھے بہت افسوس ہے کہ میں نے تمہاری صورت پر کبھی نظر ڈالی اور میری دعا ہے کہ مجھے تمہارا یہ منحوس چہرہ آئندہ کبھی نظر نہ آئے۔" وہ مڑ کر بھاگی۔

"ارے اب تو تم نے فاروق جیسی باتیں شروع کردیں۔" وہ پلٹ کر رکی۔

"تم فاروق کا نام اپنی ناپاک زبان پر مت لاؤ۔ فاروق تمہارے مقابلے میں کسی فرشتے سے کم نہیں۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی ہوئی کچی سڑک پر بھاگتی چلی گئی۔ رحیم نے سکون کی ایک طویل سانس لی اور سینے پر بازو باندھ کر مسکراتے ہوئے دور تک اسے دیکھتا رہا۔

"اچھا یار! میں اب چلتا ہوں۔" ایک گھنٹے بعد ہی وہ جانے کے لیے تیار کھڑا تھا۔ "ڈیڈی نے ایمرجنسی میں بلایا ہے۔ چاہتا تو تھا بلکہ زندگی کی بہت بڑی خواہش تھی کہ تمہاری شادی میں شرکت کروں لیکن یقین مانو یہ ممکن نہیں ہے۔ مجھے شکوہ ہے تم سے اور میں یہ شکوہ لیے جا رہا ہوں کہ تم نے مجھے دوست نہیں سمجھا۔ کم از کم قابل اعتماد دوست تو بالکل نہیں سمجھا لیکن میں جانتا ہوں کہ تمہیں اپنی غیرت اور انا بہت پیاری ہے۔

Sean & PDF EJAZ AHMED Friends Korner.com

اسی کے صدقے تمہیں معاف کرتا ہوں۔ میں تمہیں بہت مِس کروں گا۔" فاروق نے الجھی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ اس کی باتیں اسے زیادہ سمجھ میں نہیں آرہی تھیں۔ وہ اماں سے مل کر اپنا بیگ اٹھا کر باہر آگیا۔ فاروق بھی اداس ہورہا تھا۔ رحیم بڑے جوش میں اس سے بغل گیر ہوگیا۔

"میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ ان شاءاللہ تمہاری خواہش ضرور پوری ہوگی اور ہوسکتا ہے میری کسی بات سے تمہیں غلط فہمی ہوجائے لیکن اتنا تو تم بھی جانتے ہو کہ تمہارے معاملے میں میری نیت ہمیشہ نیک ہوتی ہے۔"

"یار مجھے بالکل اندازہ نہیں کہ تم کیا بک رہے ہو....."

"یہ بھی میرے حق میں اچھا ہے۔" اس نے فاروق کو سیلیوٹ کیا۔ گاڑی اسٹارٹ کی۔ شیشہ اوپر کیا لیکن پھر وہ رہ نہ سکا اور دوبارہ شیشہ کھول کر گردن باہر نکالی۔

"میری طرف سے چاندنی بھابی کو سلام کہنا اور بھابی کا خیال رکھنا۔" وہ زن سے گاڑی اڑا لے گیا اور فاروق ساکت ودم بخود اڑتی دھول کو دیکھتا رہ گیا۔ کچھ دیر وہیں کھڑا اس کی گفتگو پر غور کرتا رہا اور پھر کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں گھر کے اندر داخل ہوگیا۔

☆☆☆.....

وقت نے چند لمحوں میں ہی ایسا پلٹا کھایا تھا کہ چاندنی آسمان سے زمین پر آپہنچی اور دل کی کایا کیسی پلٹی تھی۔ رحیم کے بارے میں سارے خوب صورت خیالات جو دل میں کبھی پیدا ہوئے تھے ناگ بن کر ڈسنے لگے۔ اس کے خوب صورت چہرے کے پیچھے کتنا بھیانک کردار چھپا ہوا تھا اور فاروق جس کی صورت سے کل تک نفرت تھی۔ اس کی ایک ایک خوبی روشنی بن کر سامنے آنے لگی۔ آنکھوں کے آگے سے پردہ ہٹ گیا اور سب کچھ صاف نظر آنے لگا۔ کتنے دن اس نے چھپ چھپ کر راتوں کو روتے ہوئے گزارے تھے۔ فاروق کی ایک ایک بات یاد تھی اور دل میں میٹھی میٹھی سی کسک ہوئی تھی۔ اس کا چہرہ تصور میں آتا تھا اور اب وہ اسے بدصورت نہیں لگتا تھا۔ محبت کی آنکھوں سے دیکھا تو اس کا چہرہ خوب صورت لگنے لگا۔ اپنے دل کے جذبات کو ٹٹولا تو انکشاف ہوا کہ وہ تو دل کی ہر گلی اور ہر دریچے میں موجود ہے۔ بس وہ بے خبر رہی۔ اسے پتا ہی نہ چل سکا۔ اپنی بے وقوفی کی وجہ سے نہ جان سکی ورنہ کوئی ڈھکی چھپی بات تو نہ تھی۔ اس کا نرم لہجہ اس کی محبت کی لو دیتی مہربان آنکھیں اس کی کانوں میں رس گھولنے والی خوب صورت باتیں جن کو سن کر وہ چند لمحوں کے لیے سہی ضرور مدہوش ہوجاتی تھی اور انہیں بھلانے کے لیے زبردستی کوشش کرنی پڑتی تھی۔

اس نے کس کس طرح فاروق کی توہین کی تھی۔ اسے کتنا ذلیل کیا تھا اور آخری بار تو انتہا کردی تھی۔ اس کی غیرت کو للکارا تھا لیکن اب وہ خود کو اس مقام پر لے آئی تھی کہ اس سے معافی مانگنے کے بھی قابل نہ رہی تھی۔ شہلا اور ساجی اس کی بدلتی کیفیت کو محسوس کر چکی تھیں لیکن وہ خاموش رہیں۔ دراصل انہیں چاندنی پر غصہ تھا کہ اس نے فاروق سے اچھا سلوک نہیں کیا تھا۔ چاندنی کا دل کھانے پینے، پہننے اوڑھنے سے اچاٹ ہوگیا۔ ہر وقت الجھے بالوں اور ملگجے کپڑوں میں بیٹھی سوچتی رہتی۔ اماں اپنی لاڈلی بیٹی کی صورت دیکھ کر فکرمند ہوگئیں۔ وہ یہی سمجھ رہی تھیں کہ چاندنی فاروق سے شادی نہیں کرنا چاہتی اس لیے اس حال کو پہنچی ہے۔ ایک دن ان سے صبر نہ ہوسکا۔

"دیکھ چاندنی! اگر تجھے فاروق کے ساتھ شادی

کے تم نے اس حال کو پہنچا دیا ہے تو میں تمہارے ساتھ زبردستی نہیں کروں گی۔ تُو تو میرے کلیجے کا ٹکڑا ہے۔ اکلوتی بیٹی ہے میری۔ میں تجھے اس طرح اداس نہیں دیکھ سکتی۔ میں فاروق کی ماں کو انکار کردوں گی۔" چاندنی کا رواں رواں کانپ اٹھا۔ اس نے ایک نظر ماں کو دیکھا اور پھر نظریں جھکا کر پاؤں کی طرف دیکھنے لگی۔

"چل اٹھ دھیے..... آج کتنے دن ہوئے تو نے کپڑے نہیں بدلے۔ چل نہا دھو کر وہ پیازی والا سوٹ پہن لے جو کل ہی سِل کر آیا ہے۔ چل اٹھ شاباش۔" جانے کیا سوچ کر چاندنی اٹھی اور کپڑے لے کر غسل خانے میں چلی گئی۔ نہا دھو کر وہ پیازی سوٹ پہن کر باہر آئی تو ماں نے گھڑا تھما دیا۔

"یہ لے جا کر پانی بھر لا۔ سارا دن گھر میں پڑی رہتی ہے۔ باہر نکلے گی تو دل بہلے گا۔" چاندنی نے بادلِ نخواستہ گھڑا تھام لیا اور دروازے کی طرف بڑھی۔ دروازے پر جا کر کچھ سوچ کر رک گئی اور گردن موڑ کر اماں کی طرف دیکھا۔

"اماں! ابھی فاروق کی اماں کو انکار نہ کرنا۔"

"چل نہیں کہتی..... تو جا....." چاندنی اپنے خیالوں میں مگن پنگھٹ کی طرف چل پڑی۔ آج سب کچھ نیا نیا لگ رہا تھا یا پھر وہی بدلی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ دماغ میں ہزاروں خیالات تھے لیکن اسے اردگرد کا چنداں ہوش نہیں تھا۔ وہ اپنے آپ میں گم چلتی جارہی تھی۔ اسے تو یہ بھی پتا نہ چلا کہ پیپل کے درخت کے نیچے تنے سے ٹیک لگائے کتاب پڑھتے ہوئے فاروق نے حیرت سے اسے دیکھا۔ آج کتنے دنوں کے بعد اس نے چاندنی کو دیکھا تھا۔ یہ وہ چاندنی تو نہیں لگ رہی تھی۔ وہ تیز وطرار ایک کی دس سنانے والی۔ یہ تو عشق کی آگ میں جلتی کندن بنی ایک انوکھی چاندنی تھی جس نے چاندنی کا پرانا لبادہ جھٹکے سے اتار کر پھینک دیا تھا۔ چاندنی کی بے خبری پر وہ بے اختیار اٹھ کر کھڑا ہوگیا اور جب تک وہ نظر آتی رہی اسی کو دیکھتا رہا پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر دوبارہ بیٹھ گیا لیکن ایک لفظ بھی نہ پڑھ سکا۔ چاندنی اس کی توجہ قرار سب ساتھ ہی لے گئی تھی۔ کتاب پر الفاظ کی جگہ چاندنی کا اترا ہوا اداس اور کھویا کھویا چہرہ تھا جو پیازی سوٹ میں قیامت ڈھا رہا تھا۔ فاروق کو وہ شعر یاد آگیا۔

ہو کے عاشق وہ پری رو اور نازک بن گیا
رنگ کھلتا جائے ہے جوں جوں کہ اڑتا جائے ہے

لیکن یہ خیال ہی اس کا دل توڑنے کے لیے کافی تھا کہ اس کا یہ حال رحیم کے فراق میں ہوا ہے۔ وہ بے چینی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ کاش وہ اس گاؤں میں نہ آیا ہوتا..... کاش اس کا ٹکراؤ چاندنی سے نہ ہوتا اور اگر ہوا تھا تو اس کی محبت میں گرفتار نہ ہوتا۔

☆☆☆.....

رمضان کو کئی دن سے بخار آرہا تھا۔ فاروق اس کا حال پوچھنے جانا چاہتا تھا لیکن چاندنی کی وجہ سے اس کے قدم رک جاتے تھے لیکن آج اس نے سوچ لیا تھا کہ ہر قیمت پر وہ بیمار پُرسی کے لیے جائے گا۔ اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ دروازہ کھٹکھٹایا تو تھوڑی دیر بعد دروازہ کھل گیا۔ سامنے ہی چاندنی کھڑی تھی یاسیت بھری آنکھیں..... ملگجے کپڑے اور بکھرے الجھے بال..... اس کی نظریں فاروق کے چہرے پر پڑیں تو وہ اپنی پلکیں جھپکنا بھول گئی۔ ایسے لگ رہا تھا وہ کسی مقناطیسی قوت کے زیر اثر ہو، فارق نے الجھی نظروں سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ وہ جان نہ پایا کہ ان آنکھوں میں کیا تھا..... وہ تو اس کے انجانی تپش سے کندن بنے چہرے کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

FIAZ AHMED
Friends Korner.com

کتنے ہی طلسمی لمحے یوں ہی گزر گئے۔
نہ تو فاروق اس چہرے سے نظریں ہٹا سکا اور نہ ہی چاندنی کی نظروں کا جمود ٹوٹا۔
"کون ہے چاندنی پتر!؟" اندر سے اماں کی آواز آئی تو چاندنی چونک کر ہوش کی دنیا میں آگئی۔ "فاروق پتر ہے.....؟" آمنہ نے خود ہی اسے دیکھ لیا۔ "آؤ پتر باہر کیوں کھڑے ہو؟" فاروق نے بے ساختہ چاندنی کی طرف دیکھا..... وہ دروازے کے بیچوں بیچ کھڑی تھی..... اندر جانے کا راستا نہ تھا اور فاروق کی الجھن محسوس کر کے چاندنی گڑبڑا کر ایک طرف ہوگئی۔ آمنہ اسے اندر لے گئی۔
رمضان کمرے میں اپنی چارپائی پر لیٹا تھا۔
"چاچا ڈاکٹر کو دکھایا.....؟ اگر آپ کہیں تو ڈاکٹر کے پاس لے چلوں میں.....؟"
"ڈاکٹر سے دوائی لائے تھے ہم پتر! وہ کھا رہا ہے تیرا چاچا۔ ڈاکٹر کہہ رہا تھا موسمی بخار ہے چند روز تو لے گا۔ اتنی جلدی نہیں اترے گا۔"
ابھی وہ باتیں کر رہا تھا کہ چاندنی کسی کا گلاس لے کر آگئی۔ اس کی نظریں جھکی تھیں اور چہرے پر ایسی خاموشی تھی کہ فاروق بے چین ہوگیا۔ کسی پکڑتے ہوئے اس نے بے اختیار چاندنی کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں کچھ ایسا تھا کہ فاروق بالکل نہ سمجھ سکا۔
ضرور وہ رحیم کے جانے سے اتنی چپ..... اتنی اداس اور افسردہ ہے..... یہ سوچ اس کے روئیں روئیں میں چنگاریاں بھرنے کے لیے کافی تھی۔ اس کا دل چاہا اٹھ کر بھاگ جائے اور چاندنی کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھے لیکن اس کے باوجود چاندنی کے رویے میں کچھ ایسی بات تو تھی جس کی وجہ سے وہ الجھن میں مبتلا تھا۔ کنفیوژ تھا۔ وہ جانے کے لیے اٹھا تو کچھ سوچ کر چاندنی بھی اس کے پیچھے آگئی۔ وہ دروازے کی طرف جاتے جاتے رکا اور مڑ کر اسے دیکھا۔
"کیا بات ہے؟"
"وہ..... وہ مجھے کوئی بات کرنی تھی۔" وہ کانپتی آواز اور اٹکتے لہجے میں بولی۔
"ہاں کہو۔" وہ نرمی سے بولا۔ لیکن وہ بہت زیادہ گھبراہٹ کی وجہ سے کچھ بول نہ سکی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے الفاظ اس کے لبوں پر نہ آرہے ہوں۔ کوئی ایسی بات ہے جو کہنے میں مشکل درپیش ہو۔
"میں سمجھ گیا۔" فاروق زخمی مسکراہٹ سے بولا۔
"کیا سمجھ گئے؟" چاندنی حیران ہوئی۔
"رحیم کے بارے میں پوچھنا چاہتی ہو؟" اس نے پوچھا تو چاندنی نے مایوسی سے سر جھکا لیا۔
"تم فکر نہ کرو۔ میں اسے کسی دن فون کروں گا۔ اگر تمہیں کوئی پیغام دینا ہو تو بتا دو۔"
"مجھے کوئی پیغام نہیں دینا اسے....." چاندنی تنک کر بولی۔ چہرہ سرخ ہوگیا۔
"کیوں ناراض ہو اس سے.....؟" فاروق نے مسکرانے کی کوشش کی۔
"مجھے کیا ضرورت ہے اس سے ناراض ہونے کی۔" چاندنی نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پیوست کر کے مروڑیں۔
"چلو نہ سہی..... پھر بھی جو پیغام دینا چاہو دے دو..... میں پہنچا دوں گا۔"
"ہونہہ..... تم تو جیسے ڈاکیے لگے ہوئے ہو۔" چاندنی نے برا سا منہ بنایا۔ فاروق کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ بکھر گئی۔
"اچھا اگر کوئی پیغام نہیں تو میں جاؤں؟"
"جاؤ۔ میں نے کب روکا ہے..... پتا نہیں اتنا پڑھا کیسے ہے..... کوئی بات تو سمجھ میں نہیں آتی۔"
"تو تم سیدھی بات کیوں نہیں کر سکتی۔ صاف

صاف کہو کیا کہنا ہے؟"
"کہہ سکتی تو کہہ نہ دیتی؟" چاندنی بے چارگی سے بولی۔ "تم جاؤ۔ تمہیں دیر ہو رہی ہے۔ میں یہ بات پھر کبھی کرلوں گی۔" اور فاروق خاموشی سے باہر نکل گیا۔
"اماں! تم رہنے دو۔ میں برتن دھولوں گی۔" چاندنی نے کہا تو آمنہ نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔ "میں برتن بھی دھولوں گی اور ہانڈی بھی چڑھا لوں گی۔"
"خیر تو ہے چاندنی! تیری طبیعت تو ٹھیک ہے؟" آمنہ نے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر چیک کیا تو چاندنی کا دل بھر آیا۔ وہ بے اختیار ماں سے لپٹ کر رونے لگی۔
"میں بہت بری ہوں اماں..... میں نے تیرا ذرا بھی خیال نہیں رکھا۔ تو سارا دن اکیلی کام میں لگی رہتی تھی اور میں ویلی باہر پھرتی تھی۔ میں بہت کام چور ہوں۔"
"چل ہٹ۔" آمنہ نے پیار سے اس کی ٹھوڑی کو چھوا۔ "بالی عمر میں سب لڑکیاں ایسے ہی کرتی ہیں۔ آہستہ آہستہ عقل آجاتی ہے۔ تو دل میں کوئی ایسا ویسا دھیان نہ لا۔"
"یہ کوئی بالی عمر ہے میری۔" چاندنی روتے روتے ہنس پڑی۔ "ساجی اور شہلا بھی تو میری ہی عمر کی ہیں لیکن انہوں نے سارا گھر سنبھالا ہوا ہے۔ میں ہوں ہی بری۔"
"بھئی کون اتنا برا ہوگیا ہے....." رمضان نے گھر آکر ماں بیٹی کو یوں گلے لگتے دیکھا تو مسکرایا۔ چاندنی بھاگ کر آئی اور اس کے بازو سے لگ گئی۔
"میں بری ہوں ابا! اماں کے ساتھ کام نہیں کرتی۔"
"میری دھی جیسا تو اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ خبردار جو اسے برا کہا تو....."
"تیری تو دھی ہوں ابا! اس لیے تجھے اچھی لگتی ہوں ورنہ سارے گاؤں کے لوگوں کو بری ہی لگتی ہوں گی۔"
"ارے گاؤں میں کسی کی مجال ہے جو تجھے برا سمجھے۔" آمنہ نے اس کی پیشانی چومی۔ "تیرے جیسی دھی اس دنیا میں کسی کی نہیں اور تیری قسمت دیکھ کتنی اچھی ہے۔ فاروق جیسا ہیرا ابھی تیرے نصیب میں ہی لکھا تھا۔" چاندنی کے چہرے پر سایہ سا لہرا گیا۔ وہ ایک دم چپ ہوگئی۔ کن انکھیوں سے باپ کی طرف دیکھا اور جلدی سے اندر چلی گئی۔
"شرما گئی۔" رمضان مسکرایا اور بیوی کی طرف دیکھا۔
"میں تو کہتی ہوں۔ بس جلدی سے چاندنی کی شادی کر دیں۔"
"کیوں اتنی جلدی کیا ہے؟ تو چاندنی کو اس گھر میں نہیں دیکھ سکتی....."
"ہائے میرا بس چلے تو ساری عمر اسے اپنی نظروں سے پرے نہ ہونے دوں لیکن بادشاہ کی بیٹیوں کو بھی اپنے گھر جانا ہی پڑتا ہے۔"
"آج کسی وسی کا نہیں پوچھے گی یا آج ہی شادی کرنے کا ارادہ ہے.....؟"
"ابھی لاتی ہوں۔ چاندنی کی باتوں نے بھلا ہی دیا۔" وہ جلدی سے لسی کی چاٹی کی طرف بڑھی۔
اماں کچھ عرصے کے لیے شہر گئی تھیں۔ فاروق انہیں کل ہی بس پر بٹھا کر آیا تھا۔ آمنہ اور رمضان کو پتا چلا تو انہوں نے اپنا فرض سمجھا کہ اس کے کھانے پینے کا خیال رکھیں۔ رمضان نے باقاعدہ فاروق سے اصرار کیا کہ وہ کھانا کھانے ادھر آیا کرے..... فاروق نے بہت انکار کیا..... ہر روز چاندنی کا سامنا کرنا اس کے لیے ممکن نہیں تھا۔ وہ ہر روز اس اذیت ناک

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

امتحان سے نہیں گزر سکتا تھا کہ چاندنی کو دیکھے۔ رحیم کی جدائی کے سائے اس کے چہرے پر محسوس کرے اور دل میں درد چھپائے واپس آجائے لیکن اس کی طبیعت کی مروت نے اسے دو ایک بار انکار کے بعد خاموش رہنے پر مجبور کر دیا۔ ٹھیک ہے وہ اپنے دل پر جبر کر کے ہر بات سہہ لے گا لیکن رمضان اور آمنہ کا دل نہیں توڑے گا..... یوں بھی دل کا ہر تار پکار پکار کر کہہ رہا تھا چلو تھوڑی دیر کے لیے سہی چاندنی کو دیکھنا ضرور ہے۔

اسکول سے سیدھا وہ ان کے گھر آیا تو چاندنی چولہے کے پاس بیٹھی روٹیاں بنا رہی تھی..... آگ کی تمازت سے اس کا چہرہ گلابی ہو رہا تھا اور پسینے کی وجہ سے بالوں کی لٹیں گالوں سے چپکی ہوئی تھیں۔ پلکوں کے سائے سرخ گالوں پر کانپ رہے تھے۔ اس نے بے اختیار نظریں ہٹالیں۔

"لے پتر! بسم اللہ کر۔"

"رمضان چاچا نہیں آئیں گے؟"

"وہ تو ذرا دیر سے آتے ہیں تو فکر نہ کر اور شروع کر کھانا۔ چاندنی تازہ روٹی لے کر آ۔" آمنہ بھی اس کے پاس بیٹھ گئی۔ چاندنی روٹی لے کر آئی تو فاروق نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔ اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں اور لبوں پر جامد چپ تھی۔

"کیسی ہو چاندنی؟" فاروق کو مروتاً پوچھنا پڑا۔ چاندنی نے بے اختیار فاروق کی طرف دیکھا اور بے چین نظریں گھبرا کر پلٹ گئیں۔

"ٹھیک ہوں۔" کہہ کر وہ واپس چولہے کے پاس چلی گئی لیکن جسم کا رواں رواں ادھر ہی متوجہ تھا۔ فاروق خاموشی سے آہستہ آہستہ لقمے لے رہا تھا۔ یوں تو وہ آہستہ ہی کھانا کھاتا تھا لیکن آج دل چاہ رہا تھا کہ کھانا ختم نہ ہو اور اسے وہاں سے نہ اٹھنا پڑے۔

"اماں اور کتنی روٹی چاہیے؟"

"میں بس ایک ہی روٹی لوں گا چاچی۔" فاروق جلدی سے بولا تو آمنہ نے چاندنی کو اور پکانے سے روک دیا۔

"تو بھی آجا یہیں بیٹھ کر کھالے۔"

"نہیں اماں! مجھے بھوک نہیں ہے۔"

"پتا نہیں اس لڑکی کی بھوک پیاس کہاں مر گئی ہے۔ سارا دن کام کرتی رہتی ہے..... مجھے کسی کام کو ہاتھ نہیں لگانے دیتی اور پھر بھی اسے بھوک نہیں لگتی۔ میری چاندنی تو بالکل بدل گئی ہے فاروق! اب یہ بہت ذمہ دار ہو گئی ہے۔ اب اس طرح لڑتی جھگڑتی بھی نہیں۔ بات بھی آرام سے کرتی ہے۔"

"اماں! تم ایسی باتیں کیوں کر رہی ہو؟" چاندنی نے خفت محسوس کی۔

"چاندنی ایسے نہیں بولتے۔" فاروق نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"میں نے کیا کہا ہے؟ آرام سے تو بول رہی ہوں....."

"میرا مطلب یہ نہیں تھا۔" فاروق بولا۔ "اماں تم ایسی باتیں کیوں کر رہی ہو کے بجائے کہتے ہیں اماں آپ ایسی باتیں کیوں کر رہی ہیں..... بڑوں سے عزت سے بات کرتے ہیں۔" چاندنی خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔

"آہستہ آہستہ سیکھ جائے گی پتر! تمہارے لیے چائے بناؤں؟"

"اگر تکلیف نہ ہو تو....."

"لو بھلا تکلیف کیسی؟ منٹوں میں بن جائے گی۔" وہ اٹھنے لگی تو چاندنی نے روک دیا۔

"تم بیٹھی رہو۔ میرا مطلب ہے آپ بیٹھی رہیں میں چائے بناتی ہوں۔" اس نے زیر لب مسکرا کر اسے

دیکھا تو فاروق کے چہرے پر خوش گوار حیرت پھیل گئی۔

چاندنی ٹرے لے کر آئی تو فاروق نے نوٹ کیا اس کے ہاتھ میں خفیف سی لرزش تھی اور پھر چائے پکڑنے اور پکڑانے کے دوران تھوڑی سی چھلک گئی اور فاروق کی پینٹ پر گر گئی۔

"اوہ۔" چاندنی کا رنگ اڑ گیا۔ "معاف کرنا۔ میں ابھی آتی ہوں۔" وہ بھاگتی ہوئی اندر سے ایک کپڑا لے کر آئی اسے گیلا کیا اور چائے والی جگہ پر نچوڑ دیا۔ فاروق بوکھلائے ہوئے انداز میں اس کی یہ ساری کارروائی دیکھ رہا تھا۔ اس کی الجھن میں اور اضافہ ہو گیا۔

"جلن تو نہیں ہو رہی؟" اس نے بے چینی سے دیکھا۔ اسے اس وقت جیسے آمنہ کی موجودگی کی خبر نہ تھی..... "اور پانی لاؤں؟"

"نہیں۔ ٹھیک ہے۔"

"پتر! اگر تم چاہو تو چاندنی کے ابا کا کوئی سوٹ پہن لو۔ میں دھو کر سکھا دیتی ہوں۔"

"نہیں چاچی! بس ٹھیک ہے آپ فکر نہ کریں۔ میں گھر جا کر بدل لیتا ہوں۔" وہ الجھی نظروں سے چاندنی کو دیکھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا..... سارا راستا اسے الجھی ہوئی اس ڈور کا سرا نہ ملا..... چاندنی کا یہ رویہ اس کے انداز فاروق کی سمجھ میں نہیں آرہے تھے۔ شاید وہ اپنا لہجہ اور اپنا مزاج رحیم کی وجہ سے بہتر کرنا چاہتی ہے تاکہ اس کے ساتھ اس کے گھر میں آسانی سے ایڈجسٹ ہو سکے۔ شاید اسی لیے وہ تہذیب کا خیال رکھ رہی ہے۔ اپنے مزاج میں نرمی لا رہی ہے۔ اسی لیے فاروق کے ساتھ بھی اپنا رویہ بہتر کر رہی ہے..... اور یہ سوچ ہی اس کے دل کو بے قرار کرنے کے لیے کافی تھی۔

چاندنی کو ساجی اور شہلا کو سب کچھ بتانا پڑا۔ اگر وہ نہ بتاتی تو اس کا دل پھٹ جاتا۔ آخر کتنی دیر وہ یہ سب کچھ اپنے دل میں رکھتی۔ رحیم کی ایک ایک بات انہیں بتا دی۔ اپنے دل میں اس کے لیے امڈتی نفرت کا حال بھی بتا دیا اور فاروق کی محبت کا اقرار بھی کر لیا۔ اپنی شرمندگی اور پچھتاوے کا بھی ذکر کیا۔ ساجی اور شہلا بہت خوش تھیں۔ ان کا ووٹ تو پہلے ہی فاروق کے حق میں تھا۔

"توبہ توبہ خوب صورت چہرے کے پیچھے کیسا دل چھپا ہے؟" شہلا نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"خدا کا شکر کر تو بچ گئی ہے ورنہ اس کا کیا اعتبار تھا کہاں تک پہنچ جاتا۔" ساجی فکرمندی سے بولی۔

"ہونہہ۔ ہاتھ نہ توڑ دیتی اس کے اگر انگلی بھی لگاتا تو....." چاندنی کو سب یاد کر کے پھر غصہ آگیا۔

"فاروق کو پتا ہے؟"

"نہیں۔" چاندنی نظریں جھکا کر افسردگی سے بولی۔ "اسے تو کچھ نہیں بتایا میں نے....."

"کیوں؟" ساجی حیران تھی۔

"ہمت ہی نہیں پڑی....."

"چلو کم از کم اسے یہ تو بتا دو کہ تم اس سے محبت کرتی ہو۔"

"پاگل ہو گئی ہو۔ میں یہ کیسے کہہ سکتی ہوں۔" چاندنی نے اسے بھی مسترد کر دیا۔

"معافی تو مانگنی چاہیے تھی اس سے۔ اتنا برا سلوک کرنے کے بعد....."

"مانگنی تو چاہیے تھی لیکن کیا کروں شہلا میں تو اس سے نظریں ملانے کے قابل نہیں رہی۔ معافی کیسے مانگوں؟"

"یوں تو بہت زبان چلتی تھی تمہاری۔" ساجی نے شوخی سے آنکھیں نچائیں۔

"چلتی تھی لیکن اب نہیں چلتی..... اس کو سامنے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

دیکھ کر میرے ہاتھوں پیروں سے جان نکل جاتی ہے۔ پتا ہے کل اسی وجہ سے اس پر چائے گرادی۔"

"ہیں....." شہلا نے حیرت سے کہا۔ "یہ تو بہت برا کیا تو نے....."

"جلا دیا بے چارے کو۔" ساجی نے شرارت سے افسوس کا اظہار کیا۔

"کوئی جان کر تو نہیں کیا..... بس ہو گیا۔ اسے چائے دیتے ہوئے میرے ہاتھ کانپ رہے تھے تو چائے چھلک گئی۔"

"اب اسے کیا پتا تو نے جان کر نہیں کیا۔" شہلا نے پھر آنکھیں مٹکائیں تو چاندنی کو غصہ آ گیا۔

"تو اب کیا کروں؟ جو ہونا تھا ہو گیا۔ مجھے یہ بتاؤ میں کیسے معافی مانگوں اس سے؟"

"میں بتاتی ہوں۔" ساجی شرارت سے بولی۔ "سیدھا سیدھا جا کر اس کے گلے لگ جاؤ۔"

"بدتمیز۔ ایسا کیسے کر سکتی ہوں میں؟" چاندنی جھینپ گئی اور چہرہ گلابی ہو گیا۔

"اب یہ بھی میں ہی بتاؤں؟" وہ شوخ ہو رہی تھی۔

"مرو تم دونوں جا کر..... میں خود ہی کچھ سوچ لوں گی۔"

"سوچو گی تو ہمیں ضرور بتانا۔" ساجی بولی۔

"بلکہ ہمیں بھی بلا لینا۔ ہم چھپ کر سارا منظر دیکھیں گے۔" انہیں کچھ سمجھانا فضول تھا۔ چاندنی منہ بنا کر بیٹھ گئی۔ ساجی اور شہلا نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو اشارہ کیا اور پھر دونوں نے اس پر چڑھائی کر دی۔ دونوں نے گدگدی شروع کی تو دونوں کی پکڑ سے چاندنی کو اپنا آپ چھڑانا مشکل ہو گیا۔

.....☆☆☆.....

"چاندنی..... چاندنی..... کہاں ہو؟" ساجی بھاگتی ہوئی اندر آئی اس کا سانس پھول رہا تھا۔

"کیا ہوا..... ہوا کے گھوڑے پر کیوں سوار ہو؟"

"وہ..... وہ فاروق....."

"کیا ہوا فاروق کو؟" چاندنی نے گھبرا کر پوچھا۔

"فاروق جا رہا ہے۔"

"جا رہا ہے؟ کہاں جا رہا ہے؟"

"وہ یہ گاؤں چھوڑ کر جا رہا ہے۔ میں خود اس کے گھر سے آ رہی ہوں۔ سارا سامان بندھا ہوا ہے۔ یہ بڑے بڑے صندوق تھے۔ لگتا ہے سب کچھ لے کر جا رہا ہے۔ اماں کو تو پہلے ہی..... اسی لیے بھیج دیا ہو گا۔"

چاندنی کے ہاتھ سے چادر جو وہ تہہ کر رہی تھی چھوٹ کر نیچے جا گری..... رنگ ایک دم زرد سا ہو گیا اور دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ اس نے گھبرائی ہوئی نظروں سے ساجی کی طرف دیکھا۔

"مجھے تو لگتا ہے تمہاری وجہ سے ہی جا رہا ہے۔"

چاندنی خاموش رہی۔

"میں چلتی ہوں۔ میں تو بس تجھے بتانے آئی تھی۔ مجھے جا کر آٹا گوندھنا ہے۔"

چاندنی کی توجہ اس کی کسی بات پر نہیں تھی اور نہ ہی اس نے اس کا واپس جانا محسوس کیا۔ یہ اس کے لیے موت اور زندگی کا سوال تھا۔ وہ سب کچھ چھوڑ کر دروازے کی طرف بھاگی اور باہر نکل گئی۔ کوئی مقناطیسی کشش تھی جو اسے فاروق کے گھر کی طرف لیے جا رہی تھی اور جب وہ فاروق کے گھر کے دروازے کے اندر داخل ہوئی تو جیسے اس کی جان ہی نکل گئی۔

فاروق صحن کے وسط میں بیٹھا تھا۔ اس کے چاروں طرف ساجی کے کہنے کے مطابق تین چار صندوق تھے اور وہ ان کے تالے چیک کر رہا تھا۔ وہ کسی معمول کی طرح آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے قریب آئی اور بے چین نظروں سے فاروق کے

کی طرف دیکھنے لگی۔ کسی کی موجودگی کا احساس کر کے فاروق نے بے اختیار اوپر دیکھا اور چاندنی کو وہاں کھڑے دیکھ کر اس کے ہاتھ رک گئے۔ چند لمحے وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتا رہا اور پھر واپس اپنے کام میں لگ گیا۔ چاندنی صبر نہ کر سکی اور بے اختیار وہاں بیٹھ کر اس کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیے۔ فاروق نے بری طرح چونک کر اپنے سانولے ہاتھوں پر اس کے دودھ کی طرح سفید ہاتھ رکھے دیکھے اور پھر بڑی نرمی سے اپنے ہاتھ اس کے ہاتھوں کے نیچے سے کھینچ لیے۔ اس کے لب بھینچ گئے۔

"میں اپنی ہار مان چکا ہوں چاندنی!" وہ بے حد سنجیدہ لہجے میں بولا۔ "پھر بار بار کیوں مجھے میرے کالے اور اپنے گورے رنگ کا احساس دلاتی ہو؟" چاندنی کی آنکھوں سے دو آنسو ڈھلک کر گالوں پر آ گرے۔ اس نے دوبارہ اپنے ہاتھ اس کے ہاتھوں پر رکھ دیے۔

"مجھے پتا ہے میں نے تمہارے ساتھ اچھا نہیں کیا اور مجھے وہ سب باتیں سوچ کر شرم آتی ہے جو میں نے کبھی کہی تھیں لیکن..... کیا تم ان کے لیے مجھے معاف نہیں کر سکتے؟" فاروق نے ایک خاموش نظر اس پر ڈالی اور پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

"یہاں سے نہ جاؤ فاروق..... ورنہ..... ورنہ مجھے ساری عمر چین نہیں آئے گا۔ مجھے پتا ہے میں بہت بری ہوں اور میں نے تمہارے ساتھ بہت برا کیا۔"

"دیکھو چاندنی! تمہیں ان باتوں پر شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تو ان کو بھول بھی چکا ہوں۔"

"اگر بھول چکے ہو تو پھر کیوں جا رہے ہو مجھے چھوڑ کر.....؟"

"تمہیں چھوڑ کر....." فاروق نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ "میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا چاندنی.....؟"

"تم میری وجہ سے جا رہے ہو؟"

"تمہاری وجہ سے.....؟" فاروق اور زیادہ حیران ہوا۔ اس کی سمجھ میں چاندنی کی کوئی بات نہیں آئی اور نہ ہی چاندنی نے اپنا مطلب واضح کیا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کن الفاظ میں فاروق پر اپنی محبت واضح کرے۔ وہ بس اسی طرح کھڑی اپنی انگلیاں مروڑتی رہی تو فاروق بے اختیار مسکرایا۔

"اب سمجھ میں آئی بات؟ تم رحیم کے لیے کوئی پیغام دینا چاہتی ہو؟"

"خاک سمجھ میں آئی بات....." چاندنی تنک کر بولی۔ "اتنے پڑھے لکھے ہو لیکن کسی بات کی سمجھ نہیں آتی تمہیں۔"

"تو تم ہی سمجھا دو۔" فاروق مسکرایا۔

"بس تم نہیں جاؤ۔"

"لیکن کیوں نہ جاؤں؟ کیا ہوا ہے..... کوئی مشکل ہے کیا؟"

"افوہ۔ تم سمجھتے کیوں نہیں؟" وہ زچ ہو کر بولی۔

"تم جب تک سمجھاؤ گی نہیں میں کیسے سمجھوں گا؟" فاروق نرمی سے بولا۔ "غیب کا علم تو ہے نہیں میرے پاس۔"

"غیب....." چاندنی تلملائی۔ "میں غیب نہیں ہوں۔ تمہارے سامنے بیٹھی ہوں اور تم سے نہ جانے کی منت کر رہی ہوں پھر بھی تم نہیں سمجھ رہے۔ اتنے بے وقوف تو نہیں ہو تم....."

فاروق ایک دم اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ کبھی اپنے بالوں میں پریشانی سے ہاتھ پھیرتا اور کبھی رک کر اسے دیکھتا۔

"تمہیں پتا ہے چاندنی! تم آج بھی مجھے اسی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

طرح بے بس کر دیتی ہو..... اب تم ہی بتاؤ۔ تم مجھے کچھ نہیں بتا رہی ہو اور نہ ہی تمہارے چہرے پر کچھ لکھا ہے.....''

''لکھا ہے..... کیوں نہیں لکھا..... بس تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی۔''

''کیا لکھا ہے؟'' چاندنی نے کھا جانے والی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

''کیا میرے چہرے پر نہیں لکھا کہ میرے سامنے جو ایک بے وقوف انسان کھڑا ہے مجھے اس سے محبت ہو گئی ہے؟'' فاروق بے اختیار پلٹا اور اب پتھر کا بت بن جانے کی اس کی باری تھی۔ چند لمحے حیران و ساکت نظروں سے چاندنی کی طرف دیکھتا رہا۔ ایک لفظ بھی نہ کہہ سکا..... پھر آہستہ آہستہ اس کے قریب آیا۔

''تم..... تم نے ابھی کیا کہا؟'' فاروق نے امید و نا امیدی کی ہچکولے کھاتی کشتی میں ڈوبتے ابھرتے ہوئے چاندنی کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں اذیت کے تاثرات تھے۔

''تم نے سن تو لیا ہے۔''

''ہاں لیکن مجھے یقین نہیں آ رہا کہ میں نے ٹھیک سے سنا ہے.....''

''ٹھیک سنا ہے تم نے۔'' اب چاندنی کی نظریں جھکی تھیں۔

''کیا ٹھیک سنا ہے..... پھر بتاؤ۔'' فاروق کی سانس جیسے اسی جملے میں اٹکی ہوئی تھی۔

''وہی محبت والی بات.....'' چاندنی نے تنگ آ کر اسے دیکھا تو اس کی آنکھوں میں کچھ تھا کہ فاروق کو اس کی بات کا یقین آ گیا۔ وہ چند لمحے مبہوت کھڑا اسے دیکھتا رہا۔

''یہ حادثہ کب ہو گیا؟'' اس کی گہری نظروں نے چاندنی کے چہرے کا طواف کیا۔ ''کل تک تو میرا تمہارا کوئی جوڑ نہ تھا۔ تم دن تھیں اور میں رات تھا۔ میں کالا کوا تھا..... الٹا تو اتھا پھر.....؟''

''تو اب تم مجھے شرمندہ کرو گے ان باتوں پر؟''

''شرمندہ تو نہیں کروں گا لیکن اتنا جاننے کا حق تو رکھتا ہوں کہ یہ تبدیلی کیسے آ گئی..... تمہارا کیا ہے کل کو کسی اور وجہ سے ٹھینگا دکھا دو..... تمہارے مزاج کا کیا پتا.....؟''

''تو تم مجھے ایسا سمجھتے ہو؟'' اسے صدمہ پہنچا۔

''تو اور کیسی ہو تم.....؟'' اس نے بڑے محظوظ انداز میں سینے پر بازو لپیٹ لیے اور دلچسپ نظروں سے اسے دیکھا..... چاندنی نے شکایتی نظروں سے فاروق کی طرف دیکھا۔

''اور رحیم خان کا کیا بنا..... کل تک تو تم اس سے محبت کرتی تھیں' وہ تمہارا شہزادہ تھا' تمہارے جوڑ کا اور ہر لحاظ سے تمہارے قابل..... پھر کیا اب کوئی اور آ گیا ہے؟''

''کوئی اور آیا ہوتا تو تمہیں روکنے کیوں آتی؟'' چاندنی کو غصہ آ گیا۔

''تو اس کا مطلب ہے اگر کوئی اور آ گیا تو تم ادھر چلی جاؤ گی۔ نہ بابا میں یہ رسک نہیں لے سکتا۔'' فاروق نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔ ''مجھے تو معاف رکھو اور گھر جاؤ مجھے پہلے ہی دیر ہو رہی ہے۔''

''تو تم مجھے اتنا برا سمجھتے ہو؟'' چاندنی کی آنکھوں سے موٹے موٹے آنسو گرنے لگے۔ ''اصل میں تو تم خود برے ہو۔ تمہیں اپنے اس عیاش اور لوفر دوست رحیم کے بارے میں معلوم تھا کہ وہ کیسا ہے پھر بھی تم نے مجھے نہیں بتایا' مجھے نہیں روکا..... تم اسی طرح مجھ سے بدلہ لینا چاہتے تھے تاکہ میں تباہ و برباد ہو جاؤں اور تم میرا تماشا دیکھو..... کیوں یہی بات تھی.....؟''

فاروق نے تاسف سے بھرپور نظر اس پر ڈالی۔

''تم مجھے آج تک سمجھ نہیں سکیں چاندنی! میں تمہارا برا کبھی نہیں چاہ سکتا۔ تمہارا برا چاہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنا برا چاہتا ہوں۔ تم لاکھ مجھے توجہ کے قابل نہ سمجھو لیکن پھر بھی میں تمہیں تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔'' فاروق کے لہجے کی سچائی نے چاندنی کو نظریں جھکانے پر مجبور کر دیا۔

''اور یہ رحیم کا کیا قصہ ہے..... اس نے کیا کہا ہے؟'' چاندنی نے فاروق کو رحیم کی داستان سنائی تو وہ الجھن میں پڑ گیا۔

رحیم اتنا برا نہیں تھا جیسا اس نے خود کو چاندنی کے سامنے پوز کیا تھا۔ وہ نماز اور روزے پر یقین رکھتا تھا۔ شراب تو بالکل نہیں پیتا تھا۔ اس کے ماں باپ بھی ایسے نہ تھے۔ ہاں لڑکیوں سے اس کی دوستیاں ضرور ہوتی تھیں۔

پھر اس نے یہ سب کیوں کیا؟

فاروق نے تو چاندنی کی محبت کا اقرار بھی نہیں کیا تھا.....

پھر وہ کیسے جان گیا؟

کیا اس نے خود ہی اندازہ لگا لیا.....؟

اور چاندنی کو خود سے متنفر کرنے اور فاروق کی طرف لوٹانے کے لیے یہ ڈرامہ کیا تھا.....؟

اس کا دل رحیم کے لیے محبت کے جذبات سے بھر گیا۔

لیکن دل میں ایک گرہ سی لگ گئی۔ کیا چاندنی اس لیے میری طرف لوٹی ہے کہ رحیم سے مایوس ہو گئی ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو اس کی محبت وقتی ہی ہو گی اور پتا نہیں یہ محبت ہے بھی کہ نہیں..... کیا پتا کل کو کوئی اور شہزادہ آ جائے تو چاندنی لپک کر اس کی طرف بڑھ جائے یا شاید اسے رحیم کی اصلیت کا علم ہو تو وہ اس سے اتنی نفرت نہ کرے جتنی اس کا خیال ہے کہ وہ کرتی ہے..... فاروق نے گہری نظروں سے چاندنی کی طرف دیکھا۔

''چاندنی! رحیم اتنا برا انسان نہیں ہے.....''

''میں یہاں رحیم کی اچھائیاں سننے نہیں آئی فاروق! میں تمہیں روکنے آئی ہوں۔''

''رحیم بہت اچھا انسان ہے۔ اس نے اپنے بارے میں جو باتیں تمہیں بتائی ہیں وہ بالکل غلط ہیں۔ وہ اس طرح کا انسان نہیں ہے۔ اس نے یہ ڈرامہ صرف میری وجہ سے کیا ہے تاکہ تم میری طرف لوٹ آؤ۔''

''اور تمہیں پتا تھا؟'' وہ حیران ہوئی۔

''نہیں۔ مجھے آج تم سے پتا چلا ہے۔ اس لیے میں تم سے کہنا چاہتا ہوں کہ تم محبت کے اظہار میں جلدی نہ کرو اور رحیم کے بارے میں سوچو۔ اب جب کہ میں نے تمہیں اس کی اصلیت بھی بتا دی ہے تو.....''

''تو بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا فاروق!''

''کیوں چاندنی! تمہیں ہمیشہ سے ایسے ہی خوب صورت مرد کی تلاش تھی۔''

''ہاں۔'' وہ خواب ناک لہجے میں بولی۔ ''لیکن جب وہ خوب صورت مرد ملا تو مجھے پتا چلا کہ میں اس سے محبت نہیں کرتی۔ میں تو صرف اس کی شکل پر مر مٹی تھی اور تب ہی مجھے احساس ہوا کہ محبت تو میں کسی اور سے ہی کرتی ہوں۔ یہ دل شروع سے ہی تمہارے ساتھ ساتھ تھا۔ بس مجھے اپنے خواب ہر وقت بھڑکاتے رہتے تھے۔ تم سے ساری لڑائیاں اوپرے دل سے کرتی تھی اور اس دن تمہیں سختی سے جواب دے کر میرا دل بھی چین سے نہیں رہا تھا۔''

''ہاں لیکن ہو سکتا ہے چاندنی کل کو کوئی اور شہزادہ آ جائے جو بالکل تمہارے خوابوں کے شہزادے جیسا

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

ہو..... اور تم آج کے فیصلے پر پچھتانے لگو۔"

"نہیں..... ایسا نہیں ہوسکتا۔" چاندنی پورے وثوق سے بولی۔ "میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ اب مجھے صاف صاف سچائی نظر آنے لگی ہے۔ شکل وصورت کی اتنی اہمیت نہیں ہوتی یہ تو آنی جانی چیزیں ہیں۔ آج ہیں اور کل نہیں ہیں..... اصل چیز انسان کا دل ہوتا ہے۔ اس میں چھپی محبت..... ہمدردی اور درد ہوتا ہے۔ انسان کی اچھائی ہوتی ہے اور تم بہت اچھے انسان ہو۔ تمہاری ساری عادتیں ہی اتنی اچھی ہیں کہ کوئی بھی لڑکی تم سے محبت کرسکتی ہے۔"

"تو ان لڑکیوں میں تم بھی شامل ہو؟" وہ شرارت سے بولا۔

"میں پہلے نمبر پر ہوں۔" وہ بھی شوخ ہوئی۔ فاروق کی آنکھوں میں نرم سی شمع جل اٹھی۔

"مجھ پر چاہے کتنی لڑکیاں عاشق ہو جائیں لیکن مجھے تو صرف ایک لڑکی سے محبت ہوگئی ہے۔ نام تو میں اس کا نہیں جانتا..... لیکن اس کی خوبیاں تمہیں گنوا سکتا ہوں۔ تم خود ہی پہچان لوگی۔ نمبر ایک یہ کہ وہ لڑکی ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی۔ نمبر دو اس سے ایک بات کہو تو وہ چار جواب میں سنانے کی اہلیت رکھتی ہے۔ نمبر تین غصہ اس کی ناک پر دھرا رہتا ہے۔ نمبر چار انگارے وہ ہر وقت چبائے رکھتی ہے۔ نمبر پانچ کسی کو خاطر میں نہیں لاتی۔ ہاں بس ایک خوبی ہے اس میں کہ وہ بہت خوب صورت ہے۔ کیا تم جانتی ہو اسے.....؟"

"نہیں تو.....؟" چاندنی نے بے خبری کا مظاہرہ کیا۔ "میں تو ایسی کسی لڑکی کو نہیں جانتی ہاں ایک لڑکی ہے ہمارے گاؤں میں۔ چاندنی نام ہے اس کا اور وہ آج کل ایک اسکول ماسٹر کے پیچھے خواہ مخواہ دیوانی ہو رہی ہے۔ کہو تو تمہیں اس سے ملواؤں؟"

"ابھی تو میں شہر جا رہا ہوں۔ واپس آؤں گا اور فرصت ملے گی تو ضرور اس لڑکی سے ملاقات کروں گا اور پھر دیکھوں گا۔ وہ میرے جوڑ کی بھی ہے یا نہیں....." فاروق بے حد شرارت سے بولا لیکن چاندنی کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

"کیا ہوا؟" فاروق ٹھٹک گیا۔

"تم پھر بھی جا رہے ہو؟" وہ بے حد مدہم آواز میں بولی جیسے اسے یقین نہ آ رہا ہو.....

"جانا تو پڑے گا۔" وہ سنجیدہ تھا۔ چاندنی کے منہ سے ایک لفظ نہ نکل سکا۔

"اب کیا کروں..... اماں نے وہاں میرا رشتہ میری پھوپو کی بیٹی سے طے کر دیا ہے۔ مجھ سے پوچھا تک نہیں لیکن کیا کروں.....؟ ماں کی حکم عدولی کیسے کروں۔ تم نے خود ہی کہا تھا اماں سے منع کر دینا۔ میں نے تمہارے کہنے پر منع کر دیا لیکن اماں کو کہیں تو میری شادی کرنی تھی....." اس نے انتہائی بے چارگی سے معصوم شکل بنا کر چاندنی کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں کے کٹورے لبالب بھرے تھے۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور دروازے کی طرف بھاگی۔ فاروق کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ وہ ایک ہی جست میں دروازے تک پہنچا اور دروازے پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

"ہٹو راستے سے....." چاندنی نے شعلہ بار نظروں سے اسے دیکھا۔ فاروق کے چہرے سے مسکراہٹ پھوٹی پڑ رہی تھی۔ "تم سمجھتے کیا ہو خود کو..... میں نے خود کو تمہارے سامنے اس طرح ظاہر کر دیا کہ کچھ بھی نہ چھپایا اور تم..... تم وہی گھٹیا..... بدلہ لینے والے بدتمیز انسان نکلے۔ تم کیا سمجھتے ہو میں مری جا رہی ہوں تم سے شادی کے لیے..... میں..... میں....."

"ارے تم تو وہی لڑکی ہو جس کی ڈھیر ساری

خوبیوں کا میں ذکر کر رہا تھا۔ غصہ اس وقت بھی تمہاری ناک پر دھرا ہے اور انگارے تم اس وقت بھی چبا رہی ہو۔ ویسے نام کیا ہے تمہارا؟" چاندنی نے چھلکتی آنکھوں سے گھور کر اسے دیکھا۔

"میں بتاتا ہوں۔ شاید تمہارا نام پٹاخوں کی لڑی ہے نہیں تو پھر پھلجھڑی ہوگا۔"

"رستا چھوڑو۔"

"کیسے چھوڑ دوں.....؟" اس نے مسکراہٹ لبوں میں دبائی۔ "اب تو دھماکوں کے بغیر گزارہ نہیں۔ بہت عادت ہوگئی ہے۔ میں اماں سے صاف کہہ دوں گا کہ میں پھوپو کی بیٹی سے شادی نہیں کر سکتا۔ مجھے معاف ہی رکھیں۔"

"تو تم مذاق کر رہے تھے.....؟" وہ روتے روتے ہنس پڑی تو فاروق نے سحر زدہ ہو کر اس خوب صورت دھوپ چھاؤں کو دیکھا۔ چاندنی مسکراتی ہوئی واپس صحن کی طرف مڑی۔ فاروق بھی پیچھے ہی تھا۔

"تو اب تو تم نہیں جا رہے نا؟"

"جانا تو پڑے گا۔ اماں نے یہ سارا سامان شہر منگوایا ہے۔ یہ اماں کی ایک رشتے کی بہن کا سامان ہے۔ وہ امریکا شفٹ ہوگئی تھیں اسی لیے سامان ہمارے ہاں رکھوا دیا تھا۔ ہم گاؤں شفٹ ہوئے تو یہ سامان بھی ساتھ لانا پڑا۔ اب وہ اماں کی بہن واپس آ گئی ہیں اس لیے اماں نے سامان منگوایا ہے۔ یہ دینے شہر جا رہا تھا۔"

"اوہ۔ تو تم یہ سامان دینے شہر جا رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"لیکن ساجی تو کہہ رہی تھی کہ تم میری وجہ سے گاؤں کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر جا رہے ہو۔" وہ روہانسی ہو کر بولی تو فاروق نے زوردار قہقہہ لگایا۔

"تو تم اسی لیے بھاگی بھاگی آئیں اور اپنا دل کھول کر رکھ دیا؟"

"تو اور کیا.....؟" وہ شرمندہ سی ہوگئی۔

"تو پھر تو مجھے ساجی کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ وہ میرے لیے فرشتہ ثابت ہوئی ورنہ تم تو اپنے دل کا حال کبھی نہیں بتائیں..... ہے نا.....؟" فاروق مسکرایا۔

"بہت برے ہو تم....."

"تم نہیں آپ....."

"اب تمہیں مجھے آپ کہنا پڑے گا؟"

"اب تمہیں اپنے سے ہر بڑے کو آپ کہنا پڑے گا اور سب کے ساتھ تمیز سے پیش آنا ہوگا۔"

"یہ شرط ہے تمہاری؟" وہ اکڑ کر بولی۔

"نہیں التجا ہے۔" وہ فوراً نرم ہوا۔

"پھر ٹھیک ہے۔" وہ اترا کر بولی تو فاروق نے آنکھوں میں دنیا جہاں کی محبت بھر کر اسے دیکھا۔

ٹھیک دو ماہ بعد ان کی شادی ہوگئی۔ سارے گاؤں میں یوں لگ رہا تھا جیسے ستارے زمین پر اتر آئے ہوں۔ رحیم ساجی کو ایک ایڈریس لکھا ہوا لفافہ دے گیا تھا اور اسے تلقین کی تھی کہ فاروق اور چاندنی کی تصویر اس میں ڈال کر ڈاک خانے دے آئے۔ رحم نے اپنی کمپنی کے زیر سایہ چھپنے والے اخبار کے اسپیشل ایڈیشن میں اس تصویر کو شائع کروایا اور نیچے ازراہِ شرارت لکھ دیا۔

"بیوٹی اینڈ دا بیسٹ"

وہ شادی میں شرکت نہیں کر سکتا تھا لیکن اسے پتا تھا کہ فاروق اور چاندنی کو یہ سرپرائز پسند آئے گا۔ یہ تصویر وہ انہیں بھیجنا نہ بھولا۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

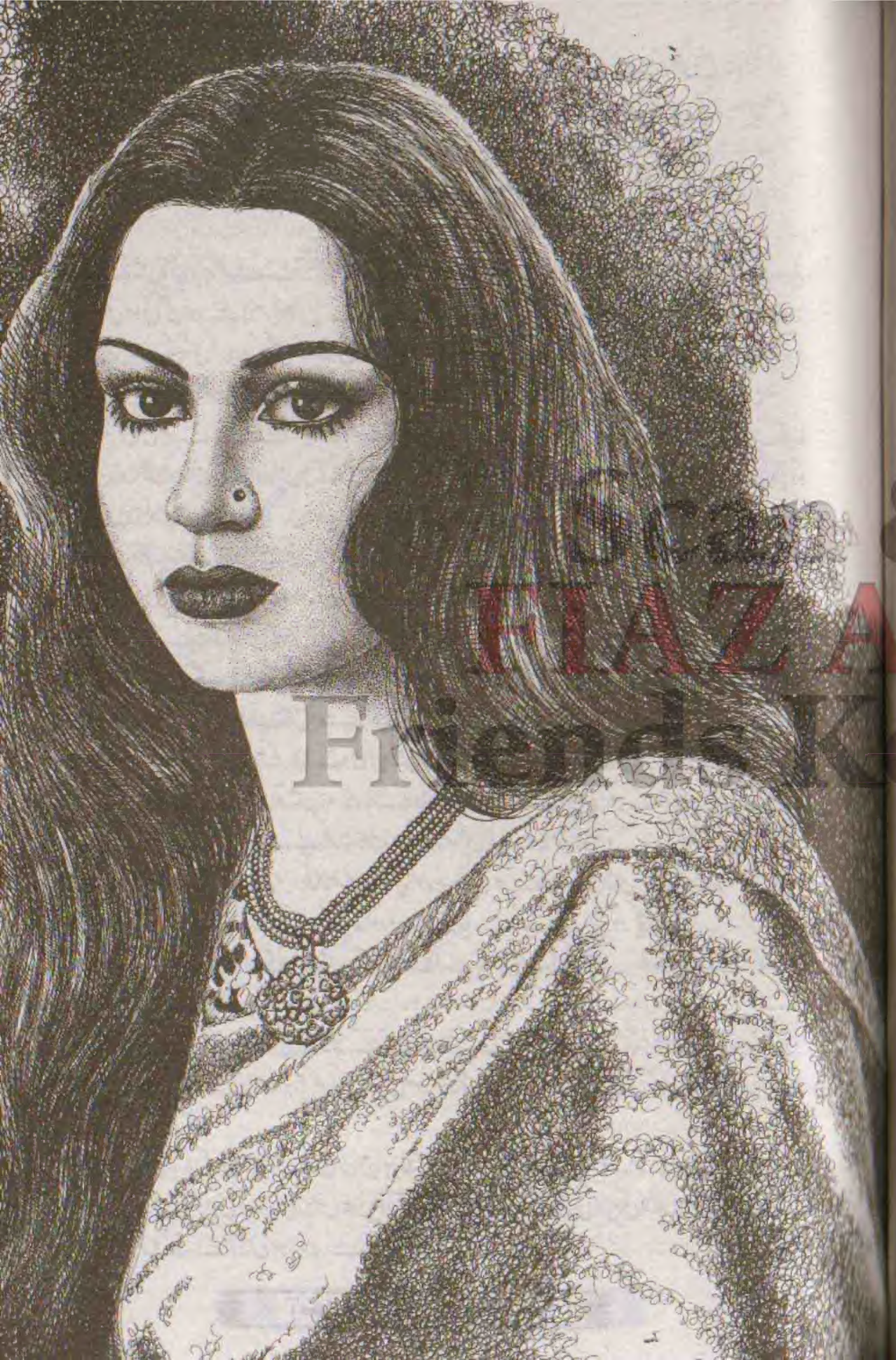

بھیگی پلکوں پر

اقراٗ صغیر احمد

بہت پہلے سے ان قدموں کی آہٹ جان لیتے ہیں
تجھے اے زندگی ہم دور سے پہچان لیتے ہیں
طبیعت اپنی گھبراتی ہے جب سنسان راتوں میں
ہم ایسے میں تیری یادوں کی چادر تان لیتے ہیں

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

قارئین کے نام
السلام علیکم!
نیا ناول "بھیگی پلکوں پر" لے کر حاضر ہوں۔
اداسی کی دبیز دھند میرے دل پر چھائی ہوئی ہے گزشتہ پانچوں ناول تحریر کرتے وقت فرحت آپی کا ساتھ میسّر تھا۔ کہانی کے ہر پوائنٹ پر ہم بات کرتے تھے، بے شمار باتوں وقہقہوں کے ساتھ۔ اب بھی وہ چہکتی ہوئی آواز میری سماعتوں میں محفوظ ہے، میں ان کے لیے دعائے مغفرت کرتی ہوں، آپی کے اصرار پر ہی میں نے یہ ناول شروع کیا تھا' پہلی قسط میں نے ان کو لکھ کر بھیج دی تھی لیکن معلوم نہ تھا کہ یہ ان کے جانے کے بعد شائع ہوگی۔ اپنی فرینڈز، اپنی سسٹرز کے ازحد اصرار پر "بھیگی پلکوں پر" حاضر ہے۔
سمیرا کاجل صدیقی! آپ کی محبت آمیز توصیف کے لیے بے حد مشکور ہوں۔ اقراء صغیر احمد آپ کی رائٹر ہے، آپ کے لیے ہی لکھتی ہے۔
رائٹر کے لیے اس کا قیمتی اثاثہ اس کو پڑھنے والے ہوتے ہیں اور ربّ کا شکر ہے کہ میں آپ لوگوں کی محبتوں سے مالا مال ہوں۔
میری کہانی کے کردار ماورائی نہیں ہوتے، اس معاشرے میں ہمارے اردگرد ہی بسنے والے لوگ ہوتے ہیں' جن کو میں تخلیقاتی نگاہ سے دیکھتی ہوں اور ہر ایک چہرے پر کئی کہانیاں نظر آتی ہیں، جن کو جوں کا توں تحریر کر دیا جائے تو شاید کوئی پڑھنے کو تیار نہ ہو کہ ان کڑوی وکسیلی حقیقتوں سے فرار کے لیے تو ہم رسالوں کا، تحریروں کا دامن تھامتے

ہیں اس لیے تلخ حقیقت کو شکر میں لپیٹ کر کرنا پڑتا ہے، بدصورت رویوں کو خوب صورت انداز میں سجانا سنوارنا کرنا پڑتا ہے تاکہ پڑھنے والے کچھ وقت کے لیے سہی، مسائل و پریشانیوں سے بچ کر راحت حاصل کرسکیں۔ میں اپنی کوششوں میں کہاں تک کامیاب ہوتی ہوں اس کا پتا مجھے آپ کے خطوط دیتے ہیں۔

☆☆☆

وہ کمرے میں آئی تو ہر طرف بے ترتیبی پھیلی ہوئی تھی۔ صوفے کے کشنز اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے تھے، بیڈ سے چادر سمٹی ہوئی تھی اور تکیے اِدھر اُدھر پڑے ہوئے تھے۔ رائٹنگ ٹیبل پر رکھی کتابوں کو بھی منتشر کیا گیا تھا اور اس پر رکھے لیمپ کی لمبی گردن کو بھی فراخدلی سے مروڑا گیا تھا۔ ڈریسنگ ٹیبل پر رکھے اس کے برش و پرفیوم بھی کسی مدہوش شرابی کی طرح لڑھکے ہوئے تھے۔ غصے و صدمے سے چند ثانیے تو وہ گنگ رہ گئی تھی۔

یہ کمرا جس کی ہر شے سے اسے اُنسیت و محبت تھی، یہاں کے در و دیوار سے اسے مہک آتی تھی۔ ایک ایسا لمس محسوس ہوتا تھا جو ماں کی گود اور اس کی آغوش میں محسوس ہوتا تھا، اس کمرے میں داخل ہوتے ہی اسے لگتا وہ میٹھی ٹھنڈی پُرسکون چھاؤں میں آ گئی ہو۔ اس کی تمام بے چینیاں، اضطراب اپنا وجود کھو بیٹھتے تھے۔ یہ کمرا جو اس کا ہمدم تھا، ہم راز تھا اس کو چھیننے کی، قبضہ کرنے کی اس سے ماضی میں بھی کوششیں کی گئی تھیں اور اب حال میں بھی سعی جاری تھی۔ عادلہ گزشتہ دو سال سے اس سے ضد باندھ کر بیٹھی تھی کہ اس کا کمرا وہ لینا چاہتی تھی۔ عادلہ جو عمر میں اس سے چند ماہ ہی چھوٹی تھی مگر رتی بھر بھی وہ اسے اہمیت و عزت دینے کی روادار نہ تھی۔ وہ ہمیشہ اس کی ضد ثابت ہوئی تھی۔ اب بھی کمرے میں یہ تمام ''تخریب کاری'' اس کی شدت پسند طبیعت کی عکاس تھی۔ وہ برملا کہہ چکی تھی اس کمرے میں وہ اسے بھی سکون سے نہیں رہنے دے گی۔

''عادلہ ڈیئر! میں میدان چھوڑ کر بھاگنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ یہ تمام سامان کیا، اگر تم یہاں کی ایک ایک اینٹ بھی اُکھیڑ کر پھینک دو گی تو میں ہمت ہارنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ تم نے، مما اور سب نے کیا کچھ نہیں کیا یہ کمرا مجھ سے چھیننے کے لیے، مگر ناکام رہے اور تم بھی ہمیشہ ناکام رہو گی۔''

اس نے اپنے ٹوٹتے، بکھرتے عزم کو از سر نو تازہ کیا اور جُت گئی کمرے کی درستگی میں..... پھر چند گھنٹوں بعد ہی کمرا اپنی مخصوص آب و تاب سے چمک اُٹھا تھا اور وہ بڑے پیار سے ایک ایک چیز کو دیکھ رہی تھی۔

''پری! پری..... او پری!'' دادی ہاتھ میں تسبیح پکڑے اسے پکارتی اندر آئی تھیں۔ ''ارے کم بخت! کانوں میں تیل ڈال کر بیٹھی ہے یا زبان کٹوا دی ہے؟''

''میری زبان کیوں کٹے؟ ہاتھ کٹیں عادلہ کے، جن سے اس نے میرے کمرے کو کباڑ خانہ بنا کر رکھ دیا تھا۔ پورے ڈھائی گھنٹے کی محنت کے بعد میرا کمرا اپنی اصل صورت میں لوٹا ہے۔ عادلہ کچھ بھی کرلے، میں کمرا اسے دینے والی نہیں ہوں۔''

''کمرا..... کمرا..... کمرا! میں کہتی ہوں کیوں ہر وقت تیرے دماغ میں کمرا گھسا رہتا ہے لڑکی! کون سا خزانہ دفن ہے یہاں؟'' دادی کی زبان رواں ہوئی تو تسبیح کے دانوں پر حرکت کرتی ان کی اُنگلیاں رُک گئیں۔

''ماضی کسی خزانے سے کم نہیں ہوتا، میرے ماضی کا خزانہ دفن ہے یہاں۔''

''بڑا شاہانہ ماضی گزرا ہے تیرا۔'' ان کے لہجے میں طنزیہ رنج اُبھر آیا۔

''ماضی جیسا بھی ہو، ماضی ہوتا ہے۔'' اس کی دھیمی آواز اُبھری۔

''اچھا..... اب بس کر۔ ضروری نہیں ہوتا کہ ہر بات کا جواب دیا جائے۔''

''سوری دادی جان! میں نے آپ کی آواز سنی نہیں، آپ کیا کہہ رہی تھیں؟'' اس نے ان کے قریب صوفے پر بیٹھ کر پوچھا۔ اس کا موڈ درست ہوا تو دادی کے چہرے پر بھی وہ مسکراہٹ و خوشی در آئی جو یہاں آنے سے قبل تھی۔ ''اوہو! آپ مسکرا رہی ہیں، اس کا مطلب ہے کوئی اچھی خبر ہے آپ کے پاس۔'' آن واحد میں وہ ان سے چپک کر گلے میں بازو ڈال کر بولی۔

''کہہ تو ایسے رہی ہے جیسے میں کبھی مسکراتی نہیں ہوں۔''

''لیکن آج تو آپ کے منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں۔ وہ بھی گلاب کے۔ خدارا دادی! جلدی بتائیں نا! کیا خبر ہے؟'' وہ سخت مضطرب ہوئی جاننے کے لیے۔

''ہاں..... ہاں باتوں میں تم سے کون جیت سکتا ہے بھلا۔'' دادی کے تیور ایک دم ہی وقت کی طرح بدلنے لگے تو اس کے اندر خطرے کا سائرن بجنے لگا۔ دادی اور وہ اک جان دو قالب تھیں، دادی جسم تھیں تو وہ ان کی پرچھائیں تھی۔ دونوں ہی ایک دوسری کے بغیر رہنے کی عادی نہ تھیں۔ دادی کا وجود اس کے لیے ٹھنڈے میٹھے چشمے کے آب رواں کی طرح تھا۔ کبھی وہ گہری رازدار سہیلیوں کی طرح سر جوڑے گفتگو میں مصروف ہوتیں اور کبھی اس کی بے حد جذباتی و جلد باز فطرت کے باعث وہ ان سے بھرپور ڈانٹ سُن رہی ہوتی۔ مگر یہ سب چند لمحات کے لیے ہوتا پھر راوی چین ہی چین لکھتا تھا۔ اس کی اور دادی جان کی مثالی دوستی کے کسی وقت میں ایک ہستی نے بڑی بے رحمی سے پر خچے اُڑائے تھے اور تقریباً دادی کو اس سے چھین لیا تھا۔ وہ اس دوران گویا بالکل تہی دست و تہی داماں ہو کر رہ گئی تھی اور اب ایک عرصے کے بعد ان کے چہرے پر نمودار ہونے والی مسرت و شادمانی اس بات کی علامت تھی کہ ان کے درمیان پھر فاصلہ بڑھنے والا ہے۔

''دادی جان! بتائیں نا۔'' خوشی و تجسس کی جگہ فکر و اندیشوں نے لے لی۔

''ہاں..... تمہارے تاؤ کا فون آیا تھا، کچھ دیر قبل.....'' مسرت اور طمانیت نے ان کا پھر احاطہ کیا تھا شدت سے۔

''واہ! آ رہے ہیں نا تاؤ جان؟'' تایا کے ذکر پر اس کے چہرے پر چمک در آئی تھی۔

''بے صبری دنیا بھر کی! پہلے سُن تو لے پوری بات۔'' وہ ڈپٹ کر بولیں۔ ''فراز نہیں آ رہا ہے، وہ بہو اور طغرل کو بھیج رہا ہے، خود بعد میں آئے گا۔'' طغرل کے نام پر ان کی آنکھوں و چہرے پر ہوتے چراغاں نے اس کے اندر آگ سی بھڑکا دی تھی، اس کا پور پور سلگ اُٹھا تھا۔

''تاؤ جان کو آنا چاہیے تھا، وہ کتنے عرصے سے نہیں آئے ہیں۔''

''اچھا! طغرل تو ہر روز چکر لگاتا ہے یہاں؟'' وہ اس کو جلتے دیکھ کر کاٹ دار لہجے میں گویا ہوئیں۔

''اگر وہ یہاں اسی شہر میں ہوتا تو صبح، دوپہر، شام یہاں ہی جما رہتا۔''

''ارے دماغ درست ہے؟ کس طرح پکار رہی ہو طغرل کو؟ تمیز و ادب سے تو تمہارا دُور کا بھی تعلق محسوس

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

نہیں ہورہا۔ کس بے شرمی سے کہہ رہی ہو؟'' حسب عادت وہ طغرل کے معاملے میں آنکھیں بدل بیٹھیں۔

''ایک نہ دو، پورے تین سال بڑا ہے تم سے، ادب کرنا سیکھو۔'' دادی نے ''تین'' کو اس قدر جما کر کہا گویا تین نہ ہو، تیس سال بڑا ہو۔ ''پرسوں آرہے ہیں دونوں ماں بیٹے اور کان صاف کرکے سُن لو، ہمیشہ کی طرح بھاگنے کی ضرورت نہیں ہے، گھر میں بیٹھ کر ماں، بہنوں کی کام میں مدد کرنا، وہ دونوں ہی ہوں گے ان کی وجہ سے کام تو معمولی سا ہی بڑھے گا۔ مگر ان سے ملنے ملانے والوں کا آنا جانا بھی لگا ہی رہے گا۔'' وہ چہرہ چھپائے ناگواری سے ان کی ہدایتیں سُن رہی تھی۔

''آپ فکر نہ کریں، میں نے آپ کی تمام ہدایتیں پلّو سے باندھ لی ہیں۔ جیسا آپ چاہیں گی ویسا ہی ہوگا اور کوئی حکم ہو تو وہ بھی دے دیں۔''

''یہ کمرا طغرل کو دینا ہوگا تم کو.....''

''مے.....را.....کم.....را؟'' دادی نے جتنی آہستگی سے کہا تھا وہ اس قدر ہی گلا پھاڑتی اُٹھ کھڑی ہوئی تو دادی بھی کھڑی ہوگئیں۔ ''میرا کمرا.....اور میں کسی کو دے دوں؟ ناممکن ہے دادی جان!'' وہ تو گویا انگاروں پر لوٹنے لگی تھی، ہر طرف جلن ہی جلن تھی۔

''مرو نہیں، کمرا ہی مانگا ہے کوئی جان نہیں، جو بن جل مچھلی بن گئی ہو۔'' ان کا لہجہ سخت و کھٹور ہوگیا۔ ساری مسرت و محبت ہوا ہوگئی تھی۔

''دادی جان! میں جان دے دوں گی۔ مگر کمرا ہرگز ہرگز نہیں دوں گی۔''

''بلاوجہ بحث مت کرو۔ کمرا تو تمہیں دینا ہوگا ہر حال میں۔''

''میں کمرا نہیں دوں گی، نہیں دوں گی اور نہیں دوں گی۔ جس کو دیکھو میرے کمرے پر نظر رکھتا ہے، اس گھر میں اور بھی کمرے ہیں ان میں سے کوئی سا دے دیں۔''

''بھینس کے آگے بین بجانے کا کوئی فائدہ نہیں دادی! یہ کمرا کسی کو نہیں دے گی اور دیکھنا اسی کمرے میں اس کا مزار بنے گا۔'' عادلہ جو باہر کھڑی سب سُن رہی تھی اندر آکر تمسخرانہ لہجے میں بولی۔

''میرے مزار پر قوالی تم ہی کروگی نا!'' وہ دوبدو گویا ہوئی۔

''تم ایسی نیک نہیں ہو۔'' وہ چڑ گئی۔

''مگر مزار تو نیک لوگوں کے ہی بنتے ہیں۔''

''چپ ہوجاؤ۔ اری عادلہ! قد تو تیرا بڑھتے بڑھتے رُک گیا مگر یہ سارے جہاں کی فسادن زبان تیری دن بدن لمبی ہوتی جارہی ہے، روک لے اس کو ورنہ تیرے باپ کو ایک ملازم رکھنا پڑے گا جو تیرے پیچھے پیچھے تیری لمبی زبان پکڑے چلے گا۔'' دادی کی بات پر غصے کے باوجود پری ہنسی ضبط نہ کرسکی تھی اور ہنستی چلی گئی۔

''بس..... بس آپ تو میری بے عزتی کرتی رہیں۔ ہونہہ!'' مارے غصے و توہین کے وہ تنتناتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

''بس! اب اپنے دانت اندر کرلو اور کمرا طغرل کے لیے سنوارنا شروع کرو۔'' عادلہ کے جانے کے بعد وہ بھی کہتی ہوئی کمرے سے نکل گئیں۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

"بہن رضیہ! بات کی تم نے منیر بھائی سے؟" کپڑے استری کرتی رجاء نے پڑوسن خالہ حاجرہ کی آواز سن کر منہ بنایا۔

"ہاں..... آؤ بیٹھو، میں نے بات کی تھی کل رات رجاء کے ابو سے۔" حاجرہ پر تجسّس انداز میں پلنگ پر ان کے قریب بیٹھ گئی تھیں۔ "وہ کہہ رہے ہیں، محلے میں سب ہی تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ کسی میں ہمت نہیں ہے منہ در منہ بات کرنے کی۔ کوئی ساتھ دینے کو تیار ہی نہیں ہے۔ ایسے مسئلے تنہا بندے سے حل کہاں ہوتے ہیں، جب تک سب ساتھ نہ دیں؟"

"بھائی منیر کو ایسے ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔ اگر ہمارے محلے میں ایسے لوگ بسنے لگیں گے تو ہم جیسے شرفاء کہاں جائیں گے بھلا؟" وہ تیکھے لہجے میں گویا ہوئیں۔

"تم بھائی برکت کو کیوں نہیں سمجھاتیں۔ انہیں بھی....."

"ان کی تو بات چھوڑو، وہ تو بہت ہی سیدھے ہیں، گھر میں بھی کم بات کرتے ہیں۔" حاجرہ ان کی بات قطع کرکے اطمینان سے گویا ہوئی۔

"انسان کو اتنا سیدھا بھی نہیں ہونا چاہیے کہ حق کی بات ہی نہ کرسکے۔"

"خیر، باتیں تو وہ بہت اچھی کرتے ہیں مگر ان معاملوں سے دور رہتے ہیں۔"

"رجاء کے ابو بھی ایسے ہی ہیں، ان کی یہی کوشش ہوتی ہے پڑوسیوں کو ان کی ذات سے کوئی معمولی سی بھی تکلیف نہ پہنچے، ہمارے مذہب میں پڑوسیوں کے حقوق کا درجہ بہت زیادہ ہے۔" رضیہ گوبھی کاٹتے ہوئے بولی۔

"جب پڑوس میں ایسے لوگ آجائیں تو پھر.....؟"

"ایک بات کہوں؟ مجھے وہ عورت ٹھیک لگی، اردگرد سے بے خبر، اپنی ذات میں گم، بڑی سی چادر میں اس نے خود کو ڈھانپا ہوا تھا۔"

"اچھا! تم کو کہاں مل گئی وہ؟" حاجرہ کے لہجے میں بلا کا اشتیاق پیدا ہوا۔

"کل رجاء کو کالج سے دیر ہوگئی تھی، میں وین دیکھنے گئی تھی، وہ بھی اسٹاپ سے آرہی تھی تب دیکھا اس کو قریب سے، مجھے اس میں ایسی کوئی بات نظر نہ آئی۔"

"کوئی بات نہ ہوئی؟ تمہارے تو گھر کے بالکل سامنے رہتی ہے۔"

"نہیں..... میں بھی جلدی میں تھی، اس لیے کوئی بات نہ ہوسکی۔"

"تم جلدی میں تھیں وہ تو جلدی میں نہ ہوگی۔ یوں سمجھ لو حسین ہونے کے ساتھ مغرور بھی ہے تب ہی تم سے مروتاً بھی بات نہ کی۔"

"آداب خالہ!" رجاء شربت کے گلاس ٹرے میں رکھے اندر آئی تو حاجرہ بولی۔

"کہاں کی تیاری ہے؟" وہ گلاس تھام کر اس کو کھوجتی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

"کوچنگ سینٹر جاؤں گی، دوست کا انتظار کررہی ہوں۔" وہ امی سے گو بھی لے کر کچن کی طرف چلی گئی۔

"رضیہ بہن! کیا کروگی اتنا پڑھا کر؟ صبح و شام اسے کتابیں سنبھالے آتے جاتے دیکھتی ہوں، وقت اچھا نہیں ہے۔ میری مانو تو گھر بٹھالو اور گھرداری سکھاؤ، سسرال میں کتابیں کام تھوڑی آتی ہیں، سلیقہ مندی و ہنر کام آتے ہیں۔ میں نے اپنی بچیوں کو میٹرک سے آگے پڑھنے نہیں دیا۔"

"یہ زیادتی کی ہے تم نے بچیوں کے ساتھ..... تعلیم شعور دیتی ہے، اس سے زندگی کے مرحلے بہت آسان ہوجاتے ہیں، اصل زیور عورت کا تعلیم ہے۔" انہوں نے گلاس خالی کرکے ٹرے میں رکھے تو رجاء اُٹھا کر لے گئی۔ وہ پان بنانے لگیں۔

"تم کہہ رہی تھیں رجاء کی بات تمہاری نند کے بیٹے سے طے ہے تو کیا وہ بھی نہیں کہہ رہی ہیں شادی کے لیے؟ خیر سے ایک عرصہ ہوگیا منگنی کو۔"

کمرے میں عبایا پہنتی رجاء کے چہرے پر بے زاری پھیل گئی تھی۔

"نہیں، دراصل یہ جبران کی ہی خواہش ہے کہ رجاء اعلیٰ تعلیم حاصل کرے۔"

"عجیب لڑکا ہے جو خود ایسی خواہش کیے بیٹھا ہے ورنہ آج کل تو لڑکے ہتھیلی پر سرسوں جمائے پھرتے ہیں کہ لڑکی دیکھی نہیں اور شادی کی رٹ شروع۔"

"امی! وردہ آگئی ہے، میں جارہی ہوں۔" وہ کتابیں اُٹھائے بولی۔

"اچھا! حجاب ٹھیک طرح سے لگاؤ، ڈھیلا ہورہا ہے۔" ماں کی تاکید پر اس نے حجاب درست کیا تھا اور گیٹ پر کھڑی وردہ کے ساتھ گھر سے باہر نکل آئی تھی۔ ماں کی تنبیہ پر وہ پشیمان سی ہوگئی تھی۔

"خالہ بی جمالو آج کل تمہارے گھر کے خوب چکر لگا رہی ہیں۔ خیر تو ہے؟" گلی سے باہر نکلتے ہی وردہ کی تمام سنجیدگی غائب ہوچکی تھی۔

"شرم کرو، عمر میں وہ تم سے کتنی بڑی ہیں۔" رجاء کے کہنے پر وہ ہنس کر بولی۔

"میں کیا سارا محلّہ ان کو اسی عرفیت سے پکارتا ہے بلکہ کچھ لوگ تو ان کو "ماچس" بھی کہتے ہیں، جہاں جاتی ہیں آگ لگاتی ہیں۔"

"خالہ حاجرہ ہیں تو اِدھر کی اُدھر کرنے میں ماہر، ہر کسی کی بُرائی کرتی رہتی ہیں۔" اسے بھی اس کی بات کی تائید کرنی پڑی تھی کہ خود چلی بھنی بیٹھی تھی۔ "کئی ہفتوں سے ان کا موضوع اپنے محلے میں آنے والی وہ نئی پڑوسن ہیں جن سے حسب عادت انہوں نے بہت دوستی گانٹھنے کی کوشش کی اور جواباً پزیرائی نہ ملی تو وہ ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے لگ گئی ہیں۔" قدموں سے تیز رجاء کی زبان چل رہی تھی۔ وردہ پورے انہماک سے اس کی گفتگو سُن رہی تھی، بول اُٹھی۔

"واہ! تم نے دیکھا ان کو؟ بخدا آج ہی دیکھا ہے میں نے قریب سے انہیں، واہ! کیا حُسن ہے، کم از کم اتنا مکمل حُسن میں نے آج تک نہیں دیکھا تھا۔" وردہ کے لہجے میں بھرپور ستائش و توصیف تھی جب کہ رجاء خاموش رہی تھی۔

"میرے قریب سے گزری تھیں، میں مسکرانے لگی تو کوئی تاثر نہ دیا، نظر انداز کرکے چلی گئی تھیں، بہت مغرور حسینہ ہیں وہ۔"

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

"حُسن کا احساس مغرور بنا ہی دیتا ہے، میں بھی انہیں کھڑکی اور بالکونی پر کھڑے دیکھتی ہوں، شاید امی کی ہم عمر ہوں گی لیکن اتنی عمر والی دکھائی نہیں دیتی ہیں۔" کوچنگ سینٹر گھر سے زیادہ فاصلے پر نہ تھا۔ وہ دونوں پیدل چلا کرتی تھیں اور سفر کے دوران باتوں میں فاصلہ مزید سمٹ جاتا تھا۔ ابھی وہ اور کچھ کہتی کہ سامنے کھڑے شخص پر نگاہ پڑتے ہی گھبرا گئی۔

☆

فیاض اخبار کے مطالعے میں مصروف تھے۔ سرمئی بارڈر والی گلابی بنارسی ساڑھی میچنگ میں جیولری اور موتیے کے گجرے لگائے بنی سنوری صباحت اندر داخل ہوئی تھیں۔ پہلے ایک طائرانہ نگاہ انہوں نے خود پر ڈالی اور مطمئن ہوکر آگے بڑھ کر فیاض صاحب کے قریب بیٹھ گئی تھیں۔ انہوں نے ایک اچٹتی نگاہ ان پر ڈالی پھر بے نیازی سے مطالعے میں مصروف ہوگئے اور ان کا یہ سرسری و بے نیاز انداز صباحت کو تپا گیا مگر وہ ظاہر نہ کرسکیں۔

"دل کھول کر ثریا باجی نے بیٹے کی شادی پر دولت لٹائی ہے۔ مایوں، مہندی، ولیمہ، ہر تقریب لاجواب۔ نامعلوم کتنے عرصے تک ثریا باجی کے بیٹے کی شادی کے چرچے رہیں گے۔" میاں بدستور مصروف تھے، انہوں نے خود ہی گفتگو کی ابتداء کی تھی۔

"ان کی بہو کو دیکھ کر تو میرے سینے پر سانپ لوٹ گئے۔ اگر آپ مان جاتے تو اس کی جگہ میری عادلہ یا عائلہ دلہن بنی بیٹھی ہوتی، کتنی کوشش کی ثریا باجی نے کہ آپ مان جائیں۔ ان کے بیٹے کو داماد بنالیں مگر آپ کی "نا" کبھی "ہاں" میں نہیں بدل سکتی ہے۔ کینیڈا کی شہریت ہے ان کے پاس، ایک بیٹی کسی امیر فیملی میں چلی جاتی تو باقی کے لیے بھی راستے کھل جاتے لیکن..... آپ میری کسی بات کو اہمیت کہاں دینے والے ہیں۔" ان کے لہجے میں آزردگی در آئی۔

"میری بیٹیاں لاوارث نہیں ہیں صباحت بیگم! جو ایسے نو دولتیوں کو دوں گا، جن کے حسب ونسب کا معلوم نہیں، نا ہی اپنے اطوار سے خاندانی لگتے ہیں۔" وہ اخبار چہرے سے ہٹا کر ان سے مخاطب ہوئے۔

"وہ وقت گزر گیا جب خاندان، حسب ونسب دیکھا جاتا تھا۔ اب صرف دولت دیکھی جاتی ہے۔"

"حرام وحلال کی تمیز مٹ گئی ہے، جائز وناجائز لوگ بھول بیٹھے ہیں مگر میں نہیں بھولا ہوں اور نا تمہیں بھولنے دوں گا۔" وہ اٹل لہجے میں بولے۔ صباحت جز بز ہوکر رہ گئیں پھر موضوع بدل کر بولیں۔

"اماں جی نے کچھ بتایا آپ کو.....؟"

"کیا.....؟" وہ دوبارہ مطالعے میں غرق ہوچکے تھے۔

"بھابی جان اور طغرل پاکستان آرہے ہیں۔"

"ہاں، بتایا تھا..... وہ بھلا مجھے کیوں نہیں بتائیں گی؟"

"توبہ! مجال ہے جو آپ کوئی سیدھا جواب دے دیں، میرا مطلب ہے وہ لوگ آرہے ہیں تو گھر کا بجٹ تو چار گنا بڑھ جائے گا۔ فی الحال ایک موٹی رقم میرے ہاتھ میں رکھ دیں تاکہ میں شاپنگ کرلوں۔"

"بھابی اور طغرل کے سنگ تمام آسٹریلیا آرہا ہے کیا؟" وہ اخبار میز پر رکھ کر حیرانی سے استفسار

کرنے لگے۔

"آسٹریلیا سے تو وہ صرف دو ہی آرہے ہیں، ان کے آنے کے بعد جو یہاں پر ان کی زیارت کو پورا پاکستان چلا آئے گا ان کو ٹھنسانے کے لیے ایک بڑے بجٹ کی ضرورت پڑے گی، وہ رقم تو میں ابھی مانگ ہی نہیں رہی ہوں۔"

"یہ رقم کس لیے چاہیے پھر.....؟" وہ ازحد متعجب ہوئے۔

"گھر کی تزئین وآرائش کروں گی۔ ہر چیز کی ضرورت ہے۔ بھابی وہاں محل نما بنگلے میں رہتی ہیں، ہمارے اس کھنڈر میں تھوڑی بہت تو خوب صورتی پیدا کرنی پڑے گی۔"

"اچھا....." وہ متفکر انداز میں گہرا سانس لے کر گویا ہوئے۔

"کیسی لگ رہی ہوں میں؟" وہ ان کے مقابل کھڑی ہوکر گویا ہوئیں۔

"بھئی! جیسی ہو..... ویسی ہی..... اور کیسی؟" وہ جھنجلائے۔

"وہاں سب نے میری تعریف کی ہے اور آپ کو میں اچھی ہی نہیں لگتی۔" ہر دفعہ کی طرح ان کے سپاٹ انداز پر وہ جلے کٹے انداز میں بولیں۔

"کتنی دفعہ تمہیں کہا ہے، ہم سوبر لوگ ہیں۔ عمر کے اس دور سے نکل چکے ہیں جب بننے سنورنے اور تعریف وتوصیف کی چاہ ہوتی ہے، اب ہماری بچیاں بڑی ہوچکی ہیں اور جب بیٹیاں جوان ہوجائیں تو ماں کی ذمے داریاں بڑھ جاتی ہیں۔" وہ ان کے بازو پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے گویا ہوئے۔ "جوان بیٹیوں کی مائیں بنتی سنورتی اچھی نہیں لگتیں۔ ہر عمر کا ایک تقاضا ہوتا ہے۔ اب تمہیں سادگی اختیار کرنی چاہیے۔ میرا مطلب ہے، وہ مائیں میری نظر میں احمق و بے وقوف ہوتی ہیں جو جوان بیٹیوں کے ساتھ خود بھی جوان نظر آنے کی تگ ودو میں لگی رہتی ہیں۔" وہ کہہ کر چلے گئے۔ صباحت جل کر رہ گئیں ان کے انداز بے نیازی پر۔

"ہونہہ! نت نئے فلسفے جھاڑنے کے علاوہ اس آدمی کو کچھ نہیں آتا۔ اب ایسی بھی عمر میری نہیں ہوئی کہ بننا، سنورنا چھوڑ دوں..... اس مرد کی نگاہوں میں اور دل میں میرے لیے ابھی تک جگہ نہیں بنی ہے پھر میری عمر ہی کیا ہے ابھی! یہ الگ بات ہے کہ لڑکیاں کچھ جلدی ہی بڑی ہوگئی ہیں اس کا یہ مقصد تھوڑی ہے کہ میں دل مار کر بیٹھ جاؤں۔"

☆

صباحت کو مطلوبہ رقم ملی تو وہ گھر کی تزئین وآرائش میں مصروف ہوگئیں۔ اماں جان اور پری میں کمرے کی وجہ سے خاصی ناراضی بڑھ گئی تھی۔ اگر بات طغرل کی نہ ہوتی تو اماں بھی ایسی کوئی زور زبردستی نہ کرتیں کہ وہ جانتی تھیں، پری اس کمرے سے جذباتی طور پر وابستہ ہے اور جس طرح وہ اپنے کمرے کا خیال رکھتی تھی وہ بھی مثالی تھا۔ ان کے سسر کے دور کا بنا یہ بنگلہ سالوں سے کسی مرمت و دیکھ بھال کے بغیر استعمال سے اب اپنی آب وتاب کھو چکا تھا۔ تہواروں کے موقع پر صباحت اندرونی کمروں پر توجہ دیا کرتی تھیں، باقی حصے تزئین و آرائش، رنگ وروغن سے محروم رہتے تھے، ان کے برعکس پری نے اپنے کمرے اور اس کے ملحقہ پورشن کو بھی خوب صاف وشفاف رکھا ہوا تھا اور اپنی طبیعت کے مطابق سجایا ہوا تھا یہی سگھڑپن اسے مہنگا پڑ گیا تھا۔ رات

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

سے بھوک ہڑتال کیے وہ کمرے میں پڑی تھی۔ اماں جان نے بہت چاہا وہ ضد چھوڑ کر ان کی بات مان لے اور وہ یہ بات ماننے کو تیار نہ تھی۔

"کیوں پریشان کرتی ہو مجھے بری! چند دنوں کی تو بات ہے۔ کمرا مل جائے گا تمہیں واپس، وہ ساتھ تو لے کر نہیں جائے گا۔" وہ اس کی بھیگی پلکیں دیکھ کر نرم لہجے میں گویا ہوئیں۔

"میں جان دے دوں گی، کمرا نہیں دوں گی۔" وہ منمنائی۔

"ٹھیک ہے، کروا اپنی ضد پوری۔ کردو باپ کی عزت نیلام۔ تم سے بھلا خیر کی توقع کیوں کی جائے؟" وہ گہرا سانس لے کر افسردگی سے گویا ہوئیں۔

"میں نے ایسا کیا کردیا جو آپ یوں کہہ رہی ہیں؟" دادی کی آنکھوں میں در آنے والی نمی نے اسے بوکھلا دیا۔

"تم جانتی ہو نا، تمہارا باپ باوجود کوشش کے بنگلے کی مرمت نہ کروا سکا، نا ہی گیسٹ روم میں جو کچھ کام تھا وہ کروا سکا۔ یہ گھر تمہارے دادا کے زمانے کا بنا ہوا ہے۔ جب سے اب تک استعمال ہو رہا ہے۔ کبھی اس میں پیسہ لگانے کی ضرورت تمہارے دادا نے محسوس کی اور نا تمہارے باپ نے اور رہی سہی کسر صباحت کی کاہلی و پھوہڑ پن نے پوری کردی۔ کئی کمرے اُجڑے پڑے ہیں۔"

"دادی! وہ کسی پرستان سے تو نہیں آرہا ہے جو آپ اس کو اس قدر اہمیت دے رہی ہیں۔ وہ بھی اسی دنیا کا فرد ہے۔"

"تمیز سے بات کر، طغرل بڑا ہے تجھ سے۔" انہوں نے فوراً ڈانٹا۔

"دادی جان! وہ ابھی آئے بھی نہیں ہیں اور آپ بدل گئی ہیں مجھ سے۔" اس نے ان کے گھٹنوں پر ہی سر رکھ کر رونا شروع کردیا۔

"ارے..... میں کیوں بدلوں گی؟" انہوں نے بازو سے پکڑ کر اسے اپنے قریب بٹھالیا۔ "تُو تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، تیری جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔" ان کے لہجے میں محبت ہی محبت تھی۔ "ساری بات میں نے تمہیں سمجھادی، اب تمہاری مرضی ہے۔ باپ کی عزت کا خیال کرتی ہو یا اپنی من مانی کرتی ہو۔ وہ وہاں بہت اعلیٰ گھر میں رہنے کا عادی ہے۔" دادی نے کسی سیاست داں کی طرح آخری حربہ استعمال کیا تھا۔ بات اس کے باپ کی عزت و نام کی آ گئی تھی یہاں پر اسے ہتھیار ڈالنے ہی پڑے تھے۔

"اب اگر اچھا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو یوں منہ نہ بناؤ۔ خوشی خوشی اپنا سامان میرے کمرے میں لے آؤ۔" دادی نہال ہوگئی تھیں۔ وہ دل میں طغرل کو گالیاں دیتی ہوئی اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"کہاں جارہی ہو؟ پہلے بال باندھو، کتنی بار سمجھایا ہے دونوں وقت مل رہے ہوں تو بال کھولنے نہیں چاہئیں لیکن تمہیں یہ بات سمجھ نہیں آتی۔"

"دادو! بال کھلے ہوں تو کیا ہو جاتا ہے؟" ماضی کے جھروکوں سے ایک شوخ صدا اُبھری تھی۔

"جن عاشق ہو جاتے ہیں میرے بچے!"

"ہاہاہا..... جن چڑیل پر عاشق تھوڑی ہوتے ہیں۔" اس کی استہزائیہ ہنسی آج بھی اس کی سماعتوں میں

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

محفوظ تھی۔

”کیا ہوا؟“ وردہ نے دلچسپی سے اس کی گھبراہٹ نوٹ کرکے پوچھا جب کہ وہ شخص ایک بھرپور نگاہ اس پر ڈال کر خاموشی سے چلا گیا تھا۔

”اتنا گھبرانے کی کیا ضرورت تھی؟ چلا گیا بے چارہ بنا کچھ کہے، تمہیں معلوم ہے کب سے انتظار کررہا تھا یہاں تمہارا؟“ وردہ کے لہجے میں سرزنش تھی۔

”ور..... وہ! مجھے یہ مذاق پسند نہیں ہے۔“ دھان پان سی رجاء خوف سے کانپ رہی تھی۔ وہ شخص جو وردہ کا کزن تھا، پچھلے کئی ہفتوں سے اسی طرح راستے میں آرہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک ہوتی تھی، لب تو اس کے ابھی خاموش ہی تھے مگر نگاہیں بول رہی تھیں وہ زبان، وہ فسانے جو سمجھ کر بھی وہ سمجھنا نہیں چاہتی تھی۔ ہر بار اسے دیکھ کر وہ اسی کیفیت کا شکار ہوجاتی تھی۔

”کسی کی جان پر بن گئی ہے اور تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے۔“

”پلیز! میں اس موضوع پر کوئی بات کرنا نہیں چاہتی۔“ حجاب میں چھپے اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔

”جو موضوع تم نے شروع کیا وہ اب اتنی آسانی سے بند نہیں ہوگا۔“ وردہ کے لہجے میں اجنبیت بھری سنجیدگی تھی۔ رجاء نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

”تم جانتی ہو، میں نے کبھی اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔“

”وہ ایسے ہی تو تمہارا دیوانہ نہیں بن گیا، کوئی راستہ ہے جو اس کو تم تک لے آتا ہے ورنہ سنی جیسے خوب رو اور حسین امیر زادے کے لیے لڑکیوں کی کمی نہیں۔“

”میں..... میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔“ وہ اکیڈمی میں داخل ہوچکی تھیں۔

”وہ بھی ایسا لڑکا نہیں ہے جو فلرٹ کرتے ہیں، فراڈ کرتے ہیں۔“

”میں بے حد عام سی لڑکی ہوں، مجھ میں ایسا کچھ نہیں جو میری تمنا کرے کوئی۔“ کلاسوں سے آگے برآمدے میں کئی پیپل کے درخت لگے تھے۔ وہ دونوں ایک درخت کے نیچے رُک گئی تھیں۔

”ڈیئر! تم کو یہی تو نہیں معلوم کہ تم کیا ہو؟ دراصل ہیرا ابھی بھی اپنی اصل قدر و قیمت جان ہی نہیں سکا ہے، پتھروں میں پڑا وہ خود کو پتھر ہی سمجھتا ہے۔ وہ جب جوہری کے ہاتھ میں آتا ہے تو پھر اسے اپنی قیمت معلوم ہوتی ہے۔ سلمان سے پوچھو، اس کے دل و جذبوں سے پوچھو، اپنی قدر و قیمت۔“

جب سے بہو اور لاڈلے پوتے کی آمد کی خبر ملی تھی تب سے اماں جان کے جسم و جاں میں جیسے کسی نے نئی طاقت بھردی تھی، وہ اپنے ہر وقت ہونے والے جوڑوں کے درد کو بھول چکی تھیں۔ کھانسی فرار ہوگئی تھی تو آنکھوں سے بھی انہیں کوئی شکایت نہ رہی تھی، وہ خراماں خراماں اِدھر اُدھر چلتی پھرتی نظر آتی تھیں۔ اب بھی وہ پری سے گویا ہوئی تھیں۔

”اپنا سارا سامان میرے کمرے میں رکھ دو، تمہاری یادداشت ویسے بھی بہت کمزور ہے۔ کبھی کچھ بھول گئیں تو اس بچے کو رات بے رات تنگ کروگی۔“ وہ چھوٹی بہن آبرو کی پونیاں باندھ رہی تھی کہ منہ بنا کر بولی۔

”دادی جان! ابھی آپ کے لاڈلے آئے نہیں ہیں، جب وہ آئیں گے میں اپنا کمرا ان کو ”خیرات“ میں دے دوں گی اور اپنا سامان نکال لوں گی۔“ اس نے لفظ ”خیرات“ دانت بھینچ کر کہا تھا جو دادی نے سنا نہیں مگر آبرو نے منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنسنا شروع کردیا تھا۔

”یہ تم کیوں زعفران کا کھیت بن گئی ہو چھوٹی!“

”دادی جان! آپ نے سنا نہیں، آپی نے کیا کہا ہے؟“

”سب سنتی ہوں، کوئی بہری نہیں ہوئی ہوں، چل جاکر عادلہ سے چائے بنوا کر لا۔ کب سے کہا ہوا ہے مگر ایسی باتیں وہ سنتی نہیں ہے، ہڈحرام۔“ وہ اس وقت نامعلوم کن خیالوں میں تھیں جو آبرو کی بات پر غور نہ کرسکیں جب کہ ان سے نگاہ بچا کر وہ آبرو کو ایک تھپڑ جڑ چکی تھی۔ ”اسی ہفتے آنے والا ہے طغرل! تم کمرا چمکا دو اچھی طرح سے۔“

”آپ کو معلوم ہے دادی جان! یہ ہدایت آپ مجھے ان چند دنوں میں ہزاروں بار دے چکی ہیں۔“

”اچھا! مگر تم پر ایک بار بھی اثر نہیں ہوا میرے کہنے کا۔“

”کمرے کی نئے سرے سے تزئین کردی ہے۔ نئے گلدان بھی لے آئی ہوں جس دن وہ نواب صاحب آئیں گے تب ان میں پھول لگا کر سجادوں گی اور ہم رنگ بیڈ شیٹ بھی بچھادوں گی۔“ اس نے ایک ہی سانس میں پوری تفصیل بتادی۔

”اتنا کرنے کے بعد بھی تم نے کمرا خالی نہیں کیا ہے پری!“

”کیا مطلب ہے دادی جان! میں کیوں ابھی سے اپنا کمرا خالی کردوں؟“ وہ لمحے بھر میں جذباتی ہوگئی تھی۔

”میرا مطلب ہے جس کا سامان ہے وہ ہی پہلے استعمال کرے تو اچھا ہے۔ وہ چلا جائے گا تو تجھے ہی برتنا ہے دل کیوں چھوٹا کرتی ہے۔“

”واہ بھئی! میں کوئی بھکارن ہوں جو کسی کا استعمال شدہ سامان استعمال کروں گی؟ میں ایسا نہیں کرسکتی ہوں۔ ہاں!“

”جب سے طغرل کے آنے کا سنا ہے سیدھے منہ بات ہی نہیں کرتی ہے۔“

”بڑے اچھے تعلقات رہے ہیں میرے آپ کے لاڈلے کے ساتھ، جو میں ان کی آمد پر خوشی کے شادیانے بجاؤں؟“ خوب جلے کٹے انداز میں وہ گویا ہوئی تھی۔ دادی کو سخت بُرا لگا۔

”وہ بچپن کی باتیں تھیں جو لڑائی جھگڑوں میں گزر گئیں۔ وہ تو کب کا ان باتوں کو بھول گیا ہوگا اور تم ہو کہ ابھی تک دل سے لگائے بیٹھی ہو۔“

”رہنے دیں دادی جان! ابھی بھی وہ آسٹریلیا سے فون کرکے آپ کے اور میرے درمیان لڑائیاں کرواتا رہا ہے۔ اس کے فون کے بعد کوئی ایسا کام اور کوئی ایسا اختلاف نہیں ہوتا تھا جو ہم دونوں کے درمیان نہ ہو۔“

”توبہ..... توبہ! کیسا اونٹ کا سا کینہ چھپائے بیٹھی ہے تو دل میں..... وہ بھلا میرے کان اتنی دور سے

Scan & PDF EIAZ AHMED Friends Korner.com

کیوں بھرے گا؟ غلطیاں خود کرتی ہے، نام اس کا لگا رہی ہے۔ نہ شرم، نہ مروت کس طرح دادی سے سوال و جواب کر رہی ہے۔ زبان دراز!'' ان کا شاہانہ جاہ و جلال عود کر آیا وہ اسے جھاڑ پلا کر وہاں سے چلی گئیں۔ وہ گھٹنوں میں چہرہ چھپا کر رونے لگی۔ عجیب سر پھری طبیعت ہوگئی تھی۔ چڑچڑا پن اور اداسی کا آسیب اسے چمٹ کر رہ گیا تھا۔ نہ جانے کیوں وہ دادی سے الجھنے لگی تھی ورنہ وہ ان کی خدمت میں کوئی کسر نہ چھوڑتی تھی۔ خود سے بڑھ کر ان کا خیال رکھتی تھی اور دادی بھی اسے ہاتھ کا چھالا بنائے رکھتی تھیں۔ دونوں میں ناراضی کم ہوا کرتی تھی مگر جب سے طغرل کے آنے کی خبر ملی تھی' دادی بالکل بدل گئی تھیں۔ وہ اب نہ اس کی فکر کیا کرتی تھیں، نا ہی اس کی پروا رہی تھی۔ طغرل دور ہو کر بھی ان کے قریب تھا اور وہ قریب ہو کر بھی قریب نہ تھی اور کوئی اسے یاد نہ رکھے، سب بھول جائیں اسے پروا نہ تھی۔ مگر دادی کی بے التفاتی اس کو ذرا بھی پسند نہ تھی اور ابھی جو کچھ دیر قبل دادی نے بے گانگی کا مظاہرہ جس سنگ دلی سے کیا تھا' وہ اسے بے حد تنہا کر گیا تھا' وہ بے اختیار ہو کر رونے لگی تھی۔

❁ ❁ ❁

طغرل، عمائدہ آپی اور طیب بھائی سے چھوٹا تھا۔ بے حد نٹ کھٹ، شرارتی، کھلنڈرا۔ سب ہی اس سے محبت کرتے تھے اور خصوصاً دادی کا بے حد لاڈلا تھا وہ۔ پری اور طغرل کے ستارے ہمیشہ مخالف سمت میں محو سفر رہتے، ان کی کبھی بنی نہیں تھی، وجہ دادی اماں کا پُر نور وجود رہا تھا۔ وہ دونوں ان کو ذاتی ملکیت سمجھتے تھے۔ پری کی خواہش تھی کہ دادی طغرل کی طرف دیکھیں بھی نا اور طغرل کی آرزو کہ دادی صرف اسی سے محبت کریں پری کو قریب بھی نہ آنے دیں اور دادی کے حصول کی لگن میں ان کے درمیان بڑے زبردست معرکے ہوتے تھے، جن میں وہ بڑی بے دردی سے اس کے گھنگھریالے بال کھینچ لیا کرتا تھا اور وہ ناخنوں سے اس کا چہرہ نوچ کر نشان ڈال دیتی تھی البتہ تاؤ اس سے بڑی محبت کرتے تھے۔ اکثر وہ اس کی وجہ سے سزا پاتا تھا۔ ایک دفعہ ایسی ہی لڑائی کے دوران طغرل نے اسے تھپڑ مار کر دھکا دے دیا تھا۔ اس کی پیشانی پتھر سے ٹکرائی تھی، خون بہنے لگا تھا اور وہ بے ہوش ہوگئی تھی۔ ہوش میں آنے کے بعد اسے معلوم ہوا' تاؤ نے طغرل کی پٹائی کی تھی اور اسٹور روم میں بند کر دیا تھا۔ دادی کی وجہ سے وہ اس قید سے آزاد ہوا تھا۔ تب بہت انوکھی بات ہوئی تھی، طغرل نے اس سے معافی مانگی تھی اور اپنی پسندیدہ چاکلیٹس اس کو گفٹ کی تھیں مگر اس دن وہ پری کو سب سے زیادہ بُرا لگا تھا، جس کی وجہ سے اسے بے حد تکلیف اٹھانی پڑی تھی۔

''اب ہم بہت اچھے دوست ہیں، کبھی لڑائی نہیں ہوگی۔'' اس نے چاکلیٹس اس کے قریب رکھتے ہوئے دوستی کا ہاتھ بڑھا کر کہا۔

''میں تم سے دوستی نہیں کر سکتی، نہ ہی گفٹ لوں گی۔ تم بُرے لڑکے ہو۔'' اس نے چاکلیٹس کا ڈبا دور پھینکتے ہوئے غصے سے کہا تھا۔

''موٹی لڑکی! اچھا ہوا تم کو چوٹ لگی، آئندہ جھگڑا کرنے سے پہلے اپنا زخم دیکھ لینا۔ ڈاکٹر کہتے ہیں زخم مندمل ہو جائے گا مگر نشان کبھی نہیں جائے گا، ہاہاہا۔'' سماعتوں میں ماضی کے قہقہے گونج رہے تھے۔ بے ساختہ اس کا ہاتھ پیشانی پر گیا تھا۔ ڈھیروں سال گزرنے کے بعد بھی دائیں جانب نشان موجود تھا۔ چھوٹی عمر میں بھی

اس کا قیاس درست تھا۔ اس کی خوب صورت پیشانی پر دائیں طرف سرخ باریک سی لکیر تھی، ہزاروں جتن کرنے کے باوجود وہ نشان ختم نہ ہوا تھا جو اس بندے کو بھولنے ہی نہیں دیتا تھا۔ اس واقعے کے ایک ہفتے بعد ہی تاؤ اپنی فیملی کو لے کر آسٹریلیا شفٹ ہوگئے تھے۔ تائی کی فیملی بہت عرصہ قبل وہاں شفٹ ہو چکی تھی اور یہ ان ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ تاؤ کو وہاں ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں اچھی جاب بھی مل گئی تھی اور رہائش بھی...... تب وہاں چلے گئے تھے۔ اسے کچھ عرصہ تو تاؤ کی جدائی کا ملال پریشان و اداس کرتا رہا مگر پھر دادی کی محبت و توجہ جو اب ساری کی ساری اس کے لیے ہی تھی۔ وہ بہل گئی تھی' سے اب دادی پر حاکمیت جتانے والا کوئی نہ رہا تھا، وہ بلا شرکت غیر ان کی مالک تھی۔ گھر میں عادلہ اور عائلہ بھی تھیں لیکن وہ اپنی مما سے قریب اور دادی سے دور رہتی تھیں۔ آبرو بہت عرصے بعد اس گھر میں پیدا ہونے والی بچی تھی۔ مما کو بیٹے کی بہت چاہ تھی مگر ان کے نصیب میں بیٹا نہ تھا۔ طغرل کے حوالے سے اس کو کوئی اچھی بات یاد نہ تھی۔

بے تحاشا آنسو بہا کر وہ اٹھی تھی اور آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اس نشان کو دیکھنے لگی جو بہت واضح تھا۔ کتنا بے قرار رہتا تھا وہ اس نشان کے بارے میں جاننے کے لیے۔ جب بھی اس کی کال آتی دادی کہتیں طغرل تمہارے نشان کا پوچھ رہا تھا کہ ختم ہوا یا نہیں؟ وہ فورتھ اسٹینڈرڈ سے کالج میں جا پہنچی تھی تب تک وہ دادی سے معلوم کرتا رہا تھا اور جواباً دادی نامعلوم کیا کیا جواز ''نہیں'' کے ساتھ پیش کرتی رہیں، پھر اس نے چڑ کر دادی کو منع کر دیا کہ وہ طغرل کی بات اس سے نہ کیا کریں اور اس کو بھی منع کر دیں کہ وہ اس کے متعلق معلوم نہ کیا کرے اور دادی سادگی میں کہہ گئیں کہ وہ اس کے متعلق نہیں اس کے زخم کے متعلق پوچھتا ہے...... پھر نا معلوم دادی نے اسے منع کیا یا نہیں لیکن اسے پھر کچھ نہ بتایا اور اب کس طرح وہ اس کا سامنا کرے گی؟ بے شک عمر کے اس لاابالی دور سے وہ باہر نکل چکے تھے۔ پھر بھی دل کے کسی گوشے میں وہ وقت، وہ لمحہ ساکت ہو کر رہ گیا تھا۔ جب اس نے بڑے تضحیک آمیز لہجے میں کہا تھا۔

''یہ نشان تمہیں کبھی مجھے بھولنے نہ دے گا۔''

کس طرح وہ اس کی آنکھوں میں اپنی تضحیک کے رنگ دیکھے گی؟ کس طرح اس کے لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ برداشت کرے گی' اب وہ نانو کے ہاں بھی نہیں جا سکتی تھی۔ ہمیشہ یہی ہوتا تھا' وہ اس کی آمد کا سن کر یہاں سے فرار ہو جاتی تھی۔ اس بار دادی نے سختی سے کہہ دیا تھا کہ ہر بار کی طرح اس بار نانو کے گھر نہیں جائے گی۔ اس دفعہ تائی جان طویل عرصے کے بعد آ رہی تھیں اور ان سے ملنے والے مہمانوں اور رشتے داروں کی تعداد بھی ان گنت ہوگی اور مما نے پہلے ہی سنانا شروع کر دیا تھا کہ وہ اتنی طاقت نہیں رکھتیں اکیلے کچن سنبھالنے کی۔

❁ ❁ ❁

وہ دل کے ان بھیدوں سے کبھی روشناس نہ ہوئی تھی۔ پیار، محبت، چاہت کے اس رخ سے وہ ناآشنا ہی رہتی اگر وردہ اپنے کزن سنی کا ذکر کر کر کے اس کی توجہ اس کی طرف مبذول نہ کروا دیتی۔ چند دنوں قبل اس کی ملاقات سنی سے تب ہوئی تھی جب وہ وردہ کے ساتھ کوچنگ جا رہی تھی اور سنی اتفاقاً ہی راستے میں مل گیا تھا۔ وردہ سے باتوں کے دوران اس کی پرشوق نگاہیں گاہے بگاہے اس کے چہرے پر ہی بھٹکتی رہی تھیں کہ حجاب

Scan & PDF EIJAZ AHMED FriendsKorner.com

کے باوجود اس کے چہرے پر پسینہ پھیل گیا۔ رجاء اس کو بالکل کوئی اہمیت نہ دی تھی جب کہ دوسرے دن سے ہی وردہ نے اسے سنی کا نام لے کر چھیڑنا شروع کردیا تھا اور ہر گزرتا دن اس کی بے تابیوں کی داستان کو طویل کرتا گیا تھا اور پھر یوں ہونے لگا کہ وہ کوچنگ آتے جاتے راہ میں اسے کھڑا ملتا تھا اور اس کو ایک نظر دیکھنے کے بعد چلا جاتا تھا۔ شروع شروع میں وردہ اسے چھیڑتی تھی اس کی محبت کی داستان سناتی تھی۔ وہ بہت سنجیدگی سے اس کی ہر بات کو رد کرتی آئی تھی۔ سنی کے کسی جذبے کی پزیرائی اس نے نہ کی تھی کہ اس کی تربیت اس کی ماں نے اس انداز میں کی تھی کہ وہ عام لڑکیوں کی طرح جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی سپنوں کی وادیوں میں بھٹک نہ سکی تھی، نہ کسی خوابوں کے شہزادے کی بانہوں میں بانہیں ڈالے خواہشوں کے پھول سمیٹے تھے بلکہ اسے تصوراتی دنیا سے دور رکھ کر حقیقت کا سامنا کرنے کی راہ دکھائی تھی۔ وہ مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتی تھی جہاں ہر کام مذہبی احکامات کے مطابق ہوتا تھا۔ گناہ وثواب کے دائرے میں ہی زندگی محدود تھی۔ سادگی اور سکون ان کے چہروں اور زندگی کو حسین بنائے ہوئے تھے۔ ابو، امی، آپی اور ایک چھوٹا بھائی عباد۔ محبت کے رنگ ان رشتوں کی موجودگی میں اس نے محسوس کیے تھے ان محدود سے رشتوں میں بڑی خوشیاں تھیں۔ آج کل کے اس بے راہ روی کے دور میں ان کی مذہبی وسادہ زندگی عجوبہ تھی۔ لوگ ملنے سے کتراتے تھے، ان کے لیے لوگوں سے دوستی متضاد ماحول کے باعث مشکل رہی تھی۔ اسکول کے زمانے میں اس کی کسی سے دوستی نہ ہوسکی تھی۔ کالج لائف میں بھی ایسا ہی تھا۔ وہ تو خود آگے بڑھ کر وردہ نے اس سے دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا۔ وردہ خوب صورت تھی، شوخ وشریر تھی۔ جو دل چاہتا وہ کہہ دیتی، سوچ سمجھ کر بولنے کی عادی نہ تھی، نتیجتاً رجاء جیسی سنجیدہ و خاموش لڑکی ہنس پڑتی تھی۔ وردہ کی فیملی گزشتہ برس ہی ان کے محلے میں شفٹ ہوئی تھی۔ دونوں کے رہن سہن وطور طریقے ایک دوسرے سے متضاد تھے، وہ بے حد آزاد خیال لوگ تھے جن کو نہ مذہب سے کوئی رغبت تھی نہ دینوی احکامات کا خیال۔ وہ لوگ پردے کے پابند نہ تھے بلکہ سرے سے پردے کا کوئی تصور ہی نہ تھا۔ شروع شروع میں کئی بار امی نے اس سے کہا بھی کہ اسے وردہ کا یوں بے پردہ گھومنا پسند نہیں۔ تمہارے ابو دیکھیں گے تو دوستی پر اعتراض کریں گے اور امی کے اعتراض سے قبل ہی وہ اسے کئی بار پردے کے فوائد سمجھا چکی تھی مگر وہ ہر بار یہی کہہ کر ٹال دیتی۔

"اصل پردہ تو آنکھوں کا ہوتا ہے، شرم وحیا کی اصل محور آنکھیں ہوتی ہیں ہم چہرہ پردے میں پوشیدہ کرلیں گے تو آنکھیں کھلی رہیں گی، ہر اچھے بُرے کام کی ابتداء آنکھوں سے ہوتی ہے۔ جب ہم آنکھوں کو نہیں چھپا سکتے تو چہرے کو کیوں چھپائیں؟"

رجاء نے اس کو بہت سمجھانا چاہا مگر جو سمجھنا نہ چاہے، اس سے زبردستی نہیں کی جاسکتی البتہ اس کے بار بار سمجھانے پر وہ اتنا ضرور کرنے لگی تھی کہ ان کے گھر آتے وقت دوپٹا کسی بوجھ کی طرح سر پر ڈال لیا کرتی تھی

آج عجیب بات ہوئی تھی۔

کوچنگ سے واپسی پر وہ راہ میں کھڑا تھا۔ اس کے گریز یا سرد رویے کے باعث وہ براہِ راست اس کو تو مخاطب نہ کرسکا تھا مگر در پردہ اپنے شکوے وشکایتیں اور بے قراریاں وردہ کو سنا گیا تھا اور وہ شرم وحیا کے باعث وہاں نگاہیں جھکائے کھڑی رہ گئی تھی، بہت کوشش کی کہ وہاں سے چلی جائے اور وہ نہ سنے جو دراصل اسے ہی

سنایا جارہا ہے مگر اس کے قدم گویا زمین سے چپک گئے تھے، چہرہ ٹھوڑی سے جالگا تھا، دل بُری طرح دھڑکنے لگا تھا۔

"مجھے کیوں سنا رہے ہو؟ یہ میرے قریب کھڑی ہے اس کو کہہ دو نا!" وردہ ہنستے ہوئے گویا ہوئی تھی۔

"کہہ دیتا..... اگر محترمہ کے بے ہوش ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو..... مجھے امید ہے کہ سمجھ تو گئی ہوں گی کہ یہ داستان عشق ان ہی کے لیے ہے۔" وہ اس بار براہِ راست اس کی طرف دیکھ کر گویا ہوا تھا پھر یک دم اس کے بے جان جسم میں جیسے کوئی برقی رو دوڑی تھی اور وہ ہنستی ہوئی وردہ کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے چلی آئی تھی۔ سنی کے جان دار قہقہے نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔ سلمان عرف سنی کو گفتگو کرنے کا فن آتا تھا، وہ ایسا ساحر تھا جو کسی کو بھی اپنے لفظوں سے اسیر کرسکتا تھا۔ وہ نگاہوں سے سحر طاری کرنے کا منتر جانتا تھا۔

تو کیا وہ بھی اس کی نگاہوں کی اسیر ہوگئی تھی یا وہ محض ایک واقعہ تھا؟

وہ ساری رات کروٹیں بدلتی رہی۔ بے حد طویل، بہت بھاری رات تھی وہ۔

"کیا بات ہے رجاء! نیند نہیں آرہی..... کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟" امی کو نا معلوم کس طرح اس کی بے چینی کی خبر ہوگئی تھی۔

"طبیعت ٹھیک ہے، نیند نہیں آرہی ہے۔" وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

"نیند نہیں آرہی تو اٹھ کر تہجد کی نماز ادا کرلو، کیوں وقت ضائع کررہی ہو؟" پہلی بار اس کو نماز ادا کرنے میں دقت ہوئی وہ تو بہ کرتی ہوئی نیت باندھنے لگی پھر فجر کے بعد ہی وہ سوئی تھی۔

"یا اللہ! کیا ہوگیا ہے تمہیں؟ سارا دودھ اُبل اُبل کر گر رہا ہے اور تم قریب ہونے کے باوجود دیکھ ہی نہیں رہی ہو۔" امی کی پریشان آواز پر وہ سوچوں سے باہر آئی تو معلوم ہوا سامنے رکھی دودھ کی دیگچی تقریباً خالی ہوچکی تھی، دودھ چولہے سے گرتا ہوا فرش پر بہہ رہا تھا۔

"اوہ..... سوری امی! شاید میری آنکھ لگ گئی تھی۔" وہ ماں کو سچ کیا بتاتی کہ وہ کل سے اب تک کسی پُراسرار دو حسین دنیا میں پہنچی ہوئی ہے۔

"کوئی بات نہیں، ان دنوں محنت بھی بہت کرنے لگی ہو، رات بھی نہیں سو سکی ہو، جا کے اندر پلنگ پر سو جاؤ۔ میں یہاں کی صفائی کرلوں گی۔"

وہ چپ چاپ کمرے میں رکھے پلنگ پر آکر لیٹ گئی۔ وہ اپنی بدلتی کیفیت پر خود حیران تھی۔ کتنی جلدی بدل گئی تھی وہ.....

❁ ..... ❁ ..... ❁

"صباحت بیگم! نوٹ درختوں پر نہیں لگتے ہیں کہ جب جی چاہا توڑ کر لے آئیں، کڑی محنت ومشقت کے بعد رقم ہاتھ آتی ہے۔" چند دن قبل ہی انہوں نے ایک معقول رقم ان کو دی تھی، جو دل کھول کر انہوں نے فضول خرچی میں اُڑا دی تھی اور اب پھر فیاض صاحب سے مطالبہ تھا کہ رقم دی جائے تاکہ وہ راشن لائیں۔ فیاض صاحب جو پہلے ہی تباہ ہوتے کاروبار کے باعث مالی مشکلات کا شکار تھے ان کے رقم کے اصرار پر برہمی سے گویا ہوئے۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

"ہمارے ہی نصیب کی خرابیاں ہیں یہ کہ گن گن کر پیسہ خرچ کرو ورنہ سچ تو یہ ہے کہ دوسروں کے لیے تو نوٹ درختوں پر ہی لگتے ہیں۔" ان کی برہمی پر وہ تپ کر گویا ہوئیں۔

"گن گن کر خرچ کرنے والوں میں سے تم نہیں ہو۔"

"ایسا کس طرح کہہ سکتے ہیں آپ، بتائیں تو مجھے ذرا؟"

"اگر تم پیسہ سوچ سمجھ کر خرچ کرنے کی عادی ہوتیں تو آج یہ گھر بھی بھرا ہوتا اور میرا اکاؤنٹ بھی..... جو تمہاری شاہ خرچیوں کے باعث دن بدن سکڑتا جارہا ہے اور تم کو احساس تک نہیں ہے۔"

"بھائی تو بھائی کا سہارا ہوتے ہیں، ایک آپ کے بھائی ہیں خود اپنے بیوی بچوں کو لے کر مستقبل بنانے آسٹریلیا چلے اور آج دیکھ لیں، کروڑوں کے مالک ہیں۔ کوسوں دور بیٹھ کر بھی یہاں کتنی جائیداد بنا ڈالی ہے لیکن کبھی بھائی کو سہارا دینے کا خیال نہیں آیا کہ بھائی کو بھی کسی طرح وہاں بلوا لیتے یا ویسے ہی امداد کردیتے۔ معلوم بھی ہے بھائی پر بیٹیوں کا بوجھ ہے، کوئی بیٹا نہیں ہے خود تو دو بیٹیوں کے باپ ہیں۔"

"میرے لیے اللہ ہی کافی ہے۔ اس کے علاوہ مجھے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ خواہ وہ بھائی جان ہی کیوں نہ ہوں۔" خوددار و باہمت فیاض صاحب کو ان کی فریاد کسی تازیانے کی مانند لگی۔

"آپ تو یونہی شرمامشرمی میں وقت گزاریں۔ یہ دور بلاوجہ خودداری کا نہیں ہے، دولت اس وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔" صباحت جیسی کم فہم و نمائش پسند خاتون صرف اپنا مفاد عزیز رکھتی تھیں۔

"مجھے اپنی عزت و خودداری جان سے بڑھ کر عزیز ہے۔ میں فاقوں سے مرنا پسند کروں گا مگر کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا میرے لیے موت سے بھی زیادہ تکلیف دہ عمل ہوگا۔ طغرل یا بھابی کسی کے بھی آگے کوئی فضول بات کرنے سے قبل سوچ لینا اس گھر میں تمہارے لیے کوئی جگہ نہ ہوگی۔" وہ انہیں تنبیہ کرکے چلے گئے۔

"مما! پپا کو کیا ہوا، بہت غصے میں گئے ہیں یہاں سے؟" عادلہ نے باپ کے جانے کے بعد کمرے میں آکر ماں سے پوچھا جو پہلے ہی منہ پھلائے بڑبڑا رہی تھیں۔ بیٹی کو دیکھ کر وہ تیز لہجے میں بولیں۔

"دھمکی دے کر گئے ہیں اگر کچھ سچ ان کی بھابی اور بھتیجے کو بتادیا تو وہ مجھے ہمیشہ کے لیے اس گھر سے نکال باہر کریں گے۔"

"کیسا سچ..... مما؟" مارے تجسس کے وہ قریب بیٹھ گئی۔

"ان کے کمزور پڑتے بزنس اور مالی ابتر حالات کا۔"

"مما! ہمارے حالات تو ٹھیک ہیں، گھر میں بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"

"وہی بات ہے نا بھرم بھاری، پٹارہ خالی۔ یہ سب وہ کس طرح برداشت کررہے ہیں، وہ ہی جانتے ہیں۔ مگر میں کہتی ہوں اپنوں سے ناک لگانا درست نہیں۔"

❁.....❁.....❁

تیز پرفیوم کی مہک وردہ کی آمد کی اطلاع دے رہی تھی۔

"سلام آنٹی!" وردہ نے آتے ہی رضیہ کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام! جیتی رہو، سلام ہمیشہ پورا کیا کرتے ہیں بیٹی!"

"آج کل شارٹ کٹ کا زمانہ ہے آنٹی! سب چلتا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے بے پروا انداز میں کہا تو رضیہ پیار سے اس سے مخاطب ہوئیں۔

"یہ عمدہ سوچ نہیں ہے بیٹی! جن روایات و احکامات کا تعلق ہمارے مذہب سے ہو، وہاں شارٹ کٹ نہیں چلتا ہے۔ آئندہ خیال رکھنا۔"

رجاء کا چہرہ اسے دیکھ کر کھل اُٹھا تھا۔ امی کچن کی طرف چلی گئیں تو وہ اس کا ہاتھ تھام کر کمرے میں لے آئی۔

"سوری وردہ! تم نے بُرا تو نہیں مانا امی کی بات کا؟" کارپٹ پر بیٹھتے ہوئے وہ شرمندہ انداز میں بولی کیونکہ وہ اس کی خفگی نوٹ کررہی تھی۔

"اگر مجھے تم سے محبت نہ ہوتی تو میں یہاں قدم رکھنا بھی گوارا نہ کرتی۔ بے حد تنگ نظر ماحول ہے تمہارے گھر کا۔ کس قدر پابندیاں ہیں یہاں..... ایسے چلو، ویسے بیٹھو، سر ڈھکو، چہرہ چھپاؤ۔ اوہ میرے خدا!" وہ سخت بے زاری سے کہہ رہی تھی۔ رجاء نادم ہوئی جارہی تھی۔ "یہاں تو شاید اپنی مرضی سے سانس لینے کی بھی اجازت نہ ہوگی؟ گھٹے گھٹے ہوئے جس زدہ ماحول میں رہ رہی ہو تم، جہاں آزادی نام کو نہیں ہے۔"

"کیا کروں، میں کچھ بدل بھی تو نہیں سکتی ہوں؟" وہ مضطرب انداز میں بولی۔

"ایمان داری سے بتاؤ تمہارا اس ماحول میں دم نہیں گھٹتا ہے؟"

"خدارا، کوئی اور بات کرو۔ چھوڑو اس موضوع کو۔" دل تو چاہ رہا تھا کہہ دے اسے کہ کبھی اس ماحول سے شکایت نہ تھی، یہاں اسے سکون و راحت ملا کرتی تھی مگر جب سے دل کی دنیا بدلی تھی، دل یہاں سے فرار چاہتا تھا۔ کسی ایسی بستی میں جانے کو بے قرار تھا جہاں تازہ محبتوں کے شگوفے مہک رہے ہوں لیکن وہ یہ احساسات خود سے بھی چھپانا چاہتی تھی تو اس سے کیسے شیئر کرتی بھلا۔

"اچھا..... کیا بات کروں.....؟ اچھی سی!" وہ معنی خیز انداز میں بولی۔

"کوئی بات..... جو دلچسپ ہو۔"

"مثلاً.....؟" وہ بدستور شرارت پر مائل تھی پوری طرح۔

"پلیز! اس طرح نہ کرو، اچھا نہیں لگتا ہے۔" اس کے شرمیلے انداز پر وہ ہنس پڑی تھی۔

"ارے بابا! تم تو ایسے گھبرا رہی ہو گویا کسی جرم کا اقرار کررہی ہو۔ تم کتنا بھی مجھ سے حالِ دل چھپانے کی کوشش کرو، کامیاب نہیں ہوگی کیونکہ تمہاری آنکھیں وہ داستان سنا رہی ہیں جو تم چھپانا چاہ رہی ہو۔" وہ اس کی زرد پڑتی رنگت دیکھتے ہوئے مضبوط لہجے میں بولی۔ "میری زندگی میں جب بھی کوئی شخص آیا تو میں سب سے پہلے تم سے ہی ذکر کروں گی۔ اپنی ہم راز بناؤں گی، میرے نزدیک دوستوں سے ایسی باتیں چھپانا دوستی کی توہین ہے۔ ایسے لوگوں کو دوستی کرنی ہی نہیں چاہیے جو دوست و دوستی کا مفہوم نہ جانتے ہوں۔" مسکراتی وردہ کے چہرے پر یکلخت اُداسی چھا گئی۔ وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ "میں جارہی ہوں۔" وہ ناراض انداز میں جانے کو تیار ہوگئی۔

"ابھی تو آئی ہو، بیٹھو نا پلیز! میں ایسے تمہیں جانے نہیں دوں گی۔" وہ اس کو ناراض دیکھ کر پریشانی سے گویا ہوئی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED
FriendsKorner.com

"اِدھر تم میری دوستی پر اعتبار نہیں کرتیں، اُدھر سلمان نے میرا دماغ خراب کیا ہوا ہے، ہر وقت اس کے لبوں پر تمہارا نام ہی رہتا ہے۔ وہ تم سے ملنا چاہتا ہے، باتیں کرنا چاہتا ہے۔ اسے کسی پل قرار نہیں ہے۔ میں آج اس کے اصرار پر آئی ہوں۔" وہ آہستہ آہستہ کہہ رہی تھی۔

سلمان کے نام پر دل پُرزور انداز میں دھڑکا تھا۔ لمحے بھر کو وہ کانپ گئی۔

"وہ سمجھتا ہے تم میری قریبی دوست ہو، مجھ سے کوئی بات نہیں چھپاتی ہوں گی۔" وہ روٹھے روٹھے انداز میں کہہ کر اسے شرمندہ کر رہی تھی۔

"یہ میں نے کب کہا کہ تم میری بہترین دوست نہیں ہو؟"

"ہاں..... تب ہی مجھ سے اپنے اور سلمان کے پیار کے بارے میں چھپا رہی ہو۔"

"پیار.....؟" اس کے لبوں سے بے آواز نکلا تھا۔

"ہاں پیار! تم دونوں ایک دوسرے کو پسند نہیں کرتے ہو کیا؟" وردہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر مضبوط لہجے میں کہا۔

"نہیں..... ایسا نہیں ہے۔ میں نے ایسا سوچا بھی نہیں ہے اور میں سوچ بھی نہیں سکتی ہوں ایسی بات۔" وہ سخت الجھن آمیز لہجے میں کہہ رہی تھی۔ وردہ نے کچھ لمحے اسے حیرانی سے دیکھا پھر ہنس کر بولی۔

"بے وقوف! محبت بھی کبھی سوچ کر کی جاتی ہے؟ یہ بغیر سوچے سمجھے خود بخود ہو جاتی ہے۔"

"وردہ! پلیز میں بہت پریشان ہوں۔" وہ جو پہلے ہی ان جذبوں سے حواس باختہ تھی، ان سے فرار چاہتی تھی، نادان نہیں تھی، جانتی تھی کہ وہ جس خاندان، جس ماحول سے وابستہ تھی، وہاں ایسے خواب دیکھنے کی بھی ممانعت تھی، پھر کس طرح ایسے جذبوں کی پزیرائی ممکن ہوتی بھلا؟ اس کا سابقہ پہلی بار ایسی مشکل سے پڑا تھا، جہاں ایک شخص کا تصور زندگی بن جاتا تو کبھی دوسرے پل ہی خوف زدہ کر دیتا تھا۔

"مجھ پر بھروسا کرو رجاء! ویسے تمہیں میری ضرورت ہو نہ ہو مگر جب معاملہ دل کا ہوتا ہے تو پھر ضرور مجھ جیسی جان نچھاور کرنے والی دوست کی ضرورت پڑتی ہے۔ اچھے دوست کسی خزانے سے کم نہیں ہوتے ہیں۔" نامعلوم وردہ کے لہجے کا گداز پن تھا یا اس کے دل نے شکست قبول کر لی تھی۔ وہ اس کے آگے ہر جذبہ، ہر احساس عیاں کرتی چلی گئی تھی۔

"یہ اضطراب و بے چینی..... پتا دیتے ہیں کہ تم کو کسی سے محبت ہو گئی ہے۔" سب سن کر وہ پُر یقین لہجے میں گویا ہوئی۔

"پلیز! خاموش رہو۔" وہ بدحواسی سے بولی۔

"میں تو خاموش ہو جاؤں گی۔ اپنے دل کی آواز کو کس طرح خاموش کرو گی؟" وردہ کے چہرے پر زبردست مسرت تھی گویا اس کی محبت اس نے ہی دریافت کی ہو۔ بار بار وہ رجاء کو مبارک باد دے رہی تھی۔

❁ ..... ❁ ..... ❁

آج پھر
زرد ہوا!

خواتین رائٹرز کے نئے ناول شائع ہو گئے ہیں

شیشہ گر
مصنفہ: اقبال بانو
قیمت 500/- روپے

شہرِ چارہ گراں
مصنفہ: سعدیہ اہل کاشف
قیمت 500/- روپے

تتلی کی اُڑان
مصنفہ: عالیہ بخاری
قیمت 300/- روپے

پتھر کا گداز
مصنفہ: شاہدہ طلعت
قیمت 300/- روپے

ذرا ٹھہر جا اسی موڑ پہ
مصنفہ: محبت سیما
قیمت 200/- روپے

دُکھ دریا کے بیچ
مصنفہ: نسیم نیازی
قیمت 300/- روپے

کتابیں خوب صورت سرورق، عمدہ طباعت و کتابت کے ساتھ مضبوط جلد میں شائع ہو گئی ہیں

ناشر: القریش پبلی کیشنز
سرکلر روڈ چوک اُردو بازار لاہور
فون: 37668958 , 37652546 (042)

میری دہلیز پر
خشک پتے بکھیر گئی!
میں انہیں سمیٹنا چاہوں
تو بھی سمیٹ نہیں پاتی
کہ
ماضی کی تلخ یادیں بھی تو
میرے ذہن پر ایسی ہی بکھری ہیں
جس طرح یہ پتے
میری دہلیز پر!

''پری! کیا سوچ رہی ہے؟ اتنی گہری سوچ.....! کب سے تجھے سوچوں میں ڈوبا دیکھ رہی ہوں۔'' دادی اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر محبت سے گویا ہوئیں۔ اس نے دادی کی نگاہوں میں بہت دنوں بعد شفقت و پیار دیکھا تھا۔

''دادی! میں نانو کے پاس ہو کر آ جاؤں چند دنوں کے لیے؟''

''زیادہ دن تو نہیں ہوئے تمہیں گئے ہوئے پھر کیوں جانے کی پڑ گئی؟'' وہ قریب ہی صوفے پر بیٹھتے ہوئے گویا ہوئیں۔

''ایک ماہ سے زیادہ ہو چکا ہے نانو کے ہاں گئے ہوئے مجھے۔''

''تمہاری ماں سے بات ہوئی ہے کیا جو جانا چاہ رہی ہو؟'' دادی کے لہجے میں تھکن سی اُتر آئی تھی۔

''نہیں! مما سے بات ہوئے خاصا وقت گزر گیا ہے۔ میں سوچ رہی تھی، تائی جان کے آنے سے قبل میں چند دن نانو کے ہاں رہ کر آ جاؤں۔''

''اچھا..... رہ کر آ جاؤ، پھر تو جلد موقع نہ مل سکے گا اور وہاں سے شاپنگ بھی کر لینا۔ تم اپنے لیے کچھ نئے سوٹ خرید لینا۔''

''ٹھیک ہے دادی جان! میں آپ کے لیے بھی کچھ کپڑے لے آؤں گی۔'' ان کی اتنی فراخدلی پر وہ خوش ہو کر گویا ہوئی۔

''نہیں، مجھے ضرورت نہیں ہے۔''

''کیوں ضرورت نہیں ہے دادی! یہ کیا بات ہوئی بھلا؟''

''ابھی تو بنائے تھے کئی جوڑے، وہ ٹھیک ہی ہیں۔ مجھے شوق نہیں ہے بلاضرورت کپڑوں کا، یہ خبط تو تمہاری ماں اور بہنوں کو چڑھا رہتا ہے۔ مجھے تو یہ فضول خرچی مجھے ذرا پسند نہیں ہے۔''

''اماں جان! یہ جو سب میں اور لڑکیاں کرتی ہیں، یہ آپ کی اور آپ کے بیٹے کی عزت بڑھانے کے لیے کرتی ہیں۔ یہ کوئی فضول خرچی نہیں ہے۔'' صباحت ساس کی آواز کچن سے سن کر وہاں آ کر ناراضی سے گویا ہوئیں۔

اے ہائے! ہماری عزت کب سے گھٹنے لگی۔ جس کو تم اور تمہاری لڑکیاں اس طرح فضول خرچیاں کر کے بڑھا رہی ہو؟'' دادی ٹھوڑی پر ہاتھ رکھ کر استہزائیہ حیرانی سے گویا ہوئی تھیں۔

''میں اور میری بیٹیاں خوب صورت ملبوسات زیب تن کریں گی، بہترین دکھائی دیں گی تو لوگ آپ کی اور فیاض کی تعریف کریں گے کہ کس ٹھاٹ باٹ سے رکھا ہوا ہے بیوی اور بیٹیوں کو، ورنہ قبر کا حال تو مردہ ہی جانتا ہے۔'' صباحت طنز کے تیز چلانے میں اماں سے دس ہاتھ آگے تھیں۔

''اچھا جی! ابھی ٹھاٹ باٹ کا ذکر کر رہی تھیں اور اب قبر کا مردہ بھی بن گئیں؟ واہ بھئی واہ!'' اماں جان کا پارہ ایک دم چڑھ گیا۔

''آپ سے بھی حد ہے اماں! مجھے مردہ ہی بنا ڈالا؟'' صباحت خود کو مردہ کہے جانے پر سخت حواس باختہ ہوئی تھیں۔

''تم نے خود ہی تو یہ بات کہی ہے۔ تم کو بھلا کس چیز کی کمی ہے جو تم نے 'قبر کا حال مردہ جانے' کی مثال دے کر اپنی تنگ دستی و حرماں نصیبی کا ذکر کیا ہے۔ جتنا عیش و آرام میرا فیاض تم لوگوں کو دے رہا ہے خراب کاروبار کے باوجود اتنا کوئی دوسرا مرد نہیں دے سکتا ہے۔ پھر بھی تم ناشکرا پن کرتی ہو، وہ مجھے بالکل پسند نہیں۔''

صباحت بڑبڑاتی ہوئی وہاں سے جانے لگیں۔

''آہ! میرے بچے کے نصیب میں بیوی کا سکھ لکھا ہی نہیں ہے۔''

''جس گھر میں آپ جیسی ساس ہوگی وہاں سکھ بھاگ جاتے ہیں۔'' صباحت کمرے سے نکلتے ہوئے دل ہی دل میں گویا ہوئیں۔

''دادی جان! آپ اس قدر غصہ مت کیا کریں۔'' پری جوان ساس بہو کے درمیان ہونے والی جھڑپ کے دوران خاموش رہی تھی، صباحت کے جانے کے بعد نرمی سے ان سے مخاطب ہوئی۔

''بات جب غصے والی ہوگی تو غصہ ہی آئے گا، قہقہے نہیں لگائے جائیں گے۔ خود تو جیسے تیسے بس گئیں مگر اب مسئلہ ہے بچیوں کی تربیت کا۔ لڑکیاں پھول کی طرح خوب صورت ہوتی ہیں تو کانچ کی طرح نازک بھی اور اسی احتیاط و دانش مندی سے ان کی تربیت بھی کی جاتی ہے.....'' وہ کسی بپھرے سمندر کی مانند اشتعال میں تھیں۔ ''لیکن بہو بیگم کو احساس ہی نہیں ہے، بیٹیوں کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر سمجھانا چاہیے، تنبیہہ کرنی چاہیے، صبر و استقامت اور میانہ روی کا درس دینا چاہیے۔ بچیوں کی تربیت بہترین خطوط پر نہ کی جائے تو آگے چل کر بگاڑ پیدا ہوتا ہے جو مشکلات کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔'' اماں جان اپنا سارا تجربہ، اپنی ساری ذہانت نچوڑ کر بہو اور پوتیوں کو پلانا چاہتی تھیں اور صباحت کو ساس کی نصیحتوں اور وعظ سے بڑی چڑ تھی۔

''دادی جان! تائی جان کے لیے مینو تو بتائیں..... میں بنا لیتی ہوں، وہ آئیں گی تو مشکل نہیں ہوگی، وقت پر کھانا بن جایا کرے گا۔''

اسے معلوم تھا اب دادی غصہ کرتی رہیں گی اس وقت تک جب تک مما سے بڑی جنگ نہ ہو جائے..... تو ان کا موڈ بدلنے کے لیے اس کو آج کل کے پسندیدہ موضوع پر لانے کے لیے ذہانت استعمال کرنی پڑی تھی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

رضیہ حسب عادت ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد قیلولہ کے لیے لیٹی تھیں۔ حاجرہ کے آنے پر ان کے سادہ چہرے پر شفیق مسکان اُبھر آئی تھی۔

"معاف کرنا بہن! مجھے معلوم ہے تم اس وقت آرام کے لیے لیٹتی ہو مگر بات کرنے کے لیے یہی وقت مناسب ہوتا ہے۔ رات میں بھائی منیر اور بچے ہوتے ہیں۔" وہ کارپٹ پر ان کے قریب ہی بیٹھ گئی تھیں۔

"کوئی بات نہیں حاجرہ بہن! گھر تمہارا ہے جب دل چاہے آؤ، بلا جھجک۔"

"محبت واخلاق تو تم پر ختم ہوتا ہے ورنہ اگر سب عورتیں اس نئی پڑوسن جیسی ہوگئیں تو دنیا ہی تباہ ہوجائے گی، بڑی خراب کردار کی عورت ہے۔" وہ فوراً ہی اصل موضوع پر آ گئی تھیں۔

"میں نے تمہیں اس دن بھی منع کیا تھا کسی کے متعلق ایسی ناپسندیدہ بات کرنا گناہ ہوتا ہے۔" رضیہ کے لہجے میں نرمی تھی۔

"ارے گناہ تو اس وقت ہو جب میں جھوٹ کہوں، میں سچ کہہ رہی ہوں' روز نئے نئے آدمی آتے ہیں اس کے پاس..... ہاتھوں میں بڑے بڑے تھیلے لے کر، نا معلوم کیا مہنگی مہنگی چیزیں بھری ہوتی ہیں کھانے پینے کی۔" ان کی حاسدانہ و باریک نگاہوں سے شاپرز میں رکھی چیزیں بھی محفوظ نہ تھیں۔

"کسی کی عیب جوئی کرنا غیبت کہلاتا ہے۔ کسی کی بُرائی نہیں کرنی چاہیے۔"

"لو یہ کیا بات ہوئی؟ بُرے کو بُرا نہ کہو؟" وہ چہک اٹھیں۔

"ہاں! ہمارے دین کا یہی کہنا ہے۔" رضیہ نے ان کے انداز کو نظر انداز کرکے کہا۔

"تم تو کبھی پردے کے باعث دروازے پر آتی نہیں ہو تو تمہیں کیا معلوم کہ محلے میں اس کے آنے سے کیسا اثر پڑ رہا ہے۔ مرد تو رہے ایک طرف، جوان ہوتے لڑکے اس کے گھر کے پاس جمع رہنے لگے ہیں اور تو اور دوسرے محلے کے لڑکے بھی اس گلی کے چکر لگانے لگے ہیں، سب کی نگاہوں کا محور ہے وہ۔"

"یہ خیال تو ان بچوں کے والدین کو رکھنا چاہیے جو یہاں آ رہے ہیں۔"

"اس میں بچوں کا کیا قصور.....! یہ ساری وباء اس خراب عورت کی وجہ سے پھیل رہی ہے، جب تک وہ یہاں سے جائے گی نہیں یہ بگاڑ ختم ہونے والا نہیں ہے اگر چیونٹیوں کو بھگانا ہو تو گڑ کو پہلے ہٹانا پڑتا ہے۔"

"میں تو پھر یہی کہوں گی، دوسرے پر انگلی اٹھانے سے بہتر ہے ہمیں اپنے بچوں کی اصلاح کرنی چاہیے۔ بچوں کو جب بداعمالیوں کا چسکا پڑ جاتا ہے تو وہ پھر گناہوں کی دلدل میں دھنستے چلے جاتے ہیں۔ اگر قدم ایک بار بہک جائیں تو مشکل سے درست راہ پر گامزن ہوتے ہیں۔" حاجرہ ایک بار پھر اپنا سا منہ لے کر رہ گئیں۔

❁ ..... ❁ ..... ❁

کھجور کی چھدری شاخوں سے اولین تاریخوں کا چاند جھانک رہا تھا۔ ہوا دھیرے دھیرے چل رہی تھی۔ کبھی کبھی کوئی شوخ جھونکا اس کے چہرے کو چھو کر گزرتا اور فرحت و تازگی کا احساس دلا دیتا تھا۔ اس نے نانو کے ہاں جانے کی تیاری کرلی تھی' دادی سے اجازت ملتے ہی۔ صبح ڈرائیور اسے نانو کے ہاں چھوڑ آتا۔ ہمیشہ کی طرح وہ نانو کے پاس جانے کے خیال سے خوش بھی ہوتی مگر اک عجیب اداسی بھی اس کو اپنی ذات کے حصار میں لے لیتی تھی۔ وہ سمجھ نہیں پاتی کہ وہ نانو کے ہاں جا کر خوش ہوتی ہے یا بے چین..... نانو اس سے بے حد

محبت کرتی ہیں یا بے حد نفرت؟

"اماں بتا رہی ہیں، آپ اپنی نانو کے ہاں جانا چاہ رہی ہیں؟" پپا کو دیکھ کر وہ دریچے سے ہٹ گئی تھی اور سر پر دوپٹا ڈال کر مؤدب کھڑی ہوگئی۔ فیاض صاحب خاصے فاصلے پر کھڑے تھے۔

"جی! دادی جان نے اجازت دے دی ہے۔" اس کی آواز دھیمی تھی۔

"ہوں!" انہوں نے کوٹ کی جیب سے رقم نکال کر میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"اماں بتا رہی تھیں آپ نے شاپنگ نہیں کی ہے۔ یہ رقم ہے اس سے شاپنگ اپنے لیے اور اماں کے لیے بھی کرلینا، اگر کم ہو تو کال کردینا۔" وہ اس سے خاصے فاصلے پر کھڑے تھے، لہجے میں گریز آمیز سنجیدگی تھی، اندر داخل ہوتے ہوئے ایک اچٹتی نگاہ کے سوا دوسری اس پر نہ ڈالی تھی۔ رقم دینے کے بعد جس خاموشی سے آئے تھے، اسی خاموشی سے واپس چلے گئے تھے۔

"مجھے رقم کی نہیں آپ کی محبت، آپ کی شفقت بھری مسکراہٹ کی ضرورت ہے پپا! آپ نے کبھی مجھے نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا، دنیا کی اس بھیڑ میں کبھی گم ہوگئی تو آپ مجھے ڈھونڈ بھی نہ پائیں گے۔ کیونکر میری شناخت کریں گے کہ آپ نے میرا چہرہ پہچانا ہوا نہیں ہے۔" پری کے چہرے پر کرب کے سائے لرزنے لگے تھے۔ اس نے میز پر رکھی رقم کی جانب نگاہ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا۔ اس کے اکاؤنٹ میں بھاری رقم تھی۔ مما انکل کی لاعلمی میں عموماً اس کے اکاؤنٹ میں رقم ٹرانسفر کرتی رہتی تھیں۔

بہنوں کے مقابلے میں وہ رقم کے معاملے میں خود کفیل تھی البتہ محبت و اپنائیت کے احساسات سے اس کا دل خالی تھا۔ اپنوں کی چاہت کے لیے وہ فاقہ کشی کا شکار تھی۔ پیار کی تمنائی تھی۔ دل پہلے ہی بلاوجہ کی اداسیوں کا شکار تھا اور پپا کے بے گانہ رویے نے اداسیوں کی وجہ بھی فراہم کردی تھی اور جب دل پر بوجھ بڑھ جائے تو وہ آنسو بن کر آنکھوں سے بہہ نکلتا ہے۔ اس کے آنسو بھی ٹوٹی مالا کے موتیوں کی طرح پھسلتے چلے گئے تھے، جن کو سمیٹنے کی اس نے ذرا بھی سعی نہ کی تھی۔ وہ روتی رہی تھی اور نا معلوم کس لمحے آنسوؤں کے درمیان ہی نیند کی چادر تان کر سو گئی تھی پھر اس کی آنکھ عجیب و غریب آوازوں سے کھلی تھی۔ اسے لگا تھا گھر میں بھونچال سا آ گیا ہے۔ دروازے دھڑا دھڑ کھلنے و بند ہونے کی آوازیں.....! وہ خوف زدہ انداز میں کمرے سے نکلی تھی۔ ابھی کوریڈور میں ہی پہنچی تھی کہ دادی کی دل خراش چیخ اُبھری تھی۔ جس نے اس کے رہے سہے اوسان بھی خطا کردیئے تھے۔

(باقی آئندہ ماہ انشاء اللہ)

❁

Scan & PDF HAZ AHMED Friends Korner.com

روشنی اور راستہ

عالیہ حرا

اک ہجر تھا جس میں بتا دی تمام عمر
اک پل تھا ہم نے جس کو زمانہ بنا لیا
اس درجہ صبر پر تو اسے بھی یقیں نہ تھا
اس نے ریاضتوں کو بھی طعنہ بنا لیا

اس کا نام سجاول تھا اور وہ کل ہی امریکا سے تعلیم مکمل کرکے آیا تھا۔ جب سجاول اپنے ملک میں پڑھنا چاہتا تھا اُسے دوسرے ملک بھجوا دیا گیا تھا۔ اب وہ شہر نہیں جانا چاہتا تھا مگر دادجی اسے شہر پھنکوا رہے تھے۔ ''پھنکوا'' اس لیے کہ وہ جانا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے ذہن میں خیال منتشر ہو رہے تھے۔ رات سو بھی نہ سکا تھا۔ اس وقت بھی جلدی اٹھ گیا تو باہر آ گیا۔ اس وقت چھت پر جانے والی سیڑھیوں پر کھڑا تھا۔ اس کے سامنے حویلی کا صحن تھا۔ بڑا وسیع، بلند دیواروں والا۔ آخری حصے میں درخت لگے تھے۔ پھولوں کے مختلف پودے تھے تبھی مرغیوں کا تیز شور بلند ہوا۔ شور کی جانب نگاہ کی اور مسکرا دیا، بچپن کی بھولی بسری کہانی ذہن میں گردش کرنے لگی۔

صبح ہوئی۔ دادی اماں نے مرغیوں کا دڑبا کھولا۔ دڑبے سے مرغی نکلی۔ مرغی کے ساتھ اس کے بچے بھی نکل آئے۔

بے جی مرغیوں کو دانا ڈالنے لگی تھیں۔ سجاول ان کی جانب ہی متوجہ تھا۔ مرغی نے ایک دم کوں کوں کیا۔ سجاول نے آسمان پر نگاہ کی۔ شفاف آسمان پر چیل صاحبہ پرواز کر رہی تھیں۔ چوزے مرغی کی جانب دوڑے۔ مرغی نے انہیں پروں میں چھپا لیا۔

سجاول مسکرا دیا۔ ذہن میں کہانی اور سامنے عمل ساتھ ساتھ ہو رہا تھا۔ چیل آسمان پر منڈلا رہی تھی۔

سجاول سیڑھیوں پر بیٹھ گیا۔ مرغا بانگ لگانے لگا۔ بے جی بطخوں کو روٹی کے ٹکڑے ڈال رہی تھیں۔ نگاہ اس سے ملی تو مسکرا دیں۔

''اٹھ گیا؟''

''جی بے جی!''

''ناشتا کر لیا پتر!''

''نہیں! یہ دیسی پتر ہے، ناشتا آپ کے ساتھ کرے گا۔'' بڑی اماں مسکراتے ہوئے باہر آ گئیں۔

''چاچی! دیسی پتر ہے تو ولایت کیوں بھیجا تھا پڑھنے کو؟'' امینہ ناک سکیڑ کر بولی۔ سجاول منہ موڑ کر اپنی تایازاد کو دیکھنے لگا۔ اسے اپنے تایا اور چچا دلاور کے بچے سب ہی عجیب سے لگے یا پھر اتنے ماہ و سال بعد دیکھا تھا اس لیے یا ہو سکتا ہے اس کا خیال غلط ہو۔ وہ بے جی کی جانب متوجہ ہوا جو اپنے کام سے فارغ ہو کر ان کی جانب آئیں اور اپنے سفید پوش سے ڈھکے تخت پر بیٹھ گئیں۔ سرما کی دھوپ ہر سو پھیلی ہوئی تھی۔ مرغی نے ایک بار پھر زور سے

FREE & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

کوک کوک کیا؟ چیل آسمان پر منڈلا رہی تھی، بطخیں بھی قیں قیں کرنے لگیں اور یہ منظر دیکھتے ہوئے سجاول بے اختیار چونکا۔ ہمک ہمک کر چیل شور مچا رہی تھی۔ بچے مرغی اور بطخ کی جانب دوڑ رہے تھے۔ مرغی اور بطخ سگنل دے رہی تھیں۔ بے جی ڈنڈا پکڑ کر ہیش ہیش کرنے لگیں۔ چیل دوسری جانب پرواز کرنے لگی۔

"کیا کھائے گا پتر!" بے جی کی آواز پر وہ چونکا۔

"بریڈ، جیم اور مکھن....." امینہ نے پھر ٹکڑا لگایا۔

"نہیں، دیسی مُنڈا ہے۔ پراٹھا، دہی، اچار، لسی....." اس پر طنز کرنے مراد بھی نکل آیا۔ "اور یہ بدیسی مُنڈا اتنی جلدی اٹھ کیسے گیا؟" اس کے قریب پہنچ کر ہنکارا بھرا۔ سجاول گھٹنے پر کہنی ٹکائے بند مٹھی پر چہرہ رکھے زیرلب مسکراتے ہوئے اپنے کزنز کی گفتگو سن رہا تھا۔ کس قدر بدگمان تھے اس کی جانب سے۔ رات ان کی گفتگو سے اندازہ ہو گیا تھا۔ مگر کیوں.....! وہ سمجھ نہ سکا تھا۔ حالاں کہ اس کے دل میں اپنے کزنز کے لیے بے انتہا محبت تھی اور یہ محبت اک قدرتی امر تھا۔ اپنے جتنا دور ہو جائیں ان کی کشش زیادہ ہوتی ہے۔

"یار!" مراد نے اس کے شانے پر ہاتھ دھرا۔

"خیال رہے....." وہ کانوں کے قریب جھکا۔ "یہ گاؤں ہے۔ یہاں کے لوگ بہت سادہ، دل والے اور عزت کرنے والے ہیں۔ ان کے مزاج کے خلاف کوئی بات نہ ہو۔ دیس اور پردیس میں بہت فرق ہوتا ہے۔" پھر زور سے شانہ دبایا۔ مراد کے لفظوں نے سجاول کو چونکایا اور وہ ذومعنی ہنسی سے سیدھا ہو گیا۔ امینہ تنکا دانتوں میں دبائے جانے کیوں مسکرا رہی تھی۔

"لے آ حاجرہ! پراٹھے اور دہی کا ناشتا، خستہ اور بل دار بنانا پراٹھا....." انہوں نے ملازمہ کو پکارا۔

"امینہ! جا لسی لے کر آ چاچی سے....." مراد زور سے ہنسا۔ "سجاد لے! لسی تو گاؤں والوں کے لیے چھوڑ دے۔ چائے پی۔ بالائی والی دودھ پتی۔"

"چائے میں نے بہت پی ہے۔" وہ سیڑھی سے اتر کر کھڑا ہوا اور بے جی کی جانب بڑھا۔ "لسی، لسی ہے اور پھر گھر کی لسی ہو ملائی پیڑے والی تو کیا بات ہے۔" بے جی کے تخت پر بیٹھ کر پاؤں اوپر کر لیے۔ بے جی فخر سے اسے دیکھنے لگیں

"بے جی سے گٹر پٹر کیا کر۔ انہیں بڑا شوق ہے انگلش بولنے کا۔" مراد نے طنز سے دادی پوتے کو دیکھا۔

"جا حاجرہ ناشتہ لے کر آ۔ امینہ تو کھڑی ہے ابھی تک؟" بے جی مراد کی تنگ نظری اور کینہ پروری سے واقف تھیں اس کی چالاکیاں بھی جانتی تھیں۔

"میرے لیے بدیسی ناشتہ لے آ امینہ!" مراد موڑھا کھینچ کر ان کے قریب بیٹھ گیا۔

"بے جی! تایا جی کدھر ہیں؟ رات بھی ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔"

"حشمت علی تو شہر گیا ہوا ہے اور دلاور زمینوں پر گیا ہے۔ پانی لگوانا تھا آج۔"

"عشرت چچا گاؤں نہیں آتے؟"

"سب کچھ آج ہی پوچھ لو گے؟ اب ادھر ہی ہو، جان لینا اپنے عشرت چچا کو بھی....." مراد ہنسا۔ سجاول کو خاموش رہنا بہتر لگا۔ امینہ اپنی جگہ کھڑی سجاول کو دیکھ رہی تھی۔ اونچا لمبا بانکا سجیلا، گھبرو جوان، نفاست سے کٹے بال، گھنی گھنی مونچھیں، سرخ بھرے بھرے ہونٹ، چہرے پر اک عجیب انوکھی سے چمک اور نکھار۔

"اس سے پہلے کہ اس پردیسی شہزادے کی ہتھیلی پر کسی کا نام لکھا جائے۔ کیوں نا میں اس کے نام کی مہندی لگوالوں؟" دل انوکھے انداز سے دھڑکا۔ رات اسے اتنے غور سے دیکھا کب تھا۔ کل شام تو آیا تھا۔ ہوا کا مسحور کن جھونکا اس کے وجود سے آن لپٹا۔ دھیرے سے پلٹ کر اندر بڑھ گئی۔

"میرے اندر کس بات کی کمی ہے؟" آبنوسی لکڑی کی قدیم سنگھار میز کے آگے کھڑی ہوئی۔ خوب صورت، لمبے لمبے بال، سیاہ کجراری آنکھیں۔ ہونٹوں کا یہ قاتلانہ تل۔ شیشے میں اپنا جائزہ لیا۔

"تو رج کے سوہنی ہے۔" اک ہیولا سا ابھرا۔ وہ پھر ٹھٹھکی۔ ہاشم، گاؤں کے نمبردار کا بیٹا مسکرا رہا تھا۔

"اونہہ!" سر جھٹک کر ہاشم کے خیال کو جھٹکا۔ "وہ مجھے دے کیا سکتا ہے؟ سوکھی محبت! سجاول تو بانکا سجیلا ہے۔ جائیداد کا وارث بھی ہے۔" سر جھکا کر اپنی ہتھیلیاں پھیلائیں۔ "مٹھی میں بند نہ کیا تو میرا نام امینہ نہیں۔" سیاہ آنکھوں میں سجاول کا عکس محبت بن کر ڈولنے لگا اور ڈولتی ہوئی محبت ہمیشہ خسارے میں رہتی ہے۔ اور باہر بیٹھا مراد..... اس کا ذہن کسی اور ہی منصوبے پر کام کر رہا تھا۔ نظریں سجاول کا احاطہ کیے ہوئے تھیں اور انگلیاں خم دار سیاہ مونچھوں کو بل دے رہی تھیں۔

❀❀❀❀❀

"یہ رحیمو کی گائے ہے۔" کھیتوں کی جانب جاتے ہوئے گائے بھینسوں کے باڑے کی جانب نگاہ پڑی تو ہنس پڑا۔ بھولا بسرا بچپن کا سبق یاد آنے لگا۔ مراد اور سعادت اس کے ساتھ تھے۔

"ہنس کیوں رہے ہو سجاول!" سعادت نے اس کی جانب دیکھا۔

"یہ رحیمو کی گائے ہے۔" ہنستے ہوئے سعادت کو دیکھا اور گائے کی جانب اشارہ کیا۔ اور سعادت بھی سمجھ کر ہنس دیا۔ بچپن کا ساتھ تھا۔ دونوں ایک ساتھ اسکول جاتے تھے۔ بچپن کی مسجد میں یاد کی ہوئی سورتوں کا نقش آج بھی تازہ تھا۔

"ہمارے کھیتوں میں ٹیوب ویل لگ گیا ہے۔ دو آگے بھی لگے ہیں۔" سعادت معلومات دے رہا تھا۔

رنگارنگ کہانیوں کے آراستہ دلچسپ جریدہ
aanchal.com.pk
تازہ شمارہ شائع ہوگیا ہے
ماہنامہ نئے افق کراچی
مسلسل اشاعت کے 35 سال
ایک ایسے نوجوان کی سرگزشت ایک واقعہ نے اسے اللہ تعالیٰ کا باغی بنا دیا تھا طویل ناول
پکار
گیارہ کھلاڑیوں کے درمیان ایک بارہواں کھلاڑی کودنے کی ایک دلچسپ و دلکش داستان
بارھواں کھلاڑی
سیاست ایک سائنس ہے جس کے تحت نہ صرف قوموں کی ترقی اور تنزلی کے مراحل طے ہوتے ہی
دیمک
ایک خوب صورت وادی کا قصہ جہاں لوگ امن و آشتی سے رہتے تھے برف پوش پہاڑیوں سے ایک نادر تحفہ
جنونی لیٹرا
قارئین کی دلچسپی کیلئے 3 خوبصورت سلسلے
بزم سخن: شعر و شاعری کا منفرد سلسلہ خوشبو سخن: منتخب غزلیں و نظمیں، ذوق آگہی: اقتباسات، اقوال زریں، احادیث وغیرہ
پرچہ نہ ملنے کی صورت میں دفتر سے رابطہ کریں۔ فون 35620771/2

"مگر جو مزا کنویں کی سیر کا ہے وہ ٹیوب ویل دیکھنے کا کہاں؟" درخت کی شاخ توڑ کر ساتھ ساتھ چلتے ہوئے مراد نے سجاول کو دیکھا اور بڑے شوخ سے انداز میں سیٹی بجائی۔ سجاول نظر ہٹا کر آگے دیکھنے لگا۔

"سعادت! گاؤں کا مندر ہے آج بھی.....؟"

"ہاں! قدیم مندر آج بھی موجود ہے۔ ہم لوگ کیسے مندر کی گھنٹیاں بجا کر بھاگا کرتے تھے۔" سجاول بچپن کی یادیں تازہ کرنے کے موڈ میں تھا۔

"اور گلی ڈنڈا کھیلا کرتے تھے۔"

"اور مولوی صاحب کے جامن' کرم دین بابا کے نیم کے درخت کی نمولیاں۔ ناصرہ اور رشیدہ کے بنٹے۔ کیا وہ آج بھی بنٹے کھیلتی ہیں؟" دونوں برگد کے درخت کے نیچے بنے پرانے چبوترے پر بیٹھ گئے۔ مراد ایک پاؤں اوپر رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی انگلیاں شاخ کو موڑ رہی تھیں۔

"ہاں!" سعادت کھلے دل سے منہ اونچا کر کے ہنسا۔ "اپنے بنٹوں کے ساتھ۔ دو بچے ہیں ناصرہ کے۔"

"اچھا!" سجاول دلچسپی سے ہنسا۔

"کیسی لگتی ہے ناک پونچھتی ناصرہ بچے کھلاتی ہوئی؟"

"مسز غلام نبی بن ہوئی ہیں۔"

"اور رشیدہ؟"

"تمہیں آج بھی لڑکیوں کی باتیں مزا دیتی ہیں؟" مراد کے ہونٹوں میں تیلی دبی تھی۔ شاخ کو کمان بنا کر آنکھوں میں ذومعنویت کا رنگ لیے مراد مسکرا رہا تھا۔ سجاول نے لمحہ بھر کو چونک کر اسے دیکھا۔ بھوری آنکھوں والا مراد۔ اس پر جانے کیوں سجاول کو بھیڑیے کا گمان ہوا۔ اس کا انداز، اس کا رویہ، اس کا لہجہ..... بچپن کا جھگڑالو، ضدی، من موجی اور اپنی کرنے والا ہٹ دھرم مراد آج بھی ویسا ہی تھا۔ گزرے ہوئے ماہ و سال نے اس پر ذرا اثر نہ چھوڑا تھا۔

"کیسی باتیں کر رہا ہے مراد! سجاول آج بھی بڑا شریف ہے۔" سعادت نے پتھر اٹھا کر دور پھینکا۔

"اچھا! اتنا یقین.....؟ رات ہی تو آیا ہے۔" سعادت کھڑا ہوا۔

"ہماری دوستی پکی ہے۔ بچپن کی شرافت آج بھی قائم ہے۔" سجاول بھی کھڑا ہو گیا۔

"تو ہم بُرے ہیں کیا.....؟" کالر جھاڑتے ہوئے مراد سیدھا ہوا تو اس کے لہجے میں غرّاہٹ سی تھی۔ سجاول' مراد کی جانب دیکھنے لگا اور سعادت پچھلی جانب بنے گھروں کو۔ جوں جوں مراد سے ملنا ہو رہا تھا' مراد کے جوہر کھلتے ہوئے سے محسوس ہو رہے تھے۔

"چل! آگے چلتے ہیں۔" سجاول نے قدم بڑھائے۔ دوپہر ہونے کو آئی تھی۔ ابھی گاؤں کا چکر پورا کرنا تھا۔ بچپن کی یادوں میں گاؤں کے کچے مکان تھے مگر گاؤں کے لڑکے شہر چلے گئے تھے اور مکان پکے ہو گئے تھے۔ سرخ اینٹوں والے گھر، سیمنٹ کی اینٹوں والی دیواریں، اکثر گلیاں پکی تھیں۔ تینوں چلتے ہوئے کھیت کنارے آ نکلے۔ ہرے بھرے کھلیانوں کو دیکھ کر سجاول نے پُرسکون سانس لیا۔ اپنے دیس کی مٹی رگوں میں کیسی تراوٹ ڈالتی ہے' کوئی اس کے دل سے پوچھتا۔ دور تک کھیتوں کا سلسلہ تھا۔ دہقان کام کر رہے تھے۔ اس شبانہ روز مشقت کے نتیجے میں اناج کو لاکھوں کروڑوں انسانوں کے لیے لقمہ بننا تھا اور کسان آج بھی غریب تھا۔ سجاول کا سلسلۂ سوچ پھر بہکنے لگا۔

"یہاں دیکھنے کے لیے کیا ہے؟" مراد ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ "سناٹا، تنہائی اور یہ کسان.....! اصل مزا تو پنگھٹ کی سیر کا ہے بابو!" مراد ہنس رہا تھا اس کی آنکھوں کی چمک سجاول کو اچھی نہیں لگی۔ عامیانہ سا انداز تھا۔ بھٹکا بگڑا ہو۔ بدفطرت تو وہ کبھی بدیس میں بھی نہ تھا۔ حیا شرم اس کے وجود کا حصہ رہی تھی۔

"چلو جیپ میں سیر کراؤں۔ پورا گاؤں دکھاؤں۔" مراد یک دم کھڑا ہو گیا۔ "سعادت! سجاول کو لے کر آ۔ میں جیپ نکالتا ہوں۔"

"نہیں! مجھے آج پیدل چلنا ہے۔" سجاول نے انکار کر دیا۔

"اور اس سے زیادہ پیدل ہم نہیں چل سکتے۔ بادشاہت ہے ہماری۔" وہ بازو پھیلا کر ہنسا۔ سجاول' سعادت کو دیکھنے لگا۔ سعادت کھیتوں کے درمیان پگڈنڈی پر آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کی انگلیاں لہراتی فصل کو چھو رہی تھیں۔ مراد اس کے پیچھے چلنے لگا۔

"ٹھیک ہے۔ میں بیٹھک کی طرف جا رہا ہوں۔ ادھر ہی آ جانا۔" مراد پیچھے سے چیخا۔ سجاول نے مڑے بغیر ہاتھ لہرا دیا۔ دونوں آگے پیچھے چلتے رہے۔ سجاول اِدھر اُدھر دیکھتا رہا۔ سعادت آگے بڑھ کر نہر کنارے نیم کے تنے کے اوپر بیٹھ گیا۔

"کتنی خاموشی، سکون، سناٹا ہے؟" گولر کے درخت کی جڑوں کے پاس گلہری دوسری گلہری کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ اس کی لمبی اور خوب صورت دم لہرا رہی تھی۔ اس درخت کے اوپر ایک چیل کا بسیرا تھا۔ سامنے نہر کی دوسری جانب درختوں کا سلسلہ تھا۔ سجاول ذرا آگے کو ہو کر بیٹھا اور جوتی اتار کر پانی میں پاؤں ڈال دیے۔ ٹھنڈا..... یخ پانی.....! پانی میں اس کا عکس لہرانے لگا۔

"مراد سے بچ کر رہنا۔" سعادت سنجیدہ تھا۔ وہ مڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

"مراد کرتا کیا ہے؟"

"وہی جو تایا جوانی میں کیا کرتے تھے۔" سعادت کا لہجہ ناگواری لیے تھا۔ "تایا کے پانچ بیٹوں میں مراد ہی ان پر گیا ہے۔ باقی سب اپنے چچا اور ماموں کی طرح شریف باحیا اور باکردار ہیں۔ ایک تمبر کا ہیر پھیر کرنے والا آدمی ہے۔ جانے کس بات کا گھمنڈ ہے؟" سعادت کے لہجے میں نخوت تھی۔ سجاول نے سوکھی لکڑی اٹھائی اور پانی کی سطح پر گھمانے لگا۔ تایا کا کردار تو چھپا ہوا نہیں تھا کسی سے، بگڑے ہوئے رئیس زادے۔ زمینوں کے سوا ہر جگہ ان کا دل لگتا تھا۔ عشرت تایا اپنے نام کی طرح عیش و عشرت کے دلدادہ تھے۔ شہر کے مکین تھے۔

"شہر کی چوریاں اِدھر آ کر چھپاتا ہے مگر چوری کبھی چھپتی ہے؟ دو دفعہ جیل جا چکا ہے۔" سعادت متنفرانہ انداز میں تفصیل بتا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ ایک غیر معمولی سا احساس..... فضا میں سنجیدگی کا عنصر بڑھ گیا تھا۔ پرندے دور آسمانوں پر اڑانیں بھر رہے تھے۔ سجاول کی حسیں تمام جانب متوجہ تھیں۔

"ارے میں بھی کیا قصہ لے بیٹھا۔ اس کتاب کو تو پڑھتا ہی رہے گا۔" وہ سر جھٹک کر سیدھا ہوا۔ "اب اِدھر ہی رہنا ہے تمہیں۔"

"نہیں' مجھے سب کے بارے میں جاننا سننا اچھا لگ رہا ہے۔ میں ایک عرصے کے بعد آیا ہوں۔ پندرہ سال کم نہیں ہوتے۔"

"اور تیرے چہرے پر آج بھی فرشتوں کا سا تقدس ہے۔" عادت نے بے ساختہ کہا۔ سجاول اس کی تعریف پر ہنس دیا۔

"لگتا ہے ناول زیادہ پڑھتا ہے؟"

"نہیں بے۔جی کہہ رہی تھیں۔"

"بے۔جی تو بس نا!" مسکراتے ہوئے سر جھٹکا' تبھی مسجد سے اذان کی آواز ابھری اور بکھر کر ان تک پہنچی۔

"چلو نماز پڑھ آئیں۔" سجاول نے پانی سے پاؤں باہر نکالے۔ سعادت بھی کھڑا ہو گیا۔

"مسجد قریب ہی ہے۔" سعادت نے کہا۔ گاؤں کی کچی مسجد کا مینار دور سے نظر آ رہا تھا۔ کچی منڈیریں پکی منڈیروں میں تبدیل ہو گئی تھیں۔ اپنائیت

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

کا احساس رگ و پے میں اتر گیا۔
''سجاولے!......'' دور کھیتوں کے ساتھ ساتھ جاتی پکی سڑک پر مراد جیپ میں بیٹھا انہیں آواز دے رہا تھا۔ ''آجاؤ......! جیپ کا چکر لگا ئیں۔''
''ہم نماز پڑھنے جارہے ہیں۔ آجاؤ تم بھی......''
سجاول نے مڑ کر کہا۔ سعادت مسجد میں داخل ہوگیا۔
''میں گھر پر پڑھ لوں گا۔''
سجاول مسجد میں داخل ہوگیا۔ اسٹیئرنگ پر کہنی ٹکا کر انگلیوں کو مونچھوں پر پھیرتا بغور سجاول اور سعادت کے ساتھ کو دیکھ کررہا تھا۔ یہ ساتھ اسے بچپن میں بھی نہیں ملا تھا اور آج اتنے سالوں کی دوری کے بعد بھی قائم تھا۔
''سجاول سے بچپن کا تنفر تھا جو عمر اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ختم نہیں ہوا تھا۔ سجاول کو بے جی، تایا، تائی، خود اس کی ماں اور دادا بھی خصوصی محبت و توجہ دیتے تھے۔ اس بات کا احساس بچپن ہی سے مراد کو تھا کہ اسے کیوں نہیں ایسی محبت و توجہ ملتی۔ سجاول کے لیے جلن و حسد کی آگ تھی جو اسے ہر لمحہ جلائے رکھتی تھی۔ کبھی وہ سجاول کے کھلونے توڑ دیتا۔ سب سے آنکھ بچا کر دھکا دے کر گرا دیتا۔ کتابیں چھپا دیتا یا پھر کاپیوں کے درمیان سے صفحے پھاڑ دیتا۔ پھر اسے پھپھو نے گود لے لیا۔ ان کی تین بیٹیاں تھیں۔ اپنے ساتھ ہی وہ اسے امریکا لے گئی تھیں۔ وہ آتا جاتا رہتا تھا پھپھو کے ساتھ۔ سجاول کی شخصیت کا نکھار اس کی ذہانت اس کے مزاج کا خاص جزو تھا جو اسے دوسرے بچوں سے ممتاز کرتا۔ انسان کو اچھائی ممتاز کرتی ہے یا برائی۔ مراد کو اس بات کا احساس نہیں تھا کہ ممتاز وہ بھی تھا۔ نمایاں اس کی شخصیت بھی تھی مگر برائی کے حوالے سے۔ ایک نمبر کا شرارتی، کند ذہن اور بگڑا ہوا بچہ تھا۔ مراد نے اپنے باپ کی عادات و خصائل پائے تھے۔ دادا جی ملک بصارت علی کو اس بات کا سخت افسوس تھا۔ مراد میٹرک کرسکا نہ کوئی ہنر سیکھ سکا تو زمینوں پر ہی آجاتا مگر نہیں، اس کے تو مشاغل سب سے الگ، انوکھے اور نرالے تھے۔ اپنے باپ کی طرح آوارہ مزاج پایا تھا۔ شہری زندگی اسے پسند تھی۔ عشرت علی اس کا باپ شہر کا ہی رہائشی تھا۔ اس نے شہر میں بھی ایک شادی کررکھی تھی۔ ایک بیوی گاؤں میں تھی۔ تو وہ کیسے نہ باپ کے گن آزماتا۔ اسے بھی پیسے کے ضیاع کا ہر گر آگیا تھا۔ اس کے پاس تعلیمی شعور تھا نہ صلاحیت۔ سجاول کی آمد نے اس کی حاسدانہ طبیعت کو بے دار کردیا تھا۔ اوپر سے سجاول کا لیا دیا انداز اور سعادت کا ساتھ۔ سعادت اور سجاول کی یاری ختم ہو جائے تو کام آسان ہو جائے گا مگر یہ دوستی ختم نہیں ہو سکتی تھی۔ بچپن کا ساتھ تھا۔

❀❀❀❀❀

سیاہ آنکھوں میں سلائی بھر کاجل لگایا۔ آگے بڑی چوٹی پیچھے پھینکی۔ شانے کا دھانی دوپٹا درست کیا۔ قد آور آئینے کے سامنے گھوم کر جائزہ لیا اور پھر پلٹ کر کمرے سے باہر آگئی۔ صحن میں بے جی کے تخت پر سجاول بیٹھا تھا۔ سامنے مرغیاں دانا چگ رہی تھیں سجاول کے گھٹنے پر پیلا چوزہ بیٹھا تھا۔ ہاتھ کی اوک میں اسے سنبھالا ہوا تھا۔ وہ پر پھیلا کر اترنے کی کوشش کررہا تھا۔ سجاول کے وجیہہ چہرے کی جاندار مسکراہٹ امینہ کا دل دھڑکا گئی۔ ختم تھی اس پر وجاہت کہ کیا کسی فلم کا ہیرو ہوگا۔
''آ......آ......آ......!'' بے جی مرغیوں کو دانا ڈال رہی تھیں کہ نظر اس پر پڑی۔ ''کیا بات ہے امینہ! ایسے کیوں کھڑی ہے؟''
''وہ......آ......ہاں......بے جی! اماں کڑھی بنارہی ہے، پوچھ رہی ہے ساتھ چاول یا روٹی؟ سجاول سے پوچھ لیں۔'' وہ اٹھ بیٹھا۔ چوزے کو مٹھی میں بند کرلیا۔
''چاول کے ساتھ کھاؤں گا، پہلے چاچی سے پکوڑے تو لے آؤ۔''

''اچھا! اتنے پسند ہیں؟'' دلچسپی سے دیکھا۔
''ہاں، پھپھو تو خصوصی طور پر میرے لیے بناتی تھیں۔''
''باہر کی ہوا نے تم پر ذرا اثر نہیں کیا؟'' سر جھٹکا۔
''کیوں...... مجھے باہر جا کر کیا بننا تھا؟ ہوا بن جاتا یا پھر ریچھ کی کھال اوڑھ کر آتا؟'' امینہ زور سے ہنسی۔
''ریچھ کی کھال اوڑھ لیتا۔ امینہ خوش ہوجاتی۔'' مراد آگیا۔ امینہ کا منہ بن گیا۔ مراد اسے ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔ ایک نمبر کا دغاباز، مکار آدمی تھا۔ ''تو بڑی تیار شیار ہے۔ کدھر جانا ہے؟ آ میں چھوڑ دوں۔'' اس کی جانب دیکھ کر عیاری سے ہنسا۔
''میں کہیں نہیں جارہی۔'' پاؤں پٹخ کر اندر پلٹ گئی۔
''میرے پکوڑے لا دو۔'' سجاول چیخا۔ مراد نے تخت پر بیٹھ کر ٹانگ پر ٹانگ پھیلا کر رکھی۔
''یار! پکوڑے، ساگ، دلیے سے باہر بھی نکل آؤ۔'' سجاول ہنس دیا۔
''تم لوگ تو کھاتے رہے ہونا! اس لیے تمہیں قدر نہیں ہے۔ ایسے صحن میں بیٹھنا، دھوپ سینکنا، ساگ مکئی کی روٹی، لسوڑے کا اچار، برستی بارش سب بہت یاد آتا تھا۔ میں کچھ بھی نہیں بھولا۔ حالاں کہ پھپھو سب بناتی تھیں مگر وہ مزا نہیں تھا جو یہاں بے جی کے ہاتھ میں ہے۔'' بے جی کے شانے پر ہاتھ پھیلا کر ان کے شانے پر سر رکھا۔ وہ بھی پیار سے اس کے بال سہلانے لگیں۔ انہیں یہ پوتا بے حد عزیز تھا۔ چھ ماہ کے بچے نے ماں کے مرنے پر کیسا صبر کیا تھا۔ اور باپ...... حق ہاہ! دونوں ہی آگے پیچھے چل بسے تھے۔ مراد نے خاک ہوکر یہ منظر دیکھا تھا۔
''بے جی! تھوڑی محبت ہم سے بھی کرلیا کرو۔ ہم بھی تمہارے پوتے ہیں۔''
''کرتی تو ہوں۔''
''مگر ایسی نہیں جیسی سجاول سے کرتی ہو۔'' سجاول ہنس دیا۔
''جل رہے ہو؟''
''مجھے کیا ضرورت ہے؟'' شانے اچکا کر کھڑا ہوگیا۔
''بن ماں باپ کا بچہ ہے۔ میں پیار نہیں کروں گی تو کون کرے گا؟'' امینہ پکوڑے لے آئی تھی۔ تبھی سعادت آگیا۔ مراد کو دیکھ کر ٹھٹکا اور پھر سجاول کے قریب رکا۔
''چلیں......؟''
''کہاں جانا ہے تم لوگوں نے......؟'' بے جی چونکیں۔ سجاول نے پکوڑے سعادت کی جانب بڑھائے۔ مراد کی توجہ سعادت کی طرف تھی۔ سعادت اور اس کا بیر بھی پیدائشی تھا۔ اسے ہر چیز چھین کر حاصل کرنے کی عادت تھی۔ نرمی اور محبت اس کی فطرت میں تھی ہی نہیں۔
''بے جی! باغوں کی سیر کو جارہے ہیں۔ پھر تو سجاول مصروف ہوجائے گا۔ دا جی بھی واپس آجائیں گے۔ تو سوچا ذرا گھوم پھر لیں۔''
''ضرور جاؤ۔ ملک جی بھی آنے والے ہیں دو چار دنوں میں۔'' سجاول کھڑا ہوگیا۔
''میں بھی چلوں گا۔''
''مگر تم تو شہر جارہے تھے عشرت کے پاس......؟''
بے جی نے درمیان میں روک دیا۔
''ان کے پروگرام میں شامل ہوکر چلا جاؤں گا۔''
''ہمارا پروگرام کوئی خاص نہیں ہے۔ موج مستی ہلا گلا۔ سیب کے باغ میں جا کر سیب توڑیں گے۔ نہر کے پانی سے نہائیں گے اور گھومیں گے۔ آپ کا تو سب دیکھا ہوا ہے......
چلو سعادت!'' سجاول سعادت کا ہاتھ پکڑ کر نکل گیا۔ مراد منہ دیکھتا رہ گیا۔ بل تو امینہ نے بھی کھایا۔ سعادت نے سارے پروگرام پر پانی پھیر دیا تھا۔

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

"تم کو اپنا نہ بنایا تو میرا نام نہیں۔"

امینہ گنگناتی ہوئی اندر چلی گئی۔ مراد بل کھا کر رہ گیا۔ سعادت تو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ یہ سجاول بھی...... ۔ مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے پیچ و تاب کھایا۔

"سعادت کو بھی دیکھ لوں گا۔ بڑے پر پرزے نکال رہا ہے۔" وہ پلٹ کر باہر نکل گیا۔ بے جی نے خاص طور پر سجاول کے لیے مراد کے انداز کو نوٹ کیا۔ جانے کیوں ان کا دل دھڑک گیا۔ مراد خود غرض تھا۔ اسے صرف اپنے لیے جینا آتا تھا۔ اپنے ارمانوں کی تکمیل چاہتا تھا۔ اس نے سعادت کی زندگی تباہ کر دی تھی۔ وہ جانتی تھیں۔ سعادت ان کا منجھلا پوتا بظاہر مضبوط نظر آتا تھا مگر اندر سے ٹوٹ چکا تھا۔ اچانک سجاول کی آمد نے اسے سنبھالا تھا ورنہ......! ایک اضطرابی کیفیت نے بے جی کو اپنے حصار میں لے لیا۔ مراد سے کسی اچھائی کی کبھی بھی توقع نہیں تھی۔

"بڑے ملک کا فیصلہ ٹھیک ہے۔ سجاول کو شہر جانا چاہیے۔ اتنے سارے لوگ ہیں زمینوں کی دیکھ بھال کے لیے۔" سوچ کر اطمینان کا دامن تھام لیا۔

❀❀❀❀❀

دا جی شہر سے واپس آ گئے تھے۔ کچھ قانونی کارروائیاں تھیں جو پوری کرنا تھیں۔ کچھ دوسرے کام تھے۔ بڑے ہال میں رونق لگی تھی۔ سجاول کو اپنے قریب بٹھائے، اسے پیار کرتے اپنے مرحوم بیٹے کا لمس پا رہے تھے۔ دور بیٹھا مراد دل ہی دل میں تاؤ کھا رہا تھا۔

"میں بھی تو پوتا ہوں۔ مجھے تو کبھی دا جی نے ایسا پیار نہیں کیا؟" چاچی کے قریب جھک کر کہا۔

"سجاول دور سے آیا ہے نا! اس لیے اتنا پیار کر رہے ہیں۔"

"ہونہہ......!" اٹھ کر باہر نکل گیا۔ مگر دوسرے لمحے احساس ہوا کہ اس نے باہر آ کر غلطی کی ہے۔ اسے باتیں سننی چاہیے تھیں مگر...... وہ باہر صحن میں ٹہلنے لگا تبھی اسے سکھاں پچھلی جانب جاتی نظر آئی۔ زر، زن اور زمین اس کی کمزوری تھی۔ اس لیے اسے رشتوں کے تقدس کا احساس تھا نہ زر و زمین کی اہمیت کا اندازہ۔ سکھاں بھی اسے دیکھ کر مسکرا دی تھی۔ سب اندر مصروف تھے۔ یہاں کس نے آنا تھا۔ اس نے سکھاں کا ہاتھ تھام لیا۔ سکھاں لجا کر اس سے ٹکرائی تھی۔

❀❀❀❀❀

اگلی صبح مراد کے لیے یہ خبر کسی دھماکے سے کم نہیں تھی کہ دا جی سجاول کو شہر میں زمین لے کر دے رہے ہیں فیکٹری لگانے کے لیے۔

"اور ہمیں کبھی پوچھا ہی نہیں......؟" وہ بل کھا کے رہ گیا۔ "سجاول کیا کہتا ہے......؟"

"اس نے ابھی کچھ جواب نہیں دیا۔ ابھی وہ گاؤں کی سیر ہی کر رہا ہے۔ میں تو کہتی ہوں اس کے ساتھ مل جا۔ بنا کر رکھ اس کے ساتھ۔ تیرا بھی کچھ بن جائے گا۔" اس کی ماں زری بانو نے بازو پکڑ کر گول گول آنکھیں گھماتے ہوئے مکاری سے کہا۔ مراد ماں کو دیکھنے لگا۔ "سعادت کیسے ساتھ ساتھ لگا ہوا ہے۔"

"ہوں!" مراد مونچھوں کو تاؤ دینے لگا۔

"تجھے تو میں سمجھاتی رہتی ہوں۔ تو جانے کن چکروں میں رہتا ہے۔"

"میرے بغیر تو وہ کچھ کر ہی نہیں سکتا۔ میرا تجربہ سعادت سے زیادہ ہے۔" اسے خود پر گھمنڈ تھا۔

"دوستی اس کی سعادت سے ہے۔" زری بانو نے نکتہ اٹھایا۔

"دیکھ لوں گا اماں اسے بھی۔" وہ باہر نکل گیا۔ فطری حسد اور جلن نے زری بانو کو بھی جلا ڈالا۔

"ہائے اکیلا فیکٹری لگائے گا شہر میں......؟" وہ ہاتھ مل رہی تھی اور ذہن چل رہا تھا۔

❀❀❀❀❀

سعادت اور سجاول نہر میں اترے ایک دوسرے پر پانی اچھالتے بالکل بچے بنے ہوئے تھے۔ سجاول پانی سے نکل کر ٹال پر بیٹھ کر گنے چوسنے لگا۔ سعادت خربوزے اور تربوز لایا۔ دور کھیتوں میں کسان کام کر رہے تھے۔ برگد کے درخت پر پرندے اپنی بولیاں بول رہے تھے۔ فضا میں غیر معمولی سا جلترنگ تھا جو کانوں کو بھلا لگ رہا تھا۔ سجاول مسحور ہو کر رہ گیا۔

"کس کافر کا دل چاہے گا شہر جانے کو؟"

"مگر یہ دا جی کا فیصلہ ہے کام تمہیں شہر میں ہی کرنا ہے۔"

"میں دا جی کو منا لوں گا۔"

"بے شک منا لے۔ مگر میرا مشورہ ہے کہ گاؤں میں نہ رہو۔ مراد تمہیں جینے نہیں دے گا۔"

"کیوں؟" تیکھے چتون سے اسے دیکھا۔

"وہ ایسا ہی ہے۔ جھگڑالو، بدمزاج، عناد اور تنفر رکھنے والا۔ انسانوں کا شکاری......" بولتے بولتے سعادت کی رگیں تن گئیں۔ "تم بھی اسے جان لو گے مگر تم گاؤں میں مت رہو۔"

"مجھے گاؤں میں رہنا اچھا لگتا ہے سعادت! خاموشی اور سکون ہو، اپنوں کے درمیان۔ ہمیں یہاں سہولتیں پیدا کرنی چاہئیں۔ یہاں بھی میں کام کر سکتا ہوں۔ فیکٹری لگا سکتا ہوں۔ کتنی زمین بنجر ہو کر فالتو ہو گئی ہے۔ اسکول کھولے جا سکتے ہیں۔ بس تحریک کی ضرورت ہے۔ یہ جو دو چار اسکول ہیں۔ یہ ناکافی ہیں۔"

"اپنے جذبہ کو سنبھال کر رکھ سجاول! اب وہ وقت نہیں رہا جب جذبوں سے جنگیں جیت لی جاتی تھیں۔ مادہ پرستی نے انسان کو خود غرض بنا دیا ہے۔ اسی خود غرضی نے دلوں میں کینہ کدورت کو پروان چڑھایا ہے۔ ورنہ......" وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"میں جانتا ہوں تم اپنوں کے ڈسے ہوئے ہو مگر پہلے تم اکیلے تھے۔ اب میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ایک اور ایک گیارہ۔" اس کے شانے پر ہاتھ مارا۔

"اونہہ......!" نخوت سے سر جھٹکا۔ "ذرا وقت گزرنے دو۔ تمہیں خود ہی اندازہ ہو جائے گا کہ میں کیوں ایسا ہوں؟"

"میں جانتا ہوں میرے دوست!" اس نے شانہ دبایا۔ "مگر ہر مشکل کا حل ہوتا ہے۔ مراد کو میرے سامنے آ لینے دو۔" سعادت سر گھما کر اسے دیکھنے لگا۔ سجاول غیر مرئی نقطے کی جانب متوجہ تھا۔

"وہ رہتا کیوں ہے یہاں؟"

"وہ یہاں رہتا نہیں ہے چھپتا ہے۔ قانون سے، لوگوں سے، دو نمبر کام کے نتائج سے۔ وہ بالکل عشرت تایا کے نقشِ قدم پر چلتا ہے۔ دا جی کو بہت دکھ ہے اس کا۔ ناراض رہتے ہیں اس سے بات نہیں کرتے۔ ڈھیٹ ایسا ہے پھر بھی یہاں گھسا رہتا ہے۔ میں تو اسے کبھی معاف نہیں کروں گا۔" اس نے نفرت سے سر جھٹکا۔

"چلو گھر چلیں۔ بے جی راستہ دیکھ رہی ہوں گی۔" وہ جوتے پہن کر کھڑا ہو۔ سعادت بھی گنوں اور خربوزوں کا کوڑا ایک طرف کر کے کھڑا ہو گیا اور کھیتوں کے درمیان پگڈنڈی سے گزرتے سجاول اور سعادت کو مراد نے تند نگاہوں سے دیکھا۔

"اس جوڑی کو توڑنا ہے۔"

❀❀❀❀❀

"آپ مجھے فیکٹری گاؤں میں کھول دیں یا اسکول۔ میں نے ادھر ہی رہنا ہے۔ آپ لوگوں کے ساتھ۔" سجاول نے دا جی کی شہر جانے کی پیش کش کو ایک دم سے ٹھکرا دیا۔

"شہر میں میرے تجربہ کار دوست ہیں تیری مدد کے لیے۔ یہاں کیا ہے؟"

"اچھا! اسکول کھول دیں۔"

"تمہیں اسکول کھول کر کیا ملے گا؟"

Scan & PDF FIAZ AHMED Friendskorner.com

"دا جی اس گاؤں کو شعور، آگہی اور تربیت کی ضرورت ہے۔ میں ٹیکنیکل کالج بھی کھولنا چاہتا ہوں۔ بے روزگار لوگوں کو ہنر سکھانے کے لیے۔"

"سجاول! تو میری بات سمجھ کیوں نہیں رہا؟"

"میں آپ کی بات سمجھ رہا ہوں دا جی! مگر یہ مسئلے کا حل نہیں ہے۔ میں چوہوں کی طرح سے نہیں بھاگوں گا۔" صاف جواب دے کر بے جی کے تخت پر بیٹھ گیا۔ وہ جانے کہاں تھیں۔ وہ ادھر ہی لیٹ گیا۔ سامنے ہی شفاف آسمان تھا۔ عصر کے بعد کا وقت۔ پنچھی اُڑانیں بھر رہے تھے۔ دھیمی دھیمی سی تراوٹ دخنلی تھی ماحول میں۔

"دا جی بھی نا!" سر جھٹکا۔ "اور یہ مراد..... میں بھی دیکھتا ہوں کہ یہ کہاں تک جاتا ہے۔" مٹھیاں بھینچ لیں۔

"یہ لسی!" امینہ کی آواز پر چونکا۔ نک سک سے تیار، نکھری نکھری سی ہاتھ میں لسی کا گلاس لیے کھڑی تھی۔

"مجھے نہیں پینی۔"

"پی لو، بدیسی مہمان۔"

"میں مہمان نہیں ہوں۔" وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"بے جی نے بھیجی ہے۔"

"بے جی خود کہاں ہیں؟"

"وہ میری اماں کے پاس بیٹھی کچھ باتیں کر رہی ہیں۔" سجاول نے چونک کر سر اٹھایا۔ امینہ لجا رہی تھی۔ اس کے گرد خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔

"کہیں بے جی اس کی اور..... لاحول ولاقوۃ!" سر جھٹکا۔ غٹ غٹ کر کے لسی پی لی۔

"واہ بھئی واہ، لسیاں! دودھ پتی چائے..... کبھی ہمیں تو نہیں پوچھا تم نے؟" مراد آ گیا۔ امینہ کی ہنسی ذومعنی تھی۔

"تُو تو پیتا رہتا ہے۔ اسے شوق ہے۔"

"اسے تو جانے کس کس چیز کا شوق ہے۔" آنکھیں گھمائیں۔ سجاول کھول گیا۔

"جو شوق ہیں سب کے سامنے ہیں۔ چوری چھپے کوئی کام نہیں کرتا۔"

"وہ تو اندازہ ہے مجھے۔"

"یہ سعادت کہاں گیا ہے؟"

"شہر گیا ہوا ہے کام سے۔"

مراد کے بارے میں جتنی اطلاعات تھیں، درست ثابت ہو رہی تھیں۔ ایسے لوگ صرف اپنے آپ میں جیتے ہیں۔ "جینے دو" کا تصور ان کے پاس نہیں ہوتا۔ اپنی جلائی ہوئی آگ میں جلتے ہیں اور پھر راکھ ہو جاتے ہیں۔ مراد کے اندر حسد و رقابت کی آگ جلتی تھی۔ اس کے انجام سے بے فکر تھا۔

"تیرے لیے چوری بھی بنائی ہے۔ لاؤں؟" امینہ اپنی کہہ رہی تھی۔

"مراد کو کھلا دے۔ اسے بہت ضرورت ہے۔" وہ اٹھ کر باہر نکل گیا۔ اس کا دماغ کھول رہا تھا۔

❀❀❀❀❀

"بے جی! مراد یہاں کب تک ہے؟" رات دودھ کا گلاس لیتے ہوئے اپنا لیپ ٹاپ بند کر دیا۔

"جانے کب تک ہے۔ زندگی تنگ کی ہوئی ہے اس نے۔"

"جب اس کا گھر ہے شہر میں تو دا جی یہاں آنے پر پابندی کیوں نہیں لگاتے؟"

دروازے سے کان لگائے زری بانو کے کان کھڑے ہو گئے۔

"ارے پابندی کیسی اور کیوں لگائیں۔ اس کی ماں بہن رہتی ہے یہاں۔ اس کے دادا کا گھر ہے۔ تو کون ہے صلاح دینے والا؟"

"چا..... چی.....!" سجاول بوکھلا گیا چاچی کو سامنے پا کر۔

"میرا مطلب تھا کہ....."

"تیرا جو بھی مطلب ہو تُو جانے مگر یہ مراد کا گھر بھی ہے۔ باپ کے ساتھ رہتا ہے تو ماں کی خبر گیری بھی کرتا ہے۔ یہ بھی تم لوگوں کو برا لگتا ہے؟" ساتھ ہی انہوں نے سینے پر دو ہتڑ مار کر واویلا شروع کر دیا۔ "جمعہ جمعہ آٹھ دن نہیں ہوئے تجھے آئے اور تو.....؟ ہائے! میں تجھے کتنا اچھا معصوم اور بھولا بھالا سمجھتی تھی۔"

"چاچی..... چاچی..... میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"

"چپ کر زری! بات سن سجاول کی۔" بے جی کو تاؤ چڑھ گیا۔

"کیا سنوں بے جی! سنا نہیں کیا کہہ رہا تھا؟" مصنوعی واویلا تھا۔

"ٹھیک کہہ رہا ہے۔ بات سمجھ اور مراد کو سمجھا کہ سجاول کے کسی معاملے میں نہ بولے۔ اس کے باپ کی جائیداد ہے۔ کچھ بھی کرے اس کا حق ہے مراد کا جو حق ہے۔ اس کا باپ لے گیا ہے۔" بے جی کو زری بانو کے انداز پر غصہ آ گیا۔ زری بانو شور مچانے لگی۔ بڑی بہو بختاور بھی آ گئی۔ سجاول باہر نکل گیا۔

صحن میں تاروں بھری رات کا فسوں بکھرا تھا۔ اندر ہا ہا کار مچی ہوئی تھی۔ وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آ گیا۔ اس کا دماغ گھوم رہا تھا۔ ملی بھگت سمجھ میں آ رہی تھی ماں بیٹوں کی جو اس کی عزت، اس کی شرافت کو خاک میں ملا دینا چاہتے تھے۔ اِدھر سے اُدھر ٹہلتا رہا۔ کوئی حل سجھائی نہ دے رہا تھا۔ اس نے کام شروع کرنا تھا کہ چاچی نے واویلا شروع کر دیا۔ اوپر سے بریرہ کے مسلسل فون آ رہے تھے کہ میں پاکستان آ رہی ہوں یا پھر تم آ جاؤ۔ سجاول اسے سمجھا سمجھا کر تھک گیا تھا کہ وہ اتنی جلدی نہیں آ سکتا۔ اس نے کام کرنا ہے یہاں مگر وہ نہیں مانتی تھی۔

"پھر میں آ جاتی ہوں۔ مجھے پاکستان دیکھنا ہے۔ گاؤں دیکھنا ہے اور نانو نانی سے ملنا ہے۔" سجاول چکرا کر رہ گیا تھا۔

حالاں کہ پھپھو نے سمجھا دیا تھا کہ تم اپنا کام کرو۔ بریرہ پاگل ہے۔ میں اسے سمجھا لوں گی۔ یہ اپنی میڈیکل کی تعلیم چھوڑ کر آ سکتی ہے بھلا! مگر وہ بریرہ کی ضد سے واقف تھا۔ وہ آ سکتی تھی سب کچھ چھوڑ کر اس کے لیے۔ اور وہ کوئی ایسا فیصلہ کرنا نہیں چاہتا تھا جو کسی کا نقصان کرے۔ پھپھو اسے بیٹا بنا کر لے گئی تھیں۔ وہ بھی دل سے انہیں اپنا سمجھتا تھا۔

"بریرہ تو بس پاگل ہے۔" پھر سر جھٹکا۔ منڈیر پر دونوں بازو ٹکا کر باہر دیکھنے لگا۔ دور گاؤں کے اسٹیشن سے ٹرین گزر رہی تھی۔ سیٹی بج رہی تھی۔ جگنو کھیتوں میں اِدھر اُدھر پھر رہے تھے۔ فضا میں موگرے، یوکلپٹس اور گولر کے پھولوں کی مہک تھی۔ اک دبیز خاموشی نے ہر شے کو اپنے حصار میں لے لیا تھا۔

❀❀❀❀❀

"میں نے کہا تھا نا! یہ مراد شر پھیلاتا ہے۔ ایسے کام کرتا ہے کہ صاف بچ نکل جاتا ہے۔ کوئی ثبوت نہیں چھوڑتا۔" سعادت واپس آ گیا تھا۔ اب دونوں برگد کے چبوترے پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ سجاول ٹاہلی سے کھیل رہا تھا۔ کافی فاصلے پر بچے بنٹے کھیل رہے تھے۔ کچھ بچے گلی میں کرکٹ کا شوق پورا کر رہے تھے۔

"ان بچوں کو میدان میں کھیلنا چاہیے۔"

"میدان میں مراد کے یار دوست گاڑی چلانا سیکھتے ہیں۔ گھڑ سواری کرتے ہیں۔"

"اسے کوئی منع نہیں کرتا؟"

"چوہدریوں کا چمچہ ہے۔ کون منع کرے؟ چوہدری تو ویسے ہی خلاف ہیں اسکول بنے یا کالج..... اس نئی پروان چڑھتی نسل کو یہ لوگ اپنے جیسا جاہل، اجڈ، گنوار رہنے دینا چاہتے ہیں۔"

"اگر دا جی چاہیں، غصہ دکھائیں تو.....؟"

"بہت ہڈ حرام، خود سر اور باغی ہے۔ پیار، محبت،

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

ڈانٹ، پھٹکار سب کرلیا۔ صفیہ کو بھی اس نے ہی مارا ہے۔"

"صفیہ!" سجاول نے چونک کر دیکھا۔

"ہاں صفیہ!" سعادت کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ "گاؤں کی سب سے زیادہ سمجھ دار، پڑھی لکھی اور سگھڑ لڑکی، میں اس سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ بے جی میرے لیے امینہ کے خواب دیکھ رہی تھیں مگر امینہ مجھے کبھی پسند نہیں رہی۔ اس میں حیا نہیں ہے۔ لڑکی میں حیا نہ ہو تو وہ لڑکی نہیں ہوتی۔ درمیان میں مراد آ گیا۔ اس نے صفیہ کو اغواء کرا لیا۔ اگلے دن صفیہ کی لاش کنویں سے نکلی اور لاش نکالنے والوں میں سب سے آگے مراد تھا۔ کون اس پر شک کرتا.....؟" سعادت کی آنکھوں کی سطح بھیگ رہی تھی۔ سجاول نے بازو پھیلا کر اسے ساتھ لگا لیا۔

"ہو سکتا ہے کہ تیرا وہم ہو۔"

"ہاں ہو سکتا ہے اگر صفیہ مجھ سے مراد کی شکایت نہ کرتی۔ مجھے نہ بتاتی کہ مراد اس سے کیا کہتا ہے۔" سجاول نے گہرا سانس لیا۔

"تجھے مراد کبھی رہنے نہیں دے گا یہاں!"

"سعادت! جو مجھے گاؤں میں نہیں رہنے دے گا۔ وہ شہر میں کس طرح جینے دے گا؟ وہ شیطان ہے اور شیطان ہمیشہ شر پھیلاتا ہے۔ ہمیں شر کا سر قلم کرنا ہے۔ یہ بات یاد رکھنا کہ جیت ہمیشہ شیطان کی ہی نہیں ہوتی۔" سعادت نے سر جھکا لیا۔ "ہماری نیت بری نہیں ہے۔ ہم فلاح چاہتے ہیں۔"

"سجاول! ہم دونوں شہر چلتے ہیں۔ مل کر کام کریں گے۔ یہاں مراد ہے۔ وہاں عشرت چچا..... انہوں نے بڑے ابا کو بسنے نہیں دیا۔ یہاں ان کا بیٹا خبیث بنا ہوا ہے۔ نمرود کی اولاد، شیطان!" سعادت نے سر جھٹکا تبھی جیپ آ کر رکی۔ دونوں چونکے۔ شیطان کی بڑی لمبی عمر ہے۔ مراد نیچے اترا۔

"کیا ہو رہا ہے۔ پنچایت لگی ہے؟" سعادت نے منہ پھیر لیا۔ سجاول نے ناگواری سے دیکھا۔ "آؤ شہر جا رہا ہوں۔" سجاول کو دیکھ کر خباثت سے مسکرایا۔ "شام تک آ جائیں گے۔ فلم بھی دکھاؤں گا اور....."

"مجھے کہیں نہیں جانا۔ جاؤ تم....." سجاول اس کا مطلب سمجھ گیا۔ منہ پھیر لیا۔

"ہا..... ہا..... ہا..... ناراض ہو؟ دوستی کر لو، سب ٹھیک ہو جائے گا۔" شانے پر ہاتھ رکھا۔ سجاول نے جھٹک دیا۔

"دوستی کیسی؟ تم میرے کزن، میرے بھائی ہو مگر تم اس رشتے کو سمجھتے نہیں ہو بلکہ کسی بھی رشتے کی تمہیں سمجھ نہیں آتی مراد! تم سمجھنا ہی نہیں چاہتے مگر ایک بات یاد رکھنا....."

"بس.....!" ہاتھ اٹھا دیا۔ "زیادہ فلسفہ نہیں۔ میرا مزاج ذرا اور ہے۔"

سعادت کھڑا ہو گیا۔

"چلو سجاول! بے جی انتظار کر رہی ہوں گی۔"

"بڑی جلدی ہے تجھے!" تیکھی نظروں سے اسے دیکھا مگر سعادت، سجاول کا ہاتھ کھینچتا لے گیا۔

"پر کاٹنے ہی پڑیں گے ان پنچھیوں کے!" مونچھوں کو خم دیتا دور تک انہیں جاتے دیکھتا رہا۔

❀❀❀❀❀

اخبار کا جائزہ لیتا سجاول برآمدے سے گزرتا اپنے کمرے میں داخل ہوا اور چونک گیا۔ امینہ کمرے کے بیچ کھڑی تھی۔

"تم! یہاں؟ میں نے منع کیا تھا نا! میرے کمرے میں کوئی نہ آئے؟" اسے سخت ناگواری محسوس ہوئی۔

"میں اتنی بھی بری نہیں ہوں سجاول جتنا تم سمجھ رہے ہو۔ کس بات کی کمی ہے میرے اندر؟" تن کر اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ اس کے دونوں ہاتھ اس

طرح سے پیچھے تھے کہ جیسے ان میں کوئی چیز ہو۔

"آگہی، شعور، ذہانت، سمجھ داری، حیا، تقدس کی کمی ہے۔" اس نے سر جھٹکا۔

"کم سے کم اس نوکرانی سے تو اچھی ہوں جس کا دوپٹا اوڑھ کر تم سوتے ہو۔" امینہ نے عیاری سے اک دوپٹا آگے ہاتھ کر کے لہرایا۔ سجاول کے سر پر بم پھٹا۔

دوپٹا! اس کے کمرے میں.....؟

"کیا بکواس ہے یہ.....؟"

"بکواس نہیں حقیقت ہے۔ یہ..... یہ..... یہ سکھاں کا دوپٹا ہے اور تمہارے بستر پر تکیے کے نیچے چھپا تھا۔ دیکھو تمہاری خوشبو بھی آ رہی ہے۔" دوپٹا اس پر اچھال دیا جو اس کے چہرے سے ٹکرا کر گرا۔ سجاول کو تاؤ چڑھ گیا۔ امینہ اب کھڑکی کے پاس کھڑی تھی۔

"تو یہ کام بھی کرتے ہو؟"

"میں..... میں..... جاؤ یہاں سے تم....." شدتِ ضبط سے مٹھیاں بھینچ گئیں۔ امینہ ہنس دی۔

"کم سے کم میں خاندانی، خوب صورت اور تمہارے جوڑ کی تو ہوں....." ذومعنی بات، بے باک ہنسی۔ سجاول کے اردگرد خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ اک نئی شرارت! باہر مراد اندر یہ.....!

"میں بے جی اور داجی سے تمہاری شکایت کروں گا۔ آئندہ میرے کمرے میں نہیں آنا۔"

"ایک شرط پر.....!" امینہ مطلب پر آ گئی۔ سجاول ٹھٹک گیا۔

"مجھ سے شادی کر لو۔ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی سجاول!" امینہ قریب آ گئی۔ اس کا لہجہ جذباتی ہو گیا۔ آنکھیں بھیگنے لگیں۔ یہ اب تک کی گئی تمام محبتوں کا انت تھا۔ فلم بینی کا شوق رنگ لایا۔ سجاول ہڑبڑا کر پیچھے ہوا۔ ورنہ اس نے سینے سے ہی لگ جانا تھا۔

"یہ کیا بکواس ہے؟"

"بکواس نہیں، حقیقت ہے۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔ میں تمہیں بہت خوشیاں دوں گی۔ تمہاری زندگی بدل دوں گی۔"

"زندگی بدلنے کے لیے میں خود کافی ہوں۔" سجاول کو طیش چڑھنے لگا۔ "دفع ہو جاؤ یہاں سے....." اس کا لہجہ بلند ہو گیا۔ باہر سے بے جی اور چاچی بھاگی آئیں۔ ان کے پیچھے تجسس میں زری بانو بھی آ گئی۔

"کیا ہوا پتر!"

"یہ دیکھیں اپنے پوتے کے کالے کرتوت! نوکرانی سے تعلق جوڑ رکھا ہے۔" امینہ آگے ہوئی اور زمین سے گرا ہوا دوپٹا اٹھا لیا۔

"بے جی! یہ بکواس ہے۔ جھوٹ ہے۔ یہ یہاں پہلے سے تھا۔ آپ سکھاں کو بلا کر پوچھیں۔"

"چور کی ڈاڑھی میں تنکا۔" سینے پر ہاتھ باندھے وہ ذومعنی انداز میں ہنس رہی تھی۔

"چل باہر جا تُو....."

"بے جی! مراد یہ حرکت کرتا تو اسے حویلی سے نکال دینا تھا۔ اور یہ....." زری بانو آگے ہوئی تھی۔

"ابھی ہم ہیں فیصلہ کرنے والے۔ جا تُو....."

مگر زری بانو ہنس رہی تھی۔

"تُو نے یہ اچھا نہیں کیا امینہ! میں تجھے دیکھ لوں گا۔" سجاول غرایا۔ امینہ دوپٹا اس پر اچھال کر باہر نکل گئی۔ پیچھے ہی چاچی، زری بانو بھی نکل گئیں۔

"بے جی! یہ جھوٹ ہے۔ الزام ہے۔ میں..... میں..... بھلا....."

"میں جانتی ہوں..... میرا پتر اتنا نہیں گر سکتا۔ یہ چال ہے زری بانو، مراد اور امینہ کی۔ ان کی سوچ اتنی ہی گھٹیا اور کمینی ہے۔"

"بے جی! یہ لوگ اتنی گری ہوئی سوچ رکھتے ہیں۔

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

مراد تو حویلی سر پر اٹھائے رکھتا ہے۔ انہیں الگ کیوں نہیں کر دیتے؟"

"تیرے داجی بٹوارا نہیں چاہتے۔ وحدت کے جانے کا انہیں بہت دکھ ہے۔ وہ سب کو جوڑ کر رکھنا چاہتے ہیں مگر....." ان کا لہجہ آبدیدہ ہونے لگا۔

"بے جی.....! وہ دور' وہ وقت نہیں رہا۔ سازشیں اور سیاست اب بھی محلوں، حویلیوں اور خاندانوں میں پلتی ہیں جو رشتوں میں دراڑیں ڈال دیتی ہیں۔ جس ڈال پر کیڑا لگ جائے اسے کاٹ دینا چاہیے تاکہ باقی شجر شر سے بچا رہے۔" دھیرے سے ان کا ہاتھ تھام کر ان کا سر شانے سے لگا لیا۔

"داجی نے شعور، آگہی' پیسہ سب دے دیا۔ جو خوشی سے رہنا چاہے، رہے..... جو نہیں رہنا چاہتا' چلا جائے۔ اس کے لیے میں اپنے ابو کا حصہ دینے کے لیے تیار ہوں۔ اس عمر میں آپ کو اور داجی کو پُرسکون ماحول کی ضرورت ہے۔" وہ دھیرے دھیرے سمجھا رہا تھا۔ "میں داجی سے بات کرتا ہوں اور میں غلط نہیں ہوں۔ جانے کہاں سے کب امینہ لے آئی دوپٹا۔ مجھے تو خبر بھی نہیں۔"

"میں جانتی ہوں اور یہ لوگ کیوں تیرے دشمن ہو رہے ہیں' یہ بھی جانتی ہوں۔" آنچل سے چہرہ صاف کیا۔

"میں تو اتنے عرصے بعد آیا ہوں۔ مجھ سے کیسی دشمنی.....؟" سجاول حیران ہوا۔

"تیرے پاس ہماری محبت ہے۔ تیرا حصہ، تیرے باپ کی دولت ہے اور یہ لوگ اپنا سب کچھ لٹا چکے ہیں۔ خالی ہاتھ ہیں۔ جب ہاتھ خالی ہوں تو دماغ شیطان بن جاتا ہے۔ یہ ہی حال ان لوگوں کا ہے۔"

"میں چلا جاتا ہوں پھر....."

بے جی کے آنسو بہہ نکلے۔

"چلا جائے گا تو بھی.....! جانے کے لیے آیا ہے؟ ابھی میں جی بھر کر تجھے دیکھ تو لوں۔ اپنی برسوں کی پیاس تو بجھا لوں تو بالکل وحدت جیسا ہے اپنے باپ کی مورت۔ وہ بھی میرے دل کا ٹکڑا تھا اور صلح جو انسان تھا۔" سجاول کی پیشانی چوم لی۔ "تعلیم نے اسے بالکل بدل دیا تھا۔ انسپکٹر بن کر معاشرے کو سدھارنا چاہتا تھا مگر..... لوگوں کو اس کا عمل گوارا نہ ہوا۔ کسی نے ذاتی دشمنی کی بنا پر گولی مار دی۔ بس تو اس کی نشانی بچا۔ پر تجھے نور بانو نے گود لے لیا اور تیری حفاظت کے لیے ہم نے اسے دے دیا۔ اس کے پاس بھی بیٹا نہیں تھا۔ بہت محبت سے اس نے تجھے پالا ہے۔ جا چلا جا۔ واپس چلا جا۔ یہاں تیری زندگی کو خطرہ ہی خطرہ ہے۔" اس کا ہاتھ چوم کر رخسار پر ہاتھ رکھا۔ "تو کیوں آ گیا؟" سجاول نے انہیں ساتھ لگایا۔ اس کی آنکھیں بھی نم ہونے لگیں۔

"آپ کی خاطر آیا ہوں۔ یہ گاؤں، یہ وطن، حویلی، سب میرے بھی تو ہیں۔"

بے جی بھل بھل رونے لگیں۔

❁❁❁❁❁

تُو..... تو کمال کر رہی ہے۔" مراد نے سکھاں سے کہا۔ دونوں کھلکھلا کر ہنس دیے۔

"میرا حصہ!" اس نے مہندی والی ہتھیلی پھیلا کر کاجل بھری آنکھیں گھمائیں

"سارا کچھ تیرا ہی تو ہے۔ حصہ ہی حصہ۔" مراد شوخ ہوا۔

"بھولنا نہیں مراد! ورنہ میں مر جاؤں گی۔" اک ادا سے کہا۔ "مجھ سے شادی کر لے نا!"

"سب کچھ تیرا ہے۔ شادی بھی کر لوں گا۔" جیب سے نوٹ نکال کر اس کی مٹھی میں دبا دیے۔ "بس تو سجاول پر دانا ڈال۔ میں ہوں تیرے پیچھے۔ اس کو

علم مومن کی میراث ہے یہ جہاں سے ملے اسے حاصل کرو (حدیث)

تشنگان علم کیلئے محترم مشتاق احمد قریشی کی

جانب سے ایک اور تحفہ، قرآن آسان تحریک کے تحت

جل جلالہ

اللہ

اللہ کون ہے اور کیوں ہے۔ جانیے اور سمجھیے صرف کلام اللہ کی روشنی میں

بقول ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر یہ کتاب بطور خاص

ان لوگوں کیلئے ہے جو مغربی تعلیم کے دلدادہ اور سائنسی ترقی کی چمک سے

چندھیائے ہوئے اور اللہ کی صفت خالقیت، مالکیت اور وحدانیت سے نا آشنا

بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ہی منکر ہیں

اسلامی کتب خانہ الحمد مارکیٹ غزنوی روڈ لاہور۔ فون: 042-37116257

نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی 74400 فون: 021-35620771/2

ٹکنے نہیں دینا۔" سرگوشی میں کہتا اس پر نثار ہونے لگا۔
"مجھ سے شادی کرے گا نا!" اس کی وہی رٹ تھی۔
"ہاں..... ہاں....." مراد کسی اور سوچ میں گم تھا۔
اس کی بیٹھک میں ہنسی کی پھوار، چوڑیوں کی جھنکار گونج اٹھی۔

❀❀❀❀❀

"شہر والی زمین پر جو کرنا ہے کرلو۔ یہاں نہیں۔"
"مجھے گاؤں پسند ہے۔ میری مٹی ہے یہ۔ فیکٹری شہر میں کھلے یا اسکول گاؤں میں، دونوں ہی ضروری ہیں داجی! یہاں آپ ہیں نا میری حفاظت کرنے کے لیے....." ان کی گود میں سر رکھ لیا۔
"حفاظت خدا کرتا ہے اپنے بندوں کی۔" انہوں نے پیار سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔
"پھر میں کام شروع کروالوں کل سے؟ پلاننگ میں نے کرلی ہے۔ نقشہ بھی بنوایا ہے۔ صبح آپ بھی چلیے گا۔ بسم اللہ آپ سے ہوگی۔ ایک لڑکیوں کا اسکول اور ایک لڑکوں کا۔" وہ پلاننگ کررہا تھا اور داجی اسے دیکھ رہے تھے۔ کیسے چمک رہی تھیں سجاول کی آنکھیں۔ بالکل وحدت پتر کا گمان ہوا۔ وہ بھی ایسے ہی عمل کرنے والا تھا۔ کتنی جلدی بچھڑ گیا۔
"خدا اس کی حفاظت کرے۔" دل سے دعا نکلی۔

❀❀❀❀❀

اگلے دن صبح ناشتے پر پتا چلا کہ مراد شہر چلا گیا ہے۔ اس کے باپ نے بلایا ہے۔
اک سکون سا بے جی اور داجی کے اندر اترنے لگا۔ جیپ، بندوق، پیسہ اور عیاشی..... بس یہ ہی کام تھے اس کے۔ سعادت نے سن کر تنفر سے سر جھٹکا۔
"یار وہ بھی ہمارا بھائی، ہمارا خون ہے۔ دکھ ہوتا ہے اس کی حرکتوں پر....." دونوں گھوم پھر کر زمین دیکھتے ہوئے باتیں کررہے تھے۔
"چاچا جی نے اپنے جیسا بنایا ہے اسے بھی۔ تو عباد سے مل۔ بالکل الگ ہے اپنے باپ سے۔ وہیں شہر میں ڈی سی لگا ہے۔ عشرت چاچا نے خوب پیسہ لگایا ہے اس پر۔"
"اس پر بھی لگا دیتے، بچارے نے کیا قصور کیا ہے؟" وہ کاغذوں پر کچھ لکھنے لگا۔
"جیب جب نوٹوں سے بھری ہو تو کمانے کا شوق اور جستجو کس کو ہوگی؟" سعادت ٹھیک کہہ رہا تھا۔ سجاول نے مڑ کر اسے دیکھا اور پھر کام کرنے لگا۔ تبھی ہلکا سا شور بلند ہوا۔ دونوں آنے والے رستے کی طرف دیکھنے لگے۔ کچی سڑک پر دھول اڑ رہی تھی۔ ریت کا ٹرک، اینٹوں سے بھری سوزکی اور گدھا گاڑی پر لدی سیمنٹ کی بوریاں آتی نظر آئیں۔ سجاول مسکراتے ہوئے آنے والے رستے کو دیکھنے لگا۔

❀❀❀❀❀

سجاول تیزی سے اندر داخل ہوا۔ اس سے زیادہ تیزی سے تاک میں بیٹھی سکھاں آکر اس سے ٹکرائی۔
"اندھی ہو۔ دیکھ کر نہیں چل سکتیں کیا؟" سکھاں کو دیکھ کر غصہ ہی تو آگیا۔ "اور تم یہاں کیا کررہی ہو؟ بے جی نے منع کیا تھا حویلی میں آنے سے۔"
"اسے میں نے بلایا ہے۔" امینہ سامنے آگئی۔
"کام تھا مجھے اس سے۔"
"اس کی آنکھیں کھلوا کر کام کروایا کرو اور آئندہ نظر نہیں آنا مجھے۔ سمجھیں تم!"
"میں تو سمجھی تھی تم یاد کررہے ہوں گے۔ ملنے کا بہانہ سہی۔"
"شٹ اپ! میرا مزاج اتنا گھٹیا نہیں ہے کہ ادھر اُدھر منہ مارتا پھروں۔"
"باہر کیا کرتے رہے ہو؟" چڑایا۔
"شٹ اپ!" وہ غرایا اور اندر بڑھ گیا۔ امینہ شیطانی

ہنسی ہنس دی۔ سکھاں بھی اس کا ساتھ دینے لگی۔

❀❀❀❀❀

تاروں بھری رات میں آسمان تلے وہ بے جی کے تخت پر گاؤ تکیے پر سر رکھے لیٹا تھا۔ پورے چاند کی رات تھی۔ آنگن میں موتیا اور چنبیلی کی خوشبو پھیلی تھی۔ گھڑونچی پر موتیا کی لڑیاں لپٹی تھیں۔ چاند دیکھتے ہوئے خوب صورت سا عکس آنکھوں میں لہرا گیا۔
"پاگل و دیوانی!" زیرلب کہا۔
"سجاول پتر!" بے جی باہر آگئیں۔
"جی بے جی!"
"کتنے دن ہوگئے تو نے نور بانو کو فون نہیں کیا؟" اس نے چونک کر انہیں دیکھا۔ وہ موڑھے پر بیٹھ رہی تھیں۔ ہاتھ میں تسبیح تھی۔ عشاء پڑھ کر آئی تھیں۔
"ہاں کافی دن ہوگئے۔ مصروف تھا ذرا۔ آپ کو تو پتا ہی ہے۔"
"وہ ناراض ہورہی تھی۔ کہہ رہی تھی کہ میں ملنے آجاؤں نواب زادے سے۔"
وہ ہنس دیا۔
"آپ نے کیا کہا؟"
"کیا کہتی، میں نے کہہ دیا ابھی فون کرواتی ہوں۔"
"آپ بھی بس نا!" مسکراتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ "کہہ دیتیں کہ آجاؤ۔ آپ کا دل نہیں چاہتا کہ بیٹی داماد سے بچوں سے ملیں؟ چار سال پہلے آئی تھیں وہ۔" بے جی غور سے اس کی چمکتی آنکھوں کو دیکھ رہی تھیں۔ پھر نظر چرالی۔ کتنا خوب صورت لگ رہا تھا۔ وحدت کی طرح پیارا، حسین، بھرپور جوان۔
"کون اتنا خرچہ کرکے آتا ہے۔ تین بیٹیاں ہیں....." وہ تسبیح کے دانے گرانے لگیں۔ "فون کرلینا اسے۔"
"جی اچھا!" وہ پھر تخت پر لیٹا۔
"سجاول!" کچھ دیر بعد تارے گنتے سجاول کو پکارا جس کے چہرے پر ہنسی تھی۔ "نور بانو نے تیرے لیے کوئی لڑکی دیکھی ہے؟" سجاول کی آنکھیں چمکنے لگیں۔
"کیوں بے جی!" وہ مسکرایا۔
"تیری شادی نہیں کرنی؟ بیٹا بنایا ہے اس نے تجھے۔"
"مگر ماں تو میری آپ ہیں۔ اس بارے میں فیصلہ آپ کریں گی۔"
"میں یہاں گاؤں میں..... تو ادھر کتنے سالوں سے ہے؟ یہاں تجھے کیا ملے گا؟ دس جماعتیں پاس سائرہ یا گیارہویں پڑھتی اصغری اور کیا ہے یہاں تیرے معیار کا؟ تو اس کی پسند سے شادی کر۔ مجھے پسند آجائے گی۔"
"گوری میم سے.....؟" شوخ ہوا۔
"نہیں، مسلمان ہو یا تیری کوئی پسند ہو؟"
"اچھا کوئی پسند آگئی تو بتادوں گا۔" مسکراہٹ اس کے لبوں پر بکھری تھی اور بے جی بھی کوئی ناسمجھ نہیں تھیں۔ ہنستے ہوئے سر ہلانے لگیں۔ تسبیح کے دانے گر رہے تھے۔ فسوں خیز رات کا حسن چاروں طرف بکھرا تھا۔ بے جی جانے کب اٹھ کر گئیں۔ اسے نیند کا جھونکا سا آگیا۔ تبھی اک شوخ حسینہ، لڑتی جھگڑتی اس کے سامنے آئی۔ اس نے ہاتھ میں پکڑی کتابیں اس پر اچھال دیں ناراضی سے۔ بچاؤ کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ بھاری کتابیں پھول بن گئیں اور موتیا کے پھولوں نے اسے اپنے حصار میں لے لیا۔ اس کا چہرہ بھیگنے لگا ان پھولوں کی نرمی اور تراوٹ سے۔ تبھی تازہ لمس کے احساس سے اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ دوسرے لمحے وہ ہڑبڑا گیا۔ اس کے اردگرد پھول بکھرے تھے اور امینہ سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

"تم......!"

"ہاں میں...... تم سوتے میں بہت اچھے لگ رہے تھے۔" وہ شوخ ہوئی۔

"لاحول ولاقوۃ۔" وہ اٹھ بیٹھا۔

"آؤ نا ذرا دیر اس چاندنی میں بیٹھ کر باتیں کریں۔" ڈھٹائی سے کہا۔

"شرم آنی چاہیے تمہیں۔"

"تم اپنی من پسند لڑکی کے ساتھ چل سکتے ہو۔ میں اپنی پسند کے لڑکے کے ساتھ بات بھی نہیں کرسکتی بیٹھ کر؟" وہ تخت پر بیٹھی۔ سجاول اس بے باکی پر گڑبڑا کر اٹھا۔

"بیٹھ جاؤ۔ کچھ نہیں ہوتا۔ سب سو رہے ہیں بے۔" اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ سجاول بل کھا کر پیچھے ہوا۔ خشمگین نگاہ اس پر ڈالتا وہاں سے نکلا۔ امینہ اسے جاتے دیکھتی رہی۔ سجاول کی محبت جس طرح سے اسے توڑ رہی تھی۔ اتنا ہی وہ اس سے دور بھاگ رہا تھا۔ وہ زخمی شیرنی بنتی جارہی تھی۔ آج تک ایسا نہیں ہوا تھا۔ اس کی محبت کی سب نے پزیرائی کی تھی۔ سجاول سے اسے عشق ہو چلا تھا اور وہ رہتا اس سے دور دور تھا۔

وہ اک نیا جال بننے لگی۔

❋❋❋❋❋

مراد شہر گیا تھا۔ ابھی تک نہیں لوٹا تھا۔ اسکول کا کام تیزی سے ہو رہا تھا۔ گاؤں کے بچے بوڑھے جوان خوش تھے کہ اسکول بن رہا ہے ورنہ ان کے بچوں کو آگے گاؤں کے اسکول میں جانا پڑتا تھا۔ ساتھ ساتھ سجاول سعادت کے ساتھ مل کر ٹیچرز کا بھی انتظام کر رہا تھا۔ مراد کے نہ ہونے سے امن تھا مگر حویلی میں امینہ نے اس کو ہراساں کیا ہوا تھا۔ وہ کیا چاہتی تھی، جان گیا تھا مگر اپنے مقام سے گرنا اسے پسند نہیں تھا۔ اس لیے خاموشی سے اس کی بازی اس پر ہی الٹ رہا تھا۔ کچھ دن بعد مراد آگیا۔ کہاں رہا۔ کدھر رہا۔ کسی نے نہیں پوچھا۔ اسکول کی چاردیواری نے اسے آگ لگادی۔ اس نے آتے ہی واویلا کرنا شروع کردیا کہ وہ بھی بے روزگار ہے۔ اسے بھی کاروبار کے لیے پیسہ چاہیے۔

"میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں تمہارا حصہ تمہارا باپ لے جاچکا ہے۔ کچھ نہیں ہے میرے پاس۔" داجی کو غصہ آگیا۔

"وہ بھی کہتے ہیں میرے پاس کچھ نہیں ہے پھر میں کیا کروں۔ کہاں جاؤں؟" وہ چیخ رہا تھا۔

"اپنے باپ کے پاس جاؤ اور بہتر ہے کہ اپنی ماں کو بھی لے جاؤ۔" جواب میں گھمسان کا رن پڑا۔

"جس جس کو حصہ چاہیے۔ بتا دے۔ اگر سب بٹوارا چاہتے ہیں تو بٹوارا ابھی کر حویلی سے یہ کل کل ختم ہوجائے۔" فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"میں ادھر ہی رہوں گا۔ مجھے کہیں نہیں جانا۔" اس کے لہجے میں خودسری نمایاں تھی۔

"تم مجھے حویلی میں نظر نہیں آؤ۔" ان کا لہجہ قطعی تھا۔

"دیکھتا ہوں مجھے کون نکالتا ہے۔ اس کو بھی دیکھ لوں گا جو آپ کو پڑھا رہا ہے۔ اس کے سات گناہ معاف اور میرا......" مراد کے منہ سے کف نکل رہا تھا۔ اجڈ پن اور جہالت منہ سے بول رہی تھی۔

"عشرت نے مراد کو اپنے چلن دے کر اچھا نہیں کیا تھا۔" داجی کو افسوس تھا۔

"چل جا یہاں سے۔ آتا ہے کیا تجھے جو تجھ پر پیسہ لگاؤں؟ دفع ہو۔" انہیں نفرت ہو رہی تھی۔ وہ بک بک کرتا باہر نکل گیا۔ سیدھا سجاول کے پاس پہنچا۔ اسکول میں رنگ وروغن ہو رہا تھا۔ سجاول اور سعادت نگرانی کر رہے تھے۔ ساتھ ساتھ ستو کے گلاس بھی چل رہے تھے۔ مراد نے ان پر دھاوا بول دیا' جو منہ میں آیا بولتا چلا گیا۔

"دیکھو مراد! میری اور تمہاری کوئی لڑائی نہیں، اپنے کام سے کام رکھو۔"

"تیرے لیے داجی کے پاس پیسے ہیں اور میرے لیے......؟" سرخ سرخ آنکھوں سے گھورا۔

"یہ میرا پیسہ ہے۔ میرے ابو کا حصہ۔ داجی کا کچھ نہیں۔ اپنے والدین کی بخشش کے لیے میں یہ پیسہ رفاہی کاموں میں لگاؤں گا جو جو کام وہ کرنا چاہتے تھے۔" سجاول نے نرم لہجہ اختیار کیا ورنہ دل تو چاہ رہا تھا مزدوروں کو بلائے اور اسے اٹھوا کر باہر پھنکوادے مگر پھر جہالت اور لیاقت میں فرق کیا رہ جاتا۔

"اونہہ۔ مت پردہ ڈال داجی کی حرکتوں پر، میں سب جانتا ہوں۔"

"اچھا جاؤ یہاں سے۔ میں تمہارے منہ نہیں لگنا چاہتا۔" منہ پھیر لیا۔

"میں بھی دیکھتا ہوں کس طرح یہ اسکول چلتا ہے۔ تمہیں چلتا نہیں کیا تو میرا نام بھی مراد نہیں۔" بکتا جھکتا باہر نکل گیا۔

"دیکھ لی اس کی خودسری......؟" سعادت نے جتایا۔

"وہ تو جب سے آیا ہوں دیکھ رہا ہوں۔ خودسری بھی اور اوچھے ہتھکنڈے بھی۔" سنجیدگی سے کہتا ہوا آم اور انار کے درختوں کی چھاؤں میں بیٹھنے لگا۔ "میں آخری حد دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں کمزور نہیں ہوں۔ قانونی کارروائی کرکے نجات حاصل کرلوں گا۔"

"جیب خالی ہے نا سمجھی بل کھایا ہوا ہے۔ آج کل شہر میں ناکہ بندی ہے اور سختی بھی ہے۔ کوئی داؤ جو نہیں چل رہا ہوگا۔" سعادت جوتے کی نوک سے زمین کرید رہا تھا۔

"اس کا پتہ یہاں سے کٹ جائے تو اچھا ہے۔" سجاول اس مالی کو دیکھ رہا تھا جو اسکول کے میدان کے کناروں پر پودے لگا رہا تھا۔ جنہوں نے کل چھتنار درخت بننا تھا۔ جن کی چھاؤں میں بچوں نے کھیلنا تھا۔ درخت لگاتا کوئی اور ہے۔ ثمر کوئی اور پاتا ہے، کاش مراد تم بھی ہم سب کے لیے شجر ثمر بار ہوتے۔ داجی کتنا خوش ہوتے۔

❋❋❋❋❋

مراد روز بک بک جھک جھک کر رہا تھا۔ اس کے پاس عیاشی کے لیے رقم نہیں تھی اسے باپ نے بھی پیسے نہیں دیے۔ داجی کے پاس اس کے لیے کچھ تھا ہی نہیں۔ قلاش ہو رہا تھا۔ بھوکا شیر بنا پھر رہا تھا۔ بے جی نے اس کی مٹھی نا چاہتے ہوئے بھی سجاول کے صدقے گرم کردی۔ حویلی میں امن ہوگیا مگر یہ مسئلے کا حل نہیں تھا تب ہی اک انہونی ہوئی۔

گاؤں کے کمہار سادھو کی لڑکی پھول متی گھر سے غائب ہوگئی۔

مراد گاؤں میں ہی تھا۔ دوسرے دن وہ بھی غائب ہوگیا مگر اگلے دن وہ واپس آگیا۔ سادھو کمہار غریب آدمی تھا۔ رو دھو کر چپ ہوگیا۔ اس کی بیوی مندر میں دیپ جلانے لگی کہ پھول متی گھر آجائے۔ سرشام مندر کی گھنٹیاں بجاتی، پوجا کرتی۔ گاؤں کا چوہدری بھی خاموش تھا۔ الٹا اس نے پھول متی پر ہی الزام لگایا کہ وہ بھاگ گئی ہے۔

"مجھے تو سوفی صد یقین ہے کہ پھول متی کے اغواء میں مراد کا ہاتھ ہے۔" نہر کنارے بیٹھ کر سعادت نے مراد سے کہا۔

"نہیں، پھول متی جب اغواء ہوئی مراد گاؤں میں تھا۔"

"ڈاکو اپنے کارندوں سے کام کرواتے ہیں اور نشان بھی نہیں چھوڑتے۔ اگلے دن سارا دن وہ گھر پر بھی نہیں تھا۔ یہ اسی کا کام ہے۔"

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

"انکوائری کرواؤں اس کی؟" سجاول نے کچھ سوچ کر کہا۔

"ثبوت!" سعادت ہنسا۔ "بڑا صاف ستھرا ڈاکا مارتا ہے۔"

"ثبوت وہ خود ہی تلاش کرلیں گے' بالا بالا یہ کام کرواؤں گا۔ کسی سی آئی ڈی انسپکٹر سے۔"

"یہ کام ضرور ہونا چاہیے۔ شیر شہر میں نکل پڑے تو خطرہ ہی خطرہ ہے۔ اسے گولی ماردی جاتی ہے۔"

"ہوں!"

"آج کل سکھاں پر بڑی کرم نوازی کررہا ہے۔ سکھاں جاسوس ہے اس کی۔"

"میں نے اس کا آنا بند کردیا ہے حویلی میں۔ امینہ بڑی حمایت کررہی تھی اس کی۔ اس کی بھی زبان بند کروا دی۔"

"اس سے بچ کر رہنا۔ زری چاچی کی دوسری کاپی ہے۔ چالبازی میں ثانی نہیں۔" سعادت سمجھا رہا تھا۔

"جانتا ہوں۔ کتنی ضروری ہے تعلیم گاؤں کی لڑکیوں کے لیے۔ یہ کینہ پروری کا سلسلہ کب تک چلتا رہے گا؟ تعلیم سے زیادہ تربیت کی ضرورت ہے۔"

"تربیت بھی تبھی دی جاسکتی ہے جب تعلیم ہوگی۔"

"جاہل ماں، جاہل بیٹی کی پرورش کرے گی تو یہی ہوگا۔ مجھے یہ اسکول لازمی بنانا ہے۔ اس کے بعد ٹیکنیکل کالج اور انڈسٹریل ہوم بنانا ہے۔" سجاول کے انداز میں گہری سوچ تھی۔ لمحہ بھر میں دونوں مراد اور اس کے کرتوت بھول گئے۔

❀❀❀❀❀

آج کل سجاول مصروف تھا۔ شہر سے اسکول کے لیے فرنیچر آرہا تھا۔ گاؤں کے بچے بھی بہت خوش تھے۔ مصروفیت میں کسی نے مراد کی خاموشی کو نوٹ ہی نہیں کیا۔ یہ ہی سمجھے کہ وہ شہر گیا ہوا ہے' مگر وہ اپنے کمرے میں بند تھا۔ اس کی اغواء کی ہوئی پھول متی بھاگ گئی تھی۔ اس نے آگے فروخت کے لیے ایڈوانس رقم لے لی تھی۔ اب ڈر یہ تھا کہ کہیں پھول متی گاؤں نہ آجائے۔ اس کے کیسوں میں آج تک ایسا نہیں ہوا تھا۔ یہ پہلا اتفاق تھا اور ایسی صورت حال میں وہ لڑکی کو مار دیتا تھا یا جیل بھجوا دیتا تھا۔ خود بچ جاتا تھا۔ مگر اب.....! اس نے جس سے رقم لی تھی وہ اس کی جان لینے پر تُلا تھا۔ اسے فکر کھائے جارہی تھی۔ پھول متی شوخ و چنچل تیز و طرار لڑکی تھی۔ اس لڑکی نے اسے چنے چبوائے تھے۔ مگر وہ بھی ماہر کھلاڑی تھا۔ اس نے اپنا حصہ وصول کرلیا تھا مگر وہ اسے ڈاج دے گئی تھی۔ اب اگر پھول متی گاؤں آجاتی' اسے پہچان کر اس کا نام لے لیتی تو پھر بس.....!

اس کی بھوک پیاس سب اڑ گئی تھی۔

❀❀❀❀❀

گرد و غبار میں اٹے سجاول اور سعادت حویلی میں پہنچے اور دوسرے لمحے سجاول صحن میں بھونچکا کھڑا رہ گیا۔ صحن میں بے جی کے تخت پر پھپھو بیٹھی تھیں۔ سامنے موڑھے پر پھوپا سعید۔ ماہ بانو ان کے برابر میں زرینہ چچی، امینہ، زری چاچی، بڑے تایا۔ صحن میں رونق تھی۔

"پھپھو آپ....." وہ آگے بڑھا۔

"تم تو بھول گئے یہاں اپنوں میں آکے.....؟" سر پر پیار کرکے اپنے ساتھ لگالیا۔

"خبر دی ہوتی۔ میں ایئرپورٹ لینے آجاتا۔" وہ بڑھ کر پھوپا سے ملا۔

"میاں ہمارا بھی ملک ہے۔ راستے ہم بھی جانتے ہیں۔"

"سجاول! یہ کیا حال بنایا ہوا ہے اپنا؟" ماہ بانو شرارت سے ہنسی۔

"تم نے بھی سرپرائز کے چکر میں نہیں بتایا؟" اس

کے بال کھینچے۔

"باقی سب کدھر ہیں؟"

"حور بانو اندر ہے۔ بریرہ وہیں ہاسٹل میں۔" وہ بجھ کر رہ گیا۔ سب باتوں میں مگن ہوئے تو وہ کھسک گیا۔ امینہ نے خاص طور پر یہ سب نوٹ کیا۔ "پھپھو میں فریش ہوکر آیا۔"

❀❀❀❀❀

مراد نے ماہ بانو اور حور بانو کو دیکھا تو دیکھتا رہ گیا۔ حور بانو تو اس کے دل میں اتر گئی۔ لمحہ بھر کو اپنی اصلیت بھول گیا۔ سب سے گرم جوشی سے ملا۔ سجاول نے ناگواری سے اس کے انداز نوٹ کیے۔ جوں جوں اسے مراد کے بارے میں معلومات مل رہی تھیں' اس سے ناگواری شدت اختیار کرتی جارہی تھی۔ عقل شعور رکھتا تھا۔ اپنی جہالت دور کرسکتا تھا مگر وہ گناہوں کی دلدل میں دھنستا جارہا تھا۔ جب سجاول نے اپنے دوست سی آئی ڈی انسپکٹر وقاص سے بات کی تھی تو وہ سنتے ہی چونک گیا تھا کہ مراد خان اس کا کزن ہے۔

"کمال ہے۔ اتنا تضاد.....؟" وہ حیران ہوا تھا۔

"وہ تو اسمگلر بنتا جارہا ہے۔ اسلحہ کا، ہیروئن کا۔ بردہ فروش بھی ہے مگر جانے کیوں پکڑا نہیں جاتا۔" وہ ان جملوں پر اندر تک شرمندہ ہوگیا۔ "کبھی کسی کو بتانا بھی نہیں کہ تمہارا اس سے اتنا قریبی رشتہ ہے۔ آئندہ چند سالوں میں وہ پولیس کی ہٹ لسٹ پر ہوگا۔ جتنی جلدی ہو' اسے اپنے گھر سے رخصت کرو۔" وقاص اسے سمجھا رہا تھا۔ کسی کو اس نے کیا رخصت کرنا تھا۔ اسے پھول متی سے ہمدردی ہورہی تھی۔ وہ شرارتی پیاری سی معصوم لڑکی جو زیادہ تر مندر میں رہتی تھی۔ مندر کی صفائی وغیرہ کرتی۔ پوجا پاٹ کرتی اور گھنٹیاں بجاتی تھی۔ اس کے ساتھ ظلم ہوا تھا۔ کتنا بے درد تھا مراد۔ اب تو اسے بھی یقین ہوچکا تھا کہ یہ کام مراد کا ہے۔ وہ بدکردار ہے اور اس بدکرداری کا علم اگر داجی کو ہوجاتا تو وہ اپنی شہرت اور نیک نامی پر داغ سہہ نہ پاتے۔ اسے جلد کچھ کرنا تھا۔

❀❀❀❀❀

"تم لوگ بریرہ کو چھوڑ آئے؟ حیرت ہوتی ہے مجھے۔ اکیلی کیسے رہے گی وہ۔ ہاسٹل میں پہلے کبھی رہی ہے؟" وہ ماہ بانو اور حور بانو کو زمین کی سیر کے لیے لایا تھا۔ ساتھ ہی غصہ ہورہا تھا۔

"تمہیں تو معلوم ہے وہ ضدی ہے' اپنی منوا کر رہتی ہے۔" ماہ بانو ہنسی۔

"بچوں کی ہر بات نہیں مانی جاتی۔" اس نے سر جھٹکا۔ حور بانو شوق سے پھول، پودے، باغ، وسیع و عریض خطے پر پھیلی فصلیں دیکھ رہی تھی۔ پھر سجاول نے اسے اسکول دکھایا جو تیار تھا۔ بس یہاں بچوں اور اساتذہ کا آنا باقی رہ گیا تھا۔

"خوب محنت ہورہی ہے؟" ماہ بانو ہنسی۔

"ہاں..... میں امی ابو کو دیکھ نہیں سکا۔ ان کے ایصالِ ثواب کے لیے تو کچھ کرسکتا ہوں۔" وہ سنجیدہ تھا۔

"یہ مراد کچھ عجیب سا نہیں ہے؟' اچانک حور بانو نے کہا۔

"کیوں؟" سجاول چونکا

"مجھے اس کے انداز اچھے نہیں لگتے۔ کہہ رہا تھا زمینوں کی سیر کے لیے میرے ساتھ چلنا۔ پنگھٹ، کھلیان سب دکھاؤں گا۔" حور بانو اِدھر اُدھر متوجہ تھی مگر وہ چوکنا ہوگیا تھا۔

"سب دیکھ لیا نا! اس کے ساتھ اِدھر اُدھر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس کے انداز میں بھائیوں والا استحقاق تھا۔

"پہلے مجھے گنے اور گڑ کھلاؤ۔" حور بانو کے انداز میں لاڈ تھا۔

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

"لالچی بلی!" اس کے بال کھینچے تبھی امینہ اور سکھاں آ گئیں۔

"کھانا تیار ہے۔ بے جی انتظار کر رہی ہیں۔" امینہ کا انداز مشکوک تھا۔

"تم چلو ہم آتے ہیں۔" سجاول کا لہجہ کرخت تھا۔ امینہ کے جوہر جب سے کھلنا شروع ہوئے تھے اسے آگ لگی ہوئی تھی۔ کوئی لڑکی اتنی سطحی بھی ہو سکتی ہے۔ اپنا آپ اتنا گرا سکتی ہے۔ تف ہے! اتنی بے باک تو اس کی یہ کزنز بھی نہیں تھیں جو دیار غیر میں رہتی تھیں۔ ادب، لحاظ، طریقہ، مشرقیت تھی۔

"ٹھہرو، ساتھ چلتے ہیں۔" ماہ بانو کو امینہ اچھی لگی تھی۔ وہ اس سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگی۔ سجاول حور بانو کے ساتھ ٹہلتے ہوئے بریرہ کی باتیں کرنے لگا۔ وہ شوخی سے ہنس رہی تھی۔ جلن، حسد، رقابت کی آگ امینہ کو خاکستر کر رہی تھی۔ یہ اونچا لمبا حسین مرد اس کی دسترس سے جا رہا تھا۔ اسے کسی گنتی میں نہیں رکھ رہا تھا۔ اس کا حسن اس کی نظر میں خاک تھا۔ اور وہ بریرہ.....؟

وہ جل کر خاک ہو گئی۔

❁❁❁❁❁

"بے جی! میں چاہتی ہوں کہ سجاول اور امینہ کا رشتہ طے ہو جائے۔" مکھن نکالتے ہوئے اچانک بختاور نے کہا۔ بے جی چونک گئیں۔

"یہ تو نور بانو کی مرضی ہے اور میرے خیال میں سجاول بھی ابھی نہیں چاہتا۔" سرسری سا لہجہ تھا۔

"ان سب کی کیا مرضی ہے، میں جان گئی ہوں۔ اس لیے تو آپ سے بات کر رہی ہوں کہ آپ بات کریں۔" بے جی سر گھما کر اسے دیکھنے لگیں۔ نور بانو جس مقصد کے لیے آئی تھیں، انہوں نے آتے ہی بتا دیا تھا۔ بختاور کی مرضی اک مشکل کام تھا۔ یہ کام اگر ہو سکتا تو بھی امینہ میں اتنی صلاحیتیں نہیں تھیں۔ یہ ایک بے جوڑ رشتہ ہوتا۔ بہت مختلف مزاج تھے دونوں کے۔

"سجاول ابھی مصروف ہے۔" انہوں نے ٹالا۔

"شادی تو کرنا ہے نا اس کی.....؟" بختاور کے ہاتھ چل رہے تھے۔

"ہاں مگر اس کی مرضی سے۔ تم اس کے متعلق نہ ہی سوچو تو بہتر ہے۔"

"کیوں بے جی! میرا سجاول سے رشتہ نہیں کیا؟ پھر امینہ بھی تو....." وہ کہتے کہتے رک گئیں۔

"ناشتا تیار کرواؤ۔ سب آنے والے ہیں۔ اس بارے میں بعد میں بات کریں گے۔"

"اسی لیے تو آپ کے کان میں بات ڈال رہی ہوں۔ یہ کام ضرور ہونا ہے ورنہ.....!" اک بار پھر رک گئیں۔

"ورنہ.....؟" بے جی ٹھٹک گئیں۔

"ورنہ بٹوارا ضروری ہو جائے گا۔" بے جی اسے دیکھنے لگیں۔ بختاور پھر سے کام میں الجھ گئی۔ الجھن ان کے وجود میں گرہیں بنانے لگیں۔ بٹوارا ویسے بھی بہت ضروری ہو گیا تھا۔ انہیں مراد کے انداز و تیور بھی اچھے نہیں لگ رہے تھے۔

❁❁❁❁❁

حویلی میں ایک عرصے بعد رونق لگی ہوئی تھی۔ داجی کے چہرے پر بہت عرصے بعد چمک تھی۔ بہت عرصے بعد وہ ایسے خوش تھے وگرنہ سب کی اپنی اپنی مصروفیات تھیں۔ مراد بھی سدھرا ہوا لگ رہا تھا۔ شاید عقل آ گئی تھی یا.....! مگر یہ مراد کا بہروپ کس لیے تھا۔ بے جی سوچ بھی نہیں سکتی تھیں۔ ماہ بانو، حور بانو ان کے گرد رہتیں۔ ایسی محبت پوتیوں سے نہ ملی تھی۔ ان کا فرمائشی پروگرام جاری تھا۔ گاؤں کے پکوان پکا رہے تھے۔ سجاول آج کل بے حد مصروف تھا۔ شہر میں بھی اور

گاؤں میں بھی۔ بچے اسکول آنے لگے تھے۔ اساتذہ کا انتخاب بھی ہو رہا تھا۔ اسے دلی خوشی سی ہو رہی تھی۔ اس کی خوشی میں سب خوش تھے۔ سی آئی ڈی انسپکٹر وقاص سے بہت سی اطلاعات مل رہی تھیں۔ ادھر پھول متی کا بھی پتا نہیں چل رہا تھا۔ مراد کے چنگل سے نکل کر پھول متی بھاگ گئی تھی اور مراد بھی اسے بھولا ہوا تھا۔ اس کا دل حور بانو پر آ گیا تھا۔ ماں کو مجبور کر رہا تھا کہ پھپھو سے اس کا رشتہ مانگ لیں۔ زری بانو تو اس کی شکل دیکھتی رہ گئی تھیں۔ اپنے بیٹے کے کرتوت سے واقف تھیں۔ سب حویلی کے لوگ واقف تھے مگر نور بانو جانتی تھیں اگر رشتہ مانگ بھی لیں تو داجی اور بے جی نہیں ہونے دیں گے۔ انہیں رام کرنا ضروری تھا اور انہیں رام کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔

ماہ بانو اور حور بانو سارا دن بطخ کے بچوں، چوزوں اور چھوٹی سی بکری کے پیچھے رہتی تھیں۔ انہیں دیکھ کر سجاول سوچتا۔ کاش وہ بھی ہوتی جو ناراض تھی مگر دل کے بے حد پاس تھی۔ وہ جس کے بارے میں ابھی وہ بے جی سے بھی بات نہیں کر سکا تھا مگر خواب اس کے نام سے جگمگاتے تھے۔ وہ سب لوگ گھومنے پھرنے آئے ہوئے تھے۔ اب مری سوات کا غان جا رہے تھے کہ مراد کہنے لگا میں بھی ساتھ جاؤں گا۔

"قطعی نہیں!" سجاول نے صاف منع کر دیا۔ اس کی نیت بالکل ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔ اس کے بارے میں نئے نئے راز بھی پتا چل رہے تھے۔ وہ لوگ چلے گئے پھر پھپھو نے اپنے سسرال بھی جانا تھا۔

"واپسی میں تمہارے لیے خوش خبری ہو گی۔" حور بانو چھیڑ رہی تھی۔

"رہنے دو۔ کون سا برفی لائے ہو تم لوگ۔"

"کونین ہے پوری وہ تو....."

"تو کیا ہوا؟ دل کا چین بھی تو ہے۔" جذب دل سے ہنسا اور امینہ کو آگ لگ گئی۔

❁❁❁❁❁

سجاول خاموش سا تخت پر لیٹا تھا۔ اس کی سوچ کا مرکز کوئی اور تھا تبھی نرم ملائم سی چیز اس کے چہرے سے ٹکرائی۔ وہ چونک گیا۔

"تم.....!" چہرے سے بازو اٹھایا اور پھر چونک گیا۔ ان گنت پھول اس کے گرد بکھرے تھے۔ "یہ کیا بدتمیزی ہے؟" اچھل کر بیٹھا۔

"بدتمیزی! نہیں، محبت ہے۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے؟" سجاول کا خون کھول گیا۔

"اپنی حد میں رہو۔ مجھے یہ خرافات پسند نہیں ہیں۔ میں تمہاری شکایت داجی سے کروں گا۔" وہ تخت سے اترا۔

"تو کیا ہو گا؟" اس کی ڈھٹائی عروج پر تھی۔ "میں جس چیز کی تمنا کر لیتی ہوں وہ میری ہو جاتی ہے۔ اگر نہیں ہوتی تو میں چھین لیتی ہوں اور اگر چھین نہ سکوں تو کسی اور کے لیے بھی نہیں چھوڑتی۔" سجاول دنگ رہ گیا۔ "آزما کر دیکھ لو!"

"میں کوئی چیز نہیں ہوں۔" وہ تخت سے اترا اور اندر بڑھ گیا۔ تیزی سے آتی سکھاں سے ٹکرا گیا۔ اس کی شامت آ گئی۔ کھڑے کھڑے اسے حویلی سے نکال دیا۔

❁❁❁❁❁

بے جی اپنے پلنگ پر لیٹی تھیں کہ زری بانو اندر آ گئی۔

"آپ سے ایک بات کرنا تھی۔" ان کے پلنگ کے کنارے بیٹھی۔

"بول!"

"مراد ضد کر رہا ہے شادی کے لیے۔"

"تو کر دے۔ شاید اسی طرح سے سدھر جائے۔ ویسے بھی عرصہ ہو گیا حویلی میں رونق اترے۔ نور بانو

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

بھی آئی ہوئی ہے۔لڑکی دیکھی کوئی؟"

"ہاں!"

"کون ہے؟" بے جی اس کی شکل دیکھنے لگیں۔

"حور بانو۔" بنا رکے دھماکا کردیا۔ بے جی لیٹے سے اٹھ بیٹھیں اور سجاول چوکھٹ پر رک گیا۔

"مراد کی یہ جرأت..... اس نے یہ سوچ کیسے لیا؟"

"سدھر گیا ہے اب وہ۔ کاروبار کرنے کی سوچ رہا ہے۔ کس بات کی کمی ہے مراد میں.....؟"

"زری! میرے سامنے تو یہ بات کردی ہے مگر کسی اور کے سامنے مت کرنا۔ بہت فرق ہے دونوں گھرانوں میں۔ مراد اجڈ گنوار ہے اور وہ پڑھی لکھی شائستہ لڑکیاں ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی بیٹیوں کو پھولوں کی طرح پالا ہے۔"

"ہم بھی پھولوں کی طرح رکھیں گے۔" زری بانو جل گئی۔

"میں تمہیں منع کررہی ہوں۔"

"بختاور کو تو آپ سجاول دے رہی ہیں....." طنز سے بے جی کو دیکھا۔ سجاول بے جی کو ڈھال بنتا دیکھ کر جانے لگا تھا۔ ٹھٹک گیا۔ "امینہ کے لیے۔ بختاور کتنی اترا رہی ہے۔"

"کم عقل ہے اس کی۔ میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔ باشعور ہے سجاول۔ امینہ ہے اس کے جوڑ کی؟"

سجاول باہر نکل گیا۔ اس کا خون کھول گیا تھا۔

"جن کا بیٹا ہے وہ جانے اور سجاول جانے۔"

"تبھی امینہ اتنا اترا رہی تھی۔ میں یہ معاملہ ہی صاف کروا دیتا ہوں۔ آنے دو پھپھو کو۔" وہ زمینوں پر نکل گیا۔ ادھر ہی سعادت بھی آگیا۔ ساری کھولن اس کے سامنے نکال دی۔ وہ شرارت سے ہنس دیا۔

"اب آیا اونٹ پہاڑ کے نیچے۔"

"اونٹ اور پہاڑ جائے بھاڑ میں۔" وہ کاٹ کھانے کو دوڑا۔ سعادت شوخی سے چھیڑتا رہا۔

"میں اپنے ارمانوں کا خون کروں گا اور نہ کرنے دوں گا اور اس مراد کو تو میں جیل کی سیر کرواتا ہوں۔ ذرا پھول متی مل جائے۔" وہ بھنا رہا تھا اور سعادت سن رہا تھا۔ رات کا اندھیرا گاؤں کے در و دیوار پر پھیلائے اتر رہا تھا۔

❀❀❀❀❀

گاؤں کا اسکول چل پڑا۔ بچوں کی آوازوں کا ملا جلا ردھم لہلاتے پھول، صاف ستھرے بام و در ایک چہل پہل کا سماں تھا۔ مراد شریف بنا گھوم رہا تھا۔ اس کے لیے تیزی سے کام ہو رہا تھا اور اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ اس کے ستارے گردش میں آنے والے ہیں۔ پندرہ دن بعد پھپھو واپس آگئیں۔

"خوش خبری؟" سجاول چہک رہا تھا۔ اسے یاد تھا۔

"بڑی جلدی ہے؟" حور بانو نے گاڑی کی طرف دیکھا۔

"ایک خوش خبری میں بھی سناؤں گا۔" شرارت سے گاڑی سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوگیا۔

"اچھا کیا؟" ماہ بانو بھی شوخ ہوئی۔

"پہلے تم!"

"نہیں، پہلے تم بتاؤ!"

"آجاؤ بچو اندر....." پھوپا جان اندر چلے گئے۔ سجاول بھی پیچھے بھاگا۔ اس کے جانے کے بعد دونوں نے گاڑی سے بریرہ کو نکالا اور اس کو پچھلی طرف سے اندر لے گئے۔ آگے جاتا سجاول مڑ کر دیکھ لیتا تو پتھر کا ہوجاتا مگر پتھر کوئی اور بھی ہوگیا بریرہ کو دیکھ کر۔

"اتنی سادگی، اتنا حسن، اتنی نزاکت۔ بلا ارادہ ہی امینہ کے پیچھے آیا تھا مراد۔ حور بانو کو دیکھنے لگا۔ اس پر نگاہ پڑ گئی۔ امینہ بریرہ سے مل رہی تھی۔

اتنا مکمل حسن! مراد کی نیت بدلنے لگی۔

"اماں! آج ہی پھپھو سے رشتہ مانگ لو۔ ان کی دونوں بیٹیوں میں سے کسی کا بھی۔" اس کا دل مچل رہا تھا۔

"پاگل ہوا ہے کیا؟" زری بانو ہنس دی۔ "صبح بات کروں گی۔" مراد ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گیا۔

"اماں ہر حال میں یہ رشتہ ہونا چاہیے ورنہ....."

"ورنہ کیا کرے گا تو؟"

"اٹھوا لوں گا ایک آدھ کو۔" خطرناک انداز میں دھمکی دی۔

"چل ہٹ۔" زری بانو باہر نکل گئی۔ دل اس کا بھی بلیوں اچھل رہا تھا۔

❀❀❀❀❀

صبح حویلی میں خوشی کا سماں تھا جب نور بانو نے بے جی کو اشارہ کیا اور ایک دھماکا کردیا۔

"بے جی! مجھے بریرہ کے لیے سجاول کا رشتہ چاہیے۔" امینہ خاک ہوگئی اور مراد کا منہ کھلا رہ گیا۔ سجاول اس اچانک حملے کے لیے تیار نہیں تھا۔ ششدر رہ گیا۔ بے جی مسکرا دیں۔ سجاول نے بھی مسکرا کر سر جھکا لیا۔

"مجھے سجاول کی خوشی چاہیے۔"

"بے جی! بات کرو نا!" زری بانو نے ٹہوکا دیا۔

"کیسی بات؟" نور بانو چونکیں۔

"تو خود کہہ دے۔" بے جی نے پہلو بچا لیا مگر وہ مصر تھی۔

"مراد آپ کا بھی پوتا ہے۔"

"تو کب انکار ہے مجھے۔" ماہ بانو، حور بانو کو دیکھا جو سجاول کو چھیڑ رہی تھیں۔

"یہ زیادتی ہے آپ کی....."

"تو مراد کون سا ہم سے محبت کرتا ہے۔"

"ہوا کیا ہے بے جی!" نور بانو متوجہ ہوئیں۔

"مجھے مراد کے لیے حور بانو کا رشتہ چاہیے؟" بیٹے کی طرح ماں بھی ضدی تھی۔ ہال میں موجود افراد کو سانپ سونگھ گیا۔

"مگر ہم حور بانو کا رشتہ اس کے تایا کے بیٹے سے طے کر آئے ہیں اور ماہ بانو کا رشتہ ہم نے اپنی نند کے گھر میں طے کیا ہے۔ اظفر ادھر ہمارے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ دراصل ہمارا یہاں آنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ یہ ضروری کام ہو جائیں۔ ابا جی کی بھی طبیعت ٹھیک نہیں تھی پھر یہ ان کی خواہش بھی تھی۔"

"پھوپھو! یہ زیادتی ہے میرے ساتھ۔" مراد کھڑا ہوگیا۔

"زیادتی کیسی بیٹا! یہ نصیب ہوتے ہیں۔" نور بانو ٹھنڈے مزاج کی تھیں۔ بھتیجے کا تنفر اور غصہ دیکھ رہی تھیں۔ مگر اسے رشتہ دینے سے بہتر تھا کہ ان کی بیٹی ان کے پاس رہے۔

"بے جی میں نے آپ سے امینہ کے لیے کہا تھا۔" بختاور بھی درمیان میں کود پڑیں۔

"میرے بچے کو تو سب ہی برا کہتے ہیں۔" زری بانو رونے لگیں۔ "آج اس کا باپ یہاں ہوتا تو پھر دیکھتی....."

"بے جی! آپ ہی نہیں چاہتی تھیں کہ رشتے جڑیں۔ آپ چاہتی ہیں اس حویلی کو توڑنا.....!" بختاور بھی رونے لگی۔ نور بانو ہکا بکا رہ گئیں۔

"میں بھی آپ کا بھتیجا ہوں میرے بارے میں سوچو۔" مراد کھڑا ہوگیا۔ کسی لحاظ، تمیز، تہذیب کے بغیر۔ اتنی نفیس، تہذیب یافتہ لڑکیاں! سوچا ہی نہیں جا سکتا تھا مراد کے لیے۔

"مراد! تمیز سے....." سجاول کھڑا ہوگیا۔

"چپ کرتو۔ تیری چالاکیاں سب سمجھتا ہوں میں۔"

"مرا.....د....." داجی دھاڑے۔ "حد میں رہو ورنہ یہاں سے نکل جاؤ۔"

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

"اس سے پہلے کہ میں کچھ کر گزروں۔ میرے بارے میں سوچ لیں۔" وہ دھمکاتا ہوا باہر نکل گیا۔ بختاور اور زری بین کر رہی تھیں۔ نور بانو نے سر ہاتھوں سے تھام لیا۔

"اس قابل ہے کہ وہ حور بانو کا رشتہ مانگے؟" داجی کھول رہے تھے۔ ہواؤں کے رخ بدل گئے تھے۔

"میں دیکھتا ہوں اسے۔" سجاول باہر نکلنے لگا۔

"تو اس کے منہ مت لگنا۔" بے جی نے روکا۔

"میں بچہ نہیں ہوں بے جی! اور نہ ہی وہ نا سمجھ۔" پیار سے سمجھایا۔

"کیا میں نے یہاں آکر غلطی کی ہے؟" نور بانو کی آنکھیں بھر آئیں۔

"نہیں۔ نہیں یہ تمہارا میکہ ہے پتر! یہ ماؤں کو سمجھانا چاہیے کہ بچے کے لیے کیا چیز بہتر ہے اور کیا نہیں؟" داجی نے زری بانو اور بختاور کو دیکھا جو بے جی کے ساتھ غصہ ہو رہی تھیں۔ ان کی زبانیں ہی تو ان کے بچوں کو لگی تھیں۔ غلط تربیت، غلط نسل کو پروان چڑھاتی ہے۔

امینہ زخمی ناگن کی طرح آنگن میں گھوم رہی تھی۔ اندر کمرے میں چھپی بریرہ کی ساری خوشیوں پر پانی پھر گیا تھا۔ سرپرائز کے چکر میں آدھی خوشی سے تو بھی گئی۔ ایسا شور تو کبھی اس نے خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ کانپ رہی تھی۔

❀❀❀❀❀

حویلی کے در و بام پر اداسی اتر آئی۔ زری بانو اور بختاور منہ سر لپیٹ کر پڑ گئیں۔ امینہ نے بھی منہ موڑ لیا۔ وہ بھی مراد بن گئی تھی۔ بے جی نور بانو کے ساتھ جھکائے بیٹھی نظر آتیں۔ سجاول نے مراد پر نظر رکھی ہوئی تھی تبھی عشرت علی نے نور بانو کو فون کر کے مراد کے لیے حور بانو کا رشتہ مانگا تو انہوں نے بھی بے نقط سنا ڈالی۔

"آپ کو بہن سے ملنے کی چاہ نہیں تھی؟ جیسے خود غرض آپ ویسی خود غرض آپ کی اولاد۔ میں کس طرح رشتہ کروں؟ ویسے ہی میں تینوں کے رشتے کر چکی ہوں۔"

"تو پھر سجاول کی جگہ مراد کو دے دو۔"

"کوئی کسی کی جگہ نہیں لے سکتا پھر مراد کو آپ نے دیا کیا ہے۔ اچھی تربیت، اچھی تعلیم، اچھا شعور، آگہی؟ کام کیا کرتا ہے وہ.....؟"

"پیسہ تو ہے نا اس کے پاس۔"

"معاف کیجئے گا بھائی جی! ہمیں اپنی بیٹی بیچنی نہیں ہے۔" فون بند کر دیا۔ مراد سن کر کھول گیا۔

"آپ فکر نہ کریں پھپھو! میں ہوں یہاں۔" سجاول نے تسلی دی۔ محبت سے اسے دیکھ کر گلے لگا لیا۔

❀❀❀❀❀

"ہم نے تمہیں سرپرائز دینا تھا مگر ہمیں نہیں معلوم تھا کہ یہاں یہ حالات ہوں گے۔" اس شام وہ بے جی کے پرندوں کو بند کر رہا تھا کہ حور بانو اس کے پاس آ گئی۔

"کیسا سرپرائز؟" وہ چونکا۔

"بریرہ ہمارے ساتھ آئی ہے۔"

"ہیں!!" منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ "کہاں ہے؟"

"وہ کراچی میں دادا جان کے پاس رک گئی تھی۔ پھر اسلام آباد پھپھو کے پاس چلی گئی تھی۔ ہم اب اسے لے کر آئی ہیں۔ چھپا دیا تھا کہ تمہیں....." حور بانو اداس تھی۔

"ایک دم پاگل ہو تم لوگ....." سجاول کا پورا وجود خوشیوں سے بھر گیا گویا ہفت اقلیم کی دولت مل گئی ہو۔

"موصوفہ خوش ہیں؟" شرارت سے جھکا۔

"ہاں..... مگر اداس ہے۔ اسے مراد سے ڈر لگ رہا ہے۔"

"اس کی ایسی کی تیسی۔" وہ اندر بڑھا۔ آنکھیں چمک رہی تھیں۔ "ذرا مزاج یار تو پوچھ لیں۔" اندر بڑھتا

سجاول راستہ میں کھڑی امینہ سے ٹکرا گیا۔ گویا اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔

"تم نے یہ اچھا نہیں کیا سجاول!"

"ہٹو ادھر سے۔" وہ کترا کر نکلا۔ پیچھے سے امینہ نے شرٹ کھینچ لی۔ وہ جھٹکا کھا کر مڑا۔

"میں تمہیں بھی ماروں گی اور اسے بھی جس کے نام کے جگنو تمہاری آنکھوں میں جگمگا رہے ہیں۔" وہ غرائی۔

"چٹاخ!!!" سجاول نے اس کی زبان کو لگام ڈالی۔ وہ لہرا کر دیوار سے ٹکرائی۔ سجاول مڑ کر باہر نکل گیا۔ اب خراب موڈ کے ساتھ بریرہ سے نہیں مل سکتا تھا۔

❀❀❀❀❀

مراد موقع کی تلاش میں تھا اور امینہ نے فراہم کر دیا۔ سیب کے باغ کی سیر کے بہانے۔ پھپھو، ماہ بانو، حور بانو کو لے کر بے جی کے ساتھ باہر نکلیں۔ وہ دونوں کو لے کر آگے بڑھی۔ بے جی اور پھپھو پیچھے رہ گئیں۔ موڑ سے سفید گاڑی برآمد ہوئی۔ دوسرے لمحے حور بانو کو کسی نے کھینچ کر اندر گھسیٹا۔ جب تک حور بانو کی چیخ ماں اور بے جی تک پہنچتی اور ماہ بانو پیچھے پلٹ کر دیکھتی، گاڑی کونے پر غائب ہو رہی تھی۔

"ما..... ما..... ما..... ما..... بے جی..... حور..... حور....." ماہ بانو حواس باختہ ہو گئی۔ امینہ بھی اس کے ساتھ تھی۔ خاموشی سے تماشا دیکھتی رہی۔ پل میں کہرام مچ گیا۔

"ماما! حور بانو کہاں ہے؟ ابھی میرے ساتھ تھی۔"

"ہیں!!" وہ بھی حواس باختہ ہوئیں۔ پھر ہر جگہ ڈھونڈا۔ اِدھر اُدھر حویلی میں۔ حور بانو ہوتی تو ملتی۔ امینہ کا دل بلیوں اچھل رہا تھا۔ شیطنت اپنے عروج پر تھی۔ داجی کو فون کیا۔ سجاول کو بھی۔ وہ سعادت کے ساتھ بھاگا آیا۔ نور بانو کو غش پر غش آ رہے تھے۔ حور بانو کے پپا سعید پولیس کو فون کرنے لگے۔ سجاول گاڑی لے کر نکل گیا۔ اپنے دوست سی آئی ڈی انسپکٹر وقاص کو مطلع کیا۔ مراد کچھ بھی کر سکتا تھا۔ حور کو ڈھونڈنا ضروری تھا۔

"چلو اس کے اڈے پر چلتے ہیں جو اس نے اپنے غلط کاموں کے لیے گاؤں سے باہر بنوا رکھا ہے۔" سعادت نے کہا۔ سجاول نے اس کی طرف دیکھا۔

"ہاں وہی حور بانو کو لے کر گیا ہے اور وہیں چھپا سکتا ہے۔ چلو فوراً۔" سجاول نے گاڑی باہر جانے والے رستے پر ڈال دی۔ دو گھنٹے ہو گئے تھے حور بانو کو غائب ہوئے۔ خدشے، واہمے، غم و غصہ۔ "یہ کیا کیا مراد تو نے۔ ڈائن بھی سات گھر چھوڑ دیتی ہے۔" حسد کی آگ اتنا کسی کو گرا سکتی ہے کیا!"

گاؤں سے باہر نکل کر کافی راستہ طے کر لیا۔

"بس! وہ آگے موڑ ہے۔ درختوں کے پیچھے۔ درخت آگا کر اس نے اپنی کمین گاہ کو چھپا لیا ہے۔" سعادت کہہ رہا تھا۔ سجاول گاڑی دوڑا رہا تھا۔ "بس ادھر ہی....." سعادت نے کھجور کے جھنڈ کے پاس اشارہ کیا۔ جھٹکے سے گاڑی رکی۔ وہ لپک کر اترا۔ سعادت ساتھ تھا۔ وہ اندر بھاگے اور دوسرے لمحے ٹھٹک کر اچھل پڑے۔ اندر سے گولیاں چلنے کی آواز آئی۔

"مائی گاڈ! یہ کیا!" جھپٹ کر دروازہ کھولا تو مقفل تھا۔ زور زور سے ہلایا۔ جھٹکے سے کھلا۔ دونوں اندر داخل ہوئے اور ساکت رہ گئے۔ اندر کا منظر دل دہلا گیا۔ حور بانو خوف دہشت سے ادھ موئی ہوئی زمین بوس تھی تبھی پھول متی سامنے آ گئی۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا اور مراد نیچے زمین پر ڈھیر تھا۔ اس کے سینے سے، سر سے، بازو سے خون نکل رہا تھا۔

"میں نے اس کو مار دیا سجاول بھائی! پوری چھ گولیاں اتاری ہیں اس کے سینے میں۔ اس نے میری عزت تار تار کی۔ میرا سودا کیا۔ میں نے اس ناسور کو جڑ سے کاٹ پھینکا۔" پھول متی کے چہرے پر سکون تھا۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

"تین دن سے میں یہاں اس اڈے میں چھپ کر اس کا انتظار کر رہی تھی۔ میں شہر سے بھاگ آئی ہوں۔ میں نے اسے ادھر ہی مارنا تھا۔ یہاں اس جگہ پر اس نے مجھے بے عزت کیا تھا۔" پھول متی دھول مٹی سے اٹی ہوئی تھی۔ ساکت پڑے مراد پر اس نے تھوک دیا۔ حور بانو سجاول کے بازو سے لگی کانپ رہی تھی۔ کوئی فلمی منظر لگ رہا تھا۔ سجاول کو دکھ ہو رہا تھا۔ مراد مر چکا تھا۔ تبھی اس کا فون بجا۔ انسپکٹر وقاص تھا۔ اسے ادھر ہی بلوا لیا۔ پھر فون بجا۔ داجی پوچھ رہے تھے۔ انہیں سب معاملہ بتا دیا۔ پھول متی سکون سے بیٹھی تھی۔ انجام سے بے فکر۔ مگر انجام اس نے دیکھ لیا تھا۔ "بد کا انجام برا۔" حور بانو کو گاڑی میں بٹھایا۔ وہ دہشت کے زیر اثر تھی تبھی فون پھر بجا۔ کان سے لگایا۔ دوسرے لمحے وہ پاگل ہونے لگا۔ ماہ بانو تھی۔

"سجاول! امینہ نے بریرہ کو زہر دے دیا۔ ماما اور پپا اسے اسپتال لے کر جا رہے ہیں۔" سیل فون اس کے ہاتھ سے گرا۔ تبھی یکے بعد دیگرے گاڑیاں آ گئیں۔ انسپکٹر وقاص موبائیل لے کر آیا تھا۔ داجی اپنے پوتے کا انجام دیکھ کر پرسکون تھے۔ بد کا انجام برا ہی ہوتا ہے۔ پھول متی درخت کے ساتھ لگی بیٹھی سزا کی منتظر تھی جو کہ قانون نے اسے دینی تھی مگر جو سزا اس نے اپنے مجرم کو دی تھی اس پر اس کا دل مطمئن تھا۔

"سعادت! تم یہاں سنبھال لینا۔ میں اسپتال جا رہا ہوں۔" سجاول سرگوشی کر کے باہر نکلا۔ داجی دکھ سے پوتے کو دیکھ رہے تھے کیسے کروفر سے پھرتا تھا۔ اکڑ کر چلتا تھا۔ اس کا لہجہ، اس کا مزاج، کس گھمنڈ کا شکار تھا۔ باپ کی غلط تربیت نے کس راہ کا مسافر بنا دیا تھا۔ اس کے کالے کرتوت اب کیسے کھل رہے تھے۔ پولیس والے مراد کی لاش لے گئے۔ پھول متی کو بھی ساتھ لے گئے۔ داجی نے حور بانو کو ساتھ لگا لیا۔ وہ روئے جا رہی تھی۔ سجاول دھڑکتے دل کے ساتھ اسپتال کی راہ چلا۔ سعادت سب افراد کو لے کر گھر چلا گیا۔

❀❀❀❀❀

بریرہ آئی سی یو میں تھی۔ پھپھو رو رہی تھیں۔ پھوپا گم صم تھے۔ پھپھو اسے دیکھتے ہی اس سے لگ کر رو پڑی۔

"سجاول! یہ کیا ہو رہا ہے۔ میری بچی، میری معصوم بچی..... حور بانو کہاں ہے؟"

"سب ٹھیک ہے پھپھو! اسے لے آئے ہیں۔ داجی اور بے جی کے پاس ہے۔ مراد نے اغواء کیا تھا اور مراد کو گولی ماردی ہے۔"

"خس کم جہاں پاک!" وہ تنفر سے بڑبڑائیں تبھی نرس نے آ کر دوائیوں کا پرچا دیا۔

"نرس! میری بچی کیسی ہے؟" نور بانو رو رہی تھی۔

"ابھی کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ زہر کی زیادہ مقدار ان کے اندر گئی ہے۔" سجاول نے انہیں ساتھ لگا کر تسلی دی۔ جانے کتنا وقت گزر گیا۔ دل دھک دھک کر رہا تھا۔ روح سمٹی ہوئی تھی۔ سجاول نے حویلی فون کیا۔ ماہ بانو نے ایک اور اطلاع دی۔ امینہ نے چھت سے کود کر خودکشی کی کوشش کی ہے۔ گھر میں مراد کی موت نے کہرام مچایا ہوا تھا۔ رونا دھونا مچا ہوا تھا۔ دکھ، تاسف سے فون بند کر دیا۔ زندگی کتنی سستی ہو گئی تھی محض منفی جذبوں کی خاطر۔ انتہائی اقدام جو غلط تربیت، کم فہمی، کم تعلیم کا نتیجہ تھی۔ وہ دریچے سے باہر دیکھنے لگا۔ پھپھو جائے نماز پر بیٹھی تھیں۔ ہتھیلیاں پھیلی تھیں۔ رخسار بھیگے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر خرم آ گئے۔ اب بریرہ کی حالت خطرے سے باہر تھی تاہم ہوش میں نہیں تھی۔ نور بانو سجدۂ شکر بجا لائیں۔ سجاول کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ وہ پھوپا کے شانے جا لگا۔

❀❀❀❀❀

حویلی میں سب بہتر نہیں ہوا۔ عشرت چچا نے آ کر

خوب شور مچایا۔ خودکشی کی کوشش میں امینہ ٹانگیں تڑوا بیٹی تھی۔ بریرہ اسپتال سے آ گئی۔ زرد، ستا ہوا چہرا۔ خون نچڑ گیا تھا۔ خوف و دہشت کے زیر اثر تھیں تینوں بہنیں۔ پھپھو واپس جانے کی تیاریاں کرنے لگیں۔ داجی، بے جی اداس تھے۔ سجاول بھی واپس جانے لگا۔

"میں کچھ سال بعد پھر آؤں گا۔" وہ دلگیر تھا۔

"پھر شادی کر کے جاؤ۔ ہم بوڑھے لوگ نجانے کل ہوں نہ ہوں۔" سجاول نے انہیں ساتھ لگا لیا۔ "اللہ آپ کو زندگی دے بے جی!"

"بہت مشکل ہے بے جی!" نور بانو ان کے ساتھ لگ گئیں۔

"نہیں۔ کچھ مشکل نہیں ہے نور! ماں کی بات مان لو۔ اداسی اس حویلی کے در و دیوار سے لپٹ گئی ہے۔ چند لمحے، چند دن خوشی کے سہی۔ باقی زندگی گزارنے کے لیے۔" داجی نے دھیرے سے کہا۔ مسلسل دکھوں نے انہیں توڑ دیا تھا۔ سجاول نے مراد کی موت کے ساتھ ہی تمام ثبوت اور ریکارڈ بھی دبا دیے تھے۔ دکھ کے اوپر اور دکھ دینا۔ کیا فائدہ! جانتے تو وہ بھی ہوں گے اس مراد کے کرتوت۔

نور بانو اور پھوپا سعید نکاح کے لیے راضی ہو گئے۔ رکھتی چند مہینوں کے بعد۔ بے جی خوش ہو گئیں۔ جانے سے ایک دن پہلے نکاح رکھ لیا۔

❀❀❀❀❀

ماہ بانو کے اشارے پر سجاول کمرے میں چلا گیا۔ پیلے کپڑوں میں ملبوس اداس، زرد چہرے کے ساتھ بریرہ بیڈ پر بیٹھی تھی۔ ہاتھوں میں سادہ سی مہندی لگی تھی۔ سجاول کو دیکھ کر سمٹی۔ خوف ابھی بھی اس کے چہرے پر تھا۔

"ٹھیک ہو؟"

"ہوں!"

"کھا پی کیوں نہیں رہی ہو۔ اتنی زرد کم زور ہو رہی ہو۔" وہ پاس بیٹھا۔ بریرہ نے سر جھکا لیا۔

"تم سے کس نے کہا تھا کہ مجھے سرپرائز دو۔ سامنے آتیں تو میں تمہیں بتاتا کہ تم نے کس کس سے محتاط رہنا ہے۔" اس کے ہاتھ میں پڑی چوڑیوں کو چھوا۔

"سجاول! اگر وہ تمہیں اتنا چاہتی تھی تو....." سیاہ پلکوں کو اٹھایا۔

"بس! آگے مت بولنا۔ میں اک کم عقل، جاہل، اجڈ لڑکی کو اپنی زندگی میں شامل کر کے اپنی نسل کو کیوں تباہ کر لیتا؟ اور میں تو پہلے سے تم سے....." شرارت سے ہنسا۔ بریرہ نے اس کی جانب دیکھا۔ اس کی پلکیں بھیگ رہی تھیں۔ سجاول نے ہاتھ تھام لیا۔ "میں جذباتی ہوں نہ جلد باز۔ بد کا انجام برا ہی۔ میں ایسا قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔ مجھے..... تم..... صرف تم چاہیے تھیں۔ جو میری قدر ہی نہیں کرتیں۔" خفگی سے منہ بنایا۔

"مجھے امینہ پر ترس آ رہا ہے۔"

"اسے اس کی آگ میں جلنے دو بریرہ! وہ بہت بد دماغ لڑکی ہے۔ مت سوچو اس کے بارے میں....."

چند لمحے رک کر چاہ سے اس کے زرد سنہری روپ کو دیکھا "ہم نیا سفر طے کرنے جا رہے ہیں بس مجھ سے متعلق اچھی اچھی باتیں سوچو تاکہ تم پر بہت روپ آئے" شرارت سے ہنسا۔ بریرہ شرما گئی۔ مہندی خوشبو، اٹن چنبیلی اور موتیا کی مہک۔ سجاول نے بے حد قریب جھک کر مسحور کن خوشبو کو اپنے اندر سمیٹا۔ بریرہ جھجک کر پیچھے ہٹی۔

"اتنا نہ ڈرو ہم سے بیاباں کے غزالو!"

بریرہ نے پلکیں اٹھائیں اور دونوں مسکرا دیے۔

Scan & PDF HAZ AHMED Friends Corner.com

دامیان سوری حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آواز اتنی اونچی تھی کہ ممی اور ڈیڈی بھی وہاں آ گئے تھے۔ دامیان سوری نے ایک نظر سب کی طرف دیکھا تھا۔ ایک لمحے میں اپنی سبکی سی محسوس ہوئی تھی۔ گھر کے نوکر بھی وہاں موجود تھے۔ اسے اپنا آپ بہت چھوٹا سا لگا تھا۔ وہ وہاں دوستی کرنے آیا تھا۔ اپنا ہاتھ بڑھا کر اختلافات ختم کرنے آیا تھا۔ مگر وہ کسی مفاہمت پر مائل دکھائی نہیں دی تھی۔

اس کے آج کے رویے اور برتاؤ سے جیسے وہ زمین میں گڑ گیا تھا۔ اتنی شرمندگی ساری زندگی نہیں

قسط نمبر 16

اُور کچھ خواب

عشنا کوثر سردار

یہ کون لوگ اندھیروں کی بات کرتے ہیں
ابھی تو چاند تیری یاد کے ڈھلے بھی نہیں
خفا اگرچہ ہمیشہ ہوئے مگر اب کے
وہ برہمی ہے کہ ہم سے انہیں گلے بھی نہیں

ہوئی تھی جتنی آج یہاں آ کر ہوئی تھی۔ یہاں رکنے کا اب کوئی جواز نہ تھا۔ وہ وہاں سے نکل گیا۔

انابتا بیگ نے چاروں اطراف نگاہ کی' ہر نظر اس کی طرف اٹھی تھی اور ممی ڈیڈی کی نظروں میں سوال بھی تھے مگر وہ وہاں رک کر کسی سوال کا جواب دینا نہیں چاہتی تھی۔ تبھی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

○.....☆.....○

آفس سے گھر واپس آنے تک اس نے کئی بار اس کا نمبر ملایا مگر اس کے موبائل سے کوئی جواب نہیں آ رہا تھا۔

''کیا ہوا' پریشان لگ رہے ہو؟'' ممی نے اسے دیکھ کر پوچھا۔

''نہیں' ایسی بات نہیں۔'' معارج تغلق انکاری ہوا۔

''انائیا نہیں آئی ابھی تک؟'' ممی نے دریافت کیا۔

''وہ غالباً میٹنگ میں ہے۔'' اس نے سرسری انداز میں بتایا۔ جیسے کوئی واسطہ نہ ہو۔ تبھی ایشاع آ گئی۔

''میں نے اُبٹن کی رسم کے سارے انتظامات دیکھ لیے ہیں۔ میں نے دعوت نامے کا یہ کارڈ پسند کیا ہے۔ کیسا ہے یہ بھائی؟ اور بھابی کہاں ہیں؟'' معارج تغلق نے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو نظر

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

انداز کر دیا۔

''تم نے دیکھ لیا ہے تو ٹھیک ہی ہوگا۔''

''اپنی شادی میں کوئی اتنا بے خبر بھی ہوتا ہے؟ آپ تو بالکل بھی دلچسپی نہیں لے رہے بھائی!'' ایشاع نے گھورا تو پھر ہاتھ بڑھا کر اس کے شانے پر پیار سے رکھا اور غالباً اس کا دل رکھنے کو مسکرا دیا تھا۔

''تم جانتی ہو مجھے ان چیزوں کی کچھ خبر نہیں۔ تم اگر کر رہی ہو تو ٹھیک کر رہی ہوں گی نا! مجھے اعتماد ہے تم پر۔ ابھی تمہاری بھابی آئیں گی تو انہیں دکھا دینا۔ وہ شاید تمہیں کوئی رائے دے سکے۔'' اس کی لاتعلقی پر سدرہ تغلق نے اسے دیکھا۔

''دیکھ لو نا! بہن اتنے پیار سے دکھا رہی ہے۔ پھر ولیمہ بھی تو تمہارا ہے' کچھ تو دلچسپی لو۔''

ناچار اسے کارڈ لے کر دیکھنا پڑا۔

''ٹھیک ہے۔'' ایک نگاہ سرسری ڈال کر اس نے واپس کر دیا۔ ''چیزیں سادی رکھنے کی کوشش کرو ایشاع! مجھے اتنی نمود و نمائش پسند نہیں۔ فضول میں پیسہ برباد کرنے سے شادی بڑی یا متاثر کن نہیں ہوتی۔'' معارج تغلق نے سمجھایا۔

''کمال کرتے ہو بھائی! زندگی میں ایک بار شادی کرنا ہوتی ہے۔ آپ اس پر بھی نکتہ چینی کر رہے ہو۔ شہزادہ ولیئم کی اور کیٹ کی شادی میں کتنا خرچ ہوا؟ اگر وہ بھی آپ کی طرح سوچتے تو ساری دنیا براہِ راست نہ دیکھ پاتی۔''

''وہ شہزادہ ہے۔ منارکی کا حصہ ہے' میں نہیں ہوں۔ سیدھا سادا غریب سا بندہ ہوں۔ جس ملک پر اتنے قرضے ہوں اس کے شہریوں کو شادی پر اتنا خرچ کرنے کا کوئی حق نہیں۔ شادی نمود و نمائش سے بڑی نہیں ہوتی۔ دل ملنے کی بات ہوتی ہے۔ دل ملے تو جگ ملے۔ بس یہی ہے ساری بات۔'' معارج تغلق مسکرایا۔

''معارج ٹھیک کہہ رہا ہے۔ شادی من کی خوشی ہے۔ جتنی سادگی سے ہو بہتر ہے۔ ساری بات دل ملنے کی ہوتی ہے۔ دل راضی تو ربّ راضی ربّ راضی تو جگ راضی۔'' ممی نے بھی بھرپور حمایت کی۔

''آپ تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے سارے عالمی قرضے آپ کو ہی لوٹانے کی ذمے داری سونپی گئی ہے۔ کمال کرتے ہو بھائی! اپنی خوشی نہیں تو ہماری خوشی کا ہی خیال کر لو۔ تم نے تو سادگی کی بھی حد کر دی۔ انائیا بھابی کو بس دو بول پڑھوا کر گھر لے آئے۔ اب جب ہم اپنی خوشی پوری کرنا چاہتے ہیں تو روکو تو مت۔ میرے اکلوتے بھائی ہو۔ میرے دل میں کتنے ارمان ہیں کبھی سوچا ہے آپ نے؟'' ایشاع نے گویا شرم دلائی۔

''اچھا بابا' جو کرنا ہے کرو۔ خوش رہو کیونکہ میری فیملی کی خوشی میری خوشی ہے۔'' اس نے پیار سے بہن کے سر پر چپت لگائی۔

''یہ انائیا کہاں رہ گئی؟ معارج! ذرا فون تو کرو۔'' ممی کو فکر ہوئی۔ وہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ اسے پروا ہے تبھی سرسری انداز میں بولا۔

''ابھی تھوڑی دیر پہلے ملایا تھا۔ اس کا سیل بند ہے۔ وہ کسی میٹنگ میں ہوگی آ جائیں گی۔ اتنی فکر کی کیا بات ہے۔'' اس نے ٹالا۔

''پھر بھی شام گہری ہو رہی ہے۔ فکر تو ہوتی ہے دوبارہ ملاؤ۔'' ممی کے کہنے پر اس نے سیل جیب سے نکال کر اس کا نمبر دوبارہ ملایا۔ اب بھی اس کا نمبر بند ملا اور تب اسے کچھ تشویش ہوئی۔

وہ وہاں سے اٹھا اور دور آ کر فون ڈائریکٹری سے زائرہ ملک کا نمبر دیکھ کر ملایا۔

''انائیا کیا وہاں آئی ہے؟'' اس نے دریافت کیا۔

''نہیں۔ کیوں...... کیا ہوا؟'' زائرہ ملک پریشان ہوئی۔

''نہیں' کچھ نہیں۔ اس کا فون بند جا رہا ہے۔ آفس سے پتا چلا وہ میٹنگ میں ہے۔ آپ فکر نہ کریں۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ شاید موبائل کی چارجنگ ختم ہو گئی ہو۔'' اس نے اپنی طرف سے جواز دے کر انہیں مطمئن کرنا چاہا اور فون کا سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

کہاں جا سکتی تھی وہ؟

ایسا پہلے تو کبھی نہیں ہوا تھا۔

کہیں کوئی ایکسیڈنٹ؟ اس کا ماتھا ٹھنکا تھا مگر وہ خود کو اعتدال میں رکھنا چاہتا تھا۔ تبھی دوبارہ سارہ کا نمبر ملایا تھا مگر اس نے لاعلمی کا اظہار کیا تھا۔

وہ گھر کب کی پہنچ چکی تھی اور اس میٹنگ کے ختم ہونے کے بارے میں اسے قطعاً کوئی علم نہیں تھا۔

یہ گھڑی اس کے تشویش میں مبتلا ہونے کی تھی۔

کیا اسے انائیا ملک کی سچ میں اتنی فکر تھی؟

یا وہ اس کے لیے اتنی اہم تھی کہ وہ اس کی فکر میں سب کچھ بھول جاتا؟

O......☆......O

پارسا پروجیکٹ پر کام روک کر بستر پر آئی تو سر بھاری ہو رہا تھا اور دکھ بھی رہا تھا مگر نیند سے پھر بھی کوسوں دور تھی۔ وہ تکیے پر سر رکھ کر سیدھی لیٹی کھلی آنکھوں سے چھت کو تکنے لگی۔

''گلابو! تم نے آج اورنج کلر نہیں پہنا؟'' یلماز کی آواز کان میں پڑی تو اس نے سر اٹھا کر اسے گھورا۔ وہ چڑانے والی مسکراہٹ کے ساتھ مسکرا دیا۔

''اب نظر باز مت کہنا۔ چھیڑ رہا تھا تمہیں' ویسے تم دنیا کی واحد لڑکی ہو جو غصے میں بری نہیں لگتی۔'' پارسا کو اس کی مسکراہٹ زہر لگی تھی۔ خوامخواہ لٹو ہونے لگا تھا۔

''ماسٹر جی! آپ دنیا کے واحد بندے ہو جو مسکراتے ہوئے اتنے برے لگتے ہو۔'' وہ چڑانے کو اسے ''ماسٹر جی'' بلانے لگی تھی۔

''تمہیں غصہ بہت آتا ہے نا!'' وہ مسکرایا تو اس نے اکاؤنٹس کی کتاب کھول کر سامنے رکھ دی تھی۔

''آپ کی توجہ مجھ سے زیادہ اس کتاب پر ہونے کی ضرورت ہے۔ تبھی میں پاس ہو پاؤں گی۔ بھائی کا دماغ بھی چل گیا تھا جو اس آوارہ مزاج آدمی کو اٹھا لائے پھر الزام ہوگا میں پاس نہیں ہو سکی۔''

Scan & PDF EJAZ AHMED FriendsKorner.com

وہ بڑبڑائی۔
''کیا کہا آپ نے؟'' یلماز نے پوچھا۔
وہ اپنی بڑی بڑی کھلی آنکھیں اس کے چہرے پر جما کر دیکھنے لگی۔
''ماسٹر جی! بھول رہے ہو کہ یہاں کیوں آئے ہو؟ پڑھانے کا من نہیں تو صاف بتا دو تاکہ ہم نیا ٹیوٹر رکھ لیں۔'' وہ صاف گوئی سے بولی۔
''بہت منہ پھٹ ہو گلابو! پڑھا تو رہا ہوں۔ ایک دن میں سب گھول کر تو تمہارے دماغ میں نہیں ڈال سکتا۔ ذرا دیر کو دماغ تازہ کرنے کو موضوع بدلا تو تمہیں اعتراض ہونے لگا۔ تم میں نہ تہذیب ہے نہ تمیز..... ایک دم جنگلی ہو تم۔ بات بات پر غرانے لگتی ہو۔'' یلماز نے ڈپٹا۔
وہ سر جھکا کر نوٹ بک پر آڑی ترچھی لکیریں لگانے لگی۔
یلماز نے اسے دیکھا تھا۔ اس پل وہ لڑکی اسے بہت انوکھی لگی تھی۔ کئی لڑکیوں کا حلقہ تھا اس کے گرد۔ سب اچھی فیملی سے اور خوب صورت بھی تھی۔ لڑکیوں کا گھیرا اسے اپنے گرد ہمیشہ تنگ ملا تھا اور وہ اس پر نازاں بھی تھا۔ مگر یہ گاؤں کی گلابو اسے ایک نگاہ دیکھنے کو بھی مائل نہ تھی۔
دیکھنا تو دور کی بات' وہ بات بات پر اسے آڑے ہاتھوں لیتی تھی اور کھری کھری سنا دیتی تھی اور وہ اپنا سا منہ لے کر رہ جاتا تھا۔
وہ کوئی باقاعدہ ٹیوٹر نہیں تھا۔ امتحانات سے فارغ تھا اور بھائی نے بتایا تھا کہ ان کے کسی دوست کو ٹیوشن کی ضرورت ہے تبھی وہ مان گیا تھا۔ حالانکہ شرط یہ رکھی تھی کہ اس کے لیے بوریا بستر باندھ کر کچھ دن کے لیے گاؤں میں آ کر ہی رہنا تھا کیونکہ بات تعلقات کی تھی۔ بھائی نے حکم دیا تھا اور اسے یہاں آنا پڑا تھا۔ اس گاؤں کے ماحول میں اسے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ ہاں کچھ یہ دلچسپی تھی کہ اسے یہ سب دیکھنے کا موقع پہلی بار ملا تھا۔ آب و ہوا شہر سے مختلف ضرور محسوس ہوئی تھی۔ یہاں تازگی تھی' لوگ بھی اچھے تھے۔ سیدھے اور من کے صاف..... مگر دھول دھپا بہت تھا۔ گاؤں آنے کا تجربہ نیا تھا اور وہ پُرجوش بھی تھا مگر یہاں آنے کے بعد جلد ہی جی اوب گیا تھا کہ یہاں کی زندگی بہت سست تھی۔ شہر والی گہما گہمی نہیں تھی۔ وہ اسے اچھی لگی تھی۔ اپنی ہم عمر ہونے کے باعث وہ اس سے بات کر کے اچھا محسوس کرتا تھا مگر وہ بہت نک چڑھی تھی' بات بات پر الجھتی تھی۔
اماں چائے کے ساتھ پکوڑے لے کر آئی تھیں تو یلماز کمال کو وہ غنیمت لگا تھا۔
''شکریہ چاچی! آپ کو خیال آیا' میرا تو سر دکھنے لگا تھا۔ آپ کی یہ بیٹی سر کا درد ہے۔'' وہ چائے کا کپ تھامتا ہوا بولا۔ تو اماں مسکرا دیں۔ وہ گھورنے لگی تھی۔
''ایسے کیا گھور رہی ہو؟ سچ کہہ رہا ہوں۔ چاچی آپ سب اتنے اچھے ہو' یہ کس پر گئی ہے؟'' وہ مسکراتے ہوئے پکوڑوں کی پلیٹ سے انصاف کرنے لگا تھا۔ بنا گلابو کے گھورنے کی پروا کیے۔
''گلابو! تو بھی چائے پی لے اور پتر! خون مت جلایا کر۔ اتنا غصہ صحت کے لیے اچھا نہیں ہوتا۔ جو بتائے اسے من سے یاد کیا کر' بس اس بار فیل نہیں ہونا۔ ورنہ خاندان میں بڑی ذلت ہوگی۔'' اماں نے

چائے کا کپ اسے تھماتے ہوئے پیار سے کہا۔ وہ کچھ نہیں کہہ سکی تھی۔
''کیسی ہے پڑھائی میں..... سب ٹھیک ہے نا؟'' اماں نے یلماز سے پوچھا۔
''جی سب ٹھیک ہے۔ ان شاء اللہ پاس ہو جائے گی۔ آپ فکر نہ کریں' محنت کروا رہا ہوں اور یہ بھی دل لگا کر پڑھ رہی ہے۔'' یلماز نے تسلی دی تھی اور ہمت بندھائی تھی۔
اماں سر ہلاتی ہوئی پلٹ گئی تھیں۔
''تمہیں پکوڑے بنانا آتے ہیں گلابو؟'' وہ چونکی تھی۔
''کیوں؟''
''مجھے پکوڑے پسند ہیں۔''
''آپ کو پکوڑے پسند ہیں تو میں کیا کروں؟'' وہ چونکی تھی۔
''سیکھو' دیکھو چاچی کتنے اچھے پکوڑے بناتی ہیں۔ آدمی کے دل کا راستا معدے کے پاس سے ہو کر گزرتا ہے۔ دل کیسے جیتو گی اگر پکاؤ گی نہیں؟'' وہ مسکرایا۔
''ماسٹر جی! فی الحال آپ پکا رہے ہو مجھے۔ بھیا کیوں اٹھا لائے آپ جیسے نمونے کو مجھے پڑھانے.....؟ پھر پاس نہ ہوئی تو مجھے الزام دیں گے کہ فیل ہو گئی۔ آپ نے میرے ناک میں زیادہ دم کیا تو آپ کا سامان اٹھا کر آؤٹ ہاؤس سے باہر پھینک دوں گی اور آپ کو چلتا کر دوں گی۔'' پارسا نے دھمکایا۔
وہ چائے کے گھونٹ لیتا مسکرا دیا۔
''تم بہت پیاری ہو گلابو! مزا آتا ہے تم سے بات کر کے۔ اچھا ایک بات بتاؤ کسی کو پسند کرتی ہو؟''
''کیا.....؟'' وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنے لگی تھی کہ اس سوال کی امید نہیں کر رہی تھی مگر وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔
''ایسے آنکھیں پھاڑ کر حیران ہو کر دیکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ سیدھا سادا سا تو سوال ہے۔ کوئی اچھا لگتا ہے؟'' وہ پورے اطمینان سے پوچھ رہا تھا۔
''نہیں' نہیں لگتا.....!'' وہ سر جھکا کر بولی۔
''اس میں اتنا شرمندہ ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ اس عمر میں کوئی اچھا لگ جائے تو اس کے لیے جواز ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔'' وہ مسکرایا۔
اسے اس کی مسکراہٹ زہر لگی تھی۔
''تم زیادہ بننے کی کوشش کرتے ہو ماسٹر جی! اپنے کام سے کام کیوں نہیں رکھتے؟''
''یہ پینڈو انداز میں مجھے ماسٹر جی مت کہا کرو پلیز۔ برا لگتا ہے۔ ویسے حیرت کی بات ہے تم کسی کو اچھی کیوں نہیں لگیں اب تک؟ بہت عصیلی ہونا بھی کوئی قریب آتا ہی نہیں ہوگا۔''
اس نے گھڑی دیکھ کر نوٹ بک بند کی اور باقی کی کتابیں سمیٹ لیں تھیں۔
''آپ کا وقت ختم ماسٹر جی! اب باقی کل۔'' وہ بے نیازی سے چائے کے گھونٹ لینے لگی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Komer.com

وہ بغور اس کی سمت دیکھنے لگا۔ کچھ تھا کہ وہ اچھی لگ رہی تھی۔ وہ اسے چھیڑ کر اس کی بے نیازی کی وہ پرت توڑنا چاہ رہا تھا یا اس کے قریب آنا چاہ رہا تھا۔ وہ خود نہیں جانتا تھا۔ مگر کوئی بات اچھی لگ رہی تھی۔ کیوں؟ وہ وجہ نہیں جانتا تھا؟ اس کے چائے ختم کرنے اور اٹھ کر جانے کا انتظار کیے بغیر وہ کھڑی ہی ہوئی تھی کہ تبھی اس کی دوست تانیا آ گئی۔

''تم بھول گئیں آج ہمیں میلہ دیکھنے جانا تھا؟'' تانیا نے آتے ہی کہا۔

''ہاں یاد ہے مگر یہ وقت ٹیوشن کا تھا نا! تم جانتی ہو اس سال پاس ضرور ہونا ہے۔ ورنہ بڑے طعنے سننے کو ملیں گے اور دوبارہ سے ایف اے کرنا پڑے گا۔'' وہ برا سا منہ بنا کر بولی۔

تانیا اس کے عقب میں دیکھتی ہوئی چونکی تھی۔ پھر اس کے کان کے قریب منہ لا کر ایک مدھم سی کھسر پھسر کی تھی۔

''یہ ہیرو کون ہے؟ تیرے گھر کیا کر رہا ہے؟'' آواز میں تجسس تھا۔

''ہیرو! وہ تجھے ہیرو لگتا ہے؟'' وہ حیرت سے بولی۔

''یہی تو وہ ٹیوٹر ہے جو مجھے ٹیوشن دے رہا ہے۔'' پارسا نے اسے بتایا۔

''اوہ' یہ تو بڑا ہیرو ٹائپ ہے کہاں سے منگوایا ہے؟'' تانیا نے چھیڑا۔

''منگوایا کہیں سے نہیں' بھائی کے دوست کا بھائی ہے۔ فارغ تھا تو بھائی نے اسے میری ٹیوشن کے لیے رکھ لیا۔''

''اوہ' تو یہ بات ہے۔ میں تو سمجھی کوئی مہمان ہے اور تمہیں ٹیوشن کوئی اور دے رہا ہے۔'' تانیا اس کے عقب میں بیٹھے اس نوجوان کو دیکھ رہی تھی جس کی شخصیت میں ایک عجیب کشش تھی۔

''تجھے تو پڑھنے میں بڑا لطف آ رہا ہوگا۔ کل سے کتابیں لے کر میں بھی آ جاؤں کیا؟'' وہ شرارت آنکھوں میں لیے بولی تھی۔ پارسا نے ایک ہاتھ کا دھپ اس کے بازو پر مارا اور اس کا بازو پکڑ کر کھینچتی ہوئی کمرے میں لے آئی۔ تانیا اس کے بیڈ پر نڈھال سے انداز میں گر گئی تھی۔

''ہائے' کتنا خوب صورت ہے نا! میرا دل دیکھ' کتنی تیزی سے دھڑک رہا ہے۔ اس نے ایک نگاہ دیکھا تھا۔ مجھے لگا اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کشش ہے جو اپنے ساتھ باندھ رہی ہے۔''

''پاگل ہوگئی ہے تُو تانیا! کیا بکواس کر رہی ہے؟'' وہ تپ کر بولی۔

''بکواس نہیں کر رہی' سچ کہہ رہی ہوں۔ آیا کہاں سے ہے؟''

''بتایا تو تھا شہر سے آیا ہے۔ اپنے امتحانات سے فارغ تھا تو سلو بھائی نے میرے لیے رکھ لیا۔'' پارسا سرسری انداز میں بولی۔

''بالکل ہیرو جیسا دکھتا ہے نا! تیری ساری توجہ تو اس پر ہی لگی رہتی ہوگی ٹیوشن کے دوران ہے نا۔'' تانیا شرارت سے مسکرائی۔

''میں تیری طرح پاگل نہیں ہوں تانیا جو ایک لنگور کو اہمیت دوں۔ ایک فضول سا بندہ ہے۔ تُو تو دیکھتے ہی ہوش گنوا رہی ہے۔'' اس نے ڈپٹا۔

''ٹھیک ہے۔ تجھے نہیں چاہیے تو مجھے دے دے۔'' وہ شرارت سے بولی۔

''تانیا بکومت' وہ پہلے ہی نظر باز ہے۔ پڑھانے سے زیادہ توجہ مجھ پر رکھتا ہے۔ کیا پہن رہی ہوں' کیوں پہن رہی ہوں' کیسی دکھ رہی ہوں یا مجھے کیسا دکھنا چاہیے۔ اس کی ساری توجہ اسی پر مرکوز رہتی ہے۔ گھورتا ایسے ہے کہ دل چاہتا ہے اس کی آنکھیں پھوڑ دوں۔ دو مہینوں کے لیے اسے جھیلنا بھی محال لگ رہا ہے مجھے' اگر زیادہ تنگ کیا تو میں چلتا کر دوں گی۔ زیادہ جھیلنے والی نہیں میں۔ بھائی کو کہہ کر دو کانوں میں سر کرا دوں گی۔'' پارسا نے کتابیں شلیف پر رکھتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ جو من میں آئے کر' ویسے یہ ٹھہرا کہاں ہے؟''

''یہیں آؤٹ ہاؤس میں قیام ہے اس کا۔ بھائی کی جان پہچان ہے تو خاص الخاص بنا ہوا ہے۔''

''اوہ۔'' تانیا نے ہونٹ سکوڑے تھے پھر مسکرائی۔

''اتنا برا نہیں ہے اگر تو غصہ کرنا بند کر دے تو' تو تو یوں بھی ناک پر مکھی بھی بیٹھنے نہیں دیتی اگر میں تیری جگہ ہوتی تو کبھی اسے نظر انداز نہ کرتی۔'' اس کی آنکھوں کی شرارت پارسا کو چڑا گئی۔

''میں نے لڑکا پہلی بار نہیں دیکھا تانیا اور ایسا لڑکا تو مفت بھی ہاتھ لگے تو دو ہاتھ جوڑ کر معذرت سے واپس کر دوں۔ میرا معیار ایسا بندہ نہیں ہے۔ مجھے ان چکروں میں نہیں پڑنا۔ خاندان کی عزت کا پاس ہے مجھے۔ ابھی شادی کی عمر نہیں اور عشق وشق کا موڈ نہیں اور رہی بات فلرٹ کی تو یہ میرا او تیرہ نہیں۔ میرا پسندیدہ شہزادہ جب آئے گا نا تو سارے موسم اپنے سنگ باندھ کر لائے گا۔ تب وہ جو چاہے گا اپنے بس میں کر لے گا۔ میں یہ بات جانتی ہوں تب میری ایک نہیں چلے گی اور تب میں کوئی من مانی کروں گی بھی نہیں' جب تک ایسا ہو۔ تب تک میں انتظار کروں گی۔ بہت وقت ہے ابھی اس میں۔ میں سولہ برس کی ہوں صرف۔ اگلے برس سترہ کی ہوں گی۔ میری عمر خواب دیکھنے کی ضرور ہے مگر میں خوابوں میں خود کو گنوانا نہیں چاہتی۔ میں باشعور ہوں' ہوش مند ہوں اور ذی عقل ہوں۔ میری پوری عقل میرے ساتھ ہے اور میرا دماغ مجھے غلط راستوں پر چلنے کی ترغیب نہیں دیتا۔ یہ افسانوں' کہانیوں کی بات نہیں ہے۔ میں کوئی افسانوی ہیروئن نہیں ہوں نا مجھے کسی افسانوی کردار یا ہیرو کا انتظار ہے۔ میں سچ کے ساتھ جیتی ہوں۔ بہت سچی اور اصلی سوچ ہے میری۔ میں دل کے ساتھ تب چلوں گی جب وقت آئے گا ابھی ان باتوں کا وقت نہیں ہے۔ میں لا ابالی ہوں۔ بیشتر وقت شرارتوں میں ضائع کرتی ہوں مگر اتنی بھی بچی نہیں ہوں۔ اچھے برے کی پہچان ہے مجھے۔ میرے خاندان کی عزت اور میری اپنی عزت یہ سب بہت اہم ہے میرے لیے۔ مجھے اپنے ہیرو کا انتظار ہے جو افسانوں کے کرداروں کی طرح شاید بہت خوبرو نہیں ہوگا۔ اتنا جانباز بھی نہیں ہوگا۔ مگر وہ ایک اچھا انسان ہوگا اور وہی میری زندگی کی ڈور تھامنے کے قابل ہوگا اور اسی کے ساتھ میں اپنی ساری عمر گزار دوں گی۔'' وہ بہت مضبوط لہجے میں کہہ رہی تھی۔

تانیا مسکرا دی۔

''سچی کہوں؟ تیرے اندر کوئی بڑی بڈھی روح ہے' اپنی باتوں سے تو سولہ سترہ سال کی نہیں۔ ساٹھ سال کی لگتی ہے۔''

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟'' پارسا مسکرائی۔ ''مجھے فرق نہیں پڑتا اگر میں ساٹھ سال کی بوڑھی سوچ رکھتی ہوں۔ میں جیسی بھی ہوں بہت خاص ہوں۔ کسی اور کے لیے نہیں مگر اپنے لیے اور اپنے گھر کے لیے میری عزت میرے لیے بہت معنی رکھتی ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں ہے۔ تو جانتی ہے تانیا لڑکی چاہے سولہ میں ہو یا ساٹھ میں، وہ اپنے اوپر اٹھنے والی ہر نگاہ کو بہت اچھے سے پہچان لیتی ہے کہ وہ کس زاویے سے اٹھ رہی ہے۔ میں اتنی ناسمجھ عمر میں نہیں ہوں مجھے خاندان کا نام ڈبونا نہیں ہے اور اونچا کرنا ہے اور تم دیکھو گی کہ ایک دن میں اپنے گھر والوں کو بہت فخر دوں گی کہ وہ گردن تان کر کہہ سکیں گے کہ میں اس خاندان کا حصہ ہوں۔ میں کوئی بے بے وقوفی کبھی نہیں کروں گی۔'' اس کا انداز اور لہجہ بہت ٹھوس اور مضبوط تھا۔ تانیا مسکرا دی۔

''تیرے ابا نے تیرا نام پارسا بہت سوچ سمجھ کر رکھا ہوگا۔ دیکھو تم جس طرح سے بات کررہی ہو مجھے تم کسی اور دنیا کا حصہ لگ رہی ہو۔ تمہاری یہ سوچ و خیال بہت اچھا ہے جو ہر لڑکی میں ہونا چاہیے۔''

''تانیا! یہ شعور ہے، آگاہی ہے، مجھے پاس ہے اپنی عزت کا بھی اور اپنی فیملی کی عزت کا بھی۔ میں فرشتہ نہیں، خواہشیں میرے دل میں بھی ہیں مگر ان خواہشوں کی باگ میرے ہاتھ ہے میری خواہشیں اتنی بے لگام نہیں۔'' پارسا نے جتایا۔

''ٹھیک ہے بابا، جیسی تیری مرضی اگر تیرا من نہیں تو میرا رابطہ کروا دینا۔ مجھے کوئی قدغن نہیں ہے۔'' تانیا پھر شرارت سے بولی تھی۔ اس کی شرارت دیکھ کر پارسا نے کشن کھینچ مارا تھا وہ ہنس دی تھی۔

''مذاق کررہی ہوں یار! اچھا بتاؤ میلے کا کیا پروگرام ہے۔ جانا ہے کہ نہیں؟'' تانیا نے پوچھا تھا۔

وہ آگے بڑھ کر کھڑکی بند کرنے لگی تھی۔ جب آؤٹ ہاؤس کی طرف جاتے یلماز کمال پر نظر پڑی تھی۔

''تم بتاؤ، جانا ہے؟'' پارسا کے کھڑکی بند کرتے ہوئے ہاتھ لمحہ بھر کو رکے تھے۔

''ہاں جانا تو ہے۔'' تانیا میگزین دیکھنے لگی تھی۔ ''اگر تیرا ارادہ ہے تو۔'' تانیا نے اس کے سر ڈال دیا تھا۔ وہ لمحہ بھر کو کچھ نہیں بولی تھی۔ کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ نظریں ساکت سی رہی تھیں۔ یلماز کمال کو جانے کیسے اندازہ ہوا تھا کہ کوئی اسے تاک رہا ہے۔ عین اسی لمحے اس نے پلٹ کر دیکھا تھا اور اسی لمحے پارسا نے بوکھلا کر کھڑکی کے کھلے پٹ بند کر ڈالے تھے۔

''نہیں جانا۔'' وہ بہت مدھم لہجے میں انکاری ہوئی۔

''نہیں جانا؟'' تانیا چونکی۔

''ہاں، امتحانات سر پر ہیں۔ اب تفریح کا وقت نہیں۔'' وہ چلتی ہوئی بیڈ پر آن بیٹھی تھی۔

''تو فکر نہ کر، چاچی سے بات میں کرلوں گی۔'' تانیا نے کہا۔

''بات، چاچی سے بات کرنے کی نہیں۔ اماں تو مان بھی جائیں گی مگر میری پڑھائی کا حرج ہوگا نا۔'' وہ پہلی بار تانیا کو بہت عجیب لگی تھی مگر وہ سر جھکا کر میگزین کے ورق الٹنے لگی۔

اچھا، چائے تو پلا دے۔''

''اچھا میں جنتے سے کہتی ہوں۔'' پارسا نے سر ہلایا۔

○......☆......○

''کل کوئی چھپ چھپ کر تاک کیوں رہا تھا؟'' وہ سر جھکائے تیزی سے قلم چلا رہی تھی۔ جب وہ بولا تو پارسا کا ہاتھ جہاں تھا وہیں رک گیا۔ وہ اتنی شرمندہ تھی کہ سر اٹھا کر دیکھ نہیں سکی تھی۔ جیسے اس نے کوئی بہت بڑی چوری کی ہو اور اب وہ اس سے اس کی بابت باز پرس کررہا ہو۔

اس کا انداز کسی مجرم جیسا تھا۔ جس طرح وہ بکی محسوس کررہی تھی اور شرمندہ تھی اس سے یلماز کمال کو شہہ ملی تھی۔

''ماجرا کیا ہے۔ چہرے کی ہوائیاں کیوں اڑ گئیں؟ کیا چھپا رہی ہو تم؟'' وہ جیسے تھانے دار بن گیا تھا۔ اگر وہ اپنا اعتماد بحال نہیں کرتی تو یقیناً کمزور پڑ سکتی تھی۔ تبھی وہ سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھنے لگی۔

''دماغ خراب ہوگیا ہے آپ کا؟ غلطی سے نگاہ پڑ گئی تو اسے اپنی خوش فہمی میں بدل رہے ہو؟ کس بات کا گمان ہے آپ کو؟ اتنے توپ چیز ہو تم کہ میں دیکھوں گی؟'' وہ اکڑے ہوئے انداز میں بولی۔

وہ جانے کیوں مسکرا دیا تھا۔

''چوری کا مطلب سمجھتی ہو؟'' وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔

''کیا چرایا میں نے؟'' وہ تن کر بولی۔

وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا تھا۔ وہ سر جھکا کر بڑبڑانے لگی تھی۔

''دل میں کچھ ہو تو کہہ دینا چاہیے۔ اسے دبانا ٹھیک نہیں۔'' وہ پوری طرح سے محظوظ رہا تھا۔

''ماسٹر جی! خوابوں کی دنیا سے باہر آجاؤ۔ اگر میں درگزر کررہی ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں آپ اس کو میری کمزوری سمجھ لو۔ پڑھاتے آئے ہو پڑھانے پر دھیان دو۔'' وہ دبنے والی نہیں تھی۔

''کمزوری نہیں، چوری پکڑی ہے، کسی کو چوری چھپے دیکھنا مناسب ہے کیا؟'' وہ مسکرا رہا تھا۔

''آپ کو کون دیکھ رہا تھا؟ میں تو کھڑکی بند کررہی تھی۔''

''جو بھی تھا...... کسی کا اچھا لگ جانا کوئی بری بات نہیں، اگر میں تمہیں اچھا لگتا ہوں تو اس میں رد کرنے والی کیا بات ہے۔''

''میں رد نہیں کررہی مگر آپ اپنے کام سے کام رکھو ماسٹر جی! یہ کتابیں کھلی پڑی ہیں ان پر توجہ دو ورنہ بھائی سے شکایت کردوں گی۔'' پارسا نے الٹا دھمکایا۔

''اچھا کیا کہو گی بھائی سے؟'' وہ سینے پر ہاتھ باندھ کر مسکرانے لگا۔ اس کا نڈر انداز اسے چونکا گیا تھا۔ جیسے اس پر اس دھمکی نے اثر نہیں دکھایا تھا۔

''تم سمجھ رہے ہو میں شرم کے مارے بھائی سے کچھ نہیں کہوں گی اور تمہیں مجھے ہراساں کرنے کا موقع ملتا رہے گا تو غلط سوچ رہے ہیں آپ کیونکہ میرے بھائی بہت بے تکلف ہیں مجھ سے اور میں انہیں اعتماد میں لے کر بتا سکتی ہوں کہ مدعا کیا ہے۔'' وہ صاف گوئی سے بولی۔

''اور مدعا کیا ہے؟'' وہ اسے بچوں کی طرح زچ کرکے جیسے کوئی تسکین محسوس کررہا تھا۔

وہ اسے گھورنے لگی تو وہ مسکرا دیا تھا۔ ''کبھی چھوٹے بچوں کو دیکھا ہے تم نے؟''

''کیا مطلب؟'' وہ اسے بے تکان بولتا دیکھ کر اکتا کر بولی۔

''چھوٹے بچوں کو سوچتے دیکھو کبھی' ان کے خیالات کے گھوڑے بہت تیز دوڑتے ہیں۔ ایک پل میں کہاں سے کہاں پہنچ جاتے ہیں۔'' وہ محظوظ ہوا تھا۔

''تو.....؟'' وہ اکتا کر بولی۔

''تو یہ کہ تم بھی اس لمحے مجھے کسی بچے جیسی لگ رہی ہو۔ جس کے خیالات کو پر لگ گئے ہوں اور ایک پل میں دماغ کے گھوڑے دوڑاتی انتہائی نتائج تک پہنچ چکی ہو۔ یار! کتنا سوچتی ہو تم' تمہاری عمر کی لڑکیاں اتنا کہاں سوچتی ہیں۔''

پارسا نے اپنے سامنے پڑی موٹی سی اکنامکس کی کتاب بند کی تھی۔

''یہاں مجھے پڑھانے آئے ہو ماسٹر جی یا مجھے کھوجنے؟''

''دونوں۔'' وہ جیسے اسے چڑا کر تسکین محسوس کر رہا تھا۔

''میں نے طے کرلیا ہے کہ آپ سے نہیں پڑھوں گی۔ دماغ خراب کر رہے ہیں آپ۔'' اس نے واقعی جیسے طے کرلیا تھا۔

''تمہیں غصہ اتنا زیادہ کیوں آتا ہے گلابو! یہ جو چھوٹی سی ناک ہے' تمہیں معلوم ہے سرخ ہو جاتی ہے تو بالکل اچھی نہیں لگتی؟'' وہ دوستانہ مزاج رکھتا تھا جیسے مگر پارسا اپنے گرد ایسا دائرہ بنائے ہوئے تھی جس کے اندر آنے کی گنجائش شاید وہ کسی کو نہیں دے سکتی تھی۔

ایسا دانستہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو اس دائرے میں بند رکھنا چاہتی تھی۔ خاندانی ناموس اور عزت کا پاس اسے تھا اور اپنی عزت کا بھی۔ ایک چھوٹا سا گاؤں ہی تو تھا۔ بات نکل جاتی تو پھیلتے دیر کہاں لگنا تھی۔ شہر والا ماحول نہیں تھا کہ لوگ کام سے کام رکھتے یا مصروف زندگیاں گزارتے۔ یہاں چیزوں کا مفہوم مختلف تھا۔ وہ خالی خالی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔ پھر اٹھی اور وہاں سے نکل گئی۔ اگلی صبح جب وہ کنویں پر تھی تو جانے کہاں سے آ گیا تھا وہ۔ یہ تو شکر تھا تانیا اس کے ساتھ تھی۔ اگر اکیلی ہوتی اور کوئی اسے اس کے قریب دیکھ لیتا تو بات بگڑ سکتی تھی۔ وہ اس سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی تھی تبھی جیسے ہی وہ اس کے قریب آ کر رکا تھا' اس نے تانیا کا ہاتھ تھاما اور وہاں سے ہٹنے کی ٹھانی ہی تھی کہ اس نے روک لیا۔

''میں شرمندہ ہوں' میری غلطی ہے شاید میں گاؤں کا ماحول سمجھ نہیں پا رہا ہوں۔ پہلی بار آیا ہوں نا مگر میں سمجھنے کی کوشش ضرور کرسکتا ہوں۔ اگر میری وجہ سے آپ کو تکلیف ہوئی ہوں تو اس کے لیے میں معذرت چاہتا ہوں۔ کوشش کروں گا' اب آپ کو شکایت کا موقع نہ دوں۔'' کہہ کر وہ پلٹا اور وہاں سے نکل گیا۔

تانیا حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی اور کبھی اُسے۔

''یہ ماجرا کیا ہے؟ کیا ہوا تھا؟'' اسے جاننے کا تجسس ہوا۔

''کچھ زیادہ نہیں' خوامخواہ بے تکلف ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے حدود سمجھا دیں تو.....! خیر

اُسے سمجھ آ گئی ہے اور یہی بہتر بھی ہے۔'' پارسا نے کہا۔

''پارسا! کیا یار! چھوٹی چھوٹی معمولی باتوں کو سر پر سوار کرلیتی ہے' اگر کوئی بندہ تھوڑا سا نے تکلف ہے تو اس میں کیا برا ہے؟ وہ یہاں کا نہیں ہے نا۔ مقامی لوگوں کی طرح برتاؤ نہیں کرتا تو اس میں کیا عجیب ہے؟ اب اسے اتنا سب نہیں پتا تو اس پر مسئلہ بنانے کی کیا ضرورت ہے؟'' تانیا نے اسے ڈپٹا۔

''خوامخواہ بات کا بتنگڑ بنا رہی ہو' مسئلہ بنانے سے بات بگڑ بھی سکتی ہے۔

''تانیا میں غلط نہیں کر رہی' تو جانتی ہے مجھے پسند نہیں تو وہ خوامخواہ کیوں قریب آ رہا ہے اور دوسری بات اگر اسے یہاں کا ماحول معلوم نہیں تو اسے پتا چلنا چاہیے۔'' وہ خاصی الجھی ہوئی دکھائی دی تھی۔

تانیا نے پھر کچھ نہیں کہا تھا۔

اگلے دن وہ اسے پڑھانے نہیں آیا۔ تو اسے کوئی تشویش نہیں ہوئی۔ وہ بہت آرام سے اپنی پسندیدہ فلم لگا کر بیٹھ گئی تھی۔

اس سے اگلے دن بھی جب وہ نہیں آیا تھا تو تب وہ چونکی تھی۔

کیا وہ واپس چلا گیا تھا؟

اس نے جنتے کو کھانے کی ٹرے آؤٹ ہاؤس کی طرف لے جاتے دیکھا تھا۔ تبھی دریافت کیا تھا۔

''جنتے' کھانا وہاں کیوں لے جا رہی ہو؟''

''یلماز پتر کو تو روز کھانا جاتا ہے۔ آپ اس بات سے واقف نہیں ہو کیا؟'' جنتے حیران ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

''ہاں..... مگر.....!'' اس نے یونہی بات بنائی تھی۔

''یلماز پتر کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے' بیگم صاحب نے خود سوپ اور یہ نرم سا پھلکا بنا کر دیا ہے۔ کہہ رہی ہیں کھانا کھلا کر خود دوائیں بھی کھلا کر آؤں؟'' جنتے نے مطلع کیا۔ وہ چونکی۔

''کیا ہوا ہے ماسٹر جی کو؟''

''دو دن سے اکیلے کمرے میں بخار میں پھنک رہے تھے۔ خبر تک نہیں کی۔ سلو پتر نے جا کر دیکھا تو پتا چلا۔ تب چوہدرائن نے تو بڑا ڈانٹا کہ گھر کو اپنا گھر نہیں سمجھتا۔ اسے بوریا بستر سمیٹ کر گھر کے اندر آنے کا حکم بھی دے ڈالا۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ چوہدری صاحب نے تب ڈاکٹر کو بلوا بھیجا اور اس کی دوا کروائی۔ بڑا سلجھا بچہ ہے۔ اتنا سا منہ نکل آیا ہے۔ بیماری میں۔'' جنتے کے پاس پوری کہانی تھی سنانے کو۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے مزید بولنے سے روک دیا تھا۔

''ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔'' جنتے ٹرے لیے آگے بڑھ گئی۔

اسے حیرت ہوئی تھی۔ کتنی بے خبر رہی تھی وہ۔ اتنا کچھ ہو گیا اور اسے خبر تک نہیں ہوئی تھی اور کیوں خبر ہوتی۔ وہ جاننے کی خواہاں تھی بھی نہیں۔ وہ اس شخص کے قریب جانا نہیں چاہتی تھی۔ اگرچہ وہ اس سے اپنے رویے کی معافی بھی مانگ چکا تھا۔ مگر اس کے باوجود وہ اس سے روابط بڑھانا نہیں چاہتی تھی۔

اس لیے وہ اس کی بیماری کا پتا چلنے کے باوجود بنا توجہ دیے اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ پھر جانے کیا

Scan & PDF HAZ AHMED Friends Korner.com

سوجھی تھی کہ کھڑکی تک آئی اور دونوں پٹ وا کر کے سامنے دیکھنے لگی تھی۔ جنتے آؤٹ ہاؤس سے باہر نکل رہی تھی۔ تفاوت کے باعث منظر اگرچہ نمایاں نہ تھا مگر وہ دیکھ سکتی تھی۔ شاید جنتے اسے کھانا کھلا چکی تھی۔ کیونکہ اس کے ہاتھ میں موجود ٹرے خالی تھی۔ وہ کھڑکی بند کر کے واپس پلٹ آئی اور کتابیں کھول کر بیٹھ گئی۔

اگلے دن وہ جب ہلکی ہلکی پھوار میں بھیگنے سے بچنے کی سعیٔ کرتی سیب کے درخت تلے آن رکی تو دھیان تک نہ تھا کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔ وہ گمان میں نہیں تھی۔ سفید پھول اس پر ٹوٹ کر گر رہے تھے۔ پیڑ پر پھل آنے کا موسم تھا۔ وہ جھک کر ان سفید پھولوں کو چننے لگی تھی۔ تبھی اس کے قریب دو قدم آن رکے تھے۔ نگاہ بوٹوں پر پڑی تو وہ چونکی۔ نظر اٹھا کر دیکھا تھا وہ بہت قد آور دکھائی دیا تھا۔ وہ یکدم ہی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے یہاں آنے کے امید نہیں تھی تو وہ کچھ حواس باختہ سی ہوگئی تھی۔

''بڑی بے مروت ہو گلابو! پتا بھی لینے نہیں آئیں۔ کوئی تم سا بے مروت نہیں دیکھا۔'' اس کا ازلی مزاج اسی طور بھرپور دوستانہ تھا۔ وہ اس سے ایسے بات کرتا تھا جیسے اسے سالوں سے جانتا ہو۔ بے تکلفی اس کے مزاج کا حصہ تھی مگر وہ اس سب کی عادی نہیں تھی۔

بارش تیز ہونے لگی تھی۔ وہ قد بڑھا کے اس کے کچھ قریب ہوا تھا۔ وہ ساکت سی رہ گئی تھی۔ دانستہ ایک قدم پیچھے لیا تھا اور پیڑ کے تنے سے جا لگی تھی۔ وہ اس کی سمت بغور دیکھنے لگا تھا۔

''تمہیں خوف آرہا ہے؟'' وہ اس کے چہرے کو جیسے سطر سطر پڑھتے دیکھ کر بولا تھا۔ وہ جو پٹر پٹر بولنے کی عادی تھی۔ اس گھڑی اس کی زبان کو جیسے تالا لگ گیا تھا۔ زبان تالو سے جا لگی تھی۔ ''مجھ سے یا اس بارش سے؟'' وہ مسکرا رہا تھا شاید اسے یہ احساس دینے کو کہ وہ اس کا دشمن نہیں وہ ڈرے مت...... مگر جتنے قریب وہ کھڑا تھا اس سے وہ حواس باختہ ہوگئی تھی۔ ابھی کوئی دیکھ لیتا تو جان پر بن آتی تھی۔ پائیں باغ کا یہ حصہ اس وقت ویران تھا مگر کوئی دیکھ بھی تو سکتا تھا نا! پارسا چوہدری کا سارا اعتماد سر پر پاؤں رکھ کر کہیں دور بھاگ کھڑا ہوا تھا۔

''کیا ہوا؟ تم اس طرح گھبرا کیوں گئی ہو گلابو!'' وہ اس کے بہت قریب کھڑا تھا۔ ''یہ پھول کس کے لیے جمع کیے ہیں تم نے؟'' وہ اس کے ہاتھوں کے کٹورے میں بھرے سفید پھول دیکھ کر بولا تھا۔ پھر جانے کیا سوجھی تھی کہ اس کے ہاتھ سے تمام پھول لے کر اس پر اچھال دیے تھے۔

وہ اس گستاخی پر تلملا اٹھی تھی۔ جانے کیسے اس کا ہاتھ اٹھا تھا اور یلماز کمال کے چہرے پر اپنے نشان ثبت کر گیا تھا۔ وہ ایک لمحے میں جانے کو آگے بڑھی تھی۔ مگر یلماز کمال نے اس کی کلائی تھام لی تھی۔ وہ اس تیز بارش میں بھیگتی پلٹ کر اس کی سمت گھومتی ہوئی سرخ نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

جانے ان نظروں میں کیا تھا۔

کوئی رعب حسن تھا یا اسے ترس آ گیا تھا؟ مگر یلماز کمال نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔ وہ بھاگتی ہوئی حویلی کے احاطے میں داخل ہوئی تھی۔ یلماز کمال تنہا اس پیڑ کے تلے کھڑا تادیر بھیگتا رہا تھا۔

یار ڈاڈی عشق آتش لائی ہے

او یار سانوں لگ گئی بے اختیاری
سانوں لگ گئی بے اختاری
سینے دے وچ نہ سمائی ہے

وہ تانیا کے ساتھ مزار پر حاضری کے لیے گئی تھی۔

جب تانیا نے اس کے کان میں کھسر پھسر کی تھی۔

''اب بتا' کیا ہوا تھا کل سیب کے پیڑ تلے؟''

''کچھ نہیں ہوا تھا۔ ڈھنگ سے منت تو مانگنے دے' نیت بھی باندھنے نہیں دے رہی۔'' اس نے ڈپٹا تھا۔ تانیا مسکرا دی تھی۔

''مجھے کھد بد لگی ہوئی ہے۔ جب تک جانوں گی نہیں' چین نہیں پڑے گا۔''

''تجھے وہ ملنے آیا تھا؟'' وہ آنکھیں میچے دعا کر رہی تھی جب وہ اس کے کان کے قریب منہ کر کے بولی تھی۔

''کان کے پردے تو مت پھاڑ۔'' اس نے آنکھیں کھولے بنا ڈپٹا۔

''اچھا جلدی کرنا' اب ساری منتیں' مرادیں' دعائیں کیا آج ہی خدا کے حضور پیش کر دے گی؟'' تانیا نے کان کے قریب سرگوشی کی تھی۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تھا۔

سفید دوپٹے کے احاطے میں وہ چہرہ بڑا پُرنور لگ رہا تھا۔ تانیا نے اسے بغور دیکھا۔

''اب ایسے کیا دیکھ رہی ہے؟'' وہ گھورتے ہوئے مدھم آواز میں بولی۔

''پارسا...... سچ میں...... ایمان سے...... تو اتنی خوب صورت ہے۔ قصور اس بندے کا نہیں ہے۔''

''بکواس مت کر۔'' تانیا اس کے ڈپٹنے پر اپنا سا منہ لے کر رہ گئی تھی۔ اس نے چہرے پر ہاتھ پھیر کر آنکھیں کھولی تھیں۔ منت کا دھاگا لیا تھا اور باندھنے کو آگے بڑھی۔

''تانیا بکواس مت کیا کر مجھے کچھ خبر نہیں ہے۔ کچھ بھی بولنے......!'' اس کی بولتی یکدم بند ہوئی تھی۔ جب اس کے دھاگا باندھتے ہاتھ پر کسی نے اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔ اسے جیسے کرنٹ چھو گیا تھا۔ نگاہ اٹھا کر دیکھا تو اس کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ ساکت رہ گئی تھی۔

''کس منت کا دھاگا ہے؟ کیا مانگ رہی ہیں آپ خدا سے......؟ کچھ دعائیں ہمارے لیے بھی بچا کر رکھ لیں۔''

اس نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ کے نیچے سے کھینچا پھر پلٹ کر دیکھا تھا جہاں تانیا اپنے پیچھے دکھائی نہیں دی تھی۔ بوکھلا کر دوبارہ دھیان اس بندے کی سمت پھیرا تھا۔

''آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟'' وہ آج کمزور پڑنا نہیں چاہتی تھی۔ کمزور پڑ جاتی تو وہ اور بھی شیر ہو جاتا۔

''ساری دعائیں کیا آپ پر ہی مانگنا فرض ہے؟ کوئی اور منت مانگنے نہیں آ سکتا کیا؟'' وہ مسکرایا۔

وہ لمحہ بھر کو دیکھ کر نظر انداز کرتی ہوئی دوبارہ سے منت کا دھاگا باندھنے لگی تھی۔ یلماز کمال نے بھی اپنا

Scan & PDF EJAZ AHMED FriendsKorner.com

دھاگا اس کے دھاگے کے قریب باندھا تھا۔

''دیکھیں' آپ کے دھاگے کے ساتھ دھاگا باندھ رہا ہوں تاکہ تھوڑی اہمیت مل جائے۔ آپ کی دعاؤں کا اثر اس دھاگے پر بھی ہو جائے۔'' وہ کل کا تھپڑ شاید بھول گیا تھا۔ لگ رہا تھا جیسے کل کا واقعہ ان کے درمیان ہوا ہی نہ ہو۔

کیا وہ واقعی بھول چکا تھا؟

پارسا چوہدری کو حیرت ہو رہی تھی۔ وہ آدمی عجیب تھا۔

''گلابو! ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ کہیں تم نے خدا سے مجھے تو نہیں مانگا؟ یہ دھاگا در پردہ میرے لیے تو نہیں؟'' وہ مسکرایا۔

''کون سی زبان سمجھتے ہو ماسٹر جی! گاؤں سے باہر پھنکواؤں گی کیا تب بات سمجھ میں آئے گی؟ میرے ابا کو بھنک بھی پڑ گئی تو پتا ہے کیا حشر کریں گے تمہارا؟ زندہ سالم اٹھا کر کتوں کے سامنے ڈال دیں گے۔''

''چلو' تمہارے لیے یہ بھی منظور ہے۔'' وہ سرسری انداز میں لے رہا تھا اس کے غصے کو۔ سب کچھ مذاق میں ٹال رہا تھا۔

وہ پلٹ کر تانیا کو دیکھنے آگے بڑھی تھی مگر وہ اسے اطراف میں دکھائی نہیں دی تو وہ ہاتھ میں گری کی ٹھوٹھیاں لے کر آگے بڑھی اور انہیں زمین پر رکھ کر ان میں تیل انڈیلا اور پھر چراغ کی بتی اس گری میں رکھ کر بتی کو روشن کر دیا۔

اس کے عقب میں کھڑا وہ اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ سفید دوپٹے کے حالے میں اس کا چہرہ بہت پُرنور لگ رہا تھا۔ چراغ کی مدھم روشنی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ ایک روشنی کا احاطہ سا بن گیا تھا۔

اس نے شاید آج سے پہلے اس سے بھلا چہرہ نہیں دیکھا تھا اس سے زیادہ خوب صورتی نہیں دیکھی تھی۔ اس کی نگاہ ساکت تھی وہ چراغ روشن کر کے اٹھ کھڑی ہوئی اور مزار پر موجود ایک ملنگ سے بات چیت کرنے لگی تھی۔

اسے اندازہ نہیں ہوا تھا۔ اس کا سفید دوپٹا زمین پر جھول رہا تھا اور اس گھڑی اس نے اس گیری کے چراغ کو چھوا تھا اور سفید شیفون کے دوپٹے نے آگ پکڑ لی تھی۔ یلماز کمال سرعت سے آگے بڑھا تھا اور اپنے ہاتھوں سے اس دوپٹے کی آگ کو بجھانے لگا تھا۔ مزار پر موجود سبھی لوگ چونک کر دیکھنے لگے تھے اور پلٹی تو وہ بھی تھی اور کسی قدر حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

اس کے دوپٹے کی آگ بجھ چکی تھی مگر اس کے ہاتھ جل چکے تھے۔ وہ ساکت رہ گئی تھی۔

''یہ کیا کر دیا تم نے؟ پاگل ہو گیا؟'' تانیا نے ہجوم سے نکل کر اسے ڈپٹا تھا۔ پارسا چوہدری کچھ کہنے کی سکت جیسے اس لمحے نہیں رکھتی تھی۔

''چلو ڈسپنسری چلو۔'' تانیا نے کہا تھا مگر وہ کوئی جواب دیے بغیر ساکت سا کھڑا پارسا چوہدری کی سمت دیکھ رہا تھا۔

''پارسا! تو کیسی بے حس ہو رہی ہے' اس نے تیرا دوپٹا بجھایا ہے' کیا اس کی مدد کرنا ہم پر فرض نہیں؟''

اشتباہ

ماہنامہ نئے افق کراچی

ماہنامہ آنچل کراچی

ہمارے نوٹس میں آیا ہے کہ بعض ادارے اور افراد نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز کے تحت نکلنے والے ماہ نامہ نئے افق اور ماہ نامہ آنچل میں شامل ہونے والی مطبوعات کو کتابی صورت میں شائع کر کے اور ان تحریروں کے مرکزی خیال پر ڈرامے تیار کر کے مالی فوائد حاصل کر رہے ہیں۔ ان کا یہ فعل اخلاقی اور قانونی طور پر درست نہیں۔ ہم ایسے تمام پبلشنگ اداروں' پروڈکشن ہاؤسز اور افراد کو ان سطور کے ذریعے آگاہ کرتے ہیں کہ ماہ نامہ نئے افق اور ماہ نامہ آنچل میں شائع ہونے والی تمام تحریروں کے جملہ حقوق کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت ادارہ کے پاس محفوظ ہیں۔ لہٰذا ان پرچوں میں شائع ہونے والی کسی بھی تحریر یا اس کے کسی حصے کی ادارہ ہذا کی اجازت کے بغیر اشاعت ممنوع ہے۔ خلاف ورزی کرنے والے ادارے یا افراد کے خلاف نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز قانونی چارہ جوئی کا حق محفوظ رکھتا ہے۔ علاوہ ازیں نئے افق اور آنچل میں شائع ہونے والے تمام اشتہارات نیک نیتی کے ساتھ قارئین کی معلومات کے لیے شائع کیے جاتے ہیں۔ ادارہ کسی اشتہار کی صحت کا اور اس کے تحت کسی صارف کو پہنچنے والے کسی قسم کے نقصان یا اس کے متن سے ہونے والی دل آزاری کا ذمہ نہیں اور نہ ہی کسی کے دعویٰ کا جواب دہ ہے۔

نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز' کراچی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

تانیا نے اس کی کلاس لی تھی۔ اس کی سوئی ہوئی حسوں کو بے دار کرنا چاہا تھا۔

''میں ٹھیک ہوں۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولا۔

اردگرد ہجوم بن گیا تھا۔ وہ اب سرکنے لگا تھا۔ لوگ دوبارہ اپنی ذات میں مگن ہو گئے تھے۔

''چلو ہمارے ساتھ۔'' پارسا نے اس کی سمت دیکھے بغیر کہا۔ وہ ساکت کھڑا رہا تھا جیسے وہ کسی اور سے مخاطب ہو' اس سے نہیں۔

''میں کہہ رہی ہوں چلو۔'' پارسا نے دوبارہ کہا تھا' انداز میں ایک اجنبیت تھی۔ لہجہ بالواسطہ تھا۔ وہ جب یوں ہی بت بنا کھڑا رہا تھا تو وہ اس کی کلائی ایک لمحے میں تھام کر اس ہجوم سے تیزی سے نکلنے لگی تھی.....!

اذان کی آواز پر یکدم ہی اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔

وہ جیسے سوئی نہیں تھی' یونہی آنکھیں میچے لیٹی تھی۔ اس نے سائیڈ لیمپ جلایا اور میز پر رکھے گھڑی میں وقت دیکھا۔ صبح اسے کیمپس جانا تھا اور سر دکھ رہا تھا۔ نیند اس کی آنکھوں میں دور تک کہیں نہیں تھی۔ وہ کچھ دیر تک یونہی ساکت سی بیٹھی رہی تھی پھر وضو کے لیے اٹھ گئی تھی۔ شاید کچھ سکون مل جاتا۔ وہ خدا کے سامنے سجدہ بجود تھی۔

○.....☆.....○

''کوئی کسی کو کیوں چھوڑ سکتا ہے دامیان سوری! اس کے پیچھے کیا اسباب پوشیدہ ہو سکتے ہیں؟'' للی میک نے پوچھا تھا اور وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

''ناکام ہو تم' ایک دم ناکام اپنی زندگی میں نہ کامیابیاں ہیں نا فتوحات اور چلے ہو مجھے جتانے کہ میں غلط ہوں۔'' تلخ لہجہ اس کی سماعتوں میں گونجا تھا۔

''پلیز' میری جان چھوڑ دو۔ میں کیسی تھی یا نہیں تھی' اس سے تمہیں کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔ میں تم سے کوئی تعلق رکھنا نہیں چاہتی۔ یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی؟ کیا سمجھتے ہو تم خود کو.....؟ کیا چیز ہو تم.....؟ اس طرح کیوں سر پر سوار ہو اور کیا ثابت کرنے آئے ہو؟''

برھم' کڑوا' کسیلا لہجہ اس کی سماعتوں میں گونج رہا تھا۔ کتنی نفرت تھی اس میں' کوئی مروت باقی نہیں تھی۔ کیا وہ اتنی بے رحم تھی؟

''کیا ہوا؟ کیا سوچ رہے ہو تم!'' للی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا تو دامیان سوری چونک پڑا۔

''نہیں' کچھ نہیں' تم کیا کہہ رہی تھیں؟''

''میں زائرہ ملک سے ملی تھی۔ ان کی شخصیت لاجواب ہے۔ میں سوچتی رہی دو بندوں کے ساتھ رہنے کے کیا اسباب ہوتے ہیں اور دور جانے کی وجوہات کیا ہوتی ہیں؟ میں سمجھ نہیں پائی کہ وہ کیا شے ہے جو دو لوگوں کو ساتھ باندھتی ہے اور وہ کون سی چیز ہے جو انہیں کبھی باندھ نہیں سکتی۔ نا کسی بندھن میں نا رشتے میں۔ کچھ عجیب ہے نا؟ ہم صرف اسباب تلاشتے رہ جاتے ہیں کسی کے دور جانے کے۔ خود کو الزام دیتے ہیں۔ ملامت کرتے ہیں ہزار زاویوں سے سوچتے ہیں۔ رد کرتے ہیں' خود اپنی ہی سوچوں کو جو کسی

لے خلاف جاتی ہیں۔ ہم کسی پر کوئی الزام عائد نہیں کرنا چاہتے شاید کٹہرے میں صرف اپنے آپ کو کھڑا کرتے ہیں اور اس دوسرے بندے کو اتنی سہولت کیوں دیتے ہیں کہ اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کا کچھ اندازہ ہی نہ ہو؟'' للی میک چپ ہو کر اپنے ہاتھ کی لکیروں کو دیکھ رہی تھی۔

''کیا دیکھ رہی ہو؟ ان لکیروں میں کیا ڈھونڈ رہی ہو؟''

''کچھ نہیں۔'' وہ ایک گہری سانس خارج کرتی ہوئی ہاتھ کی لکیروں پر سے نگاہ ہٹا گئی۔

''للی! میں نہیں جانتا کہ کوئی کیوں چھوڑ دیتا ہے اور کیوں دور جا نکلتا ہے مگر شاید اس میں کوتاہی ہماری بھی ہوگی۔ ہم کبھی کبھی ان لوگوں کی قدر و قیمت سمجھ ہی نہیں پاتے۔'' وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولا۔

''تم انا سے ملے؟'' للی نے پوچھا۔

''انا؟ تمہیں کیسے پتا چلا انا بیتا بیگ کا پیار کا نام انا ہے؟'' وہ چونکا۔

''تم نے ہی تو بتایا تھا۔'' وہ سرسری سے انداز میں بولی۔

''اوہ! اچھا..... شاید!'' وہ عجیب بے خبری میں بولا۔

''تم اس سے ملے؟''

''اس سے ملنا کیا ضروری ہے؟'' وہ اکتائے ہوئے لہجے میں بولا۔

''کوئی ضرورت نہیں؟'' وہ الٹا سوال پوچھنے لگی۔

''تم کیا جاننا چاہ رہی ہو للی!''

''تم انا کے نام پر اتنے الجھ کیوں رہے ہو؟''

''میں انا بیتا بیگ کے نام پر الجھا بالکل نہیں رہا مگر میرا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔'' وہ لاتعلقی سے بولا۔

''اور وہ دوستی؟'' وہ حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

''ہم میں کوئی گہری دوستی نہیں تھی اور لوگوں کی طرح ہم بھی ایک کیمپس میں ساتھ پڑھتے ہیں اور بس۔ اس میں زیادہ کچھ نہیں۔ نا دوستی نا دشمنی۔'' وہ عجیب الجھے انداز میں کہہ رہا تھا اور للی میک اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

عائشہ بوا کافی لے آئی تھی تو دونوں چپ ہو گئے تھے۔ للی میک نے زیادہ نہیں پوچھا اور کافی کا کپ اس کی طرف بڑھا دیا۔

''آئی ایم سوری!'' وہ کچھ تلخ لہجے میں بولا تھا تبھی اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا۔ للی میک نے فوری جواب نہیں دیا تھا۔ وہ اپنی کافی کے گھونٹ لینے لگی تھی۔ دامیان سوری کو اندازہ ہوا تھا کہ جو بھی ہوا تھا اس میں للی کا کوئی قصور نہ تھا کہ وہ اس سے اس طرح بات کرتا یا پھر اپنا غصہ اس پر نکالتا۔

''آج کافی کچھ زیادہ تلخ ہے۔'' ماحول کو بہت چپ چاپ دیکھ کر اسے پہل کرنی پڑی۔

''ہاں میں نے عائشہ بوا سے کہا تھا کہ کافی تلخ ہونا چاہیے۔''

''کیوں' آج تلخ کافی کیوں؟''

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

''وہ میں آج تھکی ہوئی بھی تھی اور کچھ سر درد بھی تھا۔''

''اوہ' کوئی دوا لے لو۔'' وہ فکر مند انداز میں بولا۔

''دوا کی ضرورت نہیں' گرینی کہتی ہیں قدرتی طریقے سے صحیح ہونے دینا چاہیے تو میں بہت سا پانی پی رہی ہوں۔ تھوڑی دیر میں بہتر محسوس کرنے لگوں گی؟'' للی نے کافی کا گھونٹ لیا۔

''تمہیں وہ آنٹی بہت پسند آئی ہیں! للی بتا رہی تھیں نا تم؟'' وہ اپنی غلطی کا ازالہ کرتے ہوئے فکر مند انداز میں بولا۔

''ہاں وہ اچھی ہیں انہیں دیکھ کر ممی کی یاد آ گئی۔ انہوں نے کھانا میرے لیے اپنے ہاتھ سے بنایا تھا۔ میں نے اپنی سوتیلی بہن کی تصویریں بھی دیکھیں' وہ میرے جیسی دکھائی دیتی ہے۔ ہماری عادت و اطوار بہت ملتے ہیں۔ میں سوچتی تھی میری صورت کس جیسی ہے۔ شاید جہانگیر ملک سے ملتی جلتی ہے۔''

''تم اسے جہانگیر ملک کیوں کہتی ہو؟ کسی رشتے سے کیوں نہیں بلاتیں؟'' اس نے پوچھا۔

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ رشتے صرف نام سے نہیں ہوتے دامیان سوری! رشتوں کو احساس دینا ضروری ہوتا ہے اور میں نے وہ احساس اس رشتے میں کبھی محسوس نہیں کیا شاید جہانگیر ملک نے وہ احساس دلانے کی ضرورت کبھی سمجھی ہی نہیں اور اسی لیے میں اس نام سے واقف تو ضرور ہوں مگر اس رشتے سے مانوس نہیں۔'' وہ کپ کے کناروں پر انگلی پھیرنے لگی تھی۔

''رشتے کبھی کبھی بہت الجھی ہوئی ہیئت رکھتے ہیں نا؟'' دامیان سوری نے نکتہ اٹھایا۔

''ہاں' کبھی کبھی رشتوں کی ہیئت کچھ نا سمجھ میں آنے والی ہوتی ہے مگر ہمیں کوئی سرا تو ڈھونڈنا ہوتا ہے۔'' للی بولی۔

''اور اگر سرا نہ مل پائے تو؟'' دامیان سوری متجسس ہوا۔

''پتا نہیں۔ یہ نہیں جانتی کہ اگر سرا نہ مل پائے تو کیا کرنا چاہیے یا کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے۔ ان آنٹی کے ڈیڈی ہیں۔ بڑی دلچسپ باتیں کرتے ہیں۔ میں کافی دیر بیٹھی ان سے باتیں کرتی رہی۔ اندر کہیں بہت سکون ملا۔''

''تمہیں اچھا گھر جیسا ماحول مل گیا' یہ تو اچھا ہوا۔'' دامیان سوری بولا۔

''مجھے سمجھ نہیں آیا کہ آیا وہ میرا گھرانا ہے یا نہیں مگر مجھے ان سے مل کر برا نہیں لگا۔'' للی میک صاف گوئی سے بولی۔

''اچھا لگا.....! اگر برا نہیں لگا تو؟'' دامیان سوری نے پوچھا۔

''ہاں شاید' اچھا لگا۔ بڑا عجیب سا رشتہ ہے ہم میں۔ وقت کیسے کیسے رشتے بنا دیتا ہے۔'' للی نے اعتراف کیا۔

''رشتے عجیب نہیں ہوتے للی! ہم انہیں عجیب بنا دیتے ہیں۔'' دامیان سوری نے کہا۔ ''کبھی کبھی دکھائی دینے والا منظر اپنے پیچھے کچھ اور پس منظر بھی تو رکھ سکتا ہے نا۔ یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے جس زاویے سے ہم دیکھ رہے ہوں اس کی حقیقت کچھ ہو ہی نا۔ سب کچھ سراب بھی تو ہو سکتا ہے نا؟''

''ہاں شاید سب دھوکا ہی ہو اور پیش منظر یا پس منظر سے واسطہ ہی نہ ہو۔ بہت الجھا ہوا ہے نا سب کچھ؟'' للی اس کی سمت دیکھنے لگی۔

''ہاں' کسی قدر!'' وہ کھوئے سے انداز میں بولا۔

○.....☆.....○

''بھابی کا کچھ پتا چلا؟'' وہ فون کان سے لگائے کھڑا تھا جب ایشاع اس کے پاس آئی تھی۔

''نہیں' ابھی تک تو کچھ نہیں پتا۔'' وہ عجیب الجھاد دکھائی دیا۔

''آپ پریشان نہ ہوں بھابی کے سب دوستوں کو فون کریں ہو سکتا ہے وہ کسی دوست کی طرف رک گئی ہوں؟''

''نہیں' وہ ایسا نہیں کرتی؟'' معارج تغلق نے بہن کے دیے گئے جواز کو رد کیا۔

''آپ نے ان کے گھر فون کیا.....؟ کہیں وہاں تو نہیں۔'' ایشاع ہر ممکن کوشش کرنا چاہتی تھی کہ وہ مل جائے کیونکہ اب وہ بھی فکر مند ہو گئی تھی۔ رات ہو گئی تھی۔ دس بج رہے تھے اور ایسے میں انائیا ملک کا گھر میں موجود نہ ہونا تشویش کا باعث ہی تھا۔

''میں نے انہیں فون کیا تھا اور وہ بھی پریشان ہو گئی ہیں۔ انائیا ملک کے سبھی دوستوں کو وہ فون کر چکی ہیں۔'' معارج تغلق اسے بتاتے ہوئے وہاں سے نکل گیا۔

''کہاں جا رہے ہو تم؟'' سدرہ تغلق نے دریافت کیا۔

''انائیا کو ڈھونڈنے.....'' اس نے پلٹ کر جواب دیا۔ چہرہ بے تاثر تھا۔ وہ عجیب ٹھہرا ہوا مزاج رکھتا تھا یا اپنے احساسات پر کسی پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔'' ممی نے کہا تھا۔

''نہیں آپ کو تکلیف ہو گی' رہنے دیں میں دیکھتا ہوں۔'' وہ مدھم لہجے میں بولا۔

''مگر کہاں ڈھونڈو گے تم اسے؟'' ممی خود بھی پریشان تھیں۔

''ہر جگہ' کہیں تو ہو گی وہ۔'' وہ کوئی نمبر ملا کر موبائل کان سے لگاتا وہاں سے نکل گیا۔

○.....☆.....○

سدرہ تغلق نے تیمور تغلق کا نمبر ملا کر مطلع کیا تھا۔

''کہاں چلی گئی؟'' وہ پریشان ہوا اٹھے تھے۔

''پتا نہیں' مگر وہ گھر واپس نہیں آئی۔ صبح جاب پر گئی تھی اور کوئی پتا نہیں۔'' سدرہ نے بتایا۔

''تم فکر مت کرو' میں پتا کرواتا ہوں۔ اسپتال' تھانے میں ہر جگہ۔ تم دعا کرو سب ٹھیک ہو۔'' تیمور تغلق نے کہا تھا اور سدرہ تغلق کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر دبایا ہو۔

''خدا نہ کرے اسے کچھ ہو۔ شادی کا گھر ہے' ہم ان کی نئی زندگی کی خوشیوں کو منانے کا بندوبست کر رہے ہیں اور ایسے میں..... اے خدا اسے اپنی امان میں رکھنا۔ وہ جہاں بھی ہے اسے باحفاظت گھر پہنچا دے۔ میرے رب اس بچی کی حفاظت فرما۔'' تیمور سے بات کرنے کے بعد وہ سچے دل سے انائیا ملک

Scan & Edit FIAZ AHMED Friends Korner.com

کے لیے دعا کرنے لگی تھیں۔

معارج تغلق سپاٹ چہرے کے ساتھ گاڑی ڈرائیو کر کے گھر سے باہر نکل رہا تھا۔ جب اس کا سیل فون بجا تو اس نے فوراً فون پر جگمگاتا نمبر دیکھا' وہ انائیا کا تھا۔ اس نے فوری طور پر کال لی مگر دوسرے ہی پل رابطہ منقطع ہو گیا تھا۔

''انائیا.....انائیا.....!'' وہ پکارتا رہا مگر دوسری طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہو رہا تھا۔

تب اس نے فوری نمبر دوبارہ ملایا تو دوسری طرف فون بند ملا تھا۔

''ہاہ.....!'' اس نے اسٹیرنگ پر ہاتھ مارا۔

اس نے لمحہ بھر کو سوچا پھر اس کے سیلولر کمپنی کو فون کیا تھا۔ وہ اپنے سارے اختیارات اور تعلقات استعمال کر رہا تھا۔ تبھی اس کی درخواست پر فوری عمل کیا گیا تھا۔

''مجھے یہ معلوم کرنا ہے' مجھے ابھی اس نمبر سے فون موصول ہوا ہے مگر میرے ملانے پر فون بند کا جواب موصول ہو رہا ہے۔''

''سر! ہم آپ کو کچھ ہی دیر میں مطلع کرتے ہیں۔'' تابعداری سے کہا گیا۔

اس نے ایک کوشش اور کی تھی مگر اسے کامیابی نہیں ہوئی۔ ایک پل میں ساری صورت حال اپنے اختیارات سے باہر لگی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ فوری طور پر کیا کرنا چاہیے۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ کسی بھی صورت حال کو لے کر اس کا دماغ اتنا ماؤف تھا ورنہ وہ ہمیشہ بہت مستعد رہتا تھا۔ مگر اس لمحے جیسے ساری حسیات منجمد ہو گئی تھیں۔

''ہم اس نمبر کو ٹریس نہیں کر پا رہے کیونکہ فون بند ہے' ہو سکتا ہے بیٹری ڈیڈ ہو گئی ہو۔'' تھوڑی دیر بعد اسے مطلع کیا گیا تھا۔

''اوہ' اچھا۔ کیا مجھے معلوم ہو سکتا ہے کہ کال جب موصول ہوئی اس وقت وہ کیا مقام ظاہر کر رہا تھا؟'' اس نے پوچھا۔

''رکیں تغلق صاحب! کوشش کرتا ہوں۔'' اسے ہولڈ کروایا گیا تھا اس دوران وہ گاڑی چلاتے ہوئے اردگرد دیکھتا رہا تھا کہ کہیں کسی حادثے کے شواہد مل جائیں۔ وہ اپنے ذہن کو ہر قسم کی صورت حال کے لیے تیار کیے ہوئے تھا۔

''سر! یہ نارتھ میں واقع کسی اسپتال کا مقام ہے۔''

''اوہ' اسپتال.....!'' اس کی ساری حسیں ایک لمحے میں جیسے بے دار ہو گئی تھیں۔

''کس کا نمبر ہے۔ خیریت؟'' کمپنی کی طرف سے دریافت کیا گیا تھا۔

''میری مسز کا.....وہ صبح گھر سے آفس کے لیے گئی تھی مگر واپس نہیں پلٹی۔''

''اوہ' یہ تو بری خبر ہے۔ ہمیں امید ہے' وہ خیریت سے ہوں اور کوئی خدمت کر سکتے ہیں؟'' بہت تابعداری سے دریافت کیا گیا تھا۔

''نہیں شکریہ' میں جانتا ہوں نارتھ کی طرف کون سا اسپتال ہے۔ بہت شکریہ۔'' اس نے کہہ کر

سلسلہ منقطع کیا تھا اور گاڑی کا رخ نارتھ کی طرف موڑ دیا۔ اسپتال کے سامنے گاڑی روک کر وہ استقبالیہ پر آیا۔

''یہاں کسی ایکسیڈنٹ کے مریض لائے گئے ہیں؟ ایک لڑکی' پانچ فٹ سات انچ لمبی۔ دبلی پتلی۔'' وہ بہت الجھا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ استقبالیہ پر موجود لڑکی نے اسے دیکھا تھا پھر رجسٹر کھول کر دیکھنے لگی۔

''نہیں' کوئی لڑکی یہاں نہیں لائی گئی مگر ایک مرد مریض لایا گیا ہے۔''

اس کی معلومات کے مطابق انائیا ملک کو یہاں ملنا چاہیے تھا مگر.....!

''اوہ خدا کہاں ہے وہ؟'' وہ الجھے انداز میں بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا پلٹا تو سامنے راہداری پر اس کی نگاہ ساکت ہو گئی تھی۔ اسے خوشی تھی یا حیرت۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

اس نے اس کی جانب پیش قدمی کی۔

انائیا وہیں رک گئی تھی۔

وہ قریب پہنچ کر دیکھنے لگا تھا۔ کیا گمان کو یقین کی صورت دیکھنا چاہتا تھا۔ یقین کرنا چاہتا تھا کہ وہ وہی تھی اور وہ کوئی خواب نہیں دیکھ رہا تھا یا کوئی ذہنی کیفیت اس پر حاوی نہیں تھی؟

بنا کچھ بولے وہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔ پھر شرمندہ سی بولی تھی۔

''آئی ایم سوری' میرا موبائل بیٹری ختم ہونے کے باعث بند ہو گیا ہے۔ میں کوشش کر رہی تھی کسی طرح مطلع کر دوں۔ میں دو تین بار استقبالیہ پر بھی آئی تھی مگر اسی وقت ڈاکٹر نے بلا لیا تھا۔ میرا ایک ملازم بہت شدید زخمی حالت میں ہے' اسے یہاں لایا گیا تھا۔ میرا یہاں آنا ضروری تھا۔ اسے آپریشن روم میں لے جایا گیا ہے۔ دعا ہے کہ وہ زندہ بچ جائے۔'' وہ بہت نڈھال دکھائی دے رہی تھی۔

وہ اسے زندہ دیکھ کر خوش تھا؟

کوئی اطمینان اندر اترا تھا؟

کوئی سکون دل نے محسوس کیا تھا؟

وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ فوری طور پر کیا ردعمل ظاہر کرے۔ اس کے صحیح سلامت بچ جانے کا اطمینان تھا۔ انائیا ملک کو وہ چپ چاپ تک رہا تھا۔

کیا وہ یقین کر رہا تھا وہ واقعی زندہ ہے؟ انائیا ملک کو نہ جانے کیا ہوا کہ اس کے قریب آئی اور سر اس کے شانے پر رکھ دیا۔ کیا ہوا تھا یہ اچانک اسے؟

اس کا یہ اقدام کس بات کی علامت تھا؟

اس کے گرم گرم آنسو اس کے کندھے کو بھگو رہے تھے۔

وہ حیران تھا اور کسی قدر ساکت بھی۔

کیا یہ صرف اس لیے تھا کہ وہ کسی خاص کیفیت کے زیر اثر تھی؟ پریشان تھی؟

کسی مشکل وقت میں کسی اپنے کو دیکھ کر وہ بچوں کی طرح رونے لگی تھی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

کیا وہ اسے اپنا مانتی تھی؟
کیا وہ اس سے اتنی قریب تھی کہ اپنے درد بانٹ سکتی؟
وہ اس کے شانے پر سر رکھے آنسو بہا رہی تھی۔
وہ بنا کوئی حرکت کیے بالکل خاموش کھڑا تھا۔ وہ اس کے بہت قریب تھی۔
اتنا..... شاید اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ قریب آئے گی۔
ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ اسے پاگلوں کی طرح ڈھونڈ رہا تھا' اس کی کھوج کے لیے تدبیریں کر رہا تھا اور اب جب وہ اچانک صحیح سلامت دکھائی دی تھی تو اس نے اس کے اطراف اپنا حصار بھی نہیں باندھا تھا۔ نہ چھو کر دیکھنے کی گستاخی کی تھی کہ وہ سچ میں وہی ہے یا اس کا ہیولہ ہے۔ کیا اسے یقین تھا کہ یہ یہی ہے؟
کیا وہ اتنی تنہا ہوگئی تھی کہ اس کے سامنے آنے پر اپنے پر اختیار نہ رہا تھا؟
انائیا ملک کی طبیعت اور مزاج وہ شاید کبھی سمجھ نہیں پایا تھا۔
وہ شاید کچھ بہتر محسوس کر رہی تھی اندر کا سارا خوف' درد بہا کر کچھ سکون ہوا تھا۔ تبھی وہ اس سے الگ ہوئی تھی۔
''میں..... بہت پریشان ہوگئی تھی.....!'' وہ شاید اپنی غلطی پر بے اختیاری سے اس کے شانے پر آنسو بہانے پر شرمندہ تھی۔ تبھی سر جھکا کر بولی۔
معارج تغلق نے اس کو خاموشی سے دیکھا۔
کسی قدر شرمندہ سہی' مگر انداز دلربا تھا۔ مگر وہ چپ چاپ دیکھتا رہا تھا۔
''یہاں کوئی مدد کے لیے نہیں تھا۔ اس ملازم کے سوا رشتے دار دوسرے شہر میں ہیں۔ مجھے جب اس حادثے کی خبر ملی تو میں میٹنگ ختم کر کے نکل رہی تھی مگر تب گاڑی گھر کے بجائے اسپتال کی طرف موڑنا پڑی۔ میں نے موبائل کی بیٹری ختم دیکھی تو اندازہ ہوا کہ گھر میں سب کس قدر پریشان ہوں گے۔ مگر میں مطلع نہیں کر پائی۔ ڈاکٹر کیس لے نہیں رہے تھے' ان کا کہنا تھا کسی سرکاری اسپتال لے جایا جائے۔ ایسے کیسز وہ نہیں لیتے مگر اس میں دیر ہوسکتی تھی اور ایسے میں جان جانے کا خطرہ بڑھ جاتا۔'' وہ مدھم لہجے میں بتا رہی تھی۔
معارج تغلق نے بہت آہستگی سے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔ اس نے کچھ حیرانی سے اسے دیکھا۔ مگر وہ اسے لے کر اسپتال کی کینٹین کی طرف آ گیا تھا۔ کاؤنٹر پر رک کر اس کے لیے جوس لیا اور اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ بہت نڈھال لگ رہی تھی۔ چپ چاپ جوس تھام کر گھونٹ لینے لگی تھی۔
معارج تغلق کچھ دیر تک یونہی چپ چاپ کھڑا اس کی سمت بغور دیکھتا رہا پھر کچھ توقف کے بعد بولا۔
''اب کیا کرنا ہے؟ کسی قسم کی مدد کی ضرورت تو نہیں؟'' معارج تغلق کے دریافت کرنے پر وہ سر اٹھا کر دیکھنے لگی۔
''نہیں' شکریہ۔ کسی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے آپریشن کی فیس جمع کرا دی ہے۔ ایک دن میں کتنا کچھ ہوگیا پہلے وہاں ایونٹ لوکیشن پر گڑبڑ ہوگئی۔ پھر میٹنگ لیٹ ہوگئی۔ پھر ورکرز چھوڑ کر چلے

گئے اور پھر یہ ایکسیڈنٹ..... شاید کوئی مشکل دن تھا یہ۔ شکر ہے اختتام ہوگیا۔'' وہ پہلی بار اس سے کچھ شیئر کر رہی تھی۔ اپنے اور اس کے درمیان کے سارے اختلافات بھول کر۔
کیا کسی تعلق کی پیش رفت تھی یہ؟
کسی رشتے کا آغاز تھا؟
یا صرف اس لیے تھا کہ وہ نڈھال تھی۔ فکرمند تھی اور ایک مشکل دن کے اختتام پر کھڑی تھی؟ اس نے ایک گہری سانس خارج کی تھی۔ اس کا زندہ اور صحیح سلامت ملنا اس کے لیے خوش گوار رہا تھا۔
''یہیں رک کر آپریشن تک انتظار کرنا ہے یا گھر چلیں؟'' معارج تغلق جیسے ہر بات کے لیے اس کا پابند تھا۔ اس کی اجازت طلب کر رہا تھا۔
وہ سر اٹھا کر دیکھنے لگی تھی۔ غالباً وہ فوری فیصلہ نہیں کر پائی تھی۔ تبھی وہ موبائل جیب سے نکال کر گھر کا نمبر ملا کر بات کرنے لگا۔
''جی ممی..... پریشانی کی بات نہیں' انائیا مل گئی ہے۔ میرے ساتھ ہے اس وقت..... آپ زائرہ ممی کو بھی فون کر کے مطلع کر دیں..... ہم اس وقت اسپتال میں ہیں۔ نہیں پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے..... سب ٹھیک ہے۔ باقی ہم گھر آ کر بتائیں گے۔ ڈیڈی سے بھی کہہ دیں پریشان نہ ہوں..... ہم تھوڑی دیر میں پہنچ رہے ہیں۔'' معارج تغلق نے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔
اس کے بارے میں سب کتنے فکرمند تھے۔ انائیا کو سوچ کر شرمندگی ہو رہی تھی۔
''ڈیڈی نے تمام تھانوں میں اطلاع دے دی تھی اور شہر کی ساری پولیس حرکت میں آ گئی ہے کہ تغلق خاندان کی اکلوتی بہو گمشدہ ہوگئی ہے۔ سارے کارکن اسپتال چھان رہے تھے سب کتنا عجیب ہوا آج۔'' معارج تغلق نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہہ کر اس کی جانب دیکھا تھا۔
''میں معذرت چاہتی ہوں۔'' انائیا ملک شرمندہ دکھائی دی۔ ''آپ سب کو میری وجہ سے زحمت اٹھانا پڑی۔''
''میرا خیال ہے تم بھی تھک گئی ہو گھر چلتے ہیں۔ میں کسی کو یہاں بھیج دوں گا۔ یا پھر ہم کچھ دیر بعد چکر لگا لیں گے اور ڈاکٹر سے بات بھی کر لیں گے۔'' معارج تغلق نے ایک معقول نکتہ سامنے رکھا۔
وہ سر ہلاتی ہوئی اس کے ساتھ گاڑی کی طرف آ گئی۔
معارج تغلق نے چپ چاپ ایک نظر اس کی طرف ڈالی جو اس کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھی تھی۔ وہ بہت تھکی ہوئی تھی' تبھی سیٹ بیلٹ باندھنے کے بعد سیٹ کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔
اس لمحے وہ کتنی بے ضرر اور معصوم لگی تھی۔ بالکل کسی بچے جیسی' جو کسی طرح کی بناوٹ سے پاک اور سازشوں سے دور ہوتا ہے جسے کسی سے کوئی سروکار نہیں ہوتا نا مطلب ہوتا ہے۔
کیا وہ سچ میں اتنی سادہ لوح تھی؟
اتنی بے ضرر تھی اور معصوم تھی؟
معارج تغلق اس کی سمت سے نگاہ ہٹا کر ڈرائیونگ کرنے لگا تھا۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Komer.com

○.....☆.....○

''انا! یہ کیا بدتمیزی تھی؟'' اس وقت جو ہوا تھا اس پر اسے کسی نے فوری سرزنش نہیں کی تھی۔ مگر آج موقع دیکھ کر ممی اس کے پاس آ گئی تھیں۔

وہ چونکتے ہوئے دیکھنے لگی۔

''کس بارے میں بات کر رہی ہیں آپ ممی! کیا ہوا؟'' انابیتا بیگ کچھ نا سمجھتے ہوئے بولی۔

''تم نے جو دامیان سوری کے ساتھ کیا؟'' ممی نے یاد دلایا۔

''اوہ!'' اس نے ہونٹ سکوڑے تھے اور پھر سر جھکا گئی تھی۔

''ہم نے تمہیں اس طرح کی تربیت کبھی نہیں دی انا! ہمیشہ چھوٹوں بڑوں کی عزت کرنا سکھایا' پھر تم نے اس طرح اس بچے کو بے عزت کیوں کیا وہ بھی سب کے سامنے.....؟ کتنا برا لگا ہوگا اسے۔ گھر کے سارے نوکر بھی موجود تھے۔ ہر انسان کی عزت نفس ہوتی ہے اور ہم پر بہ حیثیت انسان فرض ہے کہ اس عزت کا احترام کریں۔ ہمیں کوئی حق نہیں کسی کو اس طرح بے عزت کرنے کا۔ تمہیں اس کے لیے اس سے معافی مانگنا چاہیے۔'' ممی نے سمجھایا۔

وہ سر جھکائے سامنے پڑے نوٹس کو خالی خالی نظروں سے دیکھتی رہی تھی۔

''ممی آپ معاملے سے واقف نہیں ہیں۔'' انابیتا بیگ نے کہا۔

''کچھ بھی سہی..... مگر یہ غلط ہے جو تم نے کیا۔ کسی کو اس طرح بے عزت نہیں کرتے اور وہ تو یوں بھی تمہارا دوست ہے۔'' ممی نے سمجھایا تھا۔

''وہ میرا دوست نہیں ممی!'' اس نے فوراً احتجاج کیا تھا۔ پھر اندازہ ہونے پر لب بھینچ لیے تھے۔

''چھوٹے چھوٹے اختلافات ہونے سے دوستی ختم نہیں ہو جاتی انا بچوں جیسی باتیں مت کرو۔ اس نے بتایا تھا کہ تم اس سے ناراض ہو تبھی وہ اس شام تمہیں منانے کو یہاں تھا اور کچن میں کھانا بنا رہا تھا تاکہ پھر سے اس دوستی کو بحال کر سکے۔'' ممی نے بتایا۔

''اس نے آپ کو وجہ بتائی؟'' وہ ایک پل کو زمین میں گڑ گئی تھی کہ اگر وجہ ممی کو پتا چل گئی۔ اسے بھی تو دامیان سوری نے بے عزت کیا تھا۔ کیا وہ کم تھا وہ اسے نظر انداز کر دیتی؟ جتنا اس نے کیا تھا وہ اس کے مقابلے میں کچھ نہیں تھا جو دامیان سوری نے اس کے ساتھ کیا تھا۔ اس نے للی کو بہتر ثابت کرنے کے لیے اسے نیچا دکھایا تھا۔ اسے اس سے کمتر بتایا تھا۔ کیا یہ ٹھیک تھا؟ پھر ممی اس سے شکایت کیوں کر رہی تھیں کہ اس نے غلط کیا؟

''نہیں' اس نے وجہ نہیں بتائی مگر بتا رہا تھا کہ تم کسی بات سے ناراض ہو گئی ہو اور وہ تمہیں منانا چاہتا ہے۔ بیٹا دوستوں میں چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ دوستی ختم ہو گئی۔ اتنے سالوں کا ساتھ ہے تم لوگوں کا۔ اب جب کہ یونیورسٹی ختم ہو رہی ہے تو یہ مناسب نہیں کہ اس طرح دوستی ختم کر دی جائے۔ تم لوگ یونیورسٹی میں پڑھتے ہو پرائمری اسکول میں نہیں۔ سمجھ داری سے کام لو۔ کل جب عملی زندگی میں قدم رکھو گی تو یہ سب بہت یاد کرو گی۔ چھوٹی چھوٹی لڑائیاں جھگڑے دوستی کا حصہ

ہیں۔ اختلافات ہو جائیں تو دوستی ختم نہیں ہوتی۔ کل کو تم سب اپنی اپنی زندگیوں میں مصروف ہو جاؤ گے پھر کے فرصت ہو گی کہ دوسرے سے ملے اور پوچھے۔ یہ دوستی بھی شاید تب اس طرح قائم نہ رہے اور کچھ دوریاں آ جائیں مگر جب بھی ملو گے تو اس ساتھ گزارے وقت کو ضرور یاد کرو گے۔

بیٹا اچھی یادوں کو سمیٹتے ہیں اور بری کڑوی یادیں وہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ دل میں کچھ ہے تو کہہ سن کر معاملہ رفع دفع کرو اور بات کرو۔'' ممی نے پیار سے سمجھایا۔

''ممی! اس نے جو کیا وہ بھلائے جانے کے قابل نہیں ہے اور اس کے لیے میں اسے معاف نہیں کر سکتی۔ کوئی بھی شے یک ساں نہیں ہوتی ہمیشہ کچھ بھی ایک طرح سے برقرار نہیں رہتا۔ تو یہ دوستی بھی اختتام پزیر ہوئی۔ دامیان سوری کو ایسا سمجھ لینے کی ضرورت ہے۔ میں اس سے واسطہ رکھنا نہیں چاہتی۔ تو اسے بھی مجھ سے دور رہنا چاہیے۔'' وہ سننے کو تیار نہیں تھی۔ ممی اسے دیکھتی رہ گئی تھیں۔

ایسی کیا بات ہوئی ہو گی کہ انابیتا بیگ کی عزت نفس اتنی مجروح ہوئی؟ وہ معمولی باتوں پر غصہ نہیں کرتی تھی۔ بہت سلجھا ہوا مزاج تھا اس کا۔ پھر ایسا کیا ہوا تھا کہ وہ اس طرح رویہ اختیار کر رہی تھی؟ اس کی وجہ کچھ تو رہی ہو گی۔

ممی نے خاموشی سے اسے دیکھا تھا پھر اٹھ کر باہر نکل گئی تھیں۔

انابیتا بیگ نے الجھے ہوئے انداز میں کتاب بند کی تھی اور سر کرسی کی پشت سے ٹکا دیا تھا۔

○.....☆.....○

''بھابی ہم سب اتنے پریشان ہو گئے تھے اور بھائی.....! ان کی کیفیت تو عجیب تھی۔ چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور مجھے پہلی بار اندازہ ہوا کہ بھائی آپ سے کتنا پیار کرتے ہیں۔'' ایشاع اسے بتا رہی تھی۔

وہ چونکتے ہوئے معارج تغلق کو دیکھنے لگی تھی جو اس وقت کچھ فاصلے پر کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔

''یہ تو سچ ہے۔ زمین تو میرے قدموں کے نیچے سے بھی نکل گئی تھی۔ ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔ کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ ہم تو تم سے جڑے ہوئے ہیں تو یہ حال ہے تم دونوں تو جیون ساتھی کا رشتہ رکھتے ہو۔ معارج اگر پریشان تھا تو یہ حیرت کا باعث نہیں۔'' سدرہ تغلق کو شاید پہلی بار اندازہ ہوا تھا کہ معارج تغلق اس کے لیے کیا محسوسات رکھتا تھا۔

وہ جس طرح اسے اٹھا کر گھر لے آئے تھے اس پر وہ یہی سوچ رہی تھی کہ یہ شادی صرف معارج تغلق کی ضد کی وجہ سے ہوئی ہے اور شاید زیادہ دن تک نہیں چلے گی۔ وہ انایا ملک کو تغلق محل میں لا کر بھی الجھنوں میں گھرے تھے مگر اب جب ایک لمحے نے کسی قدر جتا دیا تھا تو انہیں اطمینان ہوا تھا کہ وہ اس کے معاملے میں اتنا غافل نہیں۔ کچھ خیال تو ہے اس کا تبھی تو اتنا پریشان ہو گیا تھا اور تلاش کے لیے نکل کھڑا ہوا تھا۔

''شکر ہے آپ بالکل ٹھیک ہیں بھابی! ورنہ میرے بھائی کا تو بہت نقصان ہو جاتا۔'' ایشاع نے کہا تو سدرہ تغلق نے اس کا صدقہ اتارا تھا اور کئی ہزار کے نوٹ اس کے سر پر وار کر ملازم کو دیتے ہوئے کہا۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

''اسے کسی غریب کو دے دینا۔''

''میں تو سچ میں پریشان ہوگئی تھی بھابی! شگن کے کام ہو رہے تھے۔ میں مایوں کی تیاری کر رہی تھی اور ایسے میں اگر ایسا کچھ ہو جاتا تو.....!'' ایشاع نے پریشانی سے کہا۔

''میں ٹھیک ہوں ایشاع مگر مایوں..... اس کی کیا ضرورت ہے؟'' اس نے اختلاف کرنا چاہا۔

''کرنے دو نا پوری اپنی خوشی بیٹا! اکلوتا بھائی ہے اس کا۔ دل میں بہت ارمان ہوں گے۔'' سدرہ نے سمجھایا۔

انائیا ملک چپ ہوگئی تھی۔

اب اس ڈرامے کا حصہ بھی بننا تھا۔ ایک ڈراما بھائی نے بندوق تان کے نکاح نامے پر دستخط کروا کے کیا تھا اور دوسرا بہن شادی کی باقاعدہ رسمیں کروا کے کر رہی تھی۔

وہ چائے کے گھونٹ لے رہی تھی۔ بے دھیانی میں بیٹھی تھی جب ایشاع نے اس کے سر پر پیلا بڑا بھاری کام والا دوپٹا ڈال دیا تھا۔ وہ حیران رہ گئی تھی۔

''دیکھو بھائی کیسا لگ رہا ہے؟'' ایشاع نے بھائی کی رائے چاہی تھی۔ معارج تغلق نے فون کا سلسلہ منقطع کر کے مکمل توجہ سے انائیا ملک کی سمت دیکھا تھا۔

پیلے دوپٹے کے ہالے میں اس کا چہرہ بہت کھل رہا تھا۔ کچھ تھا کہ وہ نگاہ ہٹا نہیں پایا تھا۔ اس کے اس طرح دیکھنے پر وہ حیا سے لال ہی ہوگئی تھی۔ کل ان کے درمیان جو بھی ہوا تھا اس سے ان کے درمیان ایک نامعلوم سی خاموشی تھی۔ جس کے معنی شاید وہ دونوں نہیں سمجھ پا رہے تھے یا پھر وہی اس معاملے میں کوری تھی۔

وہ گھر اس کے مکین، پھاہے رکھنے خوب جانتے تھے۔ اگر بیٹے سے کچھ ناانصافی ہوئی تھی تو ایک ایک فرد اس کی کوتاہیوں کا ازالہ کرنے کو تیار بیٹھا تھا، مگر کیا یہ سب اس ایک غلطی کا خمیازہ ہو سکتا تھا یا مداوا بن سکتا تھا؟

''اس کے ساتھ پھولوں کی جیولری ہوگی۔ دونوں ہاتھوں میں چوڑیاں پہلے کانچ کی ہوں گی بھابی اچھی لگیں گی نا بھائی؟'' ایشاع نے مسکراتے ہوئے دریافت کیا۔

''بلاشبہ انائیا بہت خوب صورت لگے گی۔ پیلا رنگ خوب کھل رہا ہے کسی کی نظر نہ لگے۔'' سدرہ تغلق مامتا سے بھرپور لہجے میں بولی تھیں۔ انائیا نے معارج تغلق کی طرف دیکھا جو مسلسل اس ہی کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔ اسے اطراف کا کچھ خیال نہ تھا۔ وہ اس کے قریب آ کر رکا تھا۔ کپ اس کے ہاتھ سے لے کر میز کی سطح پر رکھا تھا اور پھر شانوں سے تھام کر کھڑا کر دیا۔ پیلا دوپٹا سر سے سرکا تو معارج تغلق نے دوپٹا دونوں ہاتھوں سے تھام کر اس کے سر پر ڈال دیا اور بھرپور توجہ سے دیکھنے لگا۔

وہ اس کے انداز پر حیران تھی۔ دوسرے سب لوگوں کی موجودگی پر کچھ شرمندہ ہو رہی تھی۔ ایشاع اور ممی کو غالباً اندازہ تھا تبھی وہ بہانے سے ان دونوں کو اکیلا چھوڑ کر وہاں سے ہٹ گئی تھیں۔

''ایسے..... ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟'' وہ اسے بے خود ہوتا دیکھ کر کسی قدر تذبذب کا شکار

ہوئی تھی۔

معارج تغلق اس کے چہرے کو خاموشی سے تکتا رہا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کو ہاتھ میں لیا اور بغور دیکھتے ہوئے مدھم سرگوشی میں بولا تھا۔

''تم اچھی لگ رہی ہو..... واقعی اگر تمہیں کل کچھ ہو جاتا تو میرا نقصان ہو جاتا۔''

اس کی بات انائیا کو چونکا گئی تھی۔ کیا وہ اسے اس حد تک چاہتا تھا کہ اسے اس کے مرنے پر فرق پڑتا یا کچھ ہو جانے پر اسے تکلیف ہوتی؟

''یہ مت سمجھو کہ تمہارا بیمار ہو رہا ہوں؟'' اس کا مدھم لہجہ اپنے اندر اسرار رکھتا تھا۔ وہ چپ چاپ اس کے سامنے کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔

''لیکن کل تو میرا دل واقعی ڈر گیا تھا۔ مجھے لگا تھا میں تمہیں کھو دوں گا۔ اور.....! مجھ سے اس سے آگے سوچا ہی نہیں گیا۔ کیونکہ میں تمہیں اس طرح کھونا نہیں چاہتا تھا۔ میرا بہت بڑا نقصان ہوتا یہ۔''

کیا وہ اس کو اپنا چاہنے لگا تھا کہ اسے کھو نہیں سکتا تھا؟

وہ حیران ہوئی تھی۔

کیا یہ آغاز تھا کسی نئی کونپل کے نکلنے کا؟ کسی نئے پھول کے مہکنے کا؟ یا پھر یہ کوئی نیا محاذ تھا جہاں وہ ڈٹ کر کھڑا اسے چیلنج دے رہا تھا اور نیا کھیل نئے اطوار کے ساتھ کھیل رہا تھا؟

وہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

وہ مسکرا رہا تھا۔

''ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ کیا سوچ رہی ہو؟''

وہ کچھ نہیں بولی تھی۔ معارج تغلق کو چپ چاپ دیکھتی رہی تھی۔

''انائیا تغلق! میں کہانی کا اختتام نہیں چاہتا تھا۔ اس طور تو بالکل نہیں۔ تم بہت دل کش ہو اور میں اس دل کشی کے پیکر کو اس طرح ختم ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ شاید سب سے زیادہ نقصان میرا ہی ہوتا۔ میری شادی رک جاتی نا۔'' وہ شرارت سے مسکرا دیا تھا۔ مگر وہ سمجھ سکتی تھی ان آنکھوں میں کچھ تھا جو نگاہ اسے دیکھ رہی تھی۔ اس سے الجھ رہی تھی، بندھ رہی تھی مگر کسی شے سے خائف بھی تھی۔

''انائیا تغلق! میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔ اس طرح تو بالکل نہیں۔''

معارج تغلق کا مدھم لہجہ اسے حیران کر گیا تھا۔

(باقی آئندہ انشاءاللہ)

FIAZ AHMED
Friends Korner.com

جان ہے تو جہان ہے

فاخرہ گل

کچھ غلط بھی تو نہیں تھا مرا تنہا ہونا
آتش و آب کا ممکن نہیں یکجا ہونا
جو برائی تھی میرے نام سے منسوب ہوئی
دوستو! کتنا برا تھا مرا اچھا ہونا

Scanned PDF EJAZ AHMED Friends Korner.com

"اٹھارہ، آٹھ، دو ہزار سات اور ایکسپائر ڈیٹ تیس، آٹھ، دو ہزار نو۔" شیریں نے زیر لب پڑھا اور غصے سے بسکٹ کا پیکٹ سنگ مرمر کی سلیب پر پٹخ کر اپنا سر پکڑ لیا۔

"واہ مما! میرے پسندیدہ بسکٹ......" کاشی نے شیریں کے تاثرات محسوس کیے بغیر شیلف سے بسکٹ کا پیکٹ اٹھانا چاہا لیکن اس سے پہلے کہ وہ پیکٹ کھول کر بسکٹ اپنے منہ میں ڈالتا اس کی نسبت کہیں تیزی سے شیریں نے پیکٹ واپس لیا اور اس کی چیخ و پکار نظرانداز کرتے ہوئے فوراً کیبنٹ میں رکھ دیا۔

"مما! آپ ہمیشہ اسی طرح کرتی ہیں اور میری ساری پسندیدہ چیزیں چھپا کر رکھ دیتی ہیں۔" کاشی نے منہ بسورتے ہوئے کہا اور غصے میں سامنے پڑی پلیٹ اٹھا کر سنک میں پٹخ دی۔

"کاشی...... چندا! میری جان......! یہ بسکٹ ٹھیک نہیں ہیں۔ تاریخ ختم ہوگئی ہے ان کی۔" شیریں نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے اسے پیار سے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

"اوہ مما! خراب ہیں تو پاپا گھر میں لاتے ہی کیوں ہیں؟" کاشی نے ایک نیا نکتہ اٹھایا تھا۔ "مجھے پتا ہے پاپا میرے لیے کبھی بھی خراب چیزیں نہیں لاتے۔ بس آپ کا ہی دل نہیں چاہتا مجھے دینے کا۔ ساری چیزیں سنبھال کر مہمانوں کے لیے رکھ دیتی ہیں اور مجھے کہتی ہیں کہ ایکسپائر چیزیں ہیں۔" اس کا موڈ ابھی تک خراب تھا اس لیے روٹھے روٹھے لہجے میں بولا تھا۔

"اچھا بابا اچھا۔ میں آپ کو ضرور دے دوں گی لیکن پہلے تو میں اپنے جانو سے بیٹے کے لیے دم کے آلو بنانے لگی ہوں وہ کھالو پھر آپ یہ بھی کھالینا۔" وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ کاشی کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئے گی جبھی خوامخواہ دماغ کھپانے کی بجائے اپنی بات ہی بدل دی۔

"آپ ایسا کرو، کمرے میں جا کر کارٹون دیکھو تب تک میں بھی یہ سب بنا کر وہیں آتی ہوں۔" کاشی کا بگڑا ہوا موڈ دیکھ کر شیریں نے فوراً اس کی چند پسندیدہ چیزوں میں سے ایک کا نام لیا تو اس کی توقع کے عین مطابق وہ فوراً مان گیا اور بڑے صلح جو انداز

میں کچن سے اٹھ کر کمرے میں جا کر بیٹھ گیا جبکہ شیریں نے اس کا موڈ بحال ہوتا دیکھ کر سکھ کا سانس لیا اور فوراً اوون آن کر کے ٹوکری سے آلو نکالنے لگی

✿ ✿ ✿ ✿ ✿

"شیریں! کاشی کہاں ہے آج؟" عادل نے گھر میں داخل ہوتے ہوئے کاشی کا پوچھا۔

"السلام علیکم!" شیریں نے حسب معمول پہلے سلام کرتے ہوئے عادل کے ہاتھ سے تھیلے لیے اور بولی "دراصل آج کاشی پارک میں کافی دیر تک فٹ بال کھیلتا رہا تھا اس لیے تھک کر جلدی سو گیا ہے۔" کچن میں داخل ہوتے ہوئے اس نے تھیلے سلیب پر رکھنے کے بعد فریج سے پانی کی بوتل نکالی اور گلاس میں پانی انڈیل کر عادل کی طرف بڑھایا۔

"کھانا تو کھا کر سویا ہے نا!" عادل نے قدرے فکرمندی سے پوچھا۔

"ہاں' کھانا تو میں نے اسے جلدی ہی کھلا دیا تھا۔"

"چلو پھر تو ٹھیک ہے۔ میرے لیے بھی کھانا لگا دو۔ میں ذرا ہاتھ منہ دھولوں۔" گلاس میز پر رکھتے ہوئے وہ باتھ روم کی طرف جاتے جاتے رک کر بولا۔

"سنو ایک تھیلی میں تکوں کا پیکٹ بھی ہے۔ وہ بھی تل لینا۔"

شیریں نے اثبات میں سر ہلایا اور عادل کے جانے کے بعد سالن گرم کرنے کے لیے رکھنے کے بعد تھیلی سے تکے نکالے تو حسب عادت نظر تاریخ پر جا پڑی' جس نے پل بھر میں اسے کلسنے پر مجبور کر دیا۔ کڑھتے ہوئے اس نے دوسری چیزوں کا جائزہ لیا تو وہ بھی کم و بیش آگے پیچھے کی تاریخوں میں ایکسپائرڈ ہی تھیں۔

"ہاں بھئی چلو شروع کرو کھانا۔ مجھے تو بہت زور کی بھوک لگ رہی ہے۔" عادل نے کرسی سنبھالتے ہوئے کہا تو شیریں نے ہاٹ پاٹ سے روٹی نکال کر ٹرے سالن کا ڈونگا اور دہی کا پیالا اس کی طرف کھسکا دیا۔ عادل نے ایک نظر تمام چیزوں کو دیکھا مگر پھر اس سے رہا نہ گیا۔

"لیکن میں تو تمہیں تکے فرائی کرنے کا کہہ کر گیا تھا..... وہ کہاں ہیں؟" چکن تکوں کا خیال دل میں لے کر بیٹھنے والا عادل سامنے موجود سبزی دیکھ کر یقیناً بدمزہ ہوا تھا۔

"وہ تو میں نے تیار ہی نہیں کیے۔" شیریں نے بڑے سکون سے چھوٹی پلیٹ میں دہی ڈالتے ہوئے کہا تو وہ تپ سا گیا۔

"تیار نہیں کیے..... مگر کیوں؟ حالاں کہ میں نے تم سے کہا بھی تھا پھر....."

"عادل میں آپ سے کتنی دفعہ کہہ چکی ہوں کہ جن چیزوں کی مدت استعمال گزر جائے وہ گھر نہ لایا کریں۔ یہ ہم سب کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہیں لیکن پھر بھی آپ....." حتی الامکان اپنے لہجے کو تلخ ہونے سے بچاتے ہوئے شیریں نے ایک بار پھر ہزار دفعہ کی کہی ہوئی بات دہرائی تھی۔

"اور میں نے بھی تمہیں کتنی دفعہ کہا ہے کہ گھر نہ لاؤں تو کیا کروں.....؟" عادل نے کھانے کو چھوا تک نہ تھا۔ "یہ سب چیزیں بھی پیسوں میں آتی ہیں تو تمہارے کہنے پر میں اپنی محنت کی کمائی کچرے کے ڈبے میں تو پھینکنے سے رہا۔ جس پیسے کی خاطر دن رات محنت کرتا ہوں میں اس کی یوں ناقدری نہیں کر سکتا۔"

"تو میں نے یہ سب کب کہا ہے آپ سے بلکہ میں تو....."

"تم اچھی طرح جانتی ہو کہ پہلے ہماری دکان کی نوعیت اور تھی اور وہ علاقہ بھی دوسرا تھا۔ کام چل رہا تھا لیکن اب ہماری کوئی چھوٹی موٹی دکان نہیں بلکہ فوڈ اسٹور ہے اور پھر ہے بھی ایسی جگہ پر جہاں لوگ ہر چیز خریدنے سے پہلے اس کی تاریخ ضرور دیکھا کرتے ہیں۔ اپنے لیے تو کیا' اپنے جانوروں تک کی خوراک خریدنے سے پہلے تاریخ دیکھنا نہیں بھولتے تو ظاہر ہے اب ایسی چیزیں وہاں رکھ کر میں نہ تو اسٹور کا نام خراب کر سکتا ہوں اور نہ ہی بیچ سکتا ہوں۔ تو پھر بتاؤ کیا یہ چیزیں رستے میں پرندوں کو کھلاتا آیا کروں۔ کیا کروں؟" کئی دفعہ شیریں کے سامنے اس سے بہتر لیکچر بھی دیے گئے تھے تب بھی ایک بار پھر شیریں کی طرف سے وہی اعتراض سن کر عادل زچ ہو گیا تھا۔

"لیکن اب اس کا مطلب یہ بھی تو نہیں ہے نا کہ یہ سب چیزیں کھا کھا کر ہم اپنی صحت خراب کر لیں؟" وہ ہنوز اپنے محاذ پر ڈٹی ہوئی تھی۔

"شیریں! تمہارے دماغ میں یہ بات کبھی نہیں بیٹھ سکتی۔ اوہو' یہ کوئی ادویات تو نہیں ہیں کہ میں ایکسپائر کھلا کر خدانخواستہ کسی کی جان لے لوں گا۔ اب ذرا خود سوچو چاول، چینی اور دالوں وغیرہ پر بھی تو مدت استعمال لکھی ہوتی ہے۔ حالاں کہ یہ چیزیں تو طویل عرصے تک خراب نہیں ہوتیں۔"

"ہاں تو ایسی چیزیں تو میں نے بھی کبھی استعمال کرنے سے منع نہیں کیا لیکن یہ بسکٹ، تکے اور ایسی چیزیں تو اپنی مدت پوری کرنے کے بعد بلاشبہ نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہیں اور پھر جو پھل تم....."

"کچھ نہیں ہوتا شیریں! کچھ نہیں۔ یہ خوامخواہ کی بحث آئے روز مجھ سے نہ کیا کرو۔ اگر تمہارا دل نہیں چاہتا کھانے کا تو نہ سہی لیکن مجھے بنا دیا کرو' میں جو کچھ بھی لاؤں۔"

"لیکن عادل.....!" شیریں نے مزید کچھ کہنا چاہا تھا لیکن عادل نے ہاتھ کے اشارے سے شیریں کو روک دیا۔

"تم رہنے دو یہ سب، میرا خیال ہے میں خود ہی تل لوں۔" عادل نے کرسی پیچھے کھسکاتے ہوئے کہا تو شیریں لپک کر چولہے کی طرف بڑھ گئی کیوں کہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس بات پر مزید کوئی بدمزگی پیدا ہو۔ تبھی وہ دل ہی دل میں بڑبڑاتے ہوئے لائٹر سے چولہا جلانے لگی۔

✿ ✿ ✿ ✿ ✿

ایک سال پہلے تک گھر میں ایسا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ اچھی اور بہترین چیزیں ہی گھر میں استعمال کی جاتی تھیں' وہ بھی اس لیے کہ عادل کا جنرل اسٹور پہلے ایک ایسے علاقے میں تھا جہاں کے لوگوں کو اس امر کے بارے میں کوئی آگاہی نہیں تھی کہ خصوصاً اشیائے خورونوش خریدنے سے پہلے اس کے اوپر لکھی مدت استعمال دیکھنا کس قدر ضروری ہے۔ بس پیسے دیے اور مطلوبہ چیز خرید کر گھر واپس۔ یہی اس علاقے کے مکینوں کا وتیرہ تھا اور بنیادی طور پر عادل کی ترقی کا سبب بھی یہی بات تھی کہ دکان پر موجود ہر طرح کی چیز بک جاتی تھی اور اگر کبھی گاہک کھلی ہوئی چیز کسی خرابی کی بناء پر واپس لے ہی آتا جو کہ شاذ ہی ہوا کرتا تھا تو وہ بڑی خوش دلی سے انکار کرتے ہوئے کہتا۔

"بھائی صاحب! کھلی ہوئی چیز تو کمپنی واپس نہیں لیتی' اس بات سے تو آپ خود اچھی طرح واقف ہیں۔ ہاں اگر آپ اسے کھولنے سے پہلے لے آتے تو میں ضرور اس کی جگہ دوسری چیز دے دیتا۔" تمام دکان داروں کی طرح چرب زبانی تو جیسے اس پر ختم تھی جبھی اس کی بات سن کر گاہک خوشی خوشی وہی چیز واپس لے جاتا کہ ظاہری ہی سہی مگر خوش اخلاقی ہی کسی بھی دکان

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

دار کی کامیابی اور ترقی کا بنیادی گر ہوا کرتی ہے اور اس راز سے عادل بخوبی واقف تھا۔ دکان میں موجود پھل ذرا سا گل جاتا یا خراب ہونے کے نزدیک ہوتا تو اس کی آدھی قیمت کر دیتا جسے لوگ بڑے آرام سے خرید کر لے جاتے۔ دن بدن بڑھتی ہوئی فروخت اور ہاتھ آئی آمدنی کے باعث عادل نے وہ جنرل اسٹور بیچ کر شہر کی مہنگی ترین مارکیٹ میں ایک چلتا ہوا فوڈ اسٹور خرید تو لیا لیکن یہاں گاہک اس کے سابقہ گاہکوں سے مکمل طور پر مختلف تھے۔ ہر چیز خریدنے سے پہلے اس کی تاریخ ضرور دیکھا کرتے اور اگر اوپر درج مدت استعمال گزر چکی ہوتی تو وہیں کاؤنٹر پر آ کر اسے اطلاع کرتے کہ کھانے پینے کی تمام اشیاء کے بارے میں اسے احتیاط کرنا چاہئے۔ اس بات سے قطع نظر کہ وہاں پر موجود دوسرے گاہک اس بات کا کیا اثر لیں گے وہ پہلو بدلتے عادل کے سامنے اپنی پوری بات تفصیل سے مکمل کرتے۔ نتیجتاً عادل تمام ایسی اشیاء جن کی مدت استعمال ختم ہو چکی ہوتی یا ایک دو روز میں ختم ہونے والی ہوتی اٹھا کر گھر لے آتا اور اسی بات سے ان کے گھر میں چخ چخ نے جنم لیا کہ اب گھر میں ضرورت کا تمام سودا بھی وہی لایا جاتا جو گاہکوں کے لیے قابل استعمال نہ ہوتا۔ شیریں کا خیال تھا کہ ایسی چیزیں استعمال کر کے وہ بیمار بھی ہو سکتے ہیں کیوں کہ ہر چیز کے اوپر درج تاریخ کا مطلب ہی یہ ہے کہ اس کے بعد استعمال کرنے کی صورت میں کمپنی ذمہ دار نہیں ہے۔ لیکن اس کے برعکس عادل کا خیال تھا کہ اتنی مہنگی چیزیں کچرے میں پھینک دینا کسی بھی طرح عقل مندی نہیں ہے۔

✿ ✿ ✿ ✿ ✿

کاشی کو صبح سے ہلکا ہلکا بخار ہو رہا تھا۔ شیریں نے فوراً ڈاکٹر کے پاس جانے کی بجائے ہمیشہ کی طرح گھر میں موجود بخار کا سیرپ پلانا مناسب خیال کیا کہ وہ ہمیشہ بخار، کھانسی، نزلہ زکام اور اس طرح کی چھوٹی موٹی تکالیف کی ادویات گھر میں ہی رکھتی تھی تا کہ وقت پر کام آ سکیں۔ یہ وہ ادویات تھیں جو اس نے ڈاکٹر کے مشورے پر گھر میں ہی رکھی ہوئی تھیں جن سے ہمیشہ اسے کافی سہولت بھی رہتی تھی لیکن اس دن کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ دوپہر کو تو اس نے کاشی کو دوا پلا دی لیکن شام کے لیے نہ ہونے کے باعث عادل کو فون کر دیا کہ آتے ہوئے مطلوبہ سیرپ لیتے آئیں۔

اسٹور سے واپسی پر عادل نے گاڑی شہر کے ایک معروف میڈیکل اسٹور پر روک کر مطلوبہ دوا کا نام بتایا۔

"یہ لیں سر! آپ کا سیرپ......" چند ہی لمحوں میں وہاں موجود لڑکے نے سیرپ اس کے سامنے لا رکھا تھا۔ عادل پیسے نکال کر اس کی طرف بڑھانے کے بعد بقایا رقم کے انتظار میں سیرپ کے ڈبے کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی تیوری چڑھ گئی۔ ایک نظر سیلز مین کو دیکھ کر وہ فوراً میڈیکل اسٹور کے مالک کے پاس جا پہنچا۔

"خیریت جناب! کیا مدد کر سکتا ہوں آپ کی؟" عادل کے تیوروں کا اندازہ کرتے ہوئے وہ قدرے نرم لہجے میں بولا تھا۔

"خیریت جائے بھاڑ میں! میں کہتا ہوں انسان کو روپے پیسے کی ہوس میں اتنا بھی اندھا نہیں ہو جانا چاہیے کہ چند روپوں کے منافع کی خاطر کسی کی جان ہی لینے پر تل جائے۔"

"بھائی صاحب! ذرا تحمل رکھیے۔ آخر ہوا کیا ہے؟ کچھ بتائیں تو سہی...... پتا تو چلے آخر؟" اسٹور کا مالک ایک تو عادل کے اس طرح کے رویے اور پھر تمام گاہکوں کے متوجہ ہو جانے پر بوکھلا سا گیا تھا۔

"ہونا کیا ہے؟ کچھ خدا کا خوف کریں وہ ادویات بیچ رہے ہیں جن کی مدت استعمال ختم ہوئے بھی ڈیڑھ مہینہ گزر گیا ہے۔ میں تو جناب اپنے بچے کے لیے دوا خرید کر اسے صحت مند دیکھنا چاہتا تھا یہ جانے بغیر کہ میں خود اپنے ہاتھوں سے اس کے لیے زہر خرید رہا ہوں۔" اس کی برداشت ختم ہو چکی تھی اور وہ باآواز بلند انہیں برا بھلا کہہ رہا تھا۔ باقی گاہک بھی سب کچھ چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

"شیخ صاحب! یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے۔ ان صاحب نے تو چلو تاریخ استعمال پڑھ لی لیکن ہم جیسے ان پڑھ تو جانتے ہی نہیں کہ یہ تاریخوں کا ماجرا کیا ہے۔ خدا کا واسطہ! ہم پر اور ہمارے بیماروں پر رحم کریں۔"

"یہ روپے کتنے دن چل جائیں گے آپ کے پاس؟ اور جن کی آسائشوں کے لیے آپ خود پر گناہ کا بوجھ لاد رہے ہیں نا! قبر میں وہ آپ کے ساتھ نہیں جائیں گے۔ آپ وہاں جا کر دینا حساب کتاب اور وہ کریں گے یہاں عیش۔" شیخ صاحب کو صفائی کا موقع دیے بغیر تمام گاہکوں نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کرنا فرض خیال کیا تھا اور باری باری سب ہی انہیں لعن طعن کر رہے تھے۔ تبھی وہ ہمت کر کے بولے۔

"جناب! آپ پورے میڈیکل اسٹور میں کہیں سے بھی کوئی دوا اٹھا کر دیکھ لیں، سب ہی معیاری اور قابل استعمال ہیں۔ میں خود بچوں والا ہوں اور ہر چیز کی بہت احتیاط کرتا ہوں۔ دوستو! اللہ کو جان دینی ہے۔ یہ محض نادانستگی میں ہوا، جس کے لیے میں آپ سب سے معافی چاہتا ہوں۔"

"معافی؟ ہونہہ!" عادل نے گردن جھٹکی۔

"خدا گواہ ہے آج سے پہلے کبھی کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ یقین کریں میں سو فی صد سچ کہہ رہا ہوں۔ مجھے پہلا اور آخری موقع دیں خدارا!" اس کے بعد وہ گڑگڑانے لگا تھا کیوں کہ بات اس کی ساکھ کی تھی اور ویسے بھی اگر اطلاع اخبار والوں تک پہنچ جاتی تو پولیس کا وارد ہونا یقینی تھا۔ کافی دیر کی منت سماجت کے بعد اسے آئندہ کے لیے محتاط رہنے کے وعدے پر معافی دی گئی۔

✿ ✿ ✿ ✿ ✿

"شیریں! یہ دودھ کے پیکٹ کی پرسوں تاریخ ختم ہو گئی تھی۔ میں نے اٹھا کر گودام میں رکھوایا تو تھا، لیکن گھر لانا یاد ہی نہیں رہا۔" عادل نے کچن میں داخل ہو کر دودھ کا پیکٹ اسے تھمایا تھا۔ "ایسا کرنا تم اس کی کھیر بنا لینا تا کہ فوراً استعمال میں آ جائے۔" اس کی بات پر شیریں نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور منہ میں آئی بات کو دوبارہ دل میں دبا دیا اور دودھ اسی وقت دیگچی میں ڈال کر ابلنے کے لیے رکھ دیا۔ "یہ کاشی کی آواز نہیں آ رہی آج؟" عادل نے ایک نظر کمروں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں پڑوس میں گیا ہے۔ ابھی دانش بلانے آیا تھا۔ شاید وہ کوئی نئی کارٹون فلم لایا ہے تو بس اس کے ساتھ ہی بیٹھا وہی دیکھ رہا ہوگا۔" شیریں نے پڑوسی بچے کا نام لیتے ہوئے بتایا تھا۔

"میرا خیال ہے اسے بلا لینا چاہئے کیوں کہ میں سوچ رہا ہوں کافی دن ہوئے امی کی طرف چکر نہیں لگا تو کیوں نہ کھانا کھا کر کچھ دیر کے لیے وہاں سے ہو آئیں۔ کیا خیال ہے؟" عادل نے تائید طلب نظروں سے اسے دیکھا تو شیریں کے چہرے پر بھی خوش گوار تاثرات تھے۔

"ہاں! یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ آپ جلدی سے کاشی کو بلا لیں تا کہ وہ بھی کھانا کھا لے تو بس پھر نکلتے

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

ہیں۔" عادل کو اپنا دل پسند جواب ملا تو وہ خوشی خوشی کاشی کو بلانے چل دیا۔

رات سسرال سے دیر سے واپسی پر شیریں کے مزاج نے ابھی تک کسلمندی کی چادر اوڑھی ہوئی تھی جبھی عادل اور کاشی کے جانے کے بعد اس کا دل چاہا کہ کچھ بھی کرنے سے پہلے ایک کپ کڑک سی چائے بنا کر پی لی جائے۔ اسی ارادے سے وہ کچن میں داخل ہوئی تو ضرور لیکن سامنے سلیب پر موجود پرات میں رات کے بھیگے ہوئے چاولوں پر نظر پڑتے ہی اس کا ارادہ بدل گیا۔ دودھ تو اس نے رات اچھی طرح ابال کر جانچ لیا تھا کہ اس میں ابھی کوئی نقص نہیں ہے تو چولہا جلا کر کھیر کی تیاری میں جت گئی۔

"واہ بھئی واہ، آج تو مزا آ گیا...... کیا کھیر بنائی ہے تم نے۔ کمال کر دیا۔ میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ کسی بھی چیز کی مدت استعمال ختم ہو جائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اب یہی دیکھ لو، دو دن پہلے اس کی تاریخ ختم ہو چکی تھی اور گرمی میں رکھا رہنے کے باوجود اس پر فرق نہیں پڑا۔" عادل کے ہاتھ میں اپنی بات کے حق میں ایک دلیل آ گئی تھی۔

"جی ہاں! آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے لیکن ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا اور ویسے بھی احتیاط بہر حال لازم ہے۔ میں نے بھی دودھ اچھی طرح ابالنے کے بعد استعمال کیا ہے۔"

"ارے چھوڑو بھی، یہ سب ڈھکوسلے ہیں کمپنی والوں کے تاکہ جو مال وہ بنا کر بیچ رہے ہیں وہ زیادہ سے زیادہ اس تاریخ تک ہر صورت بک ہی جائے اور تمہیں پتا ہے اگر ان کے اپنے پاس کوئی ایسا مال موجود ہو جس کی تاریخ ختم ہو چکی ہو تو وہیں فیکٹری میں ہی اس پر نئی تاریخ بدل دیتے ہیں۔" عادل کی بہر حال اپنی الگ منطق تھی مگر شیریں شروع میں اس بات پر بڑی بحث کرتی تھی اور اکثر نوبت جھگڑے تک پہنچ جاتی مگر اب آہستہ آہستہ وہ بدل گئی تھی اور اس موضوع پر اکثر خاموش ہی رہتی۔ آج بھی اس نے جواب میں کوئی دلیل دینے کے بجائے بڑے ہی غیر محسوس طریقے سے موضوع بدل دیا لیکن اگلے ہی روز دوپہر کو پیش آنے والا واقعہ شیریں کے حق میں ایک مضبوط دلیل بن کر سامنے آ گیا جب دوپہر کے کھانے کے بعد وہ کچھ دیر کے لیے لیٹی تو آنکھ لگ گئی اور ہڑبڑا کر اٹھی تو تب جب ادھ موا سا کاشی اسے جگانے کی کوشش میں آدھا اس کے اوپر اور آدھا زمین پر ڈھیر تھا۔ فوری طور پر خود اسے کچھ سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ ہوا کیا ہے؟ زرد چہرہ لیے کاشی اس کی نظروں کے سامنے تو تھا لیکن اس کا ذہن کچھ بھی سوچنے سمجھنے سے قاصر تھا۔ شیریں نے کچھ دیر پہلے اسکول یونی فارم تبدیل کروا کر اسے نہلانے دھلانے کے بعد جو صاف ستھرے کپڑے پہنائے گئے تھے جو اب مسلسل کی گئی الٹیوں سے انتہائی بدبودار ہو چکے تھے۔

شیریں کے تو ہاتھ پاؤں ہی پھول گئے۔ گھڑی پر نظر ڈالی تو اندازہ ہوا کہ وہ دو گھنٹے تک سوتی رہی ہے سو اپنی تمام تر ہمت جمع کر کے آخر اس نے بے ہوش پڑے کاشی کا لباس تبدیل کیا اور پڑوسیوں کی مدد سے اسے لے کر فوراً اسپتال پہنچ گئی۔

"آپ لوگ خوش قسمت ہیں کہ آپ کا بیٹا الحمدللہ ایک بار پھر نئی زندگی لیے آپ کے سامنے ہے ورنہ جتنا شدید فوڈ پوائزن اس بچے کو ہوا تھا۔ اس سے تو بچنا کسی معجزے سے کم نہیں لگتا۔" ڈاکٹر آغائی نے شیریں اور عادل کو ایک بار پھر جی اٹھنے کی نوید دی تھی۔

"ابھی کاشی بیٹا ہوش میں تو نہیں لیکن پھر بھی آپ کمرے میں جا سکتے ہیں۔ انشاء اللہ چند ہی گھنٹوں میں وہ پہلے کی طرح مسکرانے لگے گا۔"

"لیکن ڈاکٹر صاحب! یہ سب ہوا کیسے؟" عادل اس غیر متوقع واقعہ کی وجہ جاننا چاہتا تھا۔

"درست وجہ تو ظاہر ہے کاشی میاں ہی بتا سکیں گے لیکن گلے سڑے پھل، غیر معیاری اشیاء کا استعمال فوڈ پوائزن کی چند بڑی وجوہات میں سے ہے۔ اس کے علاوہ اسکول کالجز کے باہر ٹھیلوں سے ایسی اشیاء خرید کر کھانا جو حفظان صحت کے اصولوں پر پوری نہ اترتی ہوں وہ بھی فوڈ پوائزن کا باعث بن سکتی ہیں۔"

ڈاکٹر آغائی کی بات سن کر عادل کچھ دیر کے لیے اپنے ممکنہ خدشات کے حوالے سے سوچ میں پڑ گیا تھا لیکن جب کاشی نے ہوش میں آنے کے بعد ڈرتے ڈرتے بتایا کہ شیریں کے سو جانے کے بعد وہ ٹی وی بند کر کے کچن میں چلا گیا تھا، وہاں سے اس نے رات لوائے گئے چکن پیٹیز کی خوش نما پیکنگ ہٹا کر انہیں پیٹ بھر کر کھایا گو کہ ذائقے میں کھٹاس شامل ہو چکی تھی لیکن ہمیشہ کی طرح اس کا خیال تھا کہ پاپا خراب چیز تو اس کے لیے کبھی نہیں لا سکتے، اس لیے یقیناً ان کا ذائقہ ہی ایسا ہوگا اور جب سینے میں جلن محسوس ہونے لگی تو فوراً ہی الٹیاں بھی شروع ہو گئیں۔ شیریں سے ڈانٹ کھانے کے خوف سے اس نے آخری حد تک چاہا تھا کہ اسے نہ جگائے لیکن جب آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا تو وہ جا کر شیریں کے اوپر ہی ڈھیر ہو گیا۔

کاشی کے منہ سے نکلی ہوئی ہر بات عادل کا سر مزید جھکائے دے رہی تھی۔ ایک ایک لفظ اس کے لیے ندامت اور صرف ندامت کا باعث بن کر اسے شیریں سے نظریں چرانے پر مجبور کر رہا تھا۔

"واقعی شیریں! تم سچ کہتی تھیں، کھانے پینے کی چیزوں میں ہر لحاظ سے خاص احتیاط برتنی چاہیے۔" شیریں نے کاشی کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے اسے دیکھا۔ سر جھکائے بیٹھا عادل واقعی شرمندہ تھا۔

"عادل صاحب! جعلی ادویات کا ڈھنڈورا تو سب سنتے ہیں لیکن کھانے پینے کی اشیاء کے اس پہلو کے متعلق کوئی اتنا زیادہ محتاط نہیں ہے اور لوگ نہیں سمجھتے کہ تاریخ استعمال گزر جانے کے بعد یہ اشیاء بھی نقصان پہنچانے میں ادویات سے کم نہیں ہوتیں حالاں کہ باسی کھانا ہو یا گلا ہوا پھل اس میں ہمیشہ اور خاص طور پر گرمیوں یا ساون کے موسم میں چھوٹے چھوٹے کیڑے پیدا ہونے لگتے ہیں لیکن ہم سوائے سنڈی کے دوسرے کیڑوں کو عام آنکھ سے دیکھ نہیں پاتے اور یہی ہمارے اندر جا کر مختلف بیماریاں پیدا کرتے ہیں۔" ڈاکٹر آغائی نے بات کی تہہ تک پہنچنے کے بعد تفصیلاً سمجھانا اپنا فرض سمجھا تھا۔

"میں شرمندہ ہوں لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا کیوں کہ چند روپے بچانے سے کہیں زیادہ اہم جان بچانا ہے اور اللہ کا کرم ہے کہ اس نے ایک بار پھر میرا بچہ مجھے لوٹا دیا ہے۔"

"بالکل بیٹا! اسی لیے تو کہتے ہیں نا کہ جان ہے تو جہان ہے۔" ڈاکٹر آغائی کی اس بات پر ایک آسودہ سی مسکراہٹ سب کے چہرے پر بکھر گئی تھی جن میں سب سے زیادہ نمایاں مسکراہٹ شیریں ہی کی تھی۔

Scan & PDF EIAZ AHMED Friends Korner.com

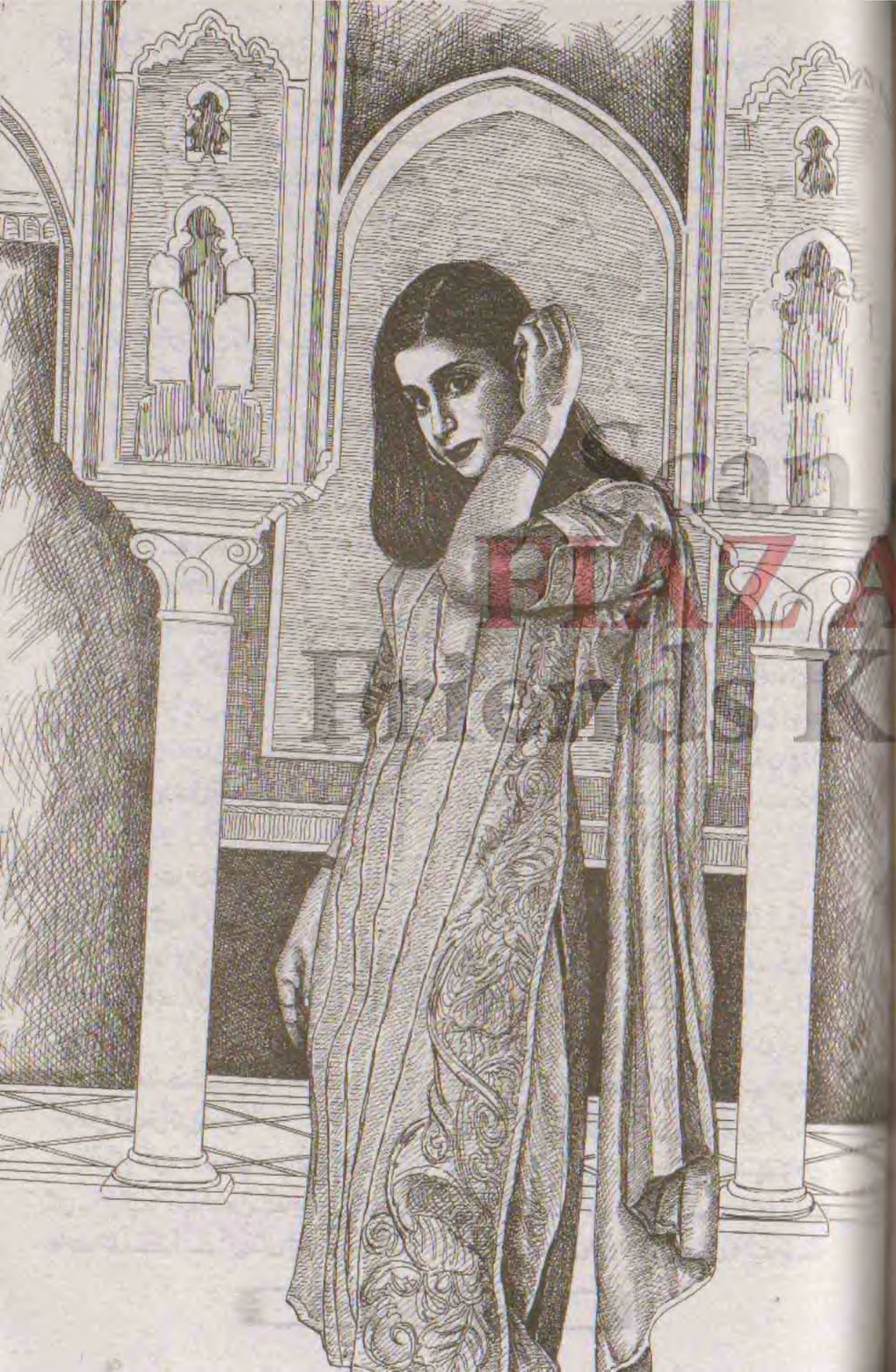

''اسے سمجھاؤ ردا! اس لڑکی نے تو میرا دماغ خراب کرکے رکھ دیا ہے۔ ایک سے ایک اچھا رشتہ آرہا ہے اور یہ ہر ایک کو منع کیے جارہی ہے۔'' میمونہ نے خاصی پریشانی سے دیبا کی سہیلی سے کہا۔

''آنٹی! میں آج اسے یہی سمجھانے آئی ہوں نے آنا جانا بہت کم کردیا ہے۔''

''ایسی تو بہت سی مثالیں ہیں بیٹا! دولت کمانے والے مَردوں کے پاس گھر اور بیوی بچوں کے لیے وقت نہیں ہوتا اور جو مرد گھر سے ہر وقت دور ہوتا ہے وہ باہر کے عیش وعشرت میں پڑ کے بیوی بچوں سے

میری جیت

عروسہ عالم

کیوں مجھ پہ ہوا ہے مہرباں تُو
اک ذرّۂ خاک اور کہاں تُو
میں دھوپ کی عادی ہو چلی تھی
کیوں مجھ پہ بنا ہے سائباں تو

کہ دولت ہی سب کچھ نہیں ہوتی ہے، اس کے علاوہ بھی بہت کچھ دیکھنا پڑتا ہے، اس کی مثال تو میرے گھر میں موجود ہے۔ باجی کی شادی اونچے گھرانے میں ہوگئی، ان کے شوہر نہ انہیں وقت دیتے ہیں، نہ محبت دیتے ہیں۔ وہ اور بچے کہیں آنے جانے کے لیے، ان کی قربت اور توجہ کے لیے ترستے رہتے ہیں۔ خاندان اور خاندان سے باہر کی کسی تقریب میں وہ شریک نہیں ہوتے ہیں۔ کسی سے ملنے کے لیے، کسی کے گھر جانے کے لیے ان کے پاس وقت نہیں ہوتا ہے۔ باجی بے چاری خود رشتے اور تعلقات نبھاتی پھرتی ہیں۔ جب لوگ ان کے بارے میں پوچھتے ہیں تو باجی کو طرح طرح کے جھوٹ بول کے اور بہانے بنا بنا کے اپنے شوہر پر پردے ڈالنے پڑتے ہیں، لہٰذا تنگ آکر اب باجی خود بخود ہی دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ جب شوہر ہی اپنا نہ ہو، اپنے قریب نہ ہو تو عورت ایسی دولت کا کیا کرے گی؟ بس اس دیوانی پر تو دولت مند مرد کے ساتھ شادی کی دُھن سوار ہے۔'' وہ اُکتائی ہوئی تھیں، پھر ردا بھی اسے سمجھا بجھا کے اپنا سر پھوڑ کے چلی گئی لیکن اس پتھر پہ کوئی اثر نہ ہوا۔

❁.....❁.....❁

''بیٹا! اس لڑکے کا اپنا گارمنٹس کا بزنس ہے۔ کھاتے پیتے شریف لوگ ہیں۔ میرا دل ان لوگوں کو منع کرنے کو نہیں چاہ رہا ہے۔ جب شادی ہوتی ہے، فیملی بڑھتی ہے تو اللہ تعالیٰ مرد کی کمائی میں خود ہی برکت ڈال دیتا ہے۔'' میمونہ آج اسے پھر ایک رشتے کے لیے سمجھا رہی تھیں۔

''اوہو امی! کتنی زیادہ کمائی ہوجائے گی۔ وہ

ٹیکسٹائل مل تھوڑی لگا لے گا۔ امی آج کل کے دور میں دولت ہی سب کچھ ہے۔ اس سے انسان زندگی کی ہر خوشی خرید سکتا ہے۔ اچھی زندگی گزارنے کے لیے شان دار گھر، ڈھیروں دولت، بڑی سی گاڑی اور دوسری سہولیات چاہیے ہوتی ہیں۔'' اس نے اپنی رو میں تیزی سے کہا تو میمونہ اسے دیکھ کے رہ گئیں۔

''اور بیٹا ذہنی سکون نہیں چاہیے ہوتا ہے؟ محبت کی ضرورت نہیں پڑتی ہے؟ محبت اور سکون جو انسان کے لیے غذا کا کام کرتے ہیں۔ انسان کو خود سے وابستہ ہر رشتے سے محبت اور توجہ درکار ہوتی ہے۔ جب خود کو محبت ملتی ہے تو انسان دوسروں میں بھی محبت بانٹتا ہے۔ زندگی میں اس ہاتھ دو اور اس ہاتھ لو والا معاملہ ہوتا ہے۔ جب انسان کو خود سکون میسر ہوتا ہے تو وہ اندر تک شانت ہوتا ہے مگر جب اپنی زندگی میں بے سکونی ہوتی ہے تو وہ نہ خوش رہ پاتا ہے اور نہ خوشیاں بانٹنے کے قابل ہوتا ہے۔ تمہارا ابھی ان رشتوں سے واسطہ نہیں پڑا ہے۔ عورت کی اصل زندگی شروع ہی شادی کے بعد ہوتی ہے۔''

''امی! دولت ہی خوشی کی ضامن ہوتی ہے۔'' دیبا کی سوچ وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

''تم نے ردا کی بہن کی مثال نہیں سنی؟ ڈھیروں دولت کے باوجود کوئی خوشی نہیں ہے اس کی زندگی میں.....''

''انہیں دولت کے ساتھ ڈھنگ سے زندگی گزارنی آتی ہی نہیں ہوگی؟''

''تو پھر بیٹھی رہو دولت سے سجے تصوراتی محل میں۔ ہم جیسے متوسط لوگوں کے گھروں میں ایسے دولت مند رشتے آتے بھی نہیں ہیں۔ اپنی حیثیت کے مطابق خواب دیکھو۔ حیثیت سے بڑھ کر خواب دیکھو گی تو ساری زندگی سپنوں کے محل میں ہی چکراتی پھرو گی، ہاتھ میں کچھ نہیں آئے گا۔ اب جو مل رہا ہے بعد میں یہ بھی نہیں ملے گا۔ اپنے پاؤں زمین پر جمائے رکھو ہواؤں میں مت اُڑو۔'' میمونہ نے کچھ اس قدر سچی اور کڑوی سنائیں کہ اس کے دماغ میں ٹیسیں اُٹھنے لگیں لیکن وہ اپنے سپنوں کے محل کو مسمار کرنے کو ہرگز تیار نہ ہوئی۔ میمونہ ناشکری نہیں تھیں اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرنا چاہتی تھیں۔ انہوں نے دیبا سے چھوٹی عروبہ کا رشتہ طے کردیا اور دو ماہ بعد جھٹ پٹ اس کی شادی بھی کردی۔ عروبہ اپنے گھر میں بہت خوش تھی۔ امی اسے دیکھ دیکھ کے نہال ہوئی جاتی تھیں۔ دیبا اسے دیکھ کے سوچتی کہ ایک معمولی آدمی کے ساتھ وہ کیسے اتنی اچھی زندگی گزار رہی ہے۔ عروبہ ہمیشہ داصف کی تعریفیں ہی کرتی رہتی تھی کہ داصف بہت اچھے ہیں، میرا بہت خیال رکھتے ہیں، ہر بات مانتے ہیں، میری قدر کرتے ہیں، فرمائشیں پوری کرتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ تب میمونہ اسے بڑی جتاتی ہوئی نظروں سے دیکھا کرتیں۔

☆.....☆.....☆

دیبا کی لگن بڑی سچی اور پکی تھی بالآخر ایک شادی کی تقریب میں وہ واصل شاہ کو پسند آ گئی اور بے تحاشا دولت مند گھرانے میں بیاہ کر آ گئی۔ اس کی نند جرمنی میں رہتی تھیں۔ بھائی کی شادی کر کے واپس چلی گئیں۔ بہت بڑا سجا سجایا خوب صورت گھر، کئی گاڑیاں، کئی ملازم۔ دنیا کی ہر چیز گھر میں موجود تھی۔ ایسا شان دار گھر تو اس نے اپنے سپنوں میں بھی نہیں دیکھا تھا۔ سب کچھ اس کی سوچوں سے بڑھ کر تھا۔ وہ یہاں اتنی خوش تھی کہ اس کا میکے جانے

کو دل ہی نہیں چاہتا تھا۔ اس قدر سکون اور خوشی تھی زندگی میں کہ وہ ہر پل مسکراتی ہی رہتی تھی۔ سب کی باتیں اسے بکواس لگنے لگیں، دولت ہی میں تو سکون، چین اور خوش حالی ہے۔ وہ اپنے گھر میں کتنی آسودہ حال تھی یہ تو وہی جانتی تھی۔ گھر میں کُل تین افراد تھے واصل شاہ، ان کے بابا اور اب اس محل کی مالکہ اور اس کے سیاہ سفید کی مالک وہ خود اور ہر کام کے لیے ملازم تھے۔ دیبا تو اپنے نصیبوں پر رشک کرتے نہ تھکتی تھی۔ میکے میں تو صبح سے رات تک گدھوں کی طرح کام کرنا پڑتا تھا۔ حالات ایسے تھے ہی نہیں کہ کسی ایک کام کے لیے بھی ماسی رکھی جاسکتی اور یہاں یہ حال تھا کہ ملازم خود آ کر بتاتے تھے کہ فلاں کام ہوگیا ہے اور دوسرے کام کی خواہش کرتے تھے۔ ہنی مون اور دعوتوں سے فارغ ہونے کے بعد دیبا کو کچھ گھر اور گھر داری کا ہوش آیا لیکن یہاں تو ہر چیز ایسے قرینے سلیقے سے رکھی ہوئی تھی کہ تبدیلی کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی۔ بابا نے سب ملازموں کو ان کے کاموں میں ماہر کردیا تھا۔ بابا زیادہ تر گھر میں ہی ہوتے تھے، سارا بزنس واصل سنبھالتے تھے۔ بابا کبھی کبھار آفس کا چکر لگا لیتے۔ واصل صبح کو نکلتے رات کو ہی گھر آتے تھے۔ دوپہر کو گھر نہ آنے کی وجہ سے وہ لنچ تو آفس میں ہی کیا کرتے تھے، اکثر رات کا کھانا بھی کھا کر ہی آتے تھے۔ تمام کام ملازم کیا کرتے تھے، اسی لیے دیبا کی مصروفیت تو تھی نہیں بس وقت پر نمازیں پڑھ لیا کرتی تھی کیونکہ بچپن سے وہ نماز کی عادی تھی لہٰذا شادی کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ ملازموں کی وجہ سے اسے کچھ کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا تھا۔ واصل کی مصروفیت کی وجہ سے کہیں جانا آنا ہوتا نہیں تھا۔ امی کے گھر بھی وہ چند گھنٹوں کے لیے جاتی تھی۔ بے کار بیٹھے بیٹھے اور ٹی وی دیکھتے دیکھتے وہ تنگ آ گئی۔ اسے کھانا بنانے کا بہت شوق تھا لہٰذا اس نے باورچی کو ہٹانے کا فیصلہ کرلیا۔

''بابا! میں سوچ رہی ہوں کہ میں باورچی کو ہٹا کے کھانا خود بنانا شروع کردوں۔ آپ کی کیا رائے ہے؟''

''بیٹا! یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ میں تو باورچی کے بنے کھانے کھا کھا کے بیزار ہو چکا ہوں۔'' بابا کے جواب پر وہ خوش ہوگئی پھر اس نے باورچی کو ہٹا کے مکمل طور پر کچن سنبھال لیا۔ وہ طرح طرح کے کھانے بناتی، بابا دل کھول کر ہر چیز کی تعریف کیا کرتے تھے اور بڑی رغبت اور محبت سے کھاتے تھے لیکن جس کی توجہ اور تعریف حاصل کرنے کے لیے وہ یہ سب کچھ کرتی تھی، اسے تو بیوی کا کوئی ہنر دیکھنے کا موقع ہی نہیں ملتا تھا۔ وہ امی کے گھر جب بھی جاتی صبح کو ہی جاتی تھی تاکہ واصل کے نہ آنے کے بارے میں کوئی جھوٹ نہ بولنا پڑے۔ شام کو تنہا جانے پر سب واصل کے بارے میں پوچھنے لگتے تھے۔ سچی بات تو یہ تھی کہ دیبا کا ان کے بغیر کہیں جانے کو دل نہیں چاہتا تھا لیکن کیا کرتی انہیں تو کاروبار سے ہی فرصت نہیں تھی۔

آج ابو کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی اس لیے دیبا شام کو انہیں دیکھنے کے لیے اکیلی ہی چلی آئی۔ آپا بھی اپنے شوہر کے ساتھ آئی تھیں۔ کچھ دیر ابو کے پاس بیٹھ کر وہ امی اور آپا کے پاس آ گئی جب کہ نعمان بھائی ابو کے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے۔

''واصل تمہارے ساتھ نہیں آئے؟'' دو چار باتوں کے بعد بالآخر آپا نے وہ بات پوچھ ہی لی جس سے وہ بچنا چاہ رہی تھی۔

''وہ..... دراصل آج کل آفس میں کام زیادہ

Scan & PDF HAZ AHMED Friends Korner.com

ہونے کی وجہ سے وہ مصروف بہت ہیں، رات کو بھی کافی دیر سے گھر آتے ہیں۔'' اس نے جلدی سے کہہ کے بات کو ختم کرنا چاہا۔

''بہت مصروف تو ہمارے شوہر بھی ہیں، یہ بھی اکثر رات کو ہی گھر آتے ہیں لیکن سسر کی عیادت کرنا بھی تو ایک ذمہ داری ہے۔ کمانے کے ساتھ رشتے اور دنیا داری بھی نبھانی پڑتی ہے۔'' آپا کی بات بالکل صحیح تھی۔ وہ خاموش رہی۔

''مجھے تو لگتا ہے تمہارے میاں اپنی ساری توانائیاں دولت کمانے میں ہی صرف کردیتے ہیں۔ انہوں نے جب تم سے رشتہ جوڑا تو تمہارے گھر والوں کے ہر دکھ سکھ میں شریک ہونا بھی ان کی ذمہ داری اور فرض ہے۔'' آپا کے کھری کھری سنانے پر وہ خاموش رہ گئی پھر میمونہ اسے کھانے پر روکتی ہی رہ گئیں لیکن آپا کی باتوں سے دل اتنا بُرا ہوا کہ وہ مرے بجھے دل کے ساتھ واپس اپنے گھر آ گئی۔ آپا کی ہر بات اتنی صحیح تھی کہ وہ بُرا مان ہی نہ سکی لیکن شرمندگی سے دل بوجھل ضرور ہوگیا۔ حسب معمول واصل رات کو خاصی دیر سے آئے۔

''آپ اتنی رات تک کام کیوں کرتے ہیں؟ شام کو جلدی آجایا کریں، مجھے بھی کہیں نہ کہیں جانا ہوتا ہے۔''

''تمہارے پاس گاڑی، ڈرائیور، پیسے سب کچھ تو ہے جب اور جہاں دل چاہے چلی جایا کرو۔''

''یہ سب کچھ تو ہے لیکن آپ تو نہیں ہیں نا! مجھے ان چیزوں سے زیادہ آپ کی ضرورت ہے۔ ابو کی طبیعت اچھی نہیں تھی، آج میں انہیں دیکھنے اکیلی گئی تو سبھی آپ کو پوچھ رہے تھے۔''

''انہیں اگر علاج معالجہ کے لیے پیسوں کی ضرورت ہے تو وہ تم دے دو۔''

''پیسے..... پیسے..... ہر مسئلے کا حل پیسہ نہیں ہوتا ہے۔'' آج اس کے منہ سے وہی بات نکل گئی جو سب اس سے کہا کرتے تھے۔

''ہر مسئلے کا حل پیسہ ہی ہوتا ہے ڈیئر! تم آج جتنے عیش کررہی ہو، سب پیسے ہی کے بل بوتے پر کررہی ہو۔ پیسہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔'' واصل ایک دم سے بیڈ پر اوندھے گر گئے۔

''کپڑے تبدیل کرلیجیے۔'' قریب آکے دیبا نے انہیں سیدھا کرتے ہوئے کہا تو ٹھٹک کے پیچھے ہوگئی۔ ان کے منہ سے ناگوار سی بُو آرہی تھی۔

''یہ..... یہ آپ کے منہ سے بُو کیسی آرہی ہے؟'' دیبا نے لرزتی آواز میں پوچھا۔

''تھوڑی سی پی لی تھی۔'' واصل نے لڑکھڑاتی آواز میں کہا۔ دیبا کے منہ سے سسکاری نکل گئی، اس نے اپنے دھڑکتے دل کو تھام لیا۔

''آ..... آپ پیتے بھی ہیں؟'' دیبا کو لگ رہا تھا کہ جیسے اس کے سارے بدن سے جان نکل گئی ہو۔

''ہاں دراصل آج آفس میں پینے کا ٹائم نہیں ملا تو کلب میں پی لی۔''

''جائیں، جاکے منہ دھو کے آئیں۔'' وہ انہیں جھنجوڑتی رہی لیکن وہاں کسے ہوش تھا۔ وہ تو بالکل مدہوش پڑے تھے۔ دیبا پھوٹ پھوٹ کے رودی۔ ساری رات وہ تڑپتی سسکتی رہی۔ صبح اس نے بابا کو کچھ نہیں بتایا اور پھر یہ معمول بن گیا۔ وہ روز نماز اور قرآن پاک پابندی سے پڑھتی تھی اور اس کا شوہر دین سے ہٹ کے دنیاوی برائیوں میں پڑا ہوا تھا۔ وہ اپنے گھر والوں کو بھی نہیں بتاسکتی تھی کیونکہ دولت مند شوہر اسی کی خواہش تھا اور شاید دولت مندوں کے یہی وتیرے ہوتے ہیں۔ ایسی خواہشات اور ایسے ہی راستے ہوتے ہیں جن پر اس کا شوہر چل رہا

تھا۔

☆

اس دن واصل دوپہر کو اچانک گھر آگئے، ان کے ساتھ جینز اور سلیولیس ٹی شرٹ میں ایک نہایت ماڈرن سی لڑکی بھی تھی۔ دیبا تو یہ سب دیکھ کے دل تھام کے رہ گئی۔ مگر واصل کو ذرا پروا نہیں تھی۔

''دیبا! میرا اور رخشی کا کھانا ڈرائنگ روم میں بھجوادو اور پلیز ہمیں ڈسٹرب مت کرنا۔'' واصل اور رخشی ڈرائنگ روم میں چلے گئے اور دروازہ بند ہوگیا۔ دیبا تو بُت بنی کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ وہ یہ سب دیکھ کر اس قدر حیران پریشان ہوئی کہ کوئی احتجاج ہی نہ کرسکی۔ اپنے کمرے سے نکلتے ہوئے بابا نے بھی واصل کو اس لڑکی کے ساتھ دیکھ لیا تھا۔

''بابا..... بابا! یہ سب کیا ہے؟'' دیبا نے رندھی آواز کے ساتھ بابا سے پوچھا۔

''بیٹا! یہاں میں بھی بے بس ہوں۔ مجھے اس کے بارے میں خبریں ملتی رہتی ہیں۔ میں اسے بہت سمجھا چکا ہوں۔ وہ اچھائی بُرائی، حیا، بے حیائی سب بھول چکا ہے۔ وہ اس وقت گناہوں کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔ ہم دونوں کو اسے مل کر نکالنا ہوگا۔''

رخشی کو رخصت کرکے واصل کمرے میں آیا تو دیبا سسکیاں بھر رہی تھی۔

''یہ کیا تم ہر وقت روتی رہتی ہو، کس چیز کی کمی ہے تمہاری زندگی میں؟''

''شوہر کی کمی ہے میری زندگی میں.....؟''

''کیوں..... میں کہاں بھاگا جارہا ہوں جو تم یہ بات کہہ رہی ہو؟''

''ہاں آپ بھاگے ہی جارہے ہیں غلط راستوں پر۔ گھر میں رہ کر بھی آپ میرے پاس نہیں ہوتے۔

alislampk.com
ملک کا منفرد دینی و اصلاحی رسالہ
ماہنامہ
الاسلام
کراچی
تازہ شمارہ شائع ہوگیا ہے
ممتاز مفکر و دانشور مشتاق احمد قریشی کی زیرادارت
قیمت: 20 روپے
دینی مسائل کا حل: مولانا سعید احمد جلال پوریؒ
روحانی مسائل: حافظ شبیر احمد
خوابوں کی تعبیر: حافظ عبدالقیوم نعمانی
اسلام اخوت، بھائی چارے اور تہذیب شائستگی کا مذہب ہے۔
اپنے دین کو جاننا اور سمجھنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔
اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، ہمیں اسے صحیح سمجھنے کی ضرورت ہے۔
اس پر عمل کرکے ہی ہم آخرت میں سرخروئی حاصل کرسکتے ہیں۔
قارئین کی مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے الاسلام میں کچھ ایسے سلسلے شروع کیے ہیں جن سے عام لوگوں کو دینی مسائل سمجھنے میں آسانی ہوسکے گی۔
دنیائے اسلام کے تمام مسالک متعلق علماء کرام کی نگارشات اور آراء پر مشتمل
وہ سب کچھ جو آپ جاننا اور پڑھنا چاہتے ہیں
پتا: کمرہ نمبر 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی
فون: 35260771/2 فیکس: 35260773
alislamkhi@gmail.com

میرے ہو کر بھی میرے نہیں ہیں۔"

"تمہارے پاس اتنا پیسہ ہوتا ہے گھومو پھرو عیش کرو۔ میں سارا دن تمہارے پاس بیٹھا رہوں گا تو بزنس کون دیکھے گا؟"

"بزنس کے ساتھ گھر اور بیوی کو بھی دیکھنا پڑتا ہے۔ میری دولت خوشی اور سکون آپ ہیں۔ یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ آپ نے اپنے لیے جو غلط راہ چنی ہے، یہ وقتی سکون دیتی ہے لیکن اس کا انجام بربادی اور تباہی ہے۔"

"اوہ شٹ اَپ! بند کرو یہ اپنا درس....."

"میں آج چپ نہیں رہوں گی، میں آپ کو گناہوں کی اس غلیظ دلدل سے نکال کر رہوں گی۔ آپ دین سے بھٹک کے دنیا کی بُری اور غلط راہوں میں گم ہو گئے ہیں۔ جنہیں آپ روشنیاں سمجھ رہے ہیں، یہ اندھیرے ہیں۔"

"تمہیں میں نے ہر چیز مہیا کی ہوئی ہے، ان کے سہارے تم سکون سے زندگی گزار سکتی ہو لیکن پلیز میری ذاتی زندگی میں مداخلت کر کے اسے ڈسٹرب مت کرو۔"

"آپ کی ذاتی زندگی میں اب سب سے پہلے تو میں ہوں۔ آپ کی زندگی اب صرف آپ کی نہیں ہے۔ اس پر اب میرا بھی حق ہے۔"

"تمہارا حق صرف اس پر ہے جو تمہیں دے دیا گیا ہے۔ وہیں تک رہو، اس سے آگے مت بڑھو۔"

"مجھے تو شرعی اور قانونی طور پر آپ بھی دے دیئے گئے ہیں اور میں اپنی چیز کو برباد نہیں ہونے دوں گی۔"

"تمہیں یہاں رہنا ہے تو ڈھنگ سے رہو ورنہ تمہارا یہ حق اور اختیار ختم بھی ہو سکتا ہے۔"

انہوں نے گاڑی کی چابیاں اٹھائیں اور باہر نکل گئے اور دیبا حیرت زدہ سی ان کے لفظوں پر غور کرتی رہ گئی۔ آنسو نہ جانے کب سے اس کے چہرہ بھگو رہے تھے۔ ایسے عالی شان شوہر کا انتخاب تو اس نے خود کیا تھا۔ یہ اس کی اپنی جنگ تھی اور اسے اکیلے ہی لڑنا تھی بلکہ فتح بھی حاصل کرنا تھی۔ پریشانی اور رونا کسی بھی مسئلے کا حل نہیں ہے۔ عزم، ارادے اور عقل مندی کے ساتھ کچھ حاصل کرنا ہی اصل کامیابی اور جیت ہے۔ اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ اپنے شوہر کو آگ کے دریا سے کھینچ کے پھولوں اور جگنوؤں کے دیس میں لے آئے گی۔ وہ نہ جانے کیا کیا سوچے چلی جا رہی تھی کہ بابا کمرے میں آ گئے۔

"بیٹا! میں تمہارا مجرم ہوں۔ وہ تو شادی کرنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ اس کو تو آزاد رہنے اور آزاد پھرنے کی عادت سی ہو گئی تھی، وہ تو اس بندھن میں بندھنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ میں نے زبردستی اس کی شادی کی ہے۔ وہ تباہی کی طرف جا رہا تھا میں سمجھتا تھا کہ گھر کی ذمہ داریوں میں پڑ کے وہ ان راہوں سے پلٹ آئے گا لیکن اس کے معمولات تو جوں کے توں ہیں۔"

"بابا! شادی اب نہ ہوتی تو کچھ عرصے کے بعد ہوتی۔ میں نہ ہوتی کوئی اور لڑکی ہوتی، آپ کا فیصلہ غلط نہیں تھا، یہ سب تو نصیب کی بات ہے کہ واصل کا نصیب میرے ساتھ جڑا تھا۔" اس کی بات سن کے بابا ہلکے پھلکے ہو کے سکون سے مسکرا دیئے۔

"بابا! انہیں اس تباہی سے میں بچاؤں گی، یہ مشکل ضرور ہے ناممکن ہرگز نہیں۔" فون کی بیل بجی تو بابا باہر چلے گئے، دیبا بھی ان کے پیچھے آ گئی۔

"کیا! آپ کہاں سے بول رہے ہیں؟" بابا

چیخنے کے انداز میں بولے تو جلدی سے دیبا ان کے قریب آ گئی۔

"کیا ہوا بابا؟" جیسے ہی انہوں نے ریسیور رکھا، اس نے تیزی سے پوچھا۔

"بیٹا! اسپتال سے فون تھا۔ واصل کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ فوراً چلو۔" وہ دونوں اسپتال پہنچے تو واصل کا دوست آپریشن تھیٹر کے باہر ٹہل رہا تھا اور واصل آپریشن تھیٹر میں تھے۔ خاصی دیر کے بعد انہیں تھیٹر سے کمرے میں شفٹ کر دیا گیا۔ دیبا اور بابا کی حالت اتنی خراب تھی کہ دونوں ایک دوسرے کو سہارا بھی نہیں دے پا رہے تھے۔

واصل کے ہاتھ پر فریکچر ہوا تھا جب کہ ٹانگوں پر بھی کافی چوٹیں آئی تھیں سر اور گردن پر بھی کچھ زخم آئے تھے۔ ٹانگوں کے زخم اتنے شدید تھے کہ وہ ابھی چل نہیں سکتے تھے۔ واصل ایک ہفتہ اسپتال میں رہے تو دیبا مستقل ان کے ساتھ رہی۔ گھر پر بھی وہ مسلسل ان کی خدمت میں لگی رہتی تھی۔ اس نے رات دن ایک کر دیئے تھے، اسے اپنے کھانے پہننے کا کوئی ہوش نہیں تھا۔ اس حادثے کے بعد واصل بالکل گم صم ہو گئے تھے اور دیبا سے نظریں چرائے رہتے تھے۔ انہیں اب احساس ہو رہا تھا کہ اتنی اچھی بیوی کی ناقدری پر اللہ تعالیٰ نے انہیں سزا دی ہے۔ دیبا ہر نماز میں اللہ تعالیٰ کے حضور رو رو کر ان کی صحت مندی اور سلامتی کی دعائیں مانگتی۔ بابا بھی دن میں کئی بار ان پر کچھ پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔ واصل خود کو دیبا اور بابا کا مجرم سمجھ رہے تھے۔ انہیں دیبا اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتی کیونکہ سیدھے ہاتھ کی پٹی ابھی نہیں کھلی تھی۔ بیوی کی خدمتوں، محبتوں اور دعاؤں سے واصل تیزی سے صحت مند ہو رہے تھے۔ اس دن دوا کھلانے کے بعد وہ جانے لگی تو واصل نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"کیا مجھے معافی نہیں مل سکتی؟ سنا ہے شوہر کتنا ہی خراب ہو بیوی اسے معاف کر ہی دیتی ہے۔"

"تو آپ اسی چکر میں خراب سے خراب تر ہوتے چلے جا رہے تھے؟" اس نے خفگی سے کہا تو وہ مسکرا دیئے۔

"بے شک میں بگڑا ہوا تھا لیکن اتنا تو نہیں کہ سدھر نہ سکوں اور مجھے اپنی اتنی پیاری سی بیوی سے معافی نہ مل سکے۔" دیبا بُری طرح سسک اٹھی۔ واصل نے اسے کھینچ کے سینے سے بھینچ لیا۔ اس کا شوہر اندھیروں سے نکل کے روشنیوں میں آ چکا تھا۔ وہ پرانی باتیں دُہرا کے اسے مزید شرمسار نہیں کرنا چاہتی تھی۔ دو مہینے کے اندر مکمل صحت یاب ہو کے واصل آفس جانے لگے۔

"آج ڈنر ہم باہر کریں گے۔" آفس سے واپس آتے ہی واصل نے کہا تو دیبا اور بابا خوش ہو گئے۔

"دیبا! جائے نماز دو۔ مجھے عصر کی نماز پڑھنا ہے۔" حیرت اور خوشی سے بابا اور دیبا ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے اور جائے نماز لانے کے لیے جلدی سے دیبا نے دوڑ لگا دی۔ رات کو ڈنر سے پہلے واصل نے دونوں کو شاپنگ کرائی۔ کافی دیر سے ان کی واپسی ہوئی۔

"دیبا! پرسوں ہم تینوں عمرے پر جا رہے ہیں، تم تیاری کر لینا۔" دیبا کے اندر اتنی روشنی بھر گئی کہ سکون اور خوشی سے شکرانے کے طور پر وہ سبھی نفل پڑھنے کے لیے اُٹھ گئی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friendskorner.com

درختِ جاں پر عذاب رُت تھی' نہ برگ جاگے نہ پھول آئے
بہار وادی سے جتنے پنچھی ادھر کو آئے ملول آئے
وہ ساری خوشیاں جو اس نے چاہیں' اٹھا کے جھولی میں اپنی رکھ لیں
ہمارے حصے میں عذر آئے' اصول آئے......!

قسط نمبر 26

پتھروں کی پلکوں پر

نازیہ کنول نازی

جاتے ہوئے وہ مجھ سے میری ذات لے گیا
دل میں چھپی وہ اپنی ہر اک بات لے گیا
تنہا ضرور تھا میں کسی چاند کی طرح
دے کے وہ چاندنی بھرے لمحات لے گیا

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

دن خاصا ڈھل چکا تھا۔

اوپر نیلے آسمان پر اُڑتے پرندے اب جیسے تھک ہار کر اپنے ٹھکانوں کو واپس پلٹ رہے تھے۔ فضا میں حبس بڑھ گیا تھا۔ اونچے اونچے درختوں کے سرسبز پتوں نے حرکت کرنا بند کردی تھی۔ دور افق کے اس پار غروب ہوتا سورج اب اپنی نارنجی کرنیں خاصی تیزی کے ساتھ سمیٹ رہا تھا۔ قریب ہی کچے گھروں کے باہر موجود کچھ دیہاتی عورتیں دیواروں پر اُپلے لگا رہی تھیں۔

انزلہ شاہ نے تھکی تھکی سی نظر اٹھا کر دیکھا۔ وہاں سامنے شہر کو جاتے کچے راستے پر اب دور دور تک کسی سانول شاہ کا کہیں نام ونشان نہیں تھا۔ وہ وہیں بیٹھ گئی۔ یک لخت ہی اس کے اندر جیسے تھکن اُتر آئی تھی۔ جانے یوں اس وقت اسے بے ساختہ یونیورسٹی کے وہ دن یاد آئے تھے جب سانول شاہ خواب بن کر اس کی آنکھوں میں اُترا تھا۔ عورت خواہ کتنی بھی سمجھ دار' سوشل' اعلیٰ عہدے پر فائز ہوجائے محبت کے وار سے نہیں بچ سکتی۔ وہ بھی نہیں بچ سکی تھی۔

وہ اوائل سردیوں کے دن تھے۔

انزلہ اپنی دوستوں کے ساتھ' یونیورسٹی لان کے ایک گوشے میں بیٹھی خوش گپیوں میں مصروف تھی۔ جب سانول شاہ اور اس کے شرارتی دوستوں کا ٹولہ ان سے کچھ ہی فاصلے پر آ کر بیٹھ گیا۔

''واہ انزلہ! دیکھ بلیک سوٹ میں کتنا شاندار لگ رہا ہے تیرا شہزادہ' ہائے کتنی خوش نصیب ہے تو کہ سانول

جیسا شاندار بندہ تجھ پر مرتا ہے۔ کاش مجھ پر مرجاتا کم بخت تو میں جان وار دیتی اس پر۔'' اس کی عزیز دوست نے ہنس کر اس کے کان میں سرگوشی کی تھی جب وہ غصہ ہوتے ہوئے بولی۔

''شرم وحیا کرلو کچھ وہ ادھر ہی دیکھ رہا ہے۔ تمہارا کچھ لگتا.....!''

''تو میں کیا کروں وہ کہتے ہیں ناں ''جس نے کی شرم اس کے پھوٹے کرم'' اور سانول شاہ کے تجھ پر مرمٹنے کا راز تو ساری یونیورسٹی جانتی ہے اب ایویں تو میران سے جھگڑا نہیں کیا تھا اس نے' دیکھ کتنے مزے سے مسکرا رہا ہے۔''

''تم نہیں سدھرنے والی کبھی بھی' چلو اٹھو یہاں سے نکمی نہ ہو تو۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور ادھر سانول کی آنکھوں میں جیسے بے چینی بڑھ گئی۔

''ہائے صدقے جاؤں' یہاں لیلیٰ پروں پر پانی پڑنے نہیں دے رہی اور وہاں قیس کو دیکھو! آنکھیں ہی سیراب نہیں ہو پا رہی ہیں جناب کی۔''

اس کی دوست زور دار ہنسی اور وہ اس لمحے اسے محض گھور کر رہ گئی تھی۔ جانے اسے اس شخص سے چڑ کیوں تھی۔ ادھر وہ سامنے سے آتا دکھائی دیتا اور ادھر وہ فوراً راستہ بدل لیتی۔ اس روز وہ لائبریری میں اس سے ٹکرا گیا تھا۔

''راستہ چھوڑیں میرا۔''

انزلہ جو لائبریری سے نکل رہی تھی اسے دہلیز پر براجمان پا کر خفا ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ جواب میں وہ آسانی سے اس کے سامنے سے ہٹ گیا۔

''لڑکیوں کو اتنا غصہ زیب نہیں دیتا انزلہ شاہ! محبت کی مٹی سے گندھا ہوتا ہے عورت کا وجود' سراپا محبت ہی ہونا چاہیے اسے۔''

''ایسی فضول نصیحتوں کے مجھے ضرورت نہیں ہے۔'' تلخی سے بولی تو سانول مسکرا دیا۔

''آج نہ سہی مگر زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر یہ نصیحت بہت کام آئے گی آپ کو۔ خیر ایک گزارش کرنی تھی آپ سے۔'' وہ اب واپس پلٹ کر اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

''فرمایئے۔'' انزلہ کا لہجہ نا چاہتے کہ باوجود ناخوش گوار ہو گیا۔

''فرمانا کیا ہے بس گزارش کرنی ہے کہ خود کو اس میران شاہ سے ذرا دور رکھا کریں۔ مجھے آپ کا اس سے بے تکلف ہونا پسند نہیں ہے۔''

''تو میں کیا کروں' وہ میرا بچپن کا دوست ہے۔''

''بچپن اور جوانی میں بہت فرق ہوتا ہے۔ اب بچی نہیں ہیں آپ کہ لڑکوں کے ساتھ کھیلیں۔''

''آپ مجھ پر مسٹر نہیں لگے کہ میں وہی کروں جو آپ کہیں۔ یہ خالص میرا ذاتی معاملہ ہے۔''

''تو ٹھیک ہے' میری اور اس کی زندگی میں اگر کچھ غلط ہوا تو اس کی ذمہ دار آپ ہوں گی۔'' ایک بار پھر وہ اسے تنبیہہ کر رہا تھا۔ انزلہ الجھ کر رہ گئی۔

چند ہی روز کے بعد وہ واقعہ پیش آ گیا تھا کہ جب اس کے دل میں سانول شاہ کے لیے موجود کدورت ختم ہو گئی تھی۔

☆.....❖.....☆

کہا جاتا ہے کسی کے مر جانے سے کوئی ان کے پیچھے مر نہیں جاتا' کائنات کا نظام رک نہیں جاتا مگر..... کہنے والوں نے یہ کبھی نہیں کہا کہ کچھ پیارے رشتوں سے دائمی جدائی کے بعد زندگی اپنا مفہوم یکسر بدل لیتی ہے۔ اللہ رب العزت کی عطا کی ہوئی سانس مٹی کے وجود میں جاری ضرور رہتی ہے مگر پھر زندگی جی نہیں جاتی' محض ''گزاری'' جاتی ہے۔ اپنا بوجھ اپنے کندھوں پر لاد کر چلتی پھرتی زندہ لاشیں اپنا قبرستان' ویران اور اُجاڑ آنکھوں میں ساتھ لیے پھرتی ہیں۔ خاک اوڑھ کے سونا آسان ہے مگر اذیت ساتھ لے کر چلنا بہت جاں گسل ہوتا ہے۔

انوشہ رحمٰن کے لیے بھی حالات ایسے ہی ہو گئے تھے۔ اپنی چوبیس سالہ زندگی میں اس نے کبھی کوئی ایک لمحہ بھی ہنس کر نہیں گزارا تھا۔ بچپن میں ہی والدین کی علیحدگی کے بعد ان دونوں بہن بھائیوں کی تقسیم بھی ہو گئی تھی۔ زاور بڑی خالہ کے پاس تو وہ چھوٹی خالہ کے پاس ٹھہرا دی گئی تھی۔ کیسے کیسے دن نہیں دیکھے تھے اس نے وہاں سمندر پار گھر بسا کر بیٹھی ماں سے تو اس کی خالہ اکثر فون پر بھی اس کی بات نہیں کرواتی تھیں۔ جیسے جیسے عمر بڑھی اسے خالہ کے ساتھ ساتھ خالو سے بھی خوف آنے لگا جو اچانک اس پر خاص توجہ دینے لگے تھے۔ ایسے میں اس کے لیے اپنا آپ بچا کر اس پنجرے میں رہنا کتنا مشکل ہو گیا تھا۔ جس میں اس کی ماں اسے ڈال کر بے فکر ہو گئی تھی۔

اسکول سے کالج اور وہاں سے یونیورسٹی تک' جن مشکلات اور رکاوٹوں کو عبور کرتی وہ پہنچی تھی یہ بھی محض اس کا دل ہی جانتا تھا۔ وگرنہ کتنی خواہش تھی اس کی کہ اس کا بھی اپنا گھر ہو۔ جس میں وہ اپنے والدین اور بہن بھائیوں کے ساتھ بے فکری کی زندگی بسر کرے۔ دوسری تمام لڑکیوں کی طرح وہ بھی خوب صورت خواب دیکھے۔ نت نئی فرمائشیں کرے۔ اپنی ماں کی گود میں سر رکھ کر ان سے اپنی دوستوں اور یونیورسٹی کی ڈھیروں باتیں کرے۔ اپنے باپ کے کندھے سے سر ٹکا کر ان سے اپنی جائز ناجائز ضدیں پوری کروائے مگر.....!

ہر خواب کے قسمت میں تعبیر نہیں ہوتی۔

ہر خواہش کے حصے میں تکمیل نہیں ہوتی۔

اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ ایک عذاب سے نکل کر دوسرے عذاب میں جا پڑے گی۔ یونیورسٹی میں شاہ زر کا پیار اور حسد اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ وہ ہر ممکن طور پر اس سے بچنے کی کوشش کرتی تھی۔ ان دنوں وہ یہی سوچتی تھی کہ وہ سرزمان کی زندگی کا حصہ بن کر ہر دکھ ہر مشکل سے نجات پا لے گی مگر ایسا نہیں ہوا تھا۔

سرزمان کی زندگی کا حصہ بننے کے بجائے وہ اپنی سوتیلی ماں کے بھانجے کی بھینٹ چڑھ کر ہر رشتے سے محروم ہوتی چلی گئی تھی۔ نہ عزت رہی تھی نہ خودداری' عارضی سہارا ثابت ہونے والے لوگ بھی نہیں رہے تھے۔ چن چن کر حالات نے اس کے سارے رشتوں کو نگل لیا تھا۔ پورا ایک ہفتہ اسپتال میں بستر پر چت پڑے رہ کر بار بار اسے صرف ایک ہی رشتے کا خیال آیا تھا اور وہ رشتہ اس بچے کا تھا جس نے قدرت کے جائز طریقے سے اس کے بطن سے جنم لیا تھا۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

اسے اپنے اور اپنے بچے کے نصیب میں کوئی خاص فرق محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ وہ بھی اپنے بیٹے کے ساتھ وہی کر رہی تھی جو اس کی ماں نے اس کے ساتھ کیا تھا۔ زندگی میں پہلی بار اسے اپنے کردار پر شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔

دروازہ آہستہ سے ناک ہوا تھا اس نے چونک کر سر اٹھایا تو شاہ زر آفندی تھکا تھکا سا اندر چلا آیا۔ انوشہ نے سرد نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"اب کیسی طبیعت ہے انوشہ؟"

وہ شاید ان نگاہوں کا مفہوم جان گیا تھا۔ تبھی نرمی سے پوچھا تو انوشہ نے سر جھکا لیا۔

"مجھے کیا ہونا ہے؟ میں تو زندگی کے سب سے بھیانک باب کی ہیروئن ہوں شاہ زر آفندی اور تم نے پڑھا ہوگا۔ کسی بھی کردار میں ہیروئن کبھی نہیں مرتی' چاہے اس کا ریپ ہو جائے' چاہے اس کی شادی ایک نفسیاتی مریض شخص کے ساتھ ہو جائے' چاہے وہ صبح و شام اس شخص کے ہاتھوں اُدھڑتی رہے' چاہے وہ شخص بھی مر جائے' چاہے ایک ایک کر کے اس کے سارے رشتے مر جائیں' چاہے دنیا اس پر اور اس کے کردار پر تھوتھو کرے..... وہ کبھی نہیں مرتی' اپنا قبرستان اپنے ساتھ لیے ڈھیٹ بنی' زندہ لاش کی مانند جیتی ہی چلی جاتی ہے۔ زندگی' تقدیر اور موت کوئی بھی رحم نہیں کھاتا اس پر۔"

کتنا درد تھا اس کے لہجے میں وہ تڑپ کر رہ گیا۔

"تم نے..... تم نے صرف ایک غلط فہمی کی آگ میں صرف ایک رشتے کے لیے میرے سارے رشتے مجھ سے چھین کر بھلا دیے۔ کنگلا کر ڈالا تم نے مجھے' کیا رہنے دیا تم نے میرے پاس' کچھ بھی تو نہیں۔"

وہ دل میں شگاف ڈال رہی تھی۔ شاہ زر کی آنکھیں ضبط کی کوشش میں جل اٹھیں۔

"میرے پاس بھی تو کچھ نہیں رہا انوشہ! میں نے بھی تو اپنا سب کچھ گنوا دیا۔ سب کچھ....."

"کس کے لیے؟ کیا میرے لیے؟" اچانک وہ جذباتی ہوئی۔

"میرے لیے کیا کیا تم نے' بہت بلند و بالا دعوے کرتے ہو محبت کے' ہمدردی کے' مگر کچھ کر نہیں کر سکتے۔ دنیا میں اتنے لوگ مر رہے ہیں۔ اتنے حادثات ہو رہے ہیں تمہارے ساتھ کوئی حادثہ کیوں نہیں ہوتا تم کیوں نہیں مر جاتے کسی کی جگہ..... تم سے تو عداوت نہیں ہے موت کو' پھر تمہیں موت کیوں نہیں آتی' خدا کا واسطہ ہے شاہ زر آفندی! مر جاؤ۔ جیسے بھی ممکن ہو مر جاؤ..... خدارا۔"

کتنی جذباتی ہو گئی تھی وہ' شاہ زر کو لگا وہ جیسے سانس بھی نہیں لے سکے گا۔

"اور کچھ نہیں' تم تو زندگی کے بھیانک باب کے ہیرو نہیں ہو' تم تو مر سکتے ہو' جب چاہو گلے لگا سکتے ہو موت کو۔"

وہ اب رو رہی تھی۔ شاہ زر سکتے کی کیفیت میں کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ جو مطالبہ وہ اس سے کر رہی تھی کیا وہ اس کے اختیار میں تھا؟ اس سے پہلے کہ وہ مزید جذباتی ہو کر اسے کمرے سے باہر دھکیل دیتی وہ اسی حال میں پلٹ گیا۔ مگر یہ کیا.....! وہاں انوشہ رحمٰن کے کمرے کی دہلیز پر اس وقت بریرہ کھڑی تھی۔ لب بھینچے بالکل خاموش' وہ آنسو چھپاتا جانے کسی تذلیل کے زیر اثر فوراً اس کی دوسری طرف سے نکل گیا۔ جب کہ وہ اعتماد سے چلتی عین

انوشہ رحمٰن کے قریب آ کھڑی ہوئی تھی۔

"بس نکل گیا دل کا غبار یا ابھی اور بھی کچھ کہنا باقی ہے؟"

وہ دونوں بازو سینے پر باندھے کھڑی تھی۔ انوشہ ناسمجھی کے انداز میں اسے دیکھے گئی۔

"تم خود کو سمجھتی کیا ہو انوشہ رحمٰن! یہی کہ تم دنیا کی سب سے زیادہ مظلوم لڑکی ہو' جو کچھ تمہارے ساتھ ہوا وہ کسی کے ساتھ نہیں ہوا؟ مجھے بتاؤ' یہاں اس ملک میں کتنی لڑکیاں انتقام کی بھینٹ نہیں چڑھتیں۔ بنا کسی معمولی سے قصور کے کیا کیا نہیں ہوتا ان کے ساتھ؟ ایک پل ایک لمحے میں موت کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے انہیں اور وہ آہ تک نہیں کر پاتیں۔ پھر تم کس ستم کا ڈھنڈورا پیٹ رہی ہو؟"

وہ اشتعال کا شکار تھی۔ انوشہ دم بخود سی اسے دیکھتی رہی۔

"ایک ریپ ہوا تمہارا اور تم نے سارا آسمان سر پر اٹھا لیا۔ یہاں ہزاروں لڑکیوں کے روز جسم بھی بکتے ہیں اور وہ ماری بھی جاتی ہیں مگر کسی کو ذرا سا احساس نہیں ہوتا ان کا' نہ کوئی توجہ دیتا ہے ان پر' پھر تم یہ سب ڈراما کیوں کر رہی ہو' کیا اس نے کچھ نہیں کھویا؟ کیا اس نے اذیت نہیں سمیٹی؟ کیا اس نے وہ جہاز گرایا کیا جس میں تمہاری ماں اور بھائی مرا' قدرت کا فیصلہ تھا ناں یہ پھر اسے سولی پر کیوں لٹکا رکھا ہے تم نے؟ کب تک زندگی کو یونہی گھسیٹتی رہو گی تم؟ اسے مرنے کا مشورہ دیتی ہو خود کہیں دفعان کیوں نہیں ہو جاتیں' کیوں میری زندگی اور خوشیوں پر اپنی نحوست بکھیر رکھی ہے تم نے؟ کیوں سکون سے جینے نہیں دیتی ہو تم مجھے..... کیوں؟"

اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ انوشہ رحمٰن کا چہرہ نوچ لے۔ جمال صاحب اور نزہت بیگم اس کی تیز چنگھاڑ پر گھبرا کر اندر آئے تھے جب وہ ان پر برس پڑی۔

"اور آپ لوگ..... آپ لوگوں کو تو شرم آنی چاہیے۔ ایسی گھٹیا' غلیظ لڑکی کو سینے سے لگائے بیٹھے ہیں۔ میری مانیے' ایک کام کیجیے' اسے فلم انڈسٹری میں چھوڑ آئیے۔ خوش بھی رہے گی اور چار پیسے بھی کما لے گی۔ کم از کم میری جان تو چھوٹے گی اس منحوس سے۔" زہر ہی زہر تھا اس کے لہجے میں' انوشہ کو لگا وہ ایک بار پھر کنویں میں دھکیل دی گئی ہو۔

اس کا دل چاہا پھوٹ پھوٹ کر روئے' مگر آنکھیں جیسے خشک جھیلیں ہو گئی تھیں۔ بریرہ رحمٰن اسے چور چور کرنے کے بعد وہاں رُکی نہیں تھی۔ مگر انوشہ کی سانس ضرور اس کے سینے میں اٹکنے لگی تھی۔ نزہت بیگم نے لپک کر اسے سینے سے لگایا تھا۔ جب وہ سسکتے ہوئے بولی۔

"ہم یہاں نہیں رہیں گے خالہ! یہ شہر اب ہمیں راس نہیں ہے۔"

"ہاں بیٹی! ہم کل صبح ہی شہر چھوڑ دیں گے۔ بہت بڑی زمین ہے میرے مالک کی' کہیں نہ کہیں تو آسرا مل ہی جائے گا۔" جمال صاحب نے افسردگی سے کہتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔

انوشہ دیر تک نزہت بیگم کے سینے میں منہ چھپائے روتی رہی۔

☆.....❖.....☆

اس روز کے بعد شجاع کے لبوں کو جیسے چپ لگ گئی تھی۔ اپنے کام میں مشغول' اس نے ہر وقت گھر سے باہر اپنی سرگرمیوں میں مصروف رہنا شروع کر دیا تھا۔ رات میں بھی خاصی تاخیر سے آتا اور چپ چاپ بیڈ روم

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

سے ملحقہ سائیڈ روم میں اپنی بیٹی کو لے کر سو جاتا۔ کھانا تو روز ہی باہر سے کھا کر آنا شروع کر دیا تھا۔ امامہ پریشان ہو گئی۔

وہ شخص چاہے اس کے لیے ایک فیصد دل چسپی کا باعث بھی نہیں تھا۔ پھر بھی وہ اسے ناراض کرنے کے حق میں نہیں تھی۔ نا ہی اس نے دانستہ اسے زک پہنچانے کی کوئی کوشش کی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اب اس کی خاموشی پر اسے الجھن ہو رہی تھی۔

اس روز بھی وہ لاؤنج میں بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھی جب ارسلان کی کال آ گئی۔

"ہیلو سویٹ ہارٹ! کیسی ہو؟" آج کئی دنوں کے بعد وہ اسے یاد آئی تھی۔ امامہ خوش ہو گئی۔

"ٹھیک ہو تم کیسے ہو اور اتنے دن رابطہ کیوں نہیں کیا؟"

"مصروف تھا یار! پاکستان آنے کی تیاری کر رہا تھا۔ اپنی سویٹ ہارٹ کے پاس۔"

"پھر کیا بنا؟"

"بننا کیا تھا' پہنچ گیا ہوں پاکستان' اپنی سویٹی کے پاس۔"

"سچ!" وہ اس کی خوشی پر خود بھی خوشی سے چلائی۔ جب وہ بولا۔

"کیوں؟ یقین نہیں آ رہا' آ کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔"

"کہاں ہو تم اس وقت؟"

"ائرپورٹ کے باہر تم آ رہی ہو؟"

"ہاں' میں آ رہی ہوں۔ پلیز وہیں رہنا' کہیں جانا مت پلیز۔" خوشی سے اس کا حال برا ہو رہا تھا۔

ارسلان حیدر نے مسکرا کر کال کاٹ دی۔ اگلے بیس منٹ میں وہ اس کے مقابل تھی۔ آف وائٹ کلر کے سادہ مگر نفیس سوٹ میں ملبوس کتنی باوقار لگ رہی تھی وہ' ارسلان اسے دیکھتا رہ گیا۔

"واہ' تم تو بہت بدل گئی ہو مون! قسم سے پہچانی ہی نہیں جا رہیں۔"

"تم بھی تو کتنے بدل گئے ہو' پہلے اتنے اسمارٹ تھے اب کتنے موٹے ہو گئے ہو۔"

"اچھا.....!" وہ ہنسا۔

امامہ آنکھوں میں جگنو لیے اسے دیکھتی رہی۔

"یہاں سے کہاں جاؤ گے کسی دوست کے پاس؟"

"ہاں..... کسی دوست کے پاس ہی جاؤں گا۔ اپنی کون سی کوئی جاگیر ہے یہاں' کچھ پیسے ہوں گے تمہارے پاس۔"

"نہیں کیوں؟" اچانک اس نے پوچھا تو وہ بوکھلا گئی۔

"ٹیکسی کرنی تھی یار' میری جیب میں تو پھوٹی کوڑی نہیں ہے اور مزید پیدل چلنے کا تصور بھی محال ہے۔"

وہ مایوس ہوا تھا۔ امامہ شرمندہ ہو گئی۔

"مجھے کیا پتا تھا ایسا ہو گا۔ میں تو فرطِ مسرت میں اپنا موبائل بھی گھر ہی بھول آئی۔ ٹیکسی کے پیسے بھی وہیں ادا کیے تھے بابا نے۔ انہیں میں مارکیٹ کا کہہ کر گھر سے نکلی ہوں۔"

"اوہ..... تمہاری تو زندگی سنور گئی ہے' پیسوں میں کھیلتی رہو گی۔"

"کیا پیسوں سے زندگی سنور جاتی ہے؟" اسے دکھ ہوا تھا۔ جب وہ بولا۔

"ہاں..... پیسہ ہی سب کچھ ہے۔ زندگی' موت' دین ایمان' دنیا آخرت' سب کچھ پیسہ ہی تو ہے۔"

"تمہارے لیے ہو گا' میرے لیے پیسے کی کوئی اہمیت نہیں زندگی میں' میرے لیے تو اگر کوئی چیز اہم ہے تو وہ محبت ہے' سچے جذبوں سے گندھی خالص محبت۔"

"تم بس پینڈو کی پینڈو رہو گی۔ بے وقوف۔"

وہ اس پر ہنسا تھا۔ امامہ دکھ سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"پیسے کا کوئی قبلہ نہیں ہوتا ارسلان' محبت کا ہوتا ہے۔ پیسہ بہت مل جاتا ہے زندگی میں' محبت نہیں ملتی۔"

"کون کہتا ہے نہیں ملتی' پیسہ جیب میں ہو تو کسی بھی شخص کی جان اور ایمان خریدا جا سکتا ہے۔ محبت کی تو اوقات ہی کیا ہے؟"

"اچھا اگر یہ بات ہے تو جاؤ' امامہ حسن کی خالص بے لوث محبت خرید کر دکھاؤ بازار سے۔"

"امامہ حسن کی محبت خریدنے کی کیا ضرورت ہے وہ تو مفت میں ملی ہے۔"

"اسی لیے تمہیں قدر نہیں۔" اس نے فوراً طنز کیا اور وہ بے پروائی سے رخ پھیر گیا۔

"قدر ہے تو یہاں آیا ہوں یار! ورنہ میرا کیا پڑا ہے یہاں۔ اب بتاؤ بھلا دوست کے گھر تک کیسے جاؤں گا میں؟" وہ پریشان ہوا تو امامہ بھی فکرمند ہو گئی۔

"پریشان کیوں ہوتے ہو' اللہ کوئی نہ کوئی سبب بنا دے گا۔ کسی دوست کو کال کرو۔"

"کیسے کال کر لوں' ایک روپے کا بیلنس نہیں ہے پتا نہیں کیا ہو گا۔"

متفکر لہجے میں کہتا وہ بار بار اس کی کلائی میں پڑے خوب صورت کنگن کو دیکھ رہا تھا۔ امامہ نے کچھ سوچتے ہوئے کنگن اتار کر اسے دیے۔

"یہ رکھ لو ارسلان! کچھ روز کے لیے تو پیسوں کا انتظام ہو ہی جائے گا۔"

"نہیں' تمہارا پہلے ہی بہت قرض ہے مجھ پر۔"

"اف بیگانوں جیسی باتیں مت کیا کرو' مشکل میں اپنے ہی اپنوں کے کام آتے ہیں اور یہ کنگن تو بہت معمولی ہیں ارسلان! تم تو مجھ سے میری جان بھی مانگ لو تو میں کبھی انکار نہ کروں۔"

اس کے لہجے میں کچھ تھا جو وہ چونک کر اسے دیکھنے پر مجبور ہوا تھا۔ وہاں اس سادہ سے چہرے پر کیسی سچائی' کیسا نور تھا۔ ارسلان کا دل چاہا وہ اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ کر اس مادہ پرست دنیا سے کہیں دور چلا جائے۔ مگر اگلے ہی پل اس نے سر جھٹک دیا۔ وہ وقت جذبات کے بہاؤ کا نہیں تھا۔ ہوش سے کام لینے کا تھا۔ تبھی اس نے امامہ کے ہاتھ تھامے۔

"تم بہت عظیم لڑکی ہو امامہ' دنیا کی سب سے اچھی لڑکی ہو تم۔ مجھے تم پر ہمیشہ فخر رہے گا۔"

"بس' زیادہ ممنون ہونے اور جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس نے آہستگی سے ہاتھ چھڑا کر اس کے کندھے پر ہلکا سا مکا رسید کیا تو وہ سرشار ہو گیا۔ پندرہ بیس منٹ امامہ کو وہاں اپنے سامان کے پاس کھڑا

Scan & PDF
HAZ AHMED
Friends Korner.com

رکھنے کے بعد وہ واپس آیا تو اس کے پاس کچھ نوٹ تھے۔ وہ سمجھ نہ سکی کہ اتنی جلدی اسے کوئی جیولر کیسے اور کہاں سے مل گیا؟

"بہت شکریہ' لگتا ہے اللہ نے تمہیں میری مدد کے لیے ہی بھیجا ہے۔ اب گھر جاؤ گی یا میرے ساتھ چلو گی؟" وہ خوش دکھائی دے رہا تھا۔

"نہیں میں گھر جاؤں گی' شجاع آنے والے ہوں گے' تم جاؤ اب' پھر ملتے ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ آؤ پہلے تمہیں چھوڑ دیتا ہوں۔ اس فائل کا پتا تو نہیں چلا ہوگا تمہیں۔"

"نہیں۔" وہ اس سوال پر ہمیشہ شرمندہ ہو جاتی تھی۔

"پتا تھا مجھے' اس ایس پی کا دل جیت لیا۔ اس کے اعتبار پر پوری اتر گئیں۔ دل میں اتر گئیں۔ یہاں تک کہ شادی بھی رچالی مگر وہ فائل نہ ڈھونڈ سکیں' کتنی مضحکہ خیز بات ہے یہ۔" وہ ہنسا تھا امامہ نظریں چرا گئی۔

"چلو تمہارا گھر بس گیا' میری خیر ہے۔"

اب وہ ٹیکسی روک رہا تھا۔ امامہ سر اٹھانے کے قابل نہیں رہی۔

"تم سمجھتے ہو یہ سب میری خوشی سے ہوا ہے؟ میری خوشی سے نہیں ہوا کچھ بھی' بہت مجبور تھی میں صرف تمہارے لیے تمہاری محبت میں سرخرو ہونے کے لیے یہ سب کرنا پڑا مجھے' مگر اب میں مزید وہاں نہیں رہ سکتی' میں طلاق لے لوں گی اس ایس پی سے اب مزید کسی امتحان میں پڑنا گوارا نہیں ہے مجھے۔"

"ٹھیک ہے اب چلو۔" گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے ٹیکسی کا دروازہ اس کے لیے کھول دیا اور امامہ سارے راستے' شجاع حسن سے علیحدگی کے بہانے سوچتی رہی۔ وہ گھر آئی تو شجاع مضطرب سا اوپر ٹیرس پر ٹہل رہا تھا۔ گھر کے چاروں طرف ڈیوٹی دیتے درجنوں سپاہیوں نے اسے ٹیکسی سے ارسلان کے ساتھ نکلتے دیکھا تھا۔

وہ ابھی اسے اپنا خیال رکھنے کی ہدایت کرنا ہی چاہتی تھی کہ وہ اس سے جان چھڑا کر جلدی سے دوبارہ ٹیکسی میں جا گھسا اور اگلے ہی پل وہاں سے یہ جا' وہ جا۔ وہ خجل سی اندر آئی تھی۔ جس وقت اس نے لاؤنج میں قدم رکھے شجاع سیڑھیوں پر کھڑا تھا۔ وہ اسے مقابل پا کر ٹھٹک گئی۔

"کہاں سے آرہی ہو اس وقت اور کس کے ساتھ آئی ہو؟"

اس وقت وہ اس کے مشفق شوہر سے زیادہ پولیس آفیسر ہی لگ رہا تھا۔

امامہ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

"وہ..... کزن تھا میرا..... باہر سے آیا ہے ائرپورٹ سے لینے گئی تھی اسے.....!"

"چٹاخ!"

پوری وضاحت دینے سے قبل ہی جاندار تمانچہ پڑا تھا اسے۔ وہ منہ کے بل زمین پر جا گری۔

"نفرت ہے مجھے دھوکے باز عورت سے' سمجھیں تم۔"

اگلے ہی پل وہ دہاڑا تھا اور اسی غصے میں تیز چلتا وہاں سے نکل گیا۔ امامہ کے حواس اس کے جاندار تھپڑ اور غیر متوقع الفاظ پر دیر تک بحال نہ ہو سکے۔

☆.....❖.....☆

"تم نے ایان ملک کے ساتھ اچھا نہیں کیا علیزہ۔" وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ ایک طوفان سے گزر کر بیٹھی تھی۔ جب اس کی دوست صاحبہ نے اس سے کہا۔

"وہ اچھا لڑکا تھا' تمہیں کم از کم اسے اپنے انتقام کی بھینٹ نہیں چڑھانا چاہیے تھا۔"

"کیوں نہیں چڑھانا چاہیے تھا؟ وہ بھی تو ایک مرد تھا۔"

"مردوں میں بھی فرق ہوتا ہے۔ وہ شہزاد جیسا نہیں تھا۔"

"شہزاد جیسا کوئی بھی نہیں ہو سکتا۔" وہ چلائی تو صاحبہ اسے دیکھتی رہ گئی۔

"ہاں' جس نے تیرے جیسی بے وقوف کو ذلیل کیا' بدنام کیا' دھتکارا' خاک چٹائی اس جیسا کوئی ہو بھی کیسے سکتا ہے۔"

"تم زخم اُدھیڑنے آئی ہو میرے؟" صاحبہ کے طنز پر وہ پھر چلائی۔ کچھ لمحے خاموشی کی نذر ہو گئے۔ علیزہ کی آنکھوں میں اب آنسو جھلملا رہے تھے۔

"مرد کبھی بھی قصوروار کہاں ہوتا ہے' سارے قصور سارے ستم ساری جفائیں کر کے بھی' ہمدردیاں مرد کے حصے میں آتی ہیں اور پھٹکار عورت کے حصے میں۔ قصور تو ہم لڑکیوں کا ہوتا ہے صاحبہ' جو کبھی باپ کی عزت پر اپنا آپ قربان کر دیتی ہیں تو کبھی بھائیوں کی اونچی ناک پر اپنے حسین خوابوں کا گلہ گھونٹ دیتی ہیں۔ ساری عمر خوش رہنے کی کوشش میں اون کے گولوں کی مانند ادھڑتی ہی چلی جاتی ہیں۔ کبھی اپنے لیے نہیں سوچتیں۔ کبھی اپنے من کی خوشی کی پروا نہیں کرتیں۔ بس بکھرتی ہی چلی جاتی ہیں۔" شدت کرب سے اس کا گلا رندھ گیا تھا۔ صاحبہ نے اسے ساتھ لگا لیا۔

"لڑکی' لڑکی میں فرق ہوتا ہے یار! بہت اعتبار کھو دیا ہے ہم لڑکیوں نے بھی اپنا۔ ذرا سوچ سارے گاؤں میں جو تیرے حویلی سے بھاگ جانے کی افواہ اڑی ہے کیا تیرے منگیتر تک بات نہیں پہنچی ہوگی۔ اس نے اگر شادی سے انکار کر دیا تو؟"

"مجھے نہیں پتا یار! بس تو دعا کر میرے لیے۔" وہ شدید اضطراب کا شکار تھی۔

صاحبہ ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے اس کے گال سہلاتی' وہاں سے اُٹھ گئی۔ اسے ابھی چارا کاٹنا تھا' گائیوں کو اندر باندھنا تھا' شام کی ہانڈی پکانی تھی۔ بہت سے کام اس کی جان کو پڑے تھے۔ وہ ابھی حویلی سے نکلی تھی کہ سانول شاہ کا فون آ گیا۔ وہ جو پہلے ہی بہ مشکل اس شادی کے لیے مان رہا تھا اب علیزہ کے حویلی سے فرار کی خبر کے بعد قطعی طور پر اس سے شادی سے انکاری ہو گیا۔ گو اس جسارت پر اسے حویلی سے بے دخل ہونا پڑا تھا مگر اس نے کسی صورت بڑے بھائی کی یہ بات نہیں مانی۔ جو سراسر اس کی توہین اور مردانگی پر چوٹ لگاتی تھی۔ ماں کی خواہش اور بچپن کی منگ ایک طرف..... مگر وہ تو داغ لگا سوٹ نہیں پہنتا تھا پھر ساری عمر کے لیے داغ لگی بیوی کیسے قبول کر لیتا۔ علیزہ کو لگا قدرت نے اسے منہ کے بل گرا دیا ہو۔

☆.....❖.....☆

"آپ نے مجھے بلایا پاپا!"

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ کراچی واپس پہنچا تھا جب آزر صاحب (عباد کے پاپا) کی طرف سے بلاوے کا پیغام آ گیا۔ کمپیوٹر شٹ ڈاؤن کرتا اگلے پانچ منٹ میں وہ ان کے حضور پیش ہوا۔ ہادیہ شکایتی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتی' آزر صاحب سے جڑ کر بیٹھی تھی جب کہ نیچے ہال میں اس کی مما' مہندی کے فنکشن کی تیاری کے لیے ملازمین کو ہدایت دے رہی تھیں۔

''ہاں' آؤ' بیٹھو۔'' وہ جان گیا کہ ضرور ہادیہ نے اس کی شکایت کی ہے۔ تبھی ایک کڑی نظر اس پر ڈالتا وہ آزر صاحب کے قریب بیٹھ گیا۔

''جی پاپا۔''

''پاپا کے بچے' آج کل ہوتے کہاں ہو تم؟ شادی والا گھر ہے۔ سو کام ہیں' مگر تمہارا کوئی اتا پتا نہیں' بزنس ہے تو وہ تمہاری توجہ کو ترس رہا ہے' ادھر یہ بچی ہے جو سمندر پار سے صرف تمہارے لیے تم سے کچھ سیکھنے کے لیے آئی ہے مگر اس کے لیے تمہارے پاس کوئی وقت نہیں' کر کیا رہے ہو تم آج کل؟'' وہ برہم ہو رہے تھے اس پر عباد ہادیہ کو دیکھ کر رہ گیا۔

''سوری پاپا! وہ اصل میں شاہ کے ساتھ کچھ مسائل چل رہے ہیں۔ گزشتہ روز کچھ قریبی عزیزوں اور بہن کا انتقال بھی ہو گیا۔ اس کو اس وقت میری ضرورت ہے اس لیے اسی کے ساتھ ہوتا ہوں۔''

''وہ ٹھیک ہے مگر باقی رشتوں کے بھی کچھ حقوق ہیں تم پر' بہرحال تمہارے چچا' کل ہادیہ کے نکاح کے موقع پر تمہارا اور ہادیہ کے رشتے کا بھی اعلان کرنا چاہ رہے ہیں۔ دیکھا جائے تو اس میں کوئی برائی بھی نہیں ہے۔ تم کیا کہتے ہو؟''

''میں نے کیا کہنا ہے پاپا! جیسی آپ کی مرضی۔''

''شاباش' اب شکایت نہیں ہونی چاہیے' چلو ہادیہ بیٹی کو کچھ شاپنگ کرنی ہے۔ اسے مارکیٹ گھما لاؤ' جب سے یہاں آئی ہے ایک بار بھی کہیں نہیں گئی' تمہارے ساتھ۔'' اگلے ہی پل نیا حکم جاری ہوا تو وہ کندھے اچکاتا اُٹھ کھڑا ہوا۔

''یہ خود ہی نہیں جاتی پاپا! میں نے تو انکار نہیں کیا اسے کہیں لے جانے سے۔''

''بس رہنے دو' میرا منہ مت کھلواؤ انکل کے سامنے ورنہ بھاگنے کو جگہ نہیں ملے گی۔'' فوراً سے پیشتر وہ بولی تھی۔ عباد مسکرا کر رہ گیا۔

''ٹھیک ہے شہزادی صاحبہ! آپ کو پاکستانی بازار دکھا لاؤں' کہیں اس سعادت سے محروم ہی نہ رہ جائیں آپ۔''

وہ پھر مسکرایا تو ہادیہ خفا خفا سی' منہ بناتی اُٹھ کر اس کے ساتھ چل دی۔

''بہت بے وقوف ہو تم ہادیہ' قسم سے۔''

گاڑی میں بیٹھتے ہی وہ چپ نہیں رہ سکا تھا۔ جواباً وہ اسے گھورنے لگی۔

''تم اسی سلوک کے مستحق ہو' یہی طریقہ ہے تمہیں قابو کرنے کا۔''

''غلط' تمہارے پاس مجھے قابو کرنے کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں۔''

کیا آپ جانتے ہیں بدلے کا دن کون سا ہے
جسے اللہ تعالیٰ نے اپنا دن فرمایا؟
قیامت کی نشانیاں کیا ہیں؟ دجال کون ہے؟ عیسیٰ علیہ السلام
کا نزول کب ہوگا؟ ان سب کا جواب
معروف مفسر قرآن پاک کے طالب علم
مشتاق احمد قریشی کی تازہ پُرمغز تحقیق
مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ
شائع ہوگئی ہے
یہ کتاب ان تمام لوگوں کیلئے ہے جو کسی وجہ سے قرآن حکیم کی
مکمل تفسیر نہیں پڑھ سکے۔ قیامت کے حوالے سے انسانی ذہن میں
ابھرنے والے ہر سوال کا مفصل جواب آپ کو اس کتاب میں ملے گا
اسلامی کتب خانہ الحمد مارکیٹ غزنوی روڈ اردو بازار لاہور۔ 0423-7116257
نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز' 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 0213-5620771/2

"مثلاً۔" اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔
"مثلاً..... مثلاً ابھی بتاؤں گا تو تم پھر پاپا سے شکایت کروگی۔ شادی کے بعد بتاؤں گا۔"
"شادی کے بعد میں نے تمہیں لفٹ ہی نہیں کروانی۔" وہ ہنسی۔
"ایسی کی تیسی تمہاری دیکھوں گا کیسے لفٹ نہیں کرواتیں۔ بہت چپکو قسم کا شوہر ثابت ہوں گا میں تمہارے لیے۔ دعائیں مانگا کروگی تم کب آفس کا ٹائم ہو اور میں تمہاری جان چھوڑوں۔"
"تم ڈرا رہے ہو مجھے؟"
"نہیں آگاہ کررہا ہوں۔ ابھی سے تیار کرلو خود کو۔"
"مما کہتی ہیں ابھی دو سال تک ہماری شادی کا کوئی امکان نہیں۔"
"تمہاری مما کہتی ہے نا' میری مما کا تو بس نہیں چلتا' وہ شام سے پہلے تمہیں بہو بنا کر گھر لے آئیں۔"
"اور مما کا بیٹا؟" اس بار اس نے ترچھی نگاہوں سے عباد کو دیکھا۔
"آہ' اس کا کیا پوچھتی ہو یار' اس کا تو بس نہیں چلتا۔ اسی تقریب میں تمہاری رخصتی کروا کر تمہیں ہمیشہ کے لیے یہیں رکھ لے واپس جانے ہی نہ دے۔"
ابھی وہ مزید کچھ کہتا کہ موبائل اسکرین پر صاعقہ کے نام پر محفوظ "اجنبی" جگمگا اٹھا۔ صرف ایک پل کے لیے اس نے گاڑی آہستہ کی اور فوراً کال کاٹ دی۔ مگر اگلے ہی پل پھر وہی نام جگمگانے لگا۔ تب مجبوراً اسے بات کرنی پڑی۔
"جی السلام علیکم!"
"وعلیکم السلام! زین آپ کہاں ہو؟ مجھے اس وقت آپ کی ضرورت ہے۔" دوسری طرف وہ پریشان تھی۔
عباد کا دل دھڑک اٹھا۔
"خیریت! کہاں ہوں اس وقت؟"
"خیریت نہیں ہے اسپتال میں ہوں' امی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"
"ٹھیک ہے میں آتا ہوں تھوڑی دیر میں۔" سرعت سے کہتے اس نے کال ختم کی تو ہادیہ نے پوچھا۔
"کس کی کال تھی؟"
"دوست تھا یار' کوئی کام پڑ گیا ہے اسے مجھ سے' بلا رہا تھا۔"
"بلا رہا تھا کہ بلا رہی تھی؟" وہ مشکوک ہوئی تو وہ فوراً بولا۔
"خدا کا نام لو یار! تم ایسا سمجھتی ہو مجھے؟"
"مرد ذات کا کوئی اعتبار نہیں' لوٹے کے پیندے کی طرح ایمان پھرتا ہے عورت کے معاملے میں ان کا۔"
"پھرتا ہوگا میں ان مردوں میں سے نہیں ہوں' میری زندگی میں ہر فرد کی علیحدہ جگہ ہے۔ اب کہو تو خدا کو حاضر ناظر جان کر قسم اٹھا کر یقین دلاؤں؟"
"کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اتنا تو مجھے پتا ہے کہ بالکل شریف نہیں ہو تم' کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی چکر تو ضرور ہوگا۔ وہ جو تین دن گھر سے باہر رہے تھے۔ فون بھی بند تھا۔ وہ یونہی تو نہیں تھا۔"

"شاہ زر کی وجہ سے پریشان تھا یار! بتایا تو تھا کتنے بڑے حادثے سے گزرا ہے وہ۔"
"ٹھیک ہے چلو پہلے کسی اچھے سے میڈیکل اسٹور پر چلتے ہیں۔ پاپا کے لیے دوا لینی ہے۔ پھر بوتیک چلیں گے۔"
"جو حکم۔" ہادیہ کے کہنے پر اس نے گاڑی موڑی اور اس سے دوا کا نسخہ لے کر قریبی اسٹور کے سامنے گاڑی روک دی۔ ہادیہ اس کے منع کرنے کے باوجود اس کے ساتھ ہی گاڑی سے نکل آئی۔ جس وقت وہ اسٹور میں داخل ہونے لگے اچانک باہر نکلتی صاعقہ سے عباد کا ٹکراؤ ہوگیا۔
"زین!" وہ اسے سامنے دیکھ کر حیران رہ گئی تھی جبکہ عباد گھبرا گیا۔
"سوری..... میں آپ کو نہیں جانتا۔" جلدی سے کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا تھا جب کہ صاعقہ کو لگا جیسے وہ وہیں پتھر ہوگئی ہو۔ اسے سمجھ نہ آئی اس کی نظر نے دھوکا کھایا ہے۔ سماعتوں نے یا پھر دل نے؟ وہ شخص کوئی عام سا تھرڈ کلاس لڑکا تو نہیں تھا۔ جو گرگٹ کی طرح رنگ بدل لیتا۔ مگر وہاں تو حلیے کے ساتھ ساتھ اس شخص کی آنکھوں کے رنگ ہی بدل گئے تھے۔ وہ ہاتھ میں پکڑے سستی ترین دوائیوں کے شاپر کو دیکھتی' جیسے بے یقینی کے انداز میں ایک بار پھر پلٹ کر اسے دیکھ رہی تھی۔ ہادیہ پر اس نے دھیان ہی نہ دیا کہ وہ کون ہے اور کس کے ساتھ آئی ہے۔ وہ تو صرف اسے دیکھ رہی تھی جو کسی دیوی کی مانند اس کی یوں پرستش کرتا تھا گویا وہ خود سچ مچ کا کوئی پجاری ہو۔ اس لمحے اچانک ذہن میں آئے خیال کے تحت اس نے فوراً عباد کا نمبر ملایا تھا اور اسی وقت وہاں میڈیکل اسٹور میں اس کے موبائل پر لگی مخصوص گھنٹی گونجی تھی۔ پیچھے کیا رہ گیا تھا؟
عباد نے اس کی کال فوراً کاٹ دی۔ تب شکستہ

رنگا رنگ کہانیوں سے آراستہ دلچسپ جریدہ
aanchal.com.pk
تازہ شمارہ شائع ہوگیا ہے
ماہنامہ نئے افق کراچی
مسلسل اشاعت کے 35 سال
پکار
ایک ایسے نوجوان کی سرگزشت' ایک واقعہ نے جسے اللہ تعالیٰ کا باغی بنا دیا تھا طویل ناول
بارھواں کھلاڑی
گیارہ کھلاڑیوں کے درمیان ایک بارھواں کھلاڑی کودنے کی ایک دلچسپ و دلکش داستان
دیمک
سیاست ایک سائنس ہے جس کے تحت نہ صرف قوموں کی ترقی اور تنزلی کے مراحل طے ہوتے ہیں
جنونی لیٹرا
ایک خوب صورت وادی کا قصہ جہاں لوگ امن و آشتی سے رہتے تھے' برف پوش وادیوں سے ایک نادر تحفہ
قارئین کی دلچسپی کیلئے 3 خوبصورت سلسلے
بزم سخن: شعر و شاعری کا منفرد سلسلہ' خوشبو سخن: منتخب غزلیں و نظمیں' ذوق آگہی: اقتباسات' اقوال زریں' احادیث وغیرہ
پرچہ نہ ملنے کی صورت میں دفتر سے رابطہ کریں۔ فون 35620771/2

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

قدموں کو گھسیٹتی وہ آگے بڑھی' محبت کے بھی اپنے اصول ہوتے ہیں۔ معیار ہوتا ہے اور اس کا تعلق جس کلاس سے تھا وہاں کسی کو محبت کے نام پر بے وقوف تو بنایا جا سکتا تھا۔ بہلایا تو جا سکتا تھا مگر خالص محبت دان نہیں کی جا سکتی تھی۔ عباد نے اس کے اسٹور سے نکلنے کے بعد صرف ایک بار پلٹ کر دیکھا تھا اور پھر سے سیلز مین کی طرف متوجہ ہو گیا۔

وہ چل رہی تھی اور سامنے راستہ جیسے دھندلا رہا تھا۔ ابھی دو روز پہلے ہی تو کتنی آسانی سے کہا تھا اس نے کہ وہ دکھ اٹھا سکتی ہے' ذلت نہیں اٹھا سکتی' مگر اس وقت اس سے وہ "دکھ" نہیں اٹھایا جا رہا تھا۔ چلتے چلتے ٹھوکر لگی تھی اور لڑکھڑا گئی۔ اسے لگا اس کے منہ پر صائمہ نے تمانچہ مارا ہو اور کہہ رہی ہو۔

"کہا تھا ناں تجھ سے' مت چنو وہ راہیں جن پر چل کر پچھتانا پڑے۔ دکھ اٹھانا پڑے۔ کہا تھا نا' مڈل کلاس گھرانے کی لڑکی ہو تم لوئر مڈل کلاس گھرانے کی۔ جہاں صرف خواب دیکھے جاتے ہیں ان کی تعبیر پانے کی ضد نہیں کی جاتی۔ ورنہ یہ معاشرہ' اس معاشرے کے لوگ گلا گھونٹ دیتے ہیں۔ نوچ لیتے ہیں کنواری آنکھوں کی خوشنما خواب' کب سمجھو گی یہ حقیقت کب عقل آئے گی تمہیں؟"

اور وہ بے بس سی' چہرہ چادر میں چھپائے بس روتی رہی۔ میڈیکل اسٹور سے اسپتال تک کا لمبا فاصلہ کب طے ہوا۔ اسے اپنے خیالوں اور اذیت میں احساس ہی نہ ہو سکا۔ وہ تو اس وقت چونکی جب کسی نے اس کا نام لے کر اسے آواز دی۔

"صاعقہ!" وہ وہ جو گم صم سی چل رہی تھی اس نے فوراً سر اٹھا کر سامنے دیکھا تھا۔

"ایان بھائی! آپ؟" آنسوؤں سے بھری آنکھیں حیرت کی شدت سے پھیلی تھیں۔ دوسری طرف ایان جو خود میں مگن جا رہا تھا' کا حال بھی اس سے مختلف نہ تھا۔

☆.....❖.....☆

سنو لوگو! میری آنکھیں خریدو گے؟
مجھے اک خواب کا تاوان بھرنا ہے
اک ایسا خواب تھا جو جاگتی آنکھوں نے دیکھا تھا
بہت ہی چاؤ سے اور کتنے ارمانوں سے دیکھا تھا
مگر دیکھے ہوئے اس خواب کی تعبیر اُلٹی تھی
نہیں شکوہ کسی سے' اپنی ہی تقدیر اُلٹی تھی
جو اب تک ہو چکا ہے مجھ کو وہ نقصان بھرنا ہے
اب آنکھیں بیچ کر ہی خواب کا تاوان بھرنا ہے

کمرے میں اندھیرا کیے' تنہا بیٹھا۔ وہ شافیہ کی تصویر کو سینے سے لگائے بے آواز رو رہا تھا۔ بے درد زندگی کے سفاک لمحوں نے بالآخر اس سے خون کے آخری رشتے کو بھی چھین لیا تھا۔ وہ بہن جو اس کی جان تھی' جس کے لیے اس نے اپنا جیون الجھا لیا تھا کیسے بھاگ کر خاک میں چھپ گئی تھی کیا رہ گیا تھا اس کے پاس' کچھ بھی تو نہیں.....!

پچھلے ایک ماہ سے اسے اپنی خبر نہیں تھی۔ سارا دن گھر سے باہر گزارتا۔ رات میں دیر سے واپس لوٹتا تو اکثر کمرا بند کر کے شافیہ کی تصویر کو سینے سے لگا کر اس سے معافی مانگتا' بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو پڑتا پچھلے ایک ماہ میں اس کی صحت اچھی خاصی گر گئی تھی۔ اب تو جو بھی اسے دیکھتا تھا اس پر ترس کھاتا تھا۔ بریرہ جلے پیر کی بلی کی مانند لاؤنج میں کئی چکر لگانے کے بعد بالآخر اس کے کمرے میں چلی گئی جو کمرے کے وسط میں کرسی ڈالے بیٹھا سر کرسی کی پشت گاہ سے ٹکائے سسک رہا تھا۔ وہ ٹھنڈی سانس بھرتی اس کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

"شاہ زر.....!" اور اس نے فوراً آنکھیں کھولیں۔

"تمہیں' سکون چاہیے نا؟"

"ہاں.....!"

"آؤ میں سکون دیتی ہوں تمہیں۔" وہ سراپا محبت بنی کھڑی تھی۔

شاہ زر نے پھر سے پلکیں موند لیں۔

"مجھے میرے حال پر چھوڑ دو بریرہ! خدا کے لیے۔"

"آؤ تو سہی۔" وہ زبردستی اس کا بازو پکڑ کر اسے کھینچ رہی تھی۔ وہ کھڑا ہوا۔

"چلو وضو کرو' شاباش۔" ہاتھ پکڑ کر اسے واش روم میں لاتے ہوئے اس نے اگلا حکم جاری کیا تھا جب وہ ہچکچا گیا۔

"نہیں' میں اس پاک ذات کے سامنے جانے کے قابل نہیں ہوں۔"

"تم وضو تو کرو' اللہ بہتر جانتا ہے کہ تم کس قابل ہو۔" وہ اس کی ہمت بندھا رہی تھی۔ شاہ زر نے روتے ہوئے وضو مکمل کر لیا۔

"شاباش! چلو اب میں جائے نماز بچھا رہی ہوں' آ جاؤ اور خوب رو کر بھڑاس نکال لو اس ذات کے سامنے جس سے بڑھ کر کوئی غم خوار اور مہربان نہیں۔"

وہ خود نماز کی پابند نہیں تھی۔ مگر اسے وہ راہ دکھا رہی تھی جس میں سکون تھا' نجات تھی۔ شاہ زر نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا۔ پھر جھجکتے ہوئے جائے نماز پر کھڑا ہو گیا۔ بریرہ اس کی نیت کے بعد کمرے سے نکل گئی۔ اس روز دیر تک اپنے خالق حقیقی کے سامنے سجدہ ریز رہنے کے بعد وہ دل بھر کر رویا۔ جتنا وہ روتا رہا اتنا ہی دل کو سرور و قرار نصیب ہوتا جاتا۔ بہت تاخیر سے ہی سہی مگر اس نے حقیقی نجات کا راستہ پا لیا تھا۔

☆.....❖.....☆

ٹرین سست روی سے پٹریاں روندتی' اپنی مستی میں آگے بڑھ رہی تھی اور وہ کسی مجسمے کی مانند خاموش کھڑکی کی طرف بیٹھی باہر کے مناظر کو دیکھ رہی تھی۔ ذہن میں اس وقت بھی بریرہ رحمٰن کے نوکیلے جملے گونج رہے تھے۔

"تم خود کو سمجھتی کیا ہو انوشہ رحمٰن! یہی کہ تم دنیا کی سب سے زیادہ مظلوم لڑکی ہو' جو کچھ تمہارے ساتھ ہوا۔ کسی کے ساتھ نہیں ہوا۔ کس ستم کا ڈھنڈورا پیٹ رہی ہو تم؟ ایک ریپ ہوا تمہارا اور تم نے سارا آسمان سر پر اٹھا لیا۔ یہاں ہزاروں لڑکیوں کے روز جسم بکتے ہیں اور وہ ماری جاتی ہیں۔ پر کسی کو احساس تک نہیں ہوتا ان کا'

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

پھر تم یہ سب ڈراما کیوں کر رہی ہو۔ کیا اس نے جہاز گرایا' جس میں تمہاری ماں اور بھائی مرا' قدرت کا فیصلہ تھا یہ۔ پھر اپنے سولی پر کیوں لٹکا رکھا ہے تم نے؟''

کیسی تلخی' کیسی نفرت تھی اس کے لہجے میں' انوشہ نے سر کھڑکی پر زور سے دے مارا۔ کیوں پیچھا نہیں چھڑا پا رہی تھی وہ اس بازگشت سے۔

کتنی سفاکی سے اس نے کہہ دیا تھا۔

''شرم آنی چاہیے آپ لوگوں کو' ایسی گھٹیا' غلیظ لڑکی کو سینے سے لگائے بیٹھے ہیں۔ میری مانیے ایک کام کیجیے اسے فلم انڈسٹری میں چھوڑ آیئے۔ خوش بھی رہے گی اور چار پیسے بھی کمالے گی۔''

''اللہ.....!'' درد کی شدت سے پھٹتے سر اور آنکھوں کی جلن سے بے تاب ہو کر اس نے' سر اٹھایا اور آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے رو پڑی۔

''کیا بات ہے انوشہ! ٹھیک تو ہے ناں۔'' نزہت بیگم جو اونگھ رہی تھیں اس کی کراہ پر بے دار ہو کر پریشانی سے پوچھنے لگیں۔ جواب میں وہ سر سیٹ کی پشت گاہ سے زور زور سے ٹکرانے لگی۔

''میں مر کیوں نہیں جاتی خالہ' عزت کی زندگی نہ سہی عزت کی موت تو دے ہی سکتا ہے وہ مجھے' میں کیا اس کی بندی نہیں ہوں۔ کون ترس کھانے والا ہے مجھ پر سوائے اس کے۔'' وہ پھر رو رہی تھی۔ نزہت بیگم کا دل بھر آیا۔

''وہ اپنے خاص بندوں کو آزماتا ہے بیٹی! بندہ صبر کرے تو اس کے درجات بڑھا دیتا ہے۔ گلہ شکوہ کرے' اس کی ذات سے مایوس ہو تو چھوڑ دیتا ہے اسے اس کے حال میں خوش۔ اس کا کرم سب پر ہے۔ چاہے کوئی اس سے مانگے نہ مانگے۔''

دکھی دل سے وہ اسے تسلی دے رہی تھیں اور انوشہ ان کے کندھے سے لگی بے آواز روتی رہی۔ گاڑی کی رفتار رات بھر کے سفر کے بعد اب دھیمی ہو رہی تھی۔ شاید وہ کسی اسٹیشن پر رکنے والی تھی۔ انوشہ نے آہستہ سے پلکیں موند لیں۔ خشک آنکھیں' خشک لب اسے لگا جیسے حلق میں کانٹے چبھ رہے ہوں۔

''انوشہ..... وہ دیکھ.....!'' نزہت بیگم نے اچانک اس کا کندھا ہلایا تھا۔ وہ پٹ سے آنکھیں کھول گئی۔

''کیا ہے خالہ؟''

''تیرا منا لگتا ہے' اُدھر دیکھ۔'' جمال صاحب ٹرین سے اُتر چکے تھے۔

انوشہ نے مچلتے دل سے بے قرار ہو کر اس طرف دیکھا تھا جدھر نزہت بیگم اشارہ کر رہی تھیں اور اسے لگا جیسے اس کا دل پھٹ جائے گا۔ وہ اس کا بیٹا ہی تھا' محض ڈھائی سال کا۔ اسے تو ٹھیک سے باتیں کرنا بھی نہیں آتی تھیں پھر بھی وہ ایک نابینا لڑکے کی قمیص کا دامن پکڑے وہاں اسٹیشن پر بھیک مانگ رہا تھا۔ کتنی معصومیت اور مظلومیت تھی اس کے چہرے پر' جانے کن لوگوں کے ہاتھ لگ گیا تھا وہ۔

اس لمحے ایک پل سے پیشتر وہ اٹھی اور لپک کر ٹرین سے باہر نکل گئی۔ بچہ اب دوسری طرف جا رہا تھا۔ وہ لوگوں کو پیچھے دھکیلتی کسی کی پروا کیے بنا اپنے بیٹے تک جا پہنچی۔

''چاند.....!'' اس کی صدا پر بچے نے پلٹ کر دیکھا تھا اور اس پر نظر پڑتے ہی رو پڑا تھا۔

''مما!'' وہ اسے بھولی نہیں تھی' اس کے ذہن میں اس کا چہرہ محفوظ تھا۔ انوشہ نے اسے چوم کر سینے

سے لگا لیا۔

''مجھے معاف کر دو میری جان' میں نے تم سے منہ موڑا' کسی اور کے گناہ کی سزا تمہیں دی۔ جب کہ تم بھی اتنے ہی بے قصور ہو جتنی کہ میں خود۔''

وہ بڑبڑا رہی تھی مگر بچہ اس کی کوئی بھی بات سمجھنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ وہ بس رو رہا تھا۔ اس کے ساتھ گیارہ بارہ سال کا جو نابینا لڑکا ڈھونگ رچائے پھر رہا تھا۔ خوف کے مارے وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ لوگ اب دائرے کی صورت میں وہاں جمع تھے اور انوشہ اپنے بیٹے کو سینے سے لگائے بلند آواز میں روتی رہی۔

☆.....❖.....☆

''میں یہ گھر چھوڑ کر جا رہی ہوں۔''

شجاع حسن کے جاندار تھپڑ کے بعد فوری اس نے فیصلہ کیا اور اپنا مختصر سا سامان پیک کر کے وہ بیڈ روم میں اسے اطلاع دینے چلی آئی۔ شجاع جو کسی کیس میں الجھا ہوا تھا۔ نظر اٹھا کر اسے دیکھنے کا روادار بھی نہ ہوا۔

''ٹھیک ہے' مجھے کوئی پروا نہیں۔'' کیسا غیر متوقع جواب تھا اس کا۔ وہ حیران رہ گئی۔ کوئی اتنا بھی بدل سکتا ہے۔

پریشان پریشان سی وہ اس کے کمرے سے نکل کر گڑیا کے کمرے میں آئی اور اسے پیار کرتے ہوئے اس پر کمبل ڈالتی باہر نکل آئی۔ اب وہ ارسلان کو فون کر رہی تھی۔ جس نے دوسری ہی بیل پر کال ریسیو کر لی۔

''ہاں مون! ابھی میں تمہیں ہی یاد کر رہا تھا۔''

''مجھے تم سے ملنا ہے ارسلان! ابھی اور اسی وقت۔''

''خیریت.....؟''

''ہاں خیریت ہی ہے' کہاں ملو گے؟''

''تم نکلو گھر سے' میں آتا ہوں۔'' وہ شاید جلدی میں تھا۔

امامہ شجاع حسن کے محل کو ایک ٹھوکر پر رکھتی' اپنا بیگ اٹھائے اس کے گھر سے نکل آئی۔ گیٹ پر موجود گارڈ کسی طور اسے روکنے کا پابند نہیں تھا کیونکہ شجاع نے امامہ کو پورے اختیارات دے رکھے تھے۔ وہ جب چاہے جہاں دل کرے جا سکتی تھی۔ کتنے عرصے بعد اسے لگا جیسے وہ آزاد ہو گئی ہو۔ اس کی تمنا' اس کا خواب صرف اور صرف اپنی محبت' ارسلان کو پانا تھا اور اب اسے لگ رہا تھا جیسے ان دونوں کے بیچ کوئی دیوار نہ رہی ہو۔

سنسان سڑک پر روشنیوں کی پروا نہ کرتی وہ آگے ہی آگے بڑھتی گئی۔

(انشاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

ثمین نے رشک بھری نظروں سے سارہ شاہ کو دیکھا تھا۔ کٹ دانے کے کام سے آراستہ ملٹی شیڈڈ پلوؤں والی گہرے نیلے رنگ کی ساڑھی میں اس کا مرمریں سراپا اور شہابی رنگت والا دلکش چہرہ نظر لگ جانے کی حد تک خوب صورت لگ رہا تھا گو کہ ان کی

''بور ہوگی خوب...... چلی چلو......'' ثمین نے گویا اسے ڈرایا۔ اپنی تمام تر خودسری اور خود پسندی کے باوجود وہ اسے بے حد عزیز تھی اور بقول بہروز ہاشمی کے، یہ ایک تاریخی واقعہ تھا کہ کوئی بھابھی نند سے اس قدر محبت کرتی ہے۔

گُہر ہونے تک

عائشہ خان

> ستم ہے کہ دنیا کے کتنے ہی کام
> ضروری نہیں ہیں مگر کرتے بھی ہیں
> بہت سخت موسم ہے لیکن شعور
> کسی طور یہ پر دن بسر کرتے ہیں

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

عمروں میں صرف دس دن کا فرق تھا اور یہ دس دن بھی سارہ شاہ، ثمین سے بڑی تھی لیکن اپنے بے حد نازک سراپا اور بچوں کی سی نرم و ملائم جلد کی وجہ سے لگتی اس سے دس سال چھوٹی تھی۔

''یہ کیا بات ہوئی سارہ......! تیار ہونے کے بعد تم نے جانے کا پروگرام بدل دیا۔ کیوں......؟'' ثمین حیران ہوئی حالانکہ غلط حیران تھی۔ اب تک اسے اپنے بچپن کی دوست اور اکلوتی نند کے شاہانہ مزاج کو سمجھ جانا چاہیے تھا۔

''بس موڈ نہیں رہا......'' اس نے ائیر رنگز اتارتے ہوئے کہا۔

''افوہ! ایک تو یہ تمہارے موڈ کا بھی کچھ پتا نہیں چلتا اور گھر پر بھلا کیا کرو گی؟''

''گھر پر......!'' وہ کچھ سوچنے لگی تھی۔

''نہیں ثمین! میں نہیں جارہی۔ تم شاہا سے میری طرف سے معذرت کر لینا۔'' اس نے کہا تھا اور ثمین اسے خیال رکھنے کی تاکید کرتے ہوئے کمرے سے نکل گئی، لیکن ابھی چند لمحے بھی نہیں گزرے تھے کہ آگے آگے وہ اور پیچھے بہروز ہاشمی اس کے کمرے میں داخل ہوئے۔

''سارہ! ثمین بتارہی ہے تم شاہا کی برتھ ڈے پارٹی میں نہیں جارہی، تم ٹھیک تو ہو......؟'' بہروز ہاشمی نے فکرمندی سے پوچھا۔

''ہاں بھائی! ایک دم ٹھیک۔'' بھائی کی محبت پر وہ خوش دلی سے مسکرائی۔

''پھر......؟'' بہروز ہاشمی نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''بس یوں ہی بھائی! دل نہیں چاہ رہا جانے کو......''

"میں انہیں کہہ رہی تھی آپ کی موڈی بہن کا موڈ نہیں ہے جانے کا اور کوئی بات نہیں ہے مگر ان کی تسلی نہیں ہوئی اب خود بات کر لی ہے تو مطمئن ہو گئے ہیں۔" ثمین ہنسی تھی۔ "سارہ! تم خوش قسمت ہو یار! بہت کم لوگ ہوتے ہیں جن پر قسمت مہربان ہوتی ہے۔" ثمین نے کہا تھا اور وہ تفاخر سے مسکرادی تھی۔

یہ جملہ اس کے لیے نیا نہیں تھا، وہ اکثر مختلف لوگوں سے یہ جملہ سنتی تھی اور اپنا اعزاز اور حق سمجھ کر وصول کرتی تھی۔ اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جنہیں قدرت عطا کرنے میں انتہائی فراخ دلی کا ثبوت دیتی ہے۔ عزت، دولت، شہرت اور محبت، ہر چیز انہیں بے حساب ملتی ہے لیکن خود یہ دوسروں کو کچھ بھی دینے میں انتہائی تنگ دل ہوتے ہیں۔ فخر و غرور کو یہ اپنا حق سمجھتے ہیں اور احسان مندی.....! اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

"چلو ثمین! سارہ کا پروگرام نہیں ہے، ہم کیوں لیٹ ہو رہے ہیں؟" سارہ شاہ کو پرسکون ہو کر بیٹھے دیکھ کر بہروز ہاشمی نے کہا اور پھر دونوں اسے خدا حافظ کہتے کمرے سے نکل گئے اور ان کے کمرے سے نکلتے ہی اس نے ایک مرتبہ پھر مراد شاہ کا نمبر ڈائل کیا مگر نمبر ہنوز بند تھا۔ اس نے سیل بیڈ پر پھینک دیا اور بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگی۔

ایسا تو کبھی نہیں ہوا تھا۔ کبھی بھی نہیں.....

ایک وہ دن تھا جب وہ امریکا آتی تھی تو مراد شاہ دن میں بیسیوں فون کیا کرتے تھے اور اس کی بھابیاں ان کی دیوانگی پر ہنسا کرتی تھیں۔ لیکن یہ بات تو اب پرانی ہو گئی تھی..... ہر روز ایک بار تو وہ اب بھی فون کیا کرتے تھے..... مگر نہ انہوں نے کل فون کیا تھا نہ آج..... سارا دن انتظار کرنے کے بعد شام کو اس نے خود فون کیا تھا۔ جب جلدی جلدی ایک آدھ بات کرنے کے بعد انہوں نے یہ کہتے ہوئے فون بند کر دیا تھا کہ ابھی کچھ دیر میں کال بیک کرتے ہیں اور پھر شام سے رات ہو گئی تھی ان کا فون نہیں آیا تھا۔

آخر اس نے خود فون کیا مگر مراد شاہ کا نمبر مسلسل بند جا رہا تھا۔ اور تب سے اب تک وہ کتنی بار کوشش کر چکی تھی۔ آخر وہ کہاں ہیں؟..... کیسے ہیں؟..... کیا کر رہے ہیں؟..... اور سیل کیوں بند کر رکھا ہے جبکہ وہ جانتی تھی کہ وہ فون بند نہیں کرتے۔ ہاں شادی کے اوّلین دنوں میں چند روز کیا تھا جب وہ سارہ کے ساتھ ہوتے تھے۔ تو اب.....؟ یک دم اسے پرانی بات یاد آئی تو دل میں ایک تلاطم پیدا ہو گیا۔ پھر اس نے بہت کوشش کی تھی اور اپنا دھیان اس بات کی طرف سے ہٹانا چاہا تھا مگر کامیاب نہ ہو پائی تھی۔

کمرے میں تیز تیز اِدھر سے اُدھر چکر لگاتے ہوئے اس نے وال کلاک پر نگاہ ڈالی اور پھر سیل اٹھاتے ہوئی ری ڈائل کا بٹن پش کیا تھا اور آپریٹر کے ایک مرتبہ پھر نمبر بند ہونے کی اطلاع پر سارہ شاہ کی برداشت جواب دے گئی تھی۔ موبائل اس نے دیوار پر دے مارا اور پھر باقی چیزوں کی شامت آ گئی تھی۔ ڈیکوریشن پیسز، ڈریسنگ ٹیبل سے کاسمیٹکس کی چیزیں۔ جو ہاتھ میں آ رہا تھا وہ اٹھا اٹھا کر پاگلوں کی طرح اِدھر اُدھر پھینک رہی تھی۔

"مم..... مما.....!" حیران و پریشان سا امان دروازے میں کھڑا خوف زدہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا اور وہ جو اس وقت قطعاً یہ بھول چکی تھی کہ وہ اپنے گھر میں نہیں بھی جہاں آیا ایسے اس موڈ میں دیکھ کر امان کو اِدھر اُدھر لے جایا کرتی تھی۔ امان کے ڈرے ڈرے چہرے کو دیکھتے ہی اس نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کی اور لبوں پر زبردستی مسکراہٹ پھیلاتے ہوئے اس کی جانب

بڑھی تھی۔

"مما کی جان.....!" پنجوں کے بل بیٹھتے ہوئے اس نے اسے سینے سے لگا لیا۔ بے چین دل کو جیسے چین آ گیا تھا۔ اس کے ریشمی بالوں والے سر پر چہرہ ٹکائے وہ جیسے سب کچھ بھول گئی تھی۔

ہاں کچھ ایسی ہی محبت تھی اسے امان سے۔ حالاں کہ امان نے اس کی کوکھ سے جنم نہیں لیا تھا۔ لیکن اس سے محبت وہ اتنی ہی شدید کرتی تھی جتنی کوئی بھی ماں اپنی اولاد سے کر سکتی تھی۔ وہ سارہ شاہ جو بے حد مغرور تھی۔ بے حد خود پرست تھی۔ جس نے ہر رشتے سے بے حد محبت پائی تھی اور محبت کی کیسے جاتی ہے، وہ اس ہنر سے نا آشنا تھی..... لیکن امان کو پانے سے پہلے تک..... اسے گود میں لینے اور دل میں جگہ دینے سے پہلے تک..... "تم نے کھانا کھا لیا مائی سن!" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"مگر کیوں.....؟" اس نے حیرانی سے پوچھا تھا کیوں کہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی وہ ملازمہ کو کہہ کر آئی تھی کہ وہ اسے کھانا کھلا دے۔

"میں نے سوچا ہم اکٹھے کھائیں گے۔" امان نے اس کے گلے میں بازو حائل کرتے ہوئے کچھ ایسی معصومیت سے کہا کہ سارہ شاہ کو اس پر ٹوٹ کر پیار آیا۔ اس نے بے اختیار اسے ساتھ بھینچتے ہوئے اس کے ماتھے کو چوما پھر اس کی بھوک کے خیال سے جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں چینج کر لوں پھر کھانا کھاتے ہیں۔"

"میں کھانا لگواؤں مما؟" وہ مستعدی سے اٹھتے ہوئے بولا تو نثار ہوتی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے سارہ شاہ نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ پھر دونوں نے مل کر کھانا کھایا تھا اور امان کی پیاری پیاری باتوں میں وہ اپنی ساری پریشانی تقریباً بھول سی گئی تھی لیکن جب امان سو گیا اور کمرے میں بالکل خاموشی چھا گئی تو اس کی سوچ کی پرواز پھر مراد شاہ تک جا پہنچی۔ کسی انہونی کا احساس تھا یا کیا..... دل عجیب سی بے کلی کا شکار تھا اور اپنی یہ کیفیت اسے خود بھی حیران و پریشان کر رہی تھی۔ اچانک اسے خیال آیا تھا کہ چوکی دار کے پاس بھی تو فون ہے پھر وہ اسے کیوں فون نہیں کر رہی۔

"آخر یہ خیال مجھے پہلے کیوں نہیں آیا۔ کل سے خوامخواہ اپنا خون جلا رہی ہوں؟" اس نے تیزی سے چوکی دار کا نمبر ملاتے ہوئے اپنی عقل کو کوسا تھا۔

پہلی بیل پر ہی فون ریسیو کر لیا گیا تھا اور اس کی آواز سنتے ہی بشیر فوراً مستعد ہو گیا تھا۔

"السلام علیکم بیگم صاب جی!"

"وعلیکم السلام۔ یہ کل سے تمہارے صاحب کہاں غائب ہیں؟" سلام کا جواب دیتے ہی اس نے فوراً مراد شاہ کے بارے میں پوچھا۔

"کل سے.....!" بشیر نے زیر لب دہرایا اور پھر فوراً ہی اپنی وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے بے حد رازداری سے کل کی پوری روداد سنانا شروع کر دی تھی اور سارہ شاہ کا دماغ جیسے بھک سے اُڑ گیا تھا۔

❀❀❀❀

"روز بروز بگڑتے ہوئے ملک کے حالات، وفاقی حکومت کے خلاف صوبائی حکومتوں کی بڑھتی ہوئی شکایات، ہر روز بڑھتی ہوئی مہنگائی کے خلاف عوام کا احتجاج، بجلی اور گیس کی قیمتوں میں اضافے، لوڈ شیڈنگ کے خلاف ہڑتالیں، سیکیورٹی فورسز کی کارروائیاں اور اپنے گھر بار چھوڑ کر بے سروسامان روتے بلکتے لوگوں کی دُہائیاں....." بوجھل ہوتے دل کے ساتھ مراد شاہ نے اخبار میز پر رکھ دیا تھا۔ چند لمحے کسلمندی سے بیٹھے رہے اور پھر اٹھ کر واش روم کی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

طرف بڑھ گئے۔ ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کے بعد صبح سے طبیعت پر چھائی پژمردگی خاصی حد تک کم ہوتی محسوس ہوئی تھی۔ حسب معمول تیار ہونے سے قبل ریموٹ اٹھا کر ٹی وی آن کیا اور پھر واپس پلٹتے پلٹتے یک دم ٹھٹک کر رک گئے تھے۔

سنو جاناں
جولائی آ گیا ہے

''جولائی......!'' انہوں نے زیرلب دہرایا تھا۔ دل کے ٹھہرے ہوئے سمندر میں کسی یاد نے یوں کنکر پھینکا تھا کہ ہر سو اک ہلچل سی مچ گئی تھی۔ یہی مہینہ تو تھا جب وہ بے حد عام سی، گمنام سی لڑکی ان کی زندگی میں آئی تھی اور زندگی کا عنوان بدل کر چلی گئی تھی۔ انہوں نے خالی خالی نگاہوں سے ٹی وی اسکرین کی طرف دیکھا تھا کوئی شاعر اپنا کلام سنا رہا تھا۔

گھٹن اوڑھے ہوئے دن ہیں
ہَوا کے لمس سے نا آشنا شامیں!
ستاروں سے بھری راتیں
کہ جن میں نیند کی دیوی بھی اکتائی سی لگتی ہے
اسی بے کیف منظر میں
اچانک آسمان بادل کی چادر اوڑھ لیتا ہے
وہ چھا جوں مینہ برستا ہے
کہ منظر جھوم اٹھتا ہے
سنو جاناں......!
وہی موسم، وہی رُت ہے
کہ جب ایسے گھٹن اوڑھے دن کی
برستی شام میں ہم تم
فضا کی گنگناہٹ روح میں محسوس کرتے تھے
کبھی بوندیں پکڑتے تھے
کبھی یوں مسکراتے تھے
کہ جیسے کان میں بارش نے کوئی بات کہہ دی ہو
سنو جاناں
وہی موسم، وہی رُت ہے
گھٹن اوڑھے ہوئے دن ہیں
فضا بھی گنگناتی ہے
نہ جانے تم کہاں پر ہو
چلے بھی آؤ کہ اب جاناں!
تمہیں بارش بلاتی ہے

''تمہیں بارش بلاتی ہے!'' بے حد دھیمے کھوئے سے کھوئے لہجے میں انہوں نے دہرایا اور تبھی لائٹ چلی گئی تھی، باہر سے آتی تیز آوازوں نے انہیں اپنی طرف متوجہ کرلیا تھا۔ ''یہ آوازیں کیسی آ رہی ہیں؟'' تیز تیز قدموں سے مراد شاہ بیڈروم سے نکلے اور بھاگنے کے سے انداز میں اندر آتے خانساماں سے پوچھا تھا۔

''صاحب جی! بشیر نے ایک عورت کو پکڑ رکھا ہے جو کل سے کوٹھی کے اردگرد منڈلا رہی تھی اور آج...... ارے، ہائے!...... میرا گوشت......'' ایک دم وہ بات ادھوری چھوڑ کر دہائی دیتا کچن کی طرف بھاگا تھا اور وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتے باہر کی جانب بڑھے۔

بشیر کسی عورت کو تقریباً کھینچتے ہوئے اندر لا رہا تھا۔ ''کیا بات ہے بشیر؟ کون ہے یہ؟''

''صاحب جی! کل یہ عورت پتا پوچھنے کے بہانے اندر گھسی آ رہی تھی۔ بعد میں دو تین بار اِدھر چکر لگاتی نظر آئی...... میں چونکا تو سہی مگر پھر اپنا وہم سمجھ کر بیٹھا رہا۔ پر آج کیا ہوا صاحب جی! میں اندر تھا، باہر آیا تو یہ اچک اچک کر گیٹ سے اندر جھانکنے کی کوشش کر رہی تھی...... مجھے دیکھتے ہی رفو چکر ہونے لگی۔ خیر میں بھی پوری طرح چوکنا تھا......''

''مختصر اً بتاؤ بشیر......!'' اس کے مزے لے لے کر بتانے پر انہوں نے زچ ہوتے ہوئے کہا۔

''صاحب جی! ابھی یہ ارحم صاحب کے بیٹے اماں بابا کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔ اب باقی اس سے آپ ہی اگلوائیں۔'' اس نے جھٹکے سے عورت کو چھوڑا تھا، وہ اپنا توازن برقرار نہیں رکھ سکی تھی اور ان کے قدموں میں آ گری تو ان کے پاؤں کو یک دم جیسے گرم انگاروں نے چھو لیا تھا۔

''اف...... اس قدر تیز بخار......'' ان کا نرم اور ہمدرد دل پل میں گداز ہو گیا تھا۔ ''ماسی! اٹھاؤ اس کو۔ یہ تو تیز بخار میں پھنک رہی ہے...... اٹھنے تک کی تو سکت نہیں اس میں...... کچھ مدد کے لیے آئی ہو گی بے چاری اور یہ بشیر، اس کا تو دماغ خراب ہے۔ ہر بات کو اپنی مرضی کے معنی پہنا کر کہانی بنانے میں ماہر ہے یہ......'' وہ بشیر کو گھورتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

''اور ہاں...... اس کو کچھ کھانے کے لیے بھی لا کر دو۔'' کہتے ہوئے انہوں نے جیب سے والٹ نکالا تھا اور پانچ پانچ سو کے دو نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیے تھے۔ ماسی کے سہارے کھڑی اس عورت نے جس کا پورا چہرہ چادر میں چھپا ہوا تھا، نگاہیں اٹھا کر ان کی جانب دیکھا بخار کی حدت سے جلتی آنسوؤں سے لبالب بھری ہوئی آنکھیں...... مراد شاہ کے دل میں ایک شدید تلاطم برپا کر گیا۔

یہ آنکھیں......! یہ آنکھیں تو وہ صدیوں اور قرنوں کے بعد بھی پہچان سکتے تھے...... کہاں کہاں نہیں کھوجا تھا انہوں نے ان آنکھوں کو۔ کیسے مارے مارے نہیں پھرے تھے۔ ہر چادر میں چھپے چہرے کو یا ہر برقع میں لپٹے وجود کو پاگلوں کی مانند سامنے سے جا کر دیکھا کرتے تھے اور ہر بار ناکامی پر بری طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتے تھے۔ کبھی کبھی وہ خود سے سوال کرتے تھے کہ آخر وہ کیوں اسے کھوج رہے تھے۔ کیوں اس کی جستجو میں ہلکان اور پریشان تھے کیا وہ اس عام سی، گمنام سی لڑکی کو سارہ شاہ کے مقابل لاکھڑا کرنے کی ہمت اور حوصلہ رکھتے تھے......؟''

سارہ شاہ......! جو اُن کی من چاہی بیوی تھی۔ ایک صنعت کار کی بے حد لاڈلی بیٹی اور تین بھائیوں کی اکلوتی بہن۔ مغرور، خودسر اور خود پرست سارہ شاہ ایک دوسری عورت کو جو مرتبے میں، شکل و صورت میں، تعلیم میں اس کے سامنے کچھ بھی نہ تھی، اپنے برابر برداشت کر سکتی تھی؟ نہیں...... کبھی نہیں......! ہمیشہ ایک ہی جواب ملتا تھا لیکن پھر بھی ان کی تلاش ختم نہیں ہوئی تھی۔ اور اب بالکل غیر متوقع طور پر وہ ان کے رُوبرو تھی۔

''فضا! فضا...... کہاں چلی گئی تھیں تم......؟ کہاں جا چھپی تھیں؟'' انہوں نے بے حد بے تابی سے اس کے چہرے کو تھاما تھا۔ ان گھور سیاہ آنکھوں میں حیرانی ہی حیرانی تھی۔ بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔ پھر وہ آنکھیں بند ہونے لگی تھیں اور اگلے ہی لمحے وہ لہراتی ہوئی ان کے بازوؤں میں آ رہی تھی اور انہوں نے بے حد احتیاط اور محبت کے ساتھ اسے بازوؤں میں اٹھا لیا تھا۔

''بشیر! ڈاکٹر حامد کو فون کرو کہ ایمرجنسی ہے۔ جلدی آئیں۔'' اندر کی طرف بڑھتے ہوئے انہوں نے منہ کھولے کھڑے بشیر سے کہا تھا اور سب نوکروں کو حیران کھڑا چھوڑ کر تیز تیز قدموں سے اپنے بیڈروم کی طرف بڑھ گئے تھے۔

''یہ آنکھیں جتنی خوب صورت ہیں چہرہ اسی قدر بدصورت ہے شاہ جی......! آپ وعدہ کریں کہ کبھی بھی اس بدصورت چہرے کو دیکھنے کی کوشش نہیں کریں گے۔''

وہ چند لمحے اس کی بند آنکھوں کو دیکھتے رہے تھے پھر یہ خیال آتے ہی کہ ابھی ڈاکٹر حامد پہنچنے والے ہیں اور ان کے آنے سے پہلے وہ اس کی خستہ حال

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

چادر بدل دینا چاہتے تھے۔

الماری سے سارہ کا دوپٹہ نکال کر وہ اس کی جانب آئے اور چادر کے ایک جانب کی گرہ کھولتے ہوئے چادر اتار دی تھی اور پھر جیسے ششدر سے رہ گئے تھے۔ گندم کی بالیوں کی مانند چمکتی سنہری رنگت، خوب صورت کھڑی ناک اور چھوٹا سا دہانہ۔ وہ تو کوئی بے حد بدصورت چہرہ دیکھنے کو تیار تھے جبکہ یہ تو..... ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر یہ کیا معمہ تھا۔ کیسا اسرار تھا..... وہ سمجھ نہیں پا رہے تھے۔ وہ کیوں جھوٹ بولتی رہی تھی۔ ہر وقت چہرے کو ڈھانپے رکھنا کتنا مشکل تھا اور یہ مشکل ایسی صورت میں اٹھانا تو مجبوری تھی کہ وہ واقعی اتنا بدصورت ہوتا کہ کسی کے دیکھنے کے قابل ہی نہ ہوتا اور وہ تو یہی سمجھتے تھے بلکہ سمجھتے کیا تھے خود اسی نے کئی بار انہیں یہ باور کروایا تھا۔ مگر کیوں..... کس لیے.....؟ بے حد الجھے الجھے سے یک ٹک اسے دیکھتے وہ سوچ رہے تھے۔

"اچھا سنو....." انہوں نے دروازہ کھولتے ہوئے بشیر کو پکارا تھا۔ "ماسی سے کہو کسی برتن میں ٹھنڈا پانی ڈال کر لے آئے۔"

"بہت بہتر جی.....!" چور نگاہوں سے انہیں دیکھتے ہوئے اس نے کہا اور واپس پلٹ گیا تھا۔

انہوں نے آہستگی کے ساتھ بے حد نرمی سے اس کی بند پلکوں کو چھوا تھا۔ کس قدر عجیب اور انوکھی لڑکی تھی وہ.....! قدم قدم پر انہیں اچنبھے میں ڈالتی رہی تھی۔ ایک ایسی بجھارت جسے جتنا بوجھنے کی سعی کرتے تھے اتنا ہی الجھتے جاتے تھے۔ اس کے آگ کی طرح تپتے چہرے پر اک عجیب سی طمانیت پھیلی ہوئی تھی یوں جیسے بے ہوشی میں بھی ان کی توجہ اور محبت کو محسوس کر رہی تھی۔ اس کے ماتھے پر ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھتے ہوئے وہ مسلسل اس کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ ڈاکٹر حامد نے اسے نیند کا انجکشن لگاتے ہوئے زیادہ سے زیادہ آرام کی تاکید کی تھی اور ان کا دل چاہتا تھا کہ گھڑی کے چوتھائی پل میں وہ اٹھ جائے، شدید بے چینی سے وہ اس کے اٹھنے کے منتظر تھے اور وہ تھی کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر۔ پھر اس کے صبیح چہرے پر نگاہ جمائے جمائے جانے کس وقت وہ ماضی کی بھول بھلیوں میں جا نکلے تھے۔

❁❁❁❁

وہ جون کا ایک بے حد گرم دن تھا جب ان کو اماں بی کی شدید علالت کی خبر ملی تھی اور وہ بے چین ہو اٹھے تھے۔ کئی دن سے انہوں نے انہیں فون تک نہیں کیا تھا حالاں کہ جانتے تھے کہ پچھلے کئی ماہ سے وہ مسلسل علیل تھیں۔ پہلے کچھ دن وہ سارہ کے بھائی کی شادی میں مصروف رہے تھے۔ اس کے بعد کام کام اور صرف کام اور کسی چیز کا جیسے ہوش ہی نہیں تھا۔ مصروف تو وہ پہلے بھی بے حد رہتے تھے لیکن اب اسلام آباد میں کمپنی کی نئی برانچ قائم کرنے سے جو تھوڑی بہت فراغت میسر آتی تھی وہ بھی جاتی رہی تھی۔

"آخر کیا فائدہ ہے اس سب کا..... کیوں یہ سب بکھیڑے بڑھائے چلا جاتا ہوں میں.....؟" گاڑی کی رفتار بڑھاتے ہوئے انہوں نے سوچا تھا اور دل میں ہر سو اداسی ہی اداسی پھیل گئی تھی۔ دنیا کی کون سی نعمت تھی جو ان کے پاس نہیں تھی..... ہاں ایک اولاد کی نعمت..... جس کے نہ ہونے سے جیسے کچھ بھی نہیں تھا۔ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی وہ تہی دامن تھے۔ ایک اس کمی نے جیسے ہر چیز کو ادھورا کر دیا تھا۔ تمام خوب صورتی ماند تھی۔ سب رنگ پھیکے تھے۔ گو انہوں نے سارہ سے کبھی اس کمی کا ذکر نہیں کیا تھا۔ کبھی اسے یہ احساس نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ زندگی میں کیسا خلا محسوس کرتے ہیں اور وہ ایک خواہش کیسے

کیسے ان کے اندر اودھم مچاتی ہے۔ لیکن وہ لاکھ اس سے انکار کرتے مگر جوں جوں وقت آگے بڑھ رہا تھا۔ ان کی یہ خواہش شدت اختیار کرتی جا رہی تھی ہمیشہ وہ سارہ کی خاطر اسے تھپک تھپک کر سلاتے رہتے تھے۔ اس سے نگاہ چرائے اسے جھٹلاتے رہتے تھے..... کبھی وہ سوچتے یہ کمی اگر ان میں ہوتی تو کیا سارہ ان کی خاطر ان کی ذات کے لیے اپنی خواہش سے دست بردار ہو جاتی.....؟ نہیں کبھی نہیں.....! جواب اتنا واضح اور فوری تھا کہ انہیں اپنے دل کی رگیں ٹوٹتی محسوس ہونے لگی تھیں۔ پھر اسی ذہنی اضطراب اور خلفشار میں انہیں پتا بھی نہیں چلا تھا اور رفتار خطرناک حد تک بڑھا دی تھی۔ ایک زوردار دھماکا ہوا تھا۔ ان کا ذہن گہری تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔

اب پتا نہیں خدا کو ان کے انتظار میں بچھی ماں کی آنکھوں پر رحم آ گیا تھا یا کسی کی دعائیں ایسا مضبوط حصار باندھے تھیں کہ معجزانہ طور پر گاڑی کا دروازہ کھلا اور وہ سڑک پر جا پڑے تھے۔ گاڑی قلابازیاں کھاتی ہوئی گہری کھائیوں میں جا گری تھی اور آگ لگنے کی وجہ سے راکھ کا ڈھیر بن گئی تھی۔ سڑک کے کنارے پڑے نوکیلے پتھر لگنے کی وجہ سے ان کا خون بے حد ضائع ہو گیا تھا اور ان کی زندگی خطرے میں پڑ گئی تھی لیکن یہاں بھی جیسے غیبی مدد آئی تھی اور انہیں معجزانہ طور پر بروقت خون مل گیا تھا۔

"پتا نہیں کون تھی وہ جو اُن کی زندگی کی خاطر اپنی رگوں سے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ دینا چاہتی تھی؟" انہوں نے ہوش میں آنے کے بعد کئی بار بے حد اچنبھے سے سوچا تھا۔

"مراد صاحب! اپنے گھر والوں کو مطلع نہیں کیا آپ نے.....؟" سسٹر ماریہ کی بات نے ان کی سوچوں کا رخ موڑ دیا تھا۔

"کیسی عورت تھی یہ سارہ شاہ بھی..... کس قدر چاہا تھا انہوں نے اسے..... والہانہ محبت کی تھی۔ اپنے سچے اور کھرے جذبوں کو دیوانہ وار اس پر نچھاور کر دیا تھا۔ اور وہ اک مغرورانہ اور تفاخرانہ سی مسکراہٹ کے ساتھ یہ سب کچھ اپنا حق سمجھ کر وصول کرتی رہی تھی۔ ٹھیک ہے وہ ان کی بیوی تھی، ان کی محبتوں اور چاہتوں پر اس کا حق تھا، لیکن کیا وہ خود ان سب چیزوں کے حق دار نہیں تھے.....؟ رفاقت کے طویل دس سالوں میں محبتوں سے بھرپور اک نگاہ بھی تو ان کا مقدر نہیں بنی تھی۔ چاہتوں سے لبریز کوئی ایک والہانہ و بیتابانہ جملہ زادِ راہ کے طور پر ان کے پاس نہیں تھا۔

"کیا بات ہے سر! کوئی پریشانی؟" سسٹر ماریہ اپنی پیشہ وارانہ مستعدی کے ساتھ ان کے قریب آتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"سر میں کچھ درد سا محسوس ہو رہا تھا۔ کیا آپ بتا سکیں گی کہ میری آنکھوں کی یہ پٹی کب کھلے گی؟"

"بہت جلد سر! آپ کی آنکھیں بالکل ٹھیک ہیں۔ سر پر چوٹ اور خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے روشنی آپ کی آنکھوں کے لیے ٹھیک نہیں تھی اس وجہ سے چند دنوں کے لیے آپ کی آنکھوں کو ڈھانپ دیا گیا ہے۔"

"سسٹر ماریہ! کیا کسی طرح اس لڑکی کا پتا معلوم کیا جا سکتا ہے؟" کچھ دیر خالی الذہنی کی کیفیت میں لیٹے رہنے کے بعد انہوں نے کھوئے کھوئے سے انداز میں پوچھا۔

"کس لڑکی کا سر.....! اچھا.....! جس نے آپ کو خون دیا تھا.....؟ بہت مشکل ہے۔ گو یہ چھوٹا سا قصبہ ہے سر! لیکن بغیر کسی نام اور پتے کے کسی کو کیسے ڈھونڈا جا سکتا ہے؟ ویسے سر عجیب سر پھری سی لڑکی تھی

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

وہ، ڈاکٹر داؤد ایک بوتل کے بعد کسی طرح بھی اور خون لینے کے لیے تیار نہیں تھے کیوں کہ وہ خود بہت کمزور سی تھی لیکن اس نے دھمکی دی کہ اگر خون نہ لیا تو وہ اپنی کلائی کی رگ کاٹ لے گی۔ اگر یہ خون آپ کی زندگی بچانے کے کام نہیں آسکتا تو پھر اس کے جسم میں بھی نہیں رہے گا۔ وہ ایسی دیوانگی میں کہہ رہی تھی کہ اس سے کچھ بعید بھی نہیں تھا کہ وہ ایسا کر گزرتی۔ پھر آپ کو بھی خون کی اشد ضرورت تھی اس لیے ڈاکٹر داؤد نے مجبوراً خون کی دوسری بوتل بھی لے لی، لیکن پھر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ اس کی اپنی حالت اچھی خاصی بگڑ گئی تھی....." سسٹر ماریہ بتا رہی تھی اور ان کی عجیب سی کیفیت تھی۔

"آپ کے لیے تو وہ لڑکی فرشتۂ رحمت ثابت ہوئی سر! ورنہ اس وقت تو آپ کا گروپ دستیاب نہیں تھا۔ اس لیے ہم تو آپ کی زندگی سے تقریباً مایوس ہی ہو چلے تھے لیکن سچ ہے جسے اللہ رکھے....." انہیں سننے کے موڈ میں دیکھ کر وہ پھر سے شروع ہو چکی تھی۔

اور مراد شاہ پل کے ہزاردیں حصے میں اپنی اس محسنہ کے بارے میں جان لینا چاہتے تھے جس کی بدولت انہیں یہ نیا جیون ملا تھا۔ جس کی عنایت کی مرہون منت ان کی یہ چلتی سانسیں تھیں

"لیکن..... آخر وہ تھی کون..... کیوں کیا تھا اس نے یہ سب کچھ بغیر کسی جان پہچان کے..... بغیر کسی تعلق اور واسطے کے کوئی کیسے اس حد تک جا سکتا ہے..... ممکن ہے اسے ان میں کسی اپنے کا عکس نظر آتا ہو۔ کسی چاہنے والے کی شبیہ، جو دنیا کے میلے میں کہیں کھو گیا ہو یا شاید راہی عدم ہو گیا ہو..... خود ہی مختلف اندازے لگاتے لگاتے وہ عجیب سے احساسات میں گھر گئے تھے۔ دل میں اس سے ملنے کی شدید تمنا ابھری تھی۔ اور ان کی طلب ہی اس قدر شدید تھی یا وہ لمحہ ہی قبولیت کا تھا کہ اسی شام سسٹر ماریہ کے ساتھ وہ ان کے کمرے میں موجود تھی۔ سسٹر ماریہ نے اس کا مختصر سا تعارف کروایا تھا اور ان سے پوچھ کر باہر چلی گئی تھی۔

"اب کیسی طبیعت ہے آپ کی.....؟" پھولوں پر جیسے شبنم گری تھی اور فضا میں کیٹس کے نغموں کی سی گنگناہٹ پھیل گئی تھی۔

ان کا شدت سے دل چاہا تھا کہ آنکھوں پر سے پٹی اتار دیں اور اس کو دیکھیں۔ وہ کون تھی..... کیسی تھی..... لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ بے چینی سے آواز کی سمت دیکھتے ہوئے انہوں نے آواز سے ہی اس کی شخصیت کا خاکہ بنانے کی کوشش کی تھی لیکن پھر فوراً ہی اپنی خاموشی پر عجیب سا محسوس کرتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"آپ کی بے پایاں اور بروقت مدد کی بدولت بالکل ٹھیک ہوں۔"

میں تو کسی قابل نہیں..... یہ کہیے کہ اللہ کا احسان ہے۔"

"بے شک..... لیکن اللہ اپنے بندوں کی امداد کے وسیلے بناتا ہے۔ آپ کی اتنی بڑی نیکی نے مجھے ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیسے اس احسان کا بدلہ اتار سکوں گا؟"

"بدلہ تو خیر آپ اتار سکتے ہیں....." قدرے توقف کے بعد اس نے ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں اطمینان سے کہا تھا اور ایک گہری سانس لینے کے بعد جیسے وہ کسی نتیجے پر جا پہنچے۔

تو وہ کوئی ضرورت مند تھی۔ شاید بہت مجبور..... اس حد تک کہ اپنا خون بیچنے پر آمادہ ہو گئی تھی۔ مگر اسے کیسے پتا تھا کہ وہ اس خون کی ٹھیک ٹھاک قیمت دے سکتے تھے جبکہ یہاں تو انہیں کوئی بھی

نہیں پہچانتا تھا۔ اور پہچانتا بھی کیسے؟..... وہ کوئی ایسی مشہور و معروف شخصیت تو تھے نہیں اور باقی ان کی شناخت کا سارا سامان تو گاڑی میں ہی جل کر راکھ ہو گیا تھا۔ پھر یہ لڑکی.....! مگر ضروری تو نہیں کہ ایسی کوئی بات ہو..... آخر اس نے ایسا کہا ہی کیا تھا جو وہ پل میں فیصلہ کر بیٹھے ہیں۔ خود کو ڈپٹتے ہوئے وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

"میں ایسا نہیں سمجھتا۔ آپ نے میری زندگی بچائی اس احسان کا کوئی بدلہ ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن اگر کسی بھی طرح میں آپ کے کسی بھی کام آسکوں..... آپ کے لیے کچھ کر سکوں تو مجھے بے حد مسرت ہوگی۔" ان کا خیال تھا زیادہ سے زیادہ وہ کیا مانگے گی۔ ایک آدھ لاکھ یا دو چار لاکھ..... غریب بہت لمبی چھلانگ بھی لگائے تو آخر کتنی لگائے گا.....؟

"پلیز.....! میں منتظر ہوں۔"

"آپ سوچ لیجیے۔ شاید جو میں مانگوں، آپ نہ دے سکیں۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ حکم کریں۔"

"اچھی طرح سوچ لیجیے۔ یہ آپ کے لیے اتنا آسان نہیں ہوگا....." وہ جیسے مکمل یقین دہانی چاہتی تھی۔

"آپ میری محسنہ ہیں۔ میری یہ زندگی آپ کے خون کے مرہون منت ہے۔ آپ کی اس نیکی کی میں تہہ دل سے قدر کرتا ہوں اور یقین جانیے، میں احسان فراموش کہلانے پر مر جانے کو ترجیح دینے والا بندہ ہوں۔ آپ کہیے۔ جو آپ مانگیں گی، آپ کو ضرور ملے گا۔"

"وعدہ.....؟"

"جی فرمایئے!" وہ جیسے ہمہ تن گوش تھے۔

"آپ مجھ سے شادی کر لیجیے۔" بڑے آرام سے کہا گیا تھا۔

"کیا!" ان کے منہ سے نکلا تھا اور وہ کراہ کر رہ گئے تھے۔ وہ لیک کر ان کے قریب آئی تھی اور انہیں پرسکون ہونے کی تلقین کرنے لگی تھی۔ اور وہ اس کی اتنی بڑی جسارت، اس قدر جرأت پر ششدر تھے۔ وہ تو یوں اس سے شادی کی فرمائش کر رہی تھی جیسے کہہ رہی ہو آپ مجھے بس سو روپے دے دیجیے۔

"مراد صاحب! میں ایک بے حد بے مایہ اور حقیر سی لڑکی ہوں۔ غربت کے ساتھ ساتھ بدصورتی مجھے ورثے میں ملی ہے مگر گوشت پوست کا یہ لوتھڑا جسے دل کہتے ہیں یہ تو امیر اور غریب، خوب صورت اور بدصورت لوگوں میں ایک جیسا ہی ہوتا ہے۔ ویسے ہی آرزو بھی کرتا ہے۔ تڑپتا بھی ہے۔ مچلتا بھی ہے۔" وہ دھیمے لہجے میں کہہ رہی تھی اور وہ گنگ سے اسے سن رہے تھے۔

"میری یہ خواہش آپ کو یقیناً میری اوقات اور بساط سے بڑھ کر لگ رہی ہوگی مگر میرے خیال میں یہ ایسی بھی بڑی نہیں کیوں کہ میں تاعمر تو آپ کا ساتھ نہیں چاہتی۔ چاہ بھی نہیں سکتی، میں تو صرف چند دن ہی آپ کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ جب تک آپ ٹھیک نہیں ہو جاتے۔ آپ کی آنکھوں کی پٹی نہیں کھل جاتی۔ سنا ہے ایک خوب صورت مرد کی الفت اور قربت سے بڑھ کر خوب صورت کوئی احساس نہیں۔ میں جانتی ہوں الفت میرا مقدر نہیں بن سکتی۔ ہاں قربت کے یہ چند روز جو معجزانہ طور پر مجھے حاصل کرنے کا موقع ملا ہے انہیں میں کھونا نہیں چاہتی۔ نکاح کے بندھن کے ساتھ یہ چند دن۔ اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ آپ کی آنکھوں کی پٹی کھلتے ہی میں آپ کی زندگی سے نکل جاؤں گی۔ اسی خاموشی کے ساتھ جیسے داخل ہوں گی۔" اس نے بے حد رواں

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

اور پرسکون لہجے میں اپنی بات ختم کی اور خاموش ہوگئی تھی۔ وہ کافی دیر تک اس کے مزید بولنے کے منتظر رہے مگر جب یہ خاموشی زیادہ طویل ہونے لگی تھی تو انہوں نے کھنکھارتے ہوئے گلا صاف کیا تھا اور کچھ کہنا چاہا تھا لیکن کیا! وہ اس سے کیا کہیں...... اس کی باتوں کے جواب میں اس سے کچھ بھی کہنا، اتنا آسان کہاں تھا۔ عجیب صورت حال تھی۔ پتا نہیں وہ لڑکی پاگل تھی یا ضرورت سے زیادہ ہوشیار، وہ سمجھ نہیں پا رہے تھے۔ اس کی باتوں نے انہیں شش و پنج میں ہی نہیں بلکہ شدید اچنبھے میں ڈال دیا تھا۔ آواز سے تو وہ قطعاً کوئی تیز طرار لڑکی نہیں محسوس ہو رہی تھی لیکن آواز سے کیا پتا چلتا ہے۔ وہ اسے دیکھ سکتے تو شاید کچھ اندازہ ہوتا اور اس سوچ کے ساتھ ہی انہیں ایک بار پھر شدید بے چینی نے آگھیرا تھا کہ آخر وہ کب دیکھ سکیں گے۔

''آپ تو بڑی گہری سوچ میں پڑ گئے مراد صاحب!'' اس کی دھیمی سی آواز نے گہری خاموشی میں ارتعاش پیدا کر دیا تھا اور چند لمحے تو خاموش رہے تھے پھر نہ چاہتے ہوئے بھی اسے مخاطب کیا تھا۔

''دیکھیں محترمہ! شادی بیاہ کھیل نہیں ہوتا کہ ایک بازی لگائی اور ختم کر دیا۔ مجھے نہیں علم کہ آپ ایسا کیوں چاہتی ہیں۔ اس کے پیچھے آپ کا کیا مقصد ہے لیکن اگر واقعی یہ صرف آپ کی بے ضرر سی خواہش بھی ہو تو کیا آپ نے سوچا ہے کہ چند دن کی اس نام نہاد قسم کی شادی کے بعد آپ کا مستقبل کیا ہوگا اور ایک ایسا شخص جو خود پٹیوں میں جکڑا ہوا ہے، اس سے یہ چند روزہ تعلق جوڑ کر آپ کو کیا حاصل ہوگا؟''

''بہت...... بہت کچھ......'' بہت دھیمی سی سرگوشی نما آواز تھی یوں جیسے کوئی خواب میں بول رہا ہو۔

مراد شاہ بری طرح چونکے تھے اور وہ جیسے یک دم سنبھلی تھی۔

''میں آپ سے کچھ چاہ ہی کب رہی ہوں سوائے اس بندھن کے؟ جسے آپ جب توڑنا چاہیں آپ کے اختیار میں ہوگا اور میں یہ باقاعدہ آپ کو لکھ کر دوں گی۔'' یہ لہجہ...... یہ انداز......، انہوں نے خود کو شدید بے چینی میں گھرتے محسوس کیا تھا۔ آخر وہ کون تھی، انہیں پورا یقین ہو چکا تھا کہ وہ ان کے لیے اجنبی نہیں تھی بلکہ نہیں وہ اس کے لیے اجنبی نہیں تھے۔ اس کے لہجے میں اپنائیت ہی نہیں، محبت بھی تھی، کچھ پا لینے کی طلب سے زیادہ سب کچھ نثار کر دینے کی خواہش تھی یوں جیسے ان سے تعلق جوڑنا اس کی کسی شدید ترین خواہش کی تکمیل ہو، کسی بہت دیرینہ خواب کی تعبیر! مگر سوال پھر وہی ذہن میں ابھرتا تھا کہ آخر وہ کون تھی۔ اور یوں اکیلی کہاں سے آگئی تھی۔ انہوں نے اب بے چینی کے ساتھ ساتھ خود کو بے بسی میں گھرتے محسوس کیا تھا۔ وہ اسے دیکھنا چاہتے تھے مگر نہیں دیکھ سکتے تھے، پھر اسی مخصوص سی بے کلی نے انہیں آگھیرا تھا کہ آخر وہ کب دیکھ سکیں گے۔ انشاء اللہ جلد ہی! انہوں نے خود کو جیسے یقین دلایا تھا اور پھر یہ یاد کرنے کی کوشش کی تھی کہ کیا یہ آواز پہلے انہوں نے سنی تھی؟ نہیں...... کبھی نہیں! ذہن نے جیسے فوراً نفی کی تھی۔

''مراد صاحب! کیا سوچنے لگے آپ...... یاد ہے آپ مجھ سے وعدہ کر چکے ہیں کہ جو میں مانگوں گی آپ دیں گے؟'' بڑے جتاتے ہوئے انداز میں کہا گیا تھا اور ان کے لیے مزید کچھ کہنے یا سننے کی گنجائش ہی نہیں رہی تھی۔

پھر اسی شب کو وہ صرف شرعی حق مہر کے عوض ان کے ساتھ نکاح کے بندھن میں بندھ گئی تھی۔ اس دور میں یہ حق مہر......! یا تو وہ کوئی پاگل تھی یا پھر اس کا کوئی اور مقصد تھا...... مگر کیا؟ وہ الجھے الجھے سے سوچ رہے تھے۔ دو خواتین اور ایک آدمی جن کو اس نے اپنا دور پرے کا عزیز بتایا تھا نکاح کے بعد دعائیں دیتے ہوئے کمرے سے نکل گئے تھے۔ تو وہ ان کے قریب آبیٹھی تھی اور ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔ پھر کئی لمحے دبے پاؤں گزر گئے تھے۔ اس کے ہاتھ کے نیچے ان کا ہاتھ جیسے پگھلنے لگا تھا۔ عجیب سا گداز تھا جو اس کے ہاتھ سے ہوتا ان کے پورے جسم میں پھیلتا جا رہا تھا۔ اس کی خاموشی انہیں کھلنے لگی تھی۔ وہ کچھ کہہ کیوں نہیں رہی تھی...... ان کا دل چاہ رہا تھا وہ کچھ بولے، کچھ کہے، مگر کیا......! وہ اس سے کیا سننا چاہتے تھے؟ انہوں نے کچھ حیرانی سے سوچا تھا۔ خاصی دیر گزر گئی تھی اور وہ بالکل خاموش تھی۔ کمرے میں سوائے گھڑی کی ٹک ٹک کے اور کوئی آواز نہیں تھی۔ جب یہ خاموشی طویل ہونے لگی تو انہوں نے خود ہی گونگے لمحوں کو زبان دینے کا قصد کیا تھا۔

''تمہاری خواہش کے مطابق میں نے تم سے یہ تعلق استوار کر لیا ہے حالاں کہ یہ میرے لیے آسان نہ تھا۔ میرا گھر ہے، بیوی ہے، نام ہے اور ایک وسیع سوشل سرکل ہے...... لیکن میں نے آج تک کسی کا احسان نہیں لیا۔ کسی کا قرض نہیں رکھا اور کسی سے وعدہ خلافی نہیں کی، تمہاری بات اگر میں نہ مانتا تو مجھے زندگی کے ان تینوں اصولوں سے انحراف کرنا پڑتا۔ اس لیے میں نے ہر طرح کا رسک لیتے ہوئے تمہاری یہ بات مان لی ہے، جو یا تو تمہارا ذہنی خلل ہے یا پھر...... خیر میں تمہارے اس اقدام سے متفق نہ ہوتے ہوئے بھی تم سے معاہدہ کر چکا ہوں۔ ہاں ایک گزارش ہے کہ میرا کوئی ملنے والا، رشتہ دار یا دوست آجائے جس کا امکان تو کم ہی ہے، تب تم خود کو نرس بتانا۔'' اپنی بات کہہ کر وہ خاموش ہو گئے تھے اور منتظر تھے کہ وہ کچھ کہے گی لیکن وہ ہنوز چپ سادھے ہوئے تھی۔ اور حیرانی تو انہیں اپنی کیفیت پر ہو رہی تھی۔ یوں خوامخواہ جھنجلانا ان کی عادت نہیں تھی۔

چند لمحے اس کے کچھ بولنے کا انتظار کرنے کے بعد انہوں نے خود ہی اسے مخاطب کیا تھا۔

''اب تم اس قدر خاموش کیوں ہو۔ کیا پچھتا رہی ہو؟''

''پچھتاتے وہ ہیں جو کام کرنے سے پہلے سوچنے کے عادی نہیں ہوتے اور جو ہر کام سوچ سمجھ کر کرتے ہیں، انہیں کم از کم اپنے عمل پر پچھتاوا نہیں ہوتا۔ خاموش تو میں اس لیے ہوں کہ آپ کی موجودی محسوس کر رہی ہوں۔''

کتنی نرم و رسیلی سی آواز تھی یوں جیسے رم جھم بارش ہونے لگے۔ انہوں نے بے اختیار گہری سانس لی۔ انہیں اب پتا چلا تھا کہ وہ یہ آواز سننے کے لیے اس قدر بے چین تھے کہ خاموشی انہیں کوفت میں مبتلا کرنے لگی تھی۔

''آپ کے درد تو نہیں ہو رہا؟'' اس نے ان کا وہ ہاتھ جس پر اپنا ہاتھ رکھا ہوا تھا دونوں ہاتھوں میں تھامتے ہوئے پوچھا تھا۔

''نہیں، اب تو نہیں ہو رہا۔'' بے ربط دھڑکنوں کے درمیان وہ جیسے بے اختیار کہہ گئے تھے۔

''آپ کے ہاتھ کتنے صاف و شفاف اور خوب صورت ہیں شاید اس لیے کہ ان ہاتھوں نے کبھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی۔''

''تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو؟'' وہ ایک دفعہ پھر بری طرح چونکے۔

''میں جانتی ہوں۔ مجھے یقین ہے۔'' بے اختیار سے انداز میں کہتے کہتے وہ جیسے یک دم سنبھلی تھی اور اگلے ہی لمحے مراد شاہ کے جسم میں برق سی لہرائی تھی اور دھڑکنوں میں تلاطم برپا ہو گیا تھا۔ اس نے ان کا

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

ہاتھ آنکھوں سے لگالیا تھا۔

"آپ جانتے ہیں، آج میں کتنی خوش ہوں؟ بہت..... بے حد و حساب۔ آج میری وہ خواہش پوری ہوئی ہے جس کے یوں پورا ہونے کے بارے میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ میں آپ کو دور سے دیکھ کر سوچا کرتی تھی کہ آپ قریب سے کیسے ہوں گے اور آج میں آپ کو چھو کر دیکھ سکتی ہوں۔ آپ کی پیشانی، آپ کی آنکھیں، آپ کی ناک، آپ کے بال، پتا نہیں یہ سب کیسے ممکن ہو گیا؟ وہ بھی اتنی آسانی سے! بالکل معجزانہ طور پر!" وہ جیسے خواب کی سی کیفیت میں بول رہی تھی اور اس کا خواب ناک لہجہ مراد شاہ کے دل کی دنیا کو زیروزبر کر رہا تھا۔ "پیارے اللہ جی! بے شک تُو بڑا مہربان ہے۔ ہماری توقع سے بھی زیادہ۔" بے حد دھیمی سی آواز ان کی سماعت سے ٹکرائی تھی اور پھر ان کی دھڑکنوں میں ہلچل سی مچ گئی تھی۔ اس نے ان کے ہاتھ پر اپنا رخسار رکھ دیا تھا۔

وہ جیسے سحر زدہ سے رہ گئے تھے۔ انہوں نے سارہ کو بے حد چاہا تھا۔ اس سے شدید محبت کی تھی لیکن چاہے جانے کی طلب ہمیشہ انہیں بے کل کیے رکھتی تھی۔ اس کی طرف سے وہ محبت انہیں کبھی نہیں ملی تھی جو وہ چاہتے تھے۔ وہ مزاجاً بے حد مغرور اور خود پسند تھی۔ تین بھائیوں کی اکلوتی اور بے حد لاڈلی بہن تھی اور بے انتہا محبتوں اور آسائشوں میں پرورش پانے کی وجہ سے محبتوں کو اپنا حق سمجھ کر وصول کرنا اس کی عادت بن گئی تھی اور وہ اس بات کو محسوس تو کرتے تھے، ملول بھی ہوتے تھے لیکن ناراض ہونا یا احتجاج کرنا نہیں آتا تھا۔ "زندگی جو ہے۔ جیسا ہے۔ ٹھیک ہے" کے فارمولے کے تحت گزرتی جا رہی تھی۔ لیکن کل سے وہ جسمانی تکلیف کے ساتھ ساتھ شدید ذہنی کرب میں مبتلا تھے۔ ہوش و حواس سے ناتا بحال ہوتے ہی انہوں نے اپنے سیکرٹری عبدالمعز سے رابطہ کیا تھا اور اسے ضرورت کی دوسری چیزوں کا انتظام کر کے فوراً پہنچنے کے لیے کہا تھا۔ انہیں شدت سے احساس تھا کہ سارہ پریشان ہوگی کیوں کہ وہ جہاں کہیں بھی ہوتے تھے۔ دن میں کئی مرتبہ اسے فون کرتے تھے جبکہ اب دو دن گزر چکے تھے کوئی رابطہ نہیں تھا۔ عبدالمعز کے پہنچتے ہی انہوں نے سارہ کا نمبر ملوایا تھا۔ پہلے تو وہ خفا ہونے لگی تھی کہ وہ دو دن سے کہاں تھے اور ان کا موبائل کیوں بند تھا۔ پھر شاید ان کی مکمل خاموشی نے اسے چونکا دیا تھا۔

"تم ٹھیک تو ہو۔" ابھی انہوں نے جواب نہیں دیا تھا کہ ڈاکٹر کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"مراد صاحب! اب آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں؟ سسٹر ماریہ! ان کی ڈرپ کب ختم ہوئی؟" ان سے پوچھنے کے ساتھ ہی ڈاکٹر نے سسٹر ماریہ کو مخاطب کیا تھا۔ تبھی یک دم مراد کو خیال آیا تھا کہ ان کا موبائل آن تھا۔

"سارہ پلیز! کچھ دیر رکو۔ میں ابھی کچھ دیر بعد کال کرتا ہوں۔" انہوں نے جلدی سے موبائل عبدالمعز کی طرف بڑھایا تھا۔ ڈاکٹر کے کمرے سے نکلتے ہی انہوں نے سارہ کا نمبر ملوایا تھا۔ اس دوران وہ تیزی سے سوچ رہے تھے کہ انہیں سارہ سے کیا کہنا تھا۔ جو چند جملے اس نے سنے تھے اس سے وہ یہ تو یقیناً جان چکی ہوگی کہ وہ اسپتال میں تھے۔

"کیا ہوا مراد.....! آپ اسپتال میں کیوں ہیں؟" ان کے ہیلو کہتے ہی اس نے فکرمندی سے پوچھا تھا۔

"یوں ہی معمولی سا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا سارہ! چیک اپ کے لیے اسپتال آیا تھا تو ایک پرانا دوست مل گیا۔ اس نے زبردستی دو تین گھنٹے سے آرام کے

خیال سے روکا ہوا ہے۔ دو دن سے مسلسل میٹنگز نے بے حد تھکا ڈالا تھا۔ سو میں نے بھی اس بہانے کو غنیمت جانا ہے۔" ہلکے پھلکے سے انداز میں کہتے ہوئے وہ فوراً اس کی اور امان کی خیریت پوچھنے لگے اور پھر سے ہشاش بشاش لہجے میں اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے ہوئے انہوں نے اسے مطمئن کرنے کی پوری کوشش کی تھی..... اور وہ مطمئن ہو بھی گئی تھی۔ لیکن خود وہ عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گئے تھے۔ مایوسی اور اداسی کی دھند میں لپٹا موہوم سا انتظار ان کی جسمانی تکلیف کو کچھ اور بڑھانے لگا تھا۔ بے شک سارہ کو وہ بار بار یہی کہہ رہے تھے کہ وہ بالکل ٹھیک ہیں لیکن دل سے تو وہ چاہتے تھے کہ وہ آجائے اور یہ خواہش اس وقت کچھ اور زور پکڑ گئی تھی جب عبدالمعز نے کہا تھا۔

"سر! آپ میڈم کو بلوا لیتے۔ آپ کی طبیعت سنبھل جاتی تو پھر چلی جاتیں۔" اور وہ کچھ غلط تو نہیں کہہ رہا تھا۔ وہ آسکتی تھی۔ اس کے پاس امریکا کی نیشنلٹی تھی۔ ویزے کا کوئی مسئلہ تھا نہ روپے پیسے کی کمی تھی۔

دل بھی عجیب شے بنایا ہے اللہ تعالیٰ نے، جس کی محبت ایک بار اپنے اندر بسا لیتا ہے پھر چاہے وہ اس کو بار بار توڑے، مایوس کرے، یہ پھر بھی توقعات لگانا نہیں چھوڑتا..... مراد شاہ کا دل بھی ان کے ہزار روکنے کے باوجود ایک مرتبہ پھر سارہ شاہ سے توقع لگا رہا تھا۔ شاید وہ آجائے۔ آخر یہ تو اسے پتا چلا تھا کہ وہ اسپتال میں تھے، ان کو ڈرپ لگی ہوئی تھی۔ باقی رہی ان کی بات کہ وہ خود کو ٹھیک ٹھاک کہہ رہے تھے تو یہ تو ان کی پرانی عادت تھی کہ وہ اپنی تکلیف کو حتی الوسع خود تک محدود رکھنے کی سعی کرتے تھے۔ اور یہ بات اتنے برسوں کی رفاقت میں سارہ شاہ کو جان لینا چاہیے تھی۔ لیکن ہمیشہ کی طرح وہ نہیں جان سکی تھی، دل سے دل کو راہ والا ناتا نہ سہی، عمر بھر کا رشتہ تو تھا۔ ہمدم نہ سہی، ہم سفر تو تھی، مگر نہیں.....! وہ اس کے لیے کچھ بھی نہیں تھے۔ انہوں نے بے حد اذیت کے عالم میں سوچا تھا۔ اور اس "کچھ بھی نہیں" کو ثابت کرنے کے لیے بیتے لمحات، کئی بھولے بسرے واقعات ایک ایک کر کے یاد کے دریچے کھولنے لگے تھے۔

//.....☆☆.....//

اس دن وہ سارہ کے ساتھ اس کی پھوپو کے گھر کھانے پر مدعو تھے۔ سارہ کے تینوں بھائی اور نواز انکل بھی اپنی فیملیز کے ساتھ آئے ہوئے تھے۔ یوں وہاں ایک چھوٹی سی تقریب ہو گئی تھی۔ کھانے کے بعد وہ سارہ کے انکل اور بھائیوں کے ساتھ گپ شپ کر رہے تھے جب وہ اپنی پھوپو کی بیٹی ککی کے ساتھ لان میں چلی گئی تھی اور جیسے ماحول کی ساری خوب صورتیاں، ساری روشنیاں اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ وہ اخلاقاً وہاں بیٹھے باتوں میں حصہ لیتے رہے تھے لیکن ان کا سارا دھیان اسی کی طرف تھا۔ کچھ دیر وہ بمشکل سب کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھے رہے تھے پھر سارہ کی سب سے چھوٹی بھابی ثمین سے اس کے متعلق پوچھا تھا اور اس نے شریر سی نگاہوں سے انہیں دیکھتے ہوئے اپنے ساتھ آنے کے لیے کہا تھا۔

"وہ سامنے بیٹھی ہیں آپ کی بیگم صاحبہ....." ہنستے ہوئے لان کی طرف اشارہ کرتی وہ واپس پلٹ گئی تھی۔ ککی جو کارڈلیس پر بات کر رہی تھی دھیمی آواز میں اسے کچھ کہتے ہوئے پچھلے لان کی طرف چلی گئی تھی۔ سرخ گلاب کے پھولوں کی کیاری کے عین سامنے بیٹھی سارہ کوئی اپسرا لگ رہی تھی۔ قوس قزح کے رنگوں والی ساڑھی کا عکس اس کے سجے سنورے، بے حد خوب صورت چہرے پر پڑ کر اسے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

کچھ اور دلکش بنا رہا تھا۔ وہ چند لمحے تو جیسے مبہوت سے کھڑے اسے دیکھتے رہے تھے پھر سحر زدہ سے انداز میں اس کی جانب بڑھے تھے۔

"کیسی ظالم بیوی ہو یار! کتنی خوب صورت نظر آتی ہو اور دو گھڑی میرے پاس بیٹھنے کا بھی وقت نہیں ہے تمہارے پاس کہ تمہاری تعریف ہی کر سکوں۔ بس اب چلو گھر چلیں۔" انہوں نے بے حد وارفتگی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ابھی سے......؟ ابھی تو لکی کی ٹیلی فلم آئے گی مراد! وہ دیکھیں گے۔" ان کے جذبات سے بے خبر وہ جیسے حتمی لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"یہ ٹیلی فلم تو اپنے بیڈ روم میں بیٹھ کر دیکھی جا سکتی ہے ڈیئر۔ لیکن اتنے لوگوں میں بیٹھ کر اس قیامت خیز حسن کو خراج عقیدت تو پیش نہیں کیا جا سکتا نا......!"

اس کے وجود سے اٹھتی بے حد دلفریب سی مہک نے انہیں بے خود کر دیا تھا۔ "چلیں جاناں!" بے حد پیار کے ساتھ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے انہوں نے سرگوشی نما لہجے میں کہا تھا۔

"نہیں مراد! میں ابھی نہیں جا رہی۔" اپنے ریشمی بال ایک جھٹکے سے پیچھے کرتے ہوئے اس نے کچھ ایسے سرد اور اٹل لہجے میں کہا تھا کہ مراد شاہ ششدر سے اسے دیکھتے رہ گئے تھے۔ محبت اور چاہت سے لبریز ان کا دل جیسے ایک لمحے کے لیے دھڑکنا بھول گیا ہو۔ وہ شدید شاک کی کیفیت میں آ گئے۔ اگر وہ معمول کی صورت حال میں ان کی کسی بات کو رد کر دیتی تو وہ محسوس بھی نہ کرتے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو محسوس کرنا اور پھر انا کا مسئلہ بنانا ان کی عادت نہیں تھی لیکن اس وقت وہ جس وارفتہ و والہانہ انداز میں اپنی محبت کا اظہار کر رہے تھے۔ اس کے جواب میں اس کے سرد رویے نے انہیں شدید رنج و غم سے دوچار کیا ہی تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ انہیں اپنی شدید تذلیل بھی محسوس ہو رہی تھی۔ اور اس تذلیل سے بھی بڑھ کر اپنی محبت کے رد کیے جانے کا احساس تھا جو ایک گہری اذیت سے دوچار کر رہا تھا۔ کتنی ہی دیر وہ دھواں دھواں آنکھوں سے اس کے چہرے پر اور اس کی آنکھوں میں کچھ ڈھونڈتے رہے تھے۔ مگر وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ نہ کوئی خاص رنگ، نہ کوئی جذبہ اور ملال یا ندامت تو تب ہوتی جب اسے اپنے اس قدر برے رویے کا احساس ہوتا یا پھر ان کے جذبات و احساسات کا کچھ خیال ہوتا مگر اسے صرف اپنا خیال تھا۔ اپنی ذات کے حصار سے نکل کر کسی اور کے متعلق سوچنا یا کسی اور کی فکر کرنا اسے جیسے آتا ہی نہیں تھا۔

"مراد آپ کو پتا ہے اس ٹیلی فلم میں جس لڑکے نے لکی کے ساتھ کام کیا ہے۔ اس نے لکی کو پرپوز کیا ہے اور لکی نے اسے کہا ہے کہ پہلے میری کزن سارہ سے ملو، اگر اس نے تمہیں اوکے کر دیا تو میں تمہارا پروپوزل قبول کر لوں گی۔" اپنے کچھ دیر پہلے کے رویے اور ان کی کیفیت سے یکسر بے خبر وہ فخریہ لہجے میں بتا رہی تھی۔

"مراد شاہ نے خود کو سنبھالتے ہوئے اس کے بے حد خوب صورت چہرے کو دیکھا تھا دل میں ایک پھانس سی آ چبھی تھی۔ کچھ کھو دینے کے احساس نے من کو بے کل کر دیا تھا، مگر کھونا کیسا! انہوں نے کچھ پایا ہی نہیں تھا۔ اس نے کب انہیں کہا تھا کہ وہ بھی اسے اچھے لگتے تھے۔ اس کا دل بھی انہیں دیکھ کر انوکھے سے انداز میں دھڑکا تھا۔ بہانے بہانے سے انہیں دیکھنے کے لیے مچلا تھا۔ پہلی بار ان کا دھیان اس رخ کی طرف گیا تھا جس پر سوچنے کی ان کی بے تحاشا محبتوں نے انہیں فرصت ہی نہیں دی تھی۔ اور اب جب دھیان اس طرف گیا تھا تو انہیں کئی باتیں یاد

آنے لگی تھیں اور دل میں پھیلی ویرانی بڑھنے لگی تھی۔ شادی سے اگلے روز جب وفور شوق سے اسے دیکھتے ہوئے انہوں نے پوچھا تھا۔

"سارہ! میں تمہیں پہلی ملاقات میں کیسا لگا تھا؟"

"بس ٹھیک ہی......" بے پروائی سے کہتے ہوئے وہ لپ اسٹک لگانے لگی تھی۔ ان کے پندار کو جیسے سخت ٹھیس لگی تھی لیکن اگلے ہی لمحے جب وہ اپنے ہوش ربا سراپا کے ساتھ ان کے سامنے کھڑی کہہ رہی تھی۔

"مراد! یہ ذرا بریسلیٹ کا ہک تو بند کر دیں۔" وہ جیسے سب بھول گئے تھے۔

"کبھی کبھی انہیں خود پر حیرت ہوتی تھی۔ اپنی اس بے تابی پر، دل کی اس دیوانگی پر حیرت ہوتی تھی۔ کالج میں، یونی ورسٹی میں ایک سے ایک خوب صورت لڑکی ہوتی تھی لیکن انہوں نے کبھی کسی میں ایسی کشش محسوس نہیں کی تھی، لیکن سارہ تو جیسے مقناطیس کا کوئی ٹکڑا تھی کہ وہ اسے دیکھ کر اس کی طرف کھنچے چلے گئے تھے۔ یا پھر یہ سب اس خیال، اس احساس کی وجہ سے تھا جس کے ساتھ وہ اسے دیکھ رہے تھے۔ اور یہ احساس، یہ جذبہ ان کے دل میں شاید نواز انکل کی باتوں نے پیدا کیا تھا۔

//......☆☆......//

مراد شاہ کا شروع سے ہی زمین داری کی طرف رجحان نہیں تھا۔ تعلیم سے فارغ ہو کر وہ کاروبار کرنا چاہتے تھے۔ اس کے لیے انہوں نے پلاننگ کر رکھی تھی جس کا ذکر وہ وقتاً فوقتاً گھر میں بھی کرتے رہتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جب تعلیم سے فراغت کے بعد انہوں نے زمین سے اپنا حصہ لینے اور اسے فروخت کرنے کی بات کی تو بڑے بھائی نے بھی اعتراض نہ کیا تھا۔ اماں بی کا خیال تھا کہ ایک بالکل نئے کام میں اونچ نیچ ہو سکتی تھی سو انہیں سمجھانے کی مقدور بھر کوشش کی تھی پھر ان کے اٹل ارادے کو دیکھتے ہوئے خاموش ہو رہی تھیں اور وہ اپنے حصے کی زمین فروخت کر کے پنڈی آ گئے تھے۔

پیسا اور تعلیم ان کے پاس تھی اور کام کرنے کا شوق اور لگن بھی...... اس لیے ان کے دل میں دور دور تک ناکامی کا کوئی خدشہ یا کوئی خوف نہیں تھا۔ پھر انہوں نے ہمیشہ جو کام بھی کیا تھا شوق، لگن اور محنت سے کیا تھا اور کامیاب ہوئے تھے۔ انہیں کبھی یہ خدشہ نہیں ہوتا تھا کہ کہیں وہ ناکام نہ ہو جائیں بلکہ وہ ہر کام اس یقین کے ساتھ کرتے تھے کہ وہ ضرور کامیاب ہوں گے۔ اور واقعی کامیابی ان کے قدم چومتی تھی۔ ان کا یقین تھا کہ جب کسی چیز کے حصول کی دل سے خواہش اور کوشش کی جائے تو کائنات کا ذرّہ ذرّہ مدد کرتا ہے۔ اسی آفاقی اصول کو زادِ راہ بناتے ہوئے انہوں نے چھوٹی سی ایک گارمنٹ فیکٹری سے ابتدا کی تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کا کاروبار ترقی کرتے کرتے کہیں سے کہیں جا پہنچا تھا۔

ان دنوں وہ کسی کی شراکت کے ساتھ ایک اور فیکٹری لگانا چاہ رہے تھے جب ان کی ملاقات نواز ہاشمی سے ہوئی تھی۔ وہ پینتیس سال امریکا میں رہے تھے۔ گئے تو ملازمت کی غرض سے تھے لیکن پھر ایک پاکستانی خاتون سے شادی کر کے وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ کئی سال کے بعد پاکستان شفٹ ہونا چاہا تو بیوی بچے رضامند نہ ہوئے۔ اب بیوی وفات پا چکی تھی۔ تینوں بیٹے اپنے اپنے گھر بار والے تھے اور اب وہ چاہتے تھے کہ سب سے چھوٹی اور اکلوتی بیٹی سارہ کی شادی پاکستان میں کر کے خود بھی یہیں آ جائیں۔ بہت سال ایک غیر ملک میں گزارنے کے بعد اب اپنی آخری عمر وہ اپنے ہی ملک میں بسر کرنا چاہتے تھے۔ پاکستان میں کاروبار شروع کرنے کے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

لیے انہیں ایک تجربہ کار ساتھی چاہیے تھا اور اس سلسلے میں انہیں ایک قریبی دوست نے مراد شاہ سے ملوا دیا جو ان دنوں کسی کی شراکت کے ساتھ ایک نئی فیکٹری لگانا چاہ رہے تھے۔

اور پھر کاروباری شراکت کے ساتھ ساتھ دونوں میں ایک گہری اپنائیت اور دلی قربت نے جنم لیا تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ نواز ہاشمی کا رویہ ان کے ساتھ بے حد محبت اور شفقت لیے ہوتا تھا اور چونکہ مراد شاہ کے والد وفات پا چکے تھے تو فطری طور پر ان کی محبت اور شفقت انہیں ان کے بے حد قریب کرتی جا رہی تھی۔ جب وہ فارغ ہوتے تو بے تکلفی سے ان کے گھر چلے جاتے تھے اور ویسے بھی نواز ہاشمی کے گھر ان کے ملازمین کے علاوہ تھا ہی کون۔ دوسری طرف مراد شاہ بھی اکیلے ہی رہ رہے تھے۔ اماں بی کچھ دن رہتی تھیں اور پھر واپس چلی جاتی تھیں۔ یوں نواز ہاشمی کا اور ان کا بہت سا وقت اکٹھے گزرنے لگا تھا۔

اس دن بھی وہ ایک میٹنگ کے بعد ان کے گھر چلے آئے تھے۔ پاکستان اور آسٹریلیا کے درمیان کرکٹ میچ ہو رہا تھا۔ وہ خشک میوہ سامنے رکھے میچ بھی دیکھ رہے تھے اور ساتھ ساتھ اونچی آواز میں ہر اچھے شاٹ پر کھلاڑیوں کو داد بھی دے رہے تھے۔ وہ بھی ساتھ بیٹھ کر ان کا ساتھ دینے لگے تھے۔ کچھ ہی دیر میں میچ میں کھانے کا وقفہ ہو گیا تھا اور تب وہ پوری طرح ان کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ متوجہ کیا ہوئے تھے بلکہ بغور انہیں دیکھنے لگے تھے۔ مراد شاہ ان کے اس طرح دیکھنے پر کچھ الجھ سے گئے تھے۔

''مراد! ایک بات پوچھوں بیٹے؟''

''جی ضرور پوچھیے۔''

''تم کہیں کمیٹڈ ہو؟'' ان کی بالکل غیر متوقع سی بات پر چند لمحے تو وہ انہیں حیرت سے دیکھتے رہ گئے تھے۔

''نہیں انکل!'' کچھ توقف کے بعد انہوں نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا تھا اور وہ جیسے یک دم کھل اٹھے تھے۔

''مراد بیٹے! میری ایک ہی بیٹی ہے۔ یہ تو تم جانتے ہو وہ میری اور تینوں بھائیوں کی بے حد لاڈلی ہے۔ بس یوں سمجھو ہم سب کی گویا اس میں جان ہے۔ ہماری محبتوں نے اسے تھوڑا سا خودسر بنا دیا ہے اس لیے میں چاہتا ہوں اس کی شادی کسی ایسے لڑکے سے کروں جو محبت کرنے اور خیال رکھنے والا ہو اور تم بالکل ایسے ہی ہو۔ پھر اس تھوڑے سے عرصے میں تم دل کے اس قدر قریب آ گئے ہو کہ میری شدید خواہش ہے کہ تمہیں سچ مچ اپنا بیٹا بنا لوں۔ سارہ چند دنوں تک آ رہی ہے۔ تم اسے دیکھو گے تو مجھے یقین ہے وہ تمہیں پسند آئے گی۔ بڑی فرصت سے بنایا ہے اللہ تعالیٰ نے میری بیٹی کو۔'' ان کے لہجے میں بیٹی کے لیے بے پناہ محبت تھی اور مراد شاہ حیرت سے انہیں دیکھ رہے تھے۔

''کیوں مراد! تم اتنے حیران کیوں ہو بیٹے؟'' انہوں نے بھی محسوس کر لیا تھا اور فوراً پوچھ لیا تھا۔

''کچھ نہیں انکل......!'' وہ جلدی سے سنبھلے تھے، ان کا تعلق جس علاقے اور خاندان سے تھا وہاں لڑکی کے رشتے کے لیے خود سے کہنا خاصا معیوب سمجھا جاتا تھا مگر نواز ہاشمی کا تعلق ان کے علاقے اور خاندان سے تو نہیں تھا۔ انہوں نے سر جھٹکتے ہوئے سوچا تھا۔

پھر وہ خاصی دیر سارہ کے متعلق باتیں کرتے رہے تھے اور جب مراد شاہ وہاں سے اٹھے تو سارہ ان کے لیے کوئی انجان لڑکی نہیں رہی تھی۔ وہ کیا کرتی تھی۔ اس نے کیا پڑھا تھا، اس کے کیا کیا مشاغل تھے۔ وہ سب کچھ جان چکے تھے۔ شادی انہوں نے شہر میں ہی کرنی تھی، یہ انہوں نے سوچ رکھا تھا اور

اس پر اماں بی کو بھی کوئی اعتراض نہیں تھا۔ وہ اولاد کی خوشی میں خوش رہنے والی خاتون تھیں۔ بہن بھائی بھی خوامخواہ دوسروں کے معاملات میں مداخلت کرنے کے عادی نہیں تھے۔ اور جب ایک نئے خاندان کے ساتھ ہی رشتہ داری قائم کرنا تھی تو نواز ہاشمی صاحب کی فیملی بہترین تھی۔ اگر ان کی بیٹی انہیں پسند آ جاتی تو......

''مجھے یقین ہے سارہ تمہیں پسند آئے گی۔ بڑی فرصت سے بنایا ہے اللہ تعالیٰ نے میری بیٹی کو......'' پُریقین لہجہ ان کی سماعت میں گونجا تھا اور پھر وہ نیند کی وادیوں میں کھونے تک اس کے بارے میں سوچتے رہے تھے۔

''وہ کیسی ہوگی۔ سرو قد اور خوب سرخ و سپید رنگت کی مالک۔ کیونکہ نواز انکل دراز قد اور سرخ و سپید تھے لیکن بہروز ہاشمی کا رنگ تو گندمی تھا۔ ہو سکتا ہے وہ بھائی کی طرح ہو۔ جیسی بھی ہو رنگت سے کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن بد دماغ اور ناک چڑھی نہیں ہونی چاہیے۔ مگر نواز انکل تو کہہ رہے تھے کہ وہ کچھ خودسری ہے۔ پھر تو مشکل ہو جائے گی۔ ہوں...... سوچنا پڑے گا۔'' یہ آخری بات تھی جو انہوں نے سونے سے قبل سوچی تھی۔

مگر یہ سوچنے والی بات اسے دیکھتے ہی غلط ثابت ہو گئی تھی۔ اسے ایک نظر دیکھتے ہی دل نے سوائے اقرار کے کچھ بھی اور کہنے اور سوچنے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ بے تحاشا خوب صورت تھی۔ شاید اس وقت تک دیکھی ہر دلکش اور خوب صورت لڑکی سے زیادہ خوب صورت اور اسے اپنی خوب صورتی کا پوری طرح احساس تھا۔ یہ اس کے ہر ہر انداز سے ظاہر ہو رہا تھا۔ اک ادائے بے نیازی سے اس نے ان کا اوپر سے نیچے تک جائزہ لیا تھا اور دو چار رسمی باتیں کی تھیں اور پھر اندر چلی گئی تھی۔ لیکن ان کا دل اور چین و قرار اپنے ساتھ لے گئی تھی اور نگاہوں میں اک تشنگی اور پیاس چھوڑ گئی تھی۔ اپنی اس کیفیت پر وہ حیران بھی تھے اور مسرور بھی۔ وہ اس سے پوچھنا چاہتے تھے کہ وہ اسے کیسے لگے تھے مگر انہوں نے نہیں پوچھا تھا اور سیدھے سادے طریقے سے نواز انکل سے کہہ دیا تھا کہ وہ سارہ سے اس کی مرضی پوچھ لیں۔ اگر وہ راضی ہے تو وہ گاؤں سے اپنی اماں بی کو لے آئیں۔ نواز انکل بے حد خوش ہوئے تھے اور انہوں نے بتایا تھا کہ وہ سارہ سے بات کر چکے ہیں۔ مراد شاہ کو ان کی اس بات پر پہلے تو حیرت ہوئی تھی لیکن پھر یہ حیرت خوشی کے بے پایاں احساس کے نیچے دب کر رہ گئی تھی۔ وہ گھڑی کے چوتھائی پل میں اس سے کوئی مضبوط تعلق استوار کر لینا چاہتے تھے۔ اس لیے اسی شام اماں بی کو لینے لاہور روانہ ہو گئے تھے۔

پھر جیسے سب کچھ جھٹ پٹ ہو گیا تھا اور وہ بہار بن کر ان کی زندگی میں داخل ہو گئی تھی۔ وہ بے تحاشا خوش تھے اور اپنی خوش نصیبی پر نازاں تھے۔ وہ سوچا کرتے تھے کہ انسان جو چاہے وہ پا لے تو اس سے بڑا کوئی خوش نصیب نہیں، مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی یہ سوچ بدلتی چلی گئی تھی۔ اب وہ سوچتے تھے کہ کیا وہ واقعی خوش نصیب تھے۔ کیا واقعی انہوں نے جو چاہا تھا، وہ پا لیا تھا۔

''نہیں...... نہیں...... نہیں......'' ان کے اندر جیسے کسی نے فوراً نفی کی تھی۔ مگر پھر وہ کیا چاہتے تھے، ان کی جستجو ان کی آرزو کیا تھی۔ ایک بے حد خوب صورت، من چاہی عورت ان کی شریک زندگی تھی اور وہ خوش نہیں تھے۔ آخر کیوں؟ کس لیے؟ اس کا جواب بہت آسان تھا۔ بہت واضح تھا مگر یہ جواب زندگی کی راہوں کو بہت مشکل بنا دینے والا تھا۔ سو

Scan & PDF FIAZ AHMED Friendskorner.com

انہوں نے اس سوال کو سوال ہی رہنے دیا تھا اور ایک دلکش مسکراہٹ لبوں پر سجاتے ہوئے سارہ کے قدم سے قدم ملاتے اندر کی جانب بڑھ گئے تھے جہاں سارہ شاہ کی ماڈل کزن ککی کی بطور اداکارہ پہلی ٹیلی فلم کسی مشہور چینل سے دکھائی جانے والی تھی۔

پھر کتنی بہت سی رتیں آئی تھیں، ٹھہری تھیں اور گزر گئی تھیں۔ کتنے ماہ و سال بیت گئے تھے اور اپنے پیچھے کئی تبدیلیاں چھوڑ گئے تھے۔ مگر نہیں بدلی تھی تو صرف سارہ شاہ نہیں بدلی تھی۔ کبھی تو وہ اسے نظر آئیں گے۔ کبھی تو اسے ان کی محبت نظر آئے گی، کبھی تو اس کے دل میں ان کی محبت بے دار ہوگی۔ یہ آس، یہ امید اب بھی قائم تھی۔ لیکن آج صبح اسپتال کے اس بستر پر لیٹے ہوئے انہوں نے سوچا تھا اب انہیں اس آس و امید کا دامن چھوڑ دینا چاہیے تاکہ بار بار ٹوٹنے اور بکھرنے کے اس عمل سے بچ سکیں جس نے انہیں تھکا ڈالا تھا..... شاید اس وقت وہ کچھ زیادہ ہی زود رنج ہو رہے تھے۔

علی الصبح عبدالمعز کے گھر سے فون آیا تھا۔ اس کی والدہ سخت علیل تھیں اور اسے یاد کر رہی تھیں۔ انہوں نے اسے فوراً جانے کے لیے کہا تھا مگر وہ انہیں یوں اکیلا چھوڑ کر جاتے ہوئے جھجک رہا تھا۔

"سر! آپ تو جانتے ہیں کہ میں اپنی والدہ سے کتنی محبت کرتا ہوں لیکن آپ کو یوں چھوڑ کر جانے کو بھی دل نہیں مان رہا۔" اس کے اندر کی کش مکش اس کے لہجے سے عیاں تھی۔ "آپ کا خیال میرے قدم جکڑ رہا ہے سر!" انہیں اس وقت وہ ایک معصوم بچے کی مانند لگا تھا جو سمجھ نہ پا رہا ہو کہ اسے کیا کرنا ہے۔ انہیں بے اختیار وہ منظر یاد آیا تھا جب وہ اپانٹ منٹ لیٹر ہاتھ میں تھامے سرخ بھیگے بھیگے چہرے کے ساتھ کھڑا نظریں جھکائے کہہ رہا تھا۔

"سر.....! میری اماں کہتی ہیں اسمائے حسنیٰ میں سے کوئی بھی نام "عبد" کے بغیر لکھنا اور پکارنا گناہ ہے۔ اس لیے پلیز.....! آپ مجھے عبدالمعز کہیے گا۔"

شاید اس وقت بھی اس کا چہرہ اس دن کی طرح سرخ ہوگا مگر وہ دیکھ نہیں سکتے تھے۔

"اور کیا وہ اب دیکھ سکیں گے.....؟" انتہائی بے چینی کے عالم میں انہوں نے سوچا تھا اور ایک گہری اذیت کو رگ و پے میں اترتا محسوس کیا تھا۔ پھر انہوں نے عبدالمعز کو اصرار کر کے بھیج دیا تھا۔ سسٹر ماریہ ناشتا کرنے اسٹاف روم میں چلی گئی تھی اور وہ کمرے میں اکیلے رہ گئے تھے۔ ہر سو خاموشی تھی..... ایک گہرا سکوت..... سوائے گھڑی کی ٹک ٹک کے کوئی آواز نہیں تھی اور یادوں کے دریچے خود بخود ہی وا ہونے لگے تھے۔ اور یادیں بھی وہ جو کچھ اور آزردہ کر رہی تھیں۔ انہوں نے کئی سال پہلے اماں بی کو اپنی پسند سے شادی کرنے پر دلیل دیتے ہوئے کہا تھا۔

"اماں بی! ایک کامیاب زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان اس سے شادی کرے جس سے اس کا دل ملتا ہو اور اگر دل نہ ملے تو ذہن ضرور ملنا چاہیے اور اس پسماندہ گاؤں کی کسی لڑکی سے نہ تو میرا دل مل سکتا ہے اور نہ ہی ذہن۔" مگر پھر جانے کیا ہوا تھا کہ وہ اپنی ہی بات بھول گئے تھے۔ زندگی کا ساتھی اسے چنا تھا جس سے نہ دل ملتا تھا نہ ذہن اور ستم ظریفی تو یہ تھی کہ جسے انہوں نے شریک سفر چنا تھا، محبت شاید اس کی خواہشوں میں کہیں آخری نمبر پر بھی نہیں آئی تھی جبکہ ان کے لیے غذا، ہوا اور پانی کی طرح زندگی کی اہم ضرورت تھی۔

"اسی لیے وہ دس سال سے محبت کے بغیر بھی زندہ تھے؟" استہزائیہ انداز میں مسکراتے ہوئے انہوں نے جیسے خود ہی اپنا تمسخر اڑایا تھا۔ پھر انہوں

نے ان کربناک سوچوں سے پیچھا چھڑانے کے لیے دھیان اِدھر اُدھر لگانا چاہا مگر کامیاب نہیں ہوئے تھے اور کامیاب ہوتے بھی تو کیسے.....؟ کمرے میں پھیلی بے پناہ خاموشی، دل کی دیواروں سے لپٹی اداسی اور مایوسی، تنہائی کا جان لیوا احساس، محبت اور خلوص کے رائیگاں جانے کا دکھ، بینائی کے کھو جانے کا خوف..... ایسے میں دھیان کے پردے پر وہی منظر لہرا رہے تھے، وہی عکس نظر آ رہے تھے جن کو وہ یاد نہیں کرنا چاہتے تھے۔

"مجھے اس ضعیف ہسپانوی عورت نے حیران کر دیا تھا۔ "اسٹوڈنٹس.....!" سرزمان کا پرجوش لہجہ ان کی سماعت میں گونجا تھا۔ "میرے پوچھنے پر کہ آپ کے ساتھ کون ہے۔ اس نے انتہائی محبت بھرے لہجے میں بتایا کہ میرے شوہر۔"

"وہ کدھر ہیں؟" میں نے حیرانی سے ادھر ادھر دیکھنے کے بعد پوچھا تھا کیوں کہ وہاں دو تین آدمی تھے جو نوجوان تھے۔ تبھی خاتون کے جواب نے مجھے چونکنے پر مجبور کر دیا۔

"میری یادوں میں....." مجھے محسوس ہوا شاید وہ ابنارمل ہیں لیکن میرا یہ خیال غلط ثابت ہوا۔ انہوں نے بتایا۔

"میں نے بیس سال کی عمر میں محبت کی شادی کی۔ ہم دونوں کے جذبے سچے تھے یا چند دن اکٹھے گزارنا ہماری قسمت میں تھے کہ ہماری شادی میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ شادی کے چند دن کے بعد میرے شوہر کا انتقال ہو گیا۔ مگر میری یادوں میں وہ آج بھی زندہ ہیں۔"

"یعنی چالیس پینتالیس سال آپ نے صرف یادوں کے سہارے گزار دیے؟" بے اختیار میرے منہ سے نکلا تھا۔

"پچاس سال۔" اس نے فخریہ بتایا۔ "میرا دل کمال اطمینان سے تصحیح کرتی اس خاتون کی محبت اور عظمت کو سیلیوٹ کرنے کو چاہا تھا۔" سرزمان نے لیکچر کے دوران عورت کی محبت کی گہرائی کی مثال دیتے ہوئے کہا تھا اور اس بات نے مراد شاہ کو اس قدر متاثر کیا تھا کہ برسوں گزرنے کے باوجود انہیں آج بھی سرزمان کا احترام سے لبریز لہجہ اور ان کے چہرے کا تاثر تک یاد تھا۔

"یقیناً ایسی لازوال محبت کسی خوش نصیب کے حصے میں ہی آتی ہے۔" آج ہی، صرف چند گھنٹے قبل اسپتال کے اسی کمرے میں سرزمان کی یہ گفتگو یاد آنے پر بے حد حسرت سے انہوں نے سوچا تھا..... اور اب جیسے یک دم ہی فضا کی صورت میں انہیں یہ خوش نصیبی میسر آ گئی تھی مگر اتنی بڑی بات وہ بھلا کس بناء پر سوچ بیٹھے تھے۔ مراد شاہ کو اپنی ہی سوچ پر حیرانی ہوئی تھی۔ ایک لڑکی جو اُن کے لیے یکسر اجنبی تھی۔ جس کے والدین، بہن بھائی عزیز و اقارب کسی کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتے تھے۔ جو انہیں زندگی میں پہلی بار ملی تھی۔ اور جب سے ملی تھی۔ حیران پر حیران کیے دے رہی تھی۔ اس کے بارے میں وہ اس حد تک جا کر کیسے سوچ رہے تھے؟

"شاید اس حادثے نے میرے جسم کے ساتھ ساتھ میرے ذہن کو بھی متاثر کیا ہے جو میں ایسی الٹی سیدھی باتیں سوچنے لگا ہوں۔" انہوں نے دل ہی دل میں سوچ کر خود کو ڈپٹتے ہوئے گہری سانس لی تھی۔

(جاری ہے)

Scan & PDF FIAZ ALI Friends Korner.com

سوہنا گلابی جوڑا

نادیہ فاطمہ رضوی

> ہم نے جن کے لیے بہایا تھا راہوں میں لہو
> ہم سے کہتے ہیں وہی عہدِ وفا یاد نہیں
> زندگی جبرِ مسلسل کی طرح کاٹی ہے
> جانے کس جرم کی پائی ہے سزا یاد نہیں

نام تو اس کا کامنی تھا مگر گہری سانولی رنگت اور معمولی سے نقوش کی بدولت سب اسے کالی کہتے تھے۔ اس نام کا قصہ بھی خوب تھا۔ کامنی سے چار سال چھوٹی شانی جب محض سال بھر کی تھی تو اپنی توتلی زبان سے کامنی کی بجائے اسے کالی کہتی تھی پھر اس نام کے اثرات اس کی شخصیت پر کچھ یوں اثر انداز ہوئے کہ بڑی ہونے تک اس کی گہری سانولی رنگت کالے رنگ میں ڈھل گئی۔ اماں اکثر کامنی کی کالی رنگت پر ہولتیں اور سر اوپر کر کے ایک آہ بھر کر بولتیں۔

"اے اللہ! اس کالی کی پیدائش سے پہلے میں نے ایسا کیا کھا لیا تھا جو تُو نے مجھے یہ سُرمہ دانی تھما دی؟" کالی سے بڑی اور چھوٹی دونوں بہنیں ہنس کر کہتیں۔

"اماں! یقیناً تم نے چاند گرہن والے دن کالا جوڑا پہنا ہوگا۔" دوسری بھی محظوظ ہو کر بولتی۔

"میرے خیال میں اماں کو کسی نے کوّے کا گوشت کھلا دیا ہوگا۔ ہاہاہا۔"

"اری کم بختو! شرم نہیں آتی ماں کا مذاق اڑاتے ہوئے؟" اماں خود ہی بچیوں کے آگے کالی کی رنگت پر آہ و بکا کرنے کے بعد ان دونوں کو ڈانٹتیں جب کہ کالی ڈھیٹ بنی یہ سب سن کر ایسے اطمینان سے بیٹھی رہتی جیسے یہ باتیں اس کی ذات سے متعلق نہیں، بلکہ کسی تیسرے شخص کے لیے کہی جا رہی ہوں۔

❀❀❀❀❀

"اماں مجھے وہ گلابی سوٹ دلوا دو نا! جو کل منگل بازار میں دیکھا تھا۔ سچ! مجھے بہت ہی اچھا لگ رہا تھا۔"

"افوہ کالی آپا! تم بھی کمال کرتی ہو۔ ایک تو تمہاری کالی رنگت اوپر سے ایسا شوخ رنگ...... تم پہنو گی وہ؟ پتا ہے سب مذاق اڑائیں گے تمہارا۔" شانی کالی کی اس طرح کی فرمائش سن کر بہت جھنجلایا کرتی تھی۔ اسے اپنی اس آپا سے خاص لگاؤ اور محبت تھی۔

"گلابی جوڑے میں تو ہماری کالی بالکل بل بتوڑی لگے گی۔ ہے نا! ستارا۔" نائمہ جسے اپنی گوری رنگت اور خوب صورت ناک نقشے پر بہت ناز تھا، استہزائیہ انداز میں بولی۔

"لوگوں کی مجھے پروا نہیں ہے اور گلابی جوڑے

PDF FIAZ AHMED

میں تم لوگوں کو میں بل بتوڑی لگوں گی مگر میں تو وہ جوڑا پہن کر اپنے آپ کو "ریکھا" نظر آؤں گی ہاں!" کالی اپنے مخصوص اعتماد سے بھرپور انداز میں بولی پھر دوبارہ اماں کی جانب متوجہ ہوکر گویا ہوئی۔

"اماں! بس اگلے منگل کو وہ جوڑا میں ضرور خریدوں گی، اللہ کرے وہ کسی نے خریدا نہ ہو۔"

"افوہ! تیرا جو دل چاہے وہ رنگ پہن مگر میری جان چھوڑ۔" اماں بےزاری سے بول کر کمرے سے باہر نکل گئیں۔

❁❁❁❁❁

اس شام کو خالہ اپنے اکلوتے بیٹے سلمان کے ہمراہ آئیں تو نائمہ کے دل کی کلی کھل سی گئی۔ سلمان اور نائمہ دونوں ایک دوسرے کو بہت پسند کرتے تھے۔ سلمان تھا ہی پسند کیے جانے کے لائق۔ اونچا لمبا قد، پرکشش چہرہ اور انتہائی سحر انگیز شخصیت کا مالک۔ نائمہ اور سلمان کے درمیان ہونے والی اس آنکھ مچولی سے کالی کے علاوہ باقی سب لوگ لاعلم تھے۔

"کالی! میری اچھی بہن! ذرا سلمان سے بول دو کہ چھت پر آجائے، مجھے اس سے ضروری بات کرنی ہے۔" نائمہ شرمگیں مسکراہٹ کو بمشکل دبائے کالی سے لجاجت آمیز لہجے میں بولی۔

"تم خود فون کرکے بول دو یا پھر میسج کردو ہر وقت یہی تو کرتی رہتی ہو۔" کالی ترخ کر بولی اور ایک بار پھر کینو چھیلنے میں مصروف ہوگئی۔

"تو کالی ہونے کے ساتھ ساتھ موٹی بھی ہوجائے گی اتنا مت کھایا کر۔ موٹی بھینس لگے گی پوری..... اور ہاں! اپنی بہن کا اتنا معمولی سا کام نہیں کرسکتی؟ بے مروت! میرے پاس بیلنس نہیں ہے۔" نائمہ نے کالی کو ایک کے بعد ایک کینو چھیل کر اس کی پھانکیں منہ میں ڈالتے دیکھ کر دانت پیس کر کہا۔

"تو سلمان سے کیوں نہیں کہتی کہ وہ تجھے بیلنس بھیج دے؟" کالی کے پاس ہر بات کا جواب موجود تھا۔

"میں بھی کس پتھر سے سر پھوڑنے بیٹھ گئی؟" نائمہ زچ ہوکر اپنا ہاتھ ماتھے پر مار کر بولی۔

"اچھا رک۔ بول دیتی ہوں تیرے سلمان کو۔" کامنی کو آخر کار اس پر ترس آہی گیا جب کہ نائمہ یہ سن کر کھل اٹھی۔

"مجھے پتا تھا تو ضرور میری بات مانے گی۔ میں اوپر جارہی ہوں۔ تو بس جلدی سے اسے بھیج دے۔" نائمہ جوش سے بولی تو کالی ہاتھ جھاڑ کر تخت سے اٹھی اور سلمان کے سر پر جا پہنچی۔

"اے سلمان! تمہیں نائمہ چھت پر بلا رہی ہے۔" چھوٹے سے باغیچے میں اماں، خالہ کے ساتھ باتوں میں مصروف تھیں جب کہ سلمان باغیچے کے کونے پر کھڑا موبائل سے کھیل رہا تھا۔ کالی کی آمد اسے سخت ناگوار گزری۔

"تمیز تہذیب تمہیں چھو کر بھی نہیں گزری؟ رنگ وروپ نہیں ہے تو کم ازکم اخلاق وسلیقہ تو ہوتا...... کریلا وہ بھی نیم چڑھا۔" سلمان نخوت سے بولا مگر کامنی پر سلمان کی گل افشانی کا مطلق اثر نہ ہوا۔

"اچھا! اگر میں تہذیب واخلاق والی ہوتی تو کیا تم نائمہ کی جگہ مجھے پسند کرتے؟" وہ اپنے مخصوص انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے بولی تو سلمان جی جان سے سلگ اٹھا۔

"میں تم پر نظر ڈالنا بھی پسند نہیں کرتا۔ بھلا نائمہ اور تمہارا کیا مقابلہ.....؟" وہ منہ بنا کر بولا۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے! تم کون سا سچ مچ کے سلمان خان ہو۔ اب جاؤ نائمہ انتظار کررہی ہوگی۔" کامنی ایسی باتوں کو کہاں خاطر میں لاتی تھی۔ اب بھی

بےپروائی سے بولی تو سلمان نے ناگواری سے اسے دیکھا مگر وہ گنگناتی ہوئی اماں اور خالہ کے درمیان بیٹھ کر چٹ پٹی باتوں میں لگ گئی۔

❁❁❁❁❁

کامنی شانی کے ہمراہ اگلے منگل کو وہ گلابی جوڑا خرید لائی اور بڑی چاہت سے اسے خوب دل لگا کر دو دن میں ہی سی کے پہن کر کھڑی ہوگئی۔

"بھئی ماشاء اللہ! ماشاء اللہ! ہماری کالی پر تو بڑا روپ آیا ہے۔" ستارا کامنی کو سر سے پاؤں تک دیکھ کر بولی۔

"مجھے تو پہلے ہی پتا تھا کہ یہ رنگ مجھ پر خوب جچے گا۔ لگ رہی ہوں نا حسین؟" کامنی ستارا کے طنز کو سمجھ نہ سکی تو خوشی سے اتراتے ہوئے بولی۔

"واہ کالی! تیرا اعتماد تو غضب کا ہے بھئی!" نائمہ مسکرا کر بولی۔ جب کہ شانی کا دل اپنی دونوں بہنوں کی اس ادائے پر کٹ کررہ گیا۔ کامنی اپنی خوشی میں ہمیشہ کی طرح ان کے تمسخرانہ رویوں کو نظر انداز کیے ہر زاویے سے خود کو دیکھنے لگی۔

"یا اللہ! تو میری کالی آپا کو ہمیشہ یوں ہی خوش رکھنا۔ آمین!" شانی نے سچے دل سے دعا کی۔

❁❁❁❁❁

ستارا کا ایک معقول رشتہ آیا تھا۔ اماں کے ساتھ ساتھ باقی بہنیں بھی بہت خوش تھیں۔

"اللہ! ستارا آپا تم دلہن بن کر کتنی خوب صورت لگو گی نا؟" ستارا خوشی سے مسکرادی۔

"ہائے میں کب دلہن بنوں گی؟" نائمہ آخر میں ایک سرد آہ بھر کر بولی۔

"ستارا آپا کے بعد کالی آپا کا نمبر ہے پھر تمہاری باری ہے۔ ابھی اپنی شادی کے ارمانوں کو دبا کر بیٹھو۔" شانی نائمہ کی بات سن کر سنجیدگی سے بولی۔

رنگارنگ کہانیوں سے آراستہ دلچسپ جریدہ
aanchal.com.pk
تازہ شمارہ شائع ہوگیا ہے
ماہنامہ نئے افق کراچی
مسلسل اشاعت کے 35 سال
پکار — ایک ایسے نوجوان کی سرگزشت ایک واقعہ نے اسے اللہ تعالیٰ کا باغی بنا دیا تھا طویل ناول
بارھواں کھلاڑی — گیارہ کھلاڑیوں کے درمیان ایک بارھواں کھلاڑی کو دنے کی ایک دلچسپ ودلکش داستان
دیمک — سیاست ایک سائنس ہے جس کے تحت نہ صرف قوموں کی ترقی اور تنزلی کے مراحل طے ہوتے ہیں
جنونی لیٹرا — ایک خوب صورت وادی کا قصہ جہاں لوگ امن وآشتی سے رہ رہے تھے برف پوش وادیوں سے ایک نادر تحفہ
قارئین کی دلچسپی کیلئے 3 خوبصورت سلسلے
بزم سخن شعر وشاعری کا منفرد سلسلہ خوشبوئے سخن منتخب غزلیں و نظمیں، ذوق آگہی اقتباسات اقوال زریں احادیث وغیرہ
پرچہ نہ ملنے کی صورت میں دفتر سے رابطہ کریں۔ فون 35620771/2

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

''ہائے اللہ! کیا کالی کی بھی شادی ہوگی؟ میرے ذہن میں تو یہ بات کبھی آئی ہی نہیں۔'' نائمہ مصنوعی حیرت سے بولی۔

''تو میری فکر چھوڑ کر اپنی پریشانی کا سوچ......'' نائمہ نے کامنی کو جلدی سے آنکھیں دکھائیں تو یک دم کامنی کی زبان رک گئی۔

''کیا ہوا آپا! تم اچانک خاموش کیوں ہوگئیں؟'' شانی نے حیرت سے استفسار کیا۔

''افوہ شانی! ان باتوں کو چھوڑو اور یہ سوچو کہ ہم ستارا آپا کی شادی میں کیسے کپڑے بنوائیں گے؟'' نائمہ جلدی سے شانی کی توجہ بٹاتے ہوئے بولی تو واقعی شانی کو اپنے کپڑوں کی فکر لاحق ہوگئی۔

❀❀❀❀❀

''کالی! تو نے یہ بات مجھے اسی دن کیوں نہ بتائی' کیا واقعی سلمان کے لیے خالہ لڑکیاں دیکھ رہی ہیں؟'' تنہائی میں نائمہ نے کامنی سے وہ بات پوچھی جو ستارا اور شانی کے سامنے زبان سے پھسلنے والی تھی اور حقیقی معنوں میں اس کے چھکے چھوٹ گئے تھے۔

''خالہ نے تو ایک لڑکی پسند بھی کرلی ہے۔'' کامنی نے نائمہ کے رہے سہے اوسان بھی خطا کرڈالے۔

''ہائے کالی! میں مر جاؤں گی سلمان کے بغیر۔ میری اچھی بہنا! تو کچھ کرنا!'' نائمہ اس کے ہاتھوں کو تھامتے ہوئے منت آمیز لہجے میں بولی۔

''اچھا اب رونے مت بیٹھ جانا، میں دیکھتی ہوں۔'' کامنی شاہانہ انداز میں بولی پھر نجانے کامنی نے خالہ پر کیا منتر پڑھ کر پھونکا کہ خالہ مٹھائی اور ہار پھولوں کے ساتھ نائمہ کا ہاتھ مانگنے چلی آئیں۔

''بس جمیلہ! تم ابھی اور اسی وقت ہاں کہہ دو اور ستارا کے ساتھ ساتھ نائمہ کو بھی رخصت کرنے کی تیاری پکڑو۔''

''مگر آپا! اتنی جلدی...... تم تو ہتھیلی پر سرسوں جمانے لگیں؟'' اماں اپنی خوشی کو بمشکل سنبھال کر بولیں۔

''ارے بیٹیاں جتنی جلدی اپنے گھروں کی ہو جائیں' اتنا ہی اچھا ہے۔ دولہا بھائی تمہیں چار بیٹیوں کے ساتھ تنہا چھوڑ کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ تم اکیلی جان ہو۔ کیسے نمٹاؤ گی سب کو؟ بس اب دیر مت کرو۔ ہاں!'' خالہ اپنے مخصوص انداز میں بولیں۔

''اچھا آپا! ٹھیک ہے' جیسے تمہاری مرضی۔'' اماں ہنستے ہوئے بولیں۔ شانی کے علاوہ تینوں لڑکیاں خوش تھیں مگر شانی کا دل اداس تھا۔ ستارا کے بعد کامنی کا نمبر تھا' اصولاً پہلے کامنی کی شادی ہونی چاہیے مگر اس بات کا احساس سوائے شانی کے اور کسی کو نہیں تھا۔ ان کے ابا کی کپڑے کی دکان تھی' جس کی وجہ سے ان لوگوں کی آمدنی کافی اچھی تھی۔ اپنی زندگی میں ہی وہ چاروں بیٹیوں کی شادی کے لیے جہیز کی رقم اور زیورات ان کے اکاؤنٹ اور لاکر میں جمع کرا گئے تھے۔ جب کہ دکان اور مکان کی ملکیت بھی چاروں بہنوں کی تھی لہٰذا جمیلہ بیگم کو شادی کے اخراجات کی کوئی فکر نہیں تھی۔ سب لوگ شادیوں کی تیاریوں میں لگ گئے۔

❀❀❀❀❀

''ارے کالی! ذرا ایک جھلک نائمہ کی تو دکھلا دو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ مایوں کے جوڑے میں کیسی لگ رہی ہے۔؟'' مہندی والی رات جب نائمہ اور ستارا کی مشترکہ مہندی آئی تو ساتھ میں سلمان بھی آ گیا۔ اماں نے سلمان کی موجودگی میں نائمہ کو باہر نہیں آنے دیا تھا۔

''میں کیوں جھلک دکھلاؤں؟ تم خود ہی اس سے موبائل پر فون کرکے بول دو کہ کھڑکی کے قریب آ

جائے۔'' گلابی جوڑے میں گلابی ہی جیولری پہنے سلمان کو وہ بالکل افریقن گڑیا لگی۔

''ارے باؤلی ہوئی ہو کیا! اس کے پاس کتنی ساری لڑکیاں بیٹھی ہوں گی' میں فون کروں گا تو یقیناً ان سب کے کان کھڑے ہو جائیں گے اور وہ سب سمجھ جائیں گی کہ میں ہی فون کر رہا ہوں۔'' سلمان جھنجلا کر بولا تو حسب عادت کامنی فوراً مدد کرنے کو تیار ہوگئی۔

''اچھا اب زیادہ کڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اندر جاتی ہوں نائمہ کے پاس۔''

''یہ ہوئی نا بات کالی! تو کالی ضرور ہے مگر تیرا دل بڑا گورا ہے سچ!'' سلمان خوش ہو کر بولا۔ یہ پہلا موقع تھا جب سلمان نے کامنی کی کسی بات کی تعریف کی تھی۔ کامنی نے یہ سن کر اپنی گردن اکڑائی تو سلمان اسے دیکھ کر ہنس دیا۔

❀❀❀❀❀

دونوں بہنیں رخصت ہو کر اپنی اپنی سسرال کو سدھاریں تو گھر میں جیسے سناٹے بول اٹھے۔ شانی زیادہ تر اپنی پڑھائی میں مصروف رہتی اور کامنی......! وہ پہلے کی طرح اپنا ہنسنا کھلکھلانا شاید ستارا اور نائمہ کے ہمراہ رخصت کر بیٹھی تھی جب کبھی دونوں بہنیں ہنستی مسکراتی اپنے شوہروں کے ہمراہ آ جاتیں تو گھر میں رونق ہو جاتی۔ کامنی بھاگ بھاگ کر ان کی خاطر مدارات کرتی۔ اب اماں کو بھی احساس ہونے لگا تھا کہ کاش کامنی کا نصیب بھی کھل جائے مگر شاید اس کی رنگت کی طرح اس کا نصیب بھی سیاہ تھا۔

''یا اللہ! میری کالی کا بھی نصیب کھول دے۔ اس کی ہیرا فطرت کو کوئی جوہری پرکھ لے۔'' اماں اٹھتے بیٹھتے دعائیں مانگتیں۔ کامنی دن بہ دن کمزور ہوتی جا رہی تھی۔ پہلے کی طرح ہر وقت ہنسنا بولنا بھی اس نے چھوڑ دیا تھا۔

''آپا! کیا بات ہے۔ تم ڈائیٹنگ تو نہیں کرنے لگیں۔ اتنی دبلی کیوں ہو رہی ہو؟'' شانی بظاہر اسے چھیڑتے ہوئے بولی مگر اندر سے پریشان تھی کہ آخر کالی اتنی تیزی سے کیوں کمزور ہو رہی ہے۔

''تجھے مجھ سے محبت ہے نا! اس لیے تیری محبت کی عینک مجھے دبلا دکھا رہی ہے۔'' کامنی پیار بھرے لہجے میں بولی۔

''نہیں آپا! تم واقعی اپنی طرف سے بہت بے پروا ہو گئی ہو۔ اب تو تم نے گلابی جوڑا بھی پہننا چھوڑ دیا۔ مجھے بتاؤ میری اچھی آپا! کیا بات ہے؟'' شانی کامنی کے ہاتھوں کو تھام کر گویا ہوئی۔

''گلابی رنگت سے اب میرا دل بھر گیا ہے اور ویسے بھی میں گلابی جوڑے میں بل بتوڑی لگتی ہوں نا!'' آج پہلی بار کامنی نے خود اپنی رنگت کا مذاق اڑایا تھا۔ شانی نے اسے الجھن آمیز نگاہوں سے دیکھا۔

''آپا! سچ سچ بتاؤ کیا بات ہے۔ کیا کسی نے تمہارا دل دکھایا ہے؟ کسی نے تم سے کچھ کہا ہے؟ مجھے بتاؤ' میں اس کی طبیعت صاف کرتی ہوں۔'' شانی جذباتی ہو کر بولی۔

''چل ہٹ پاگل! کسی کی مجال ہے جو کالی کا دل دکھائے۔'' کالی اپنے مخصوص انداز میں اکڑ کر بولی تو شانی خاموش ہو کر رہ گئی مگر پھر کامنی کی صحت تیزی سے گرتی چلی گئی۔ شانی اور اماں کے لاکھ کہنے کے باوجود نہ وہ کسی حکیم کے پاس گئی اور نہ ڈاکٹر کے۔

''کالی! تو نے کیا روگ لگا ڈالا ہے میری بہن! تو کیوں سوکھ کر کانٹا ہوگئی ہے؟'' نائمہ اور ستارا اس سے ملنے آئیں تو آج پہلی بار نائمہ کو اپنی اس بے لوث محبت کرنے والی بہن پر پیار آیا۔

''ہاہاہا......! تیرا دماغ سلمان تو نہیں کھا گیا؟ آخر

Scan & PDF EJAZ AHMED Friends Korner.com

مجھے روگ کیوں کر لگ سکتا ہے اور ہاں! مجھ سے ذرا تم دونوں دور رہو۔" کالی بے پروائی سے بولی۔

"کیوں ہم کیوں تجھ سے دور رہیں۔ کیا تجھے ہمارا بیٹھنا اچھا نہیں لگ رہا؟" ستارا آپا اچنبھے سے بولی۔

"تم دونوں امید سے ہونا! ایسا نہ ہو کہ میرے کالے رنگ کا اثر تم دونوں کے بچوں پر پڑ جائے۔"

"کالی!" ستارا چلائی تھی۔ اسے کامنی کے منہ سے یہ بات انتہائی بری لگی تھی جب کہ وہ دونوں خود اب تک اس کی کالی رنگت کا مذاق اڑاتی چلی آئی تھیں۔

"کالی! ہمیں معاف کر دو، ہم تمہارا بہت دل دکھاتے تھے۔" نائمہ اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔ اس کی آنکھوں سے یک دم آنسو نکل پڑے۔

"ارے میری بہنو! تم لوگ تو میری جان ہو۔ میں تم لوگوں کی کسی بات کا بُرا تھوڑی مانتی تھی۔" کامنی نائمہ کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔ دونوں بہنیں اپنی سابقہ باتوں کو یاد کر کے رو دیں جب کہ کامنی ان کی دل جوئی کرتی رہی۔

❀❀❀❀❀

"کالی مر گئی!"

"کیا! کالی مر گئی؟"

"کالی کیسے مر سکتی ہے؟"

"نہیں، یقیناً یہ جھوٹ ہے۔"

جس نے سنا اس کے منہ سے ایسے الفاظ نکلے۔ ایک رات کامنی ایسی سوئی کہ اگلی صبح کا سورج دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ اماں، ستارا، نائمہ اور شانی کا صدمے سے برا حال تھا۔ پورا محلّہ اور خاندان کامنی کی موت پر اشکبار تھا۔ سب کو کامنی کی وہ اچھائیاں یاد آ رہی تھیں جو کامنی نے ان سب کے ساتھ کی تھیں۔

"میری کالی آپا! تم کس بات کا روگ لگا کر دنیا سے چلی گئیں؟ کم از کم مجھے تو کچھ بتا کر جاتیں۔" شانی اس کی گلابی جوڑے میں ملبوس تصویر کو اشکبار نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی جو نائمہ کی مہندی میں اس نے کھینچی تھی۔ سوئم کے بعد دونوں بہنیں مجبوراً سسرال جا چکی تھیں۔ پورے گھر میں موت کی خاموشی تھی۔ شانی اور اماں دونوں کالی کی تصویریں دیکھتے ہوئے خاموشی سے آنسو بہا رہی تھیں۔

❀❀❀❀❀

"یہ...... تم کیا کہہ رہی ہوں آپا! یہ کالی نے کب......! ایسا کیوں کیا کالی نے......؟" کامنی کے چالیسویں کے بعد جب تمام رشتے دار اور محلے والے چلے گئے تو خالہ اماں نے ایک قانونی پرچہ جمیلہ کے آگے دھر دیا جس میں لکھا تھا کہ کامنی نے اپنے حصے کے زیورات، رقم اور گھر کا حصہ نائمہ کے نام کر دیا ہے۔ نائمہ اور باقی سب بھی یہ انکشاف سن کر بری طرح چونک گئے۔

"جمیلہ! میں سلمان کی شادی کسی مال دار لڑکی سے کرنا چاہتی تھی۔ کالی نے مجھ سے کہا کہ میں نائمہ کی شادی اگر سلمان سے کر دوں تو وہ اپنی تمام چیزیں نائمہ اور سلمان کے نام کر دے گی اور مجھے خاموش رہنے کو بھی کہا تھا۔" خالہ اماں بڑی بے حسی سے بول رہی تھیں جب کہ اماں اور تینوں بہنوں کو جیسے سکتہ ہو گیا تھا۔ خود سلمان بھی بہت مضمحل تھا۔ اماں کی یہ حرکت اسے بری طرح شرمندہ کر گئی تھی۔

"ٹھیک ہے آپا! جب مرنے والی یہ سب تمہیں دے گئی تو پھر میں کون ہوتی ہوں ان چیزوں کو دبا کر رکھنے والی؟" اماں ایک کرب ناک سسکی لے کر بولیں۔

❀❀❀❀❀

شانی نے کالی کی الماری ایک دن یوں ہی کھولی تو پوری الماری میں اسے گلابی رنگ کے جوڑے ہی

جوڑے دکھائی دیے۔ شانی کا دل جوڑوں کو دیکھ کر بے تحاشا بوجھل ہو گیا۔ وہ بڑے پیار سے کپڑوں کو نکالتی گئی اور آنکھوں سے لگا کر ایک گہری سانس لے کر انہیں چومتی گئی۔ جب پوری الماری خالی ہو گئی تو اس نے سوچا کہ ان کپڑوں کو تہہ لگا کر رکھ دے، وہ ایسا کرنے ہی والی تھی کہ اچانک اس کی نظر الماری کی ادھ کھلی دراز پر پڑی۔ اس نے بے ساختہ دراز کو تیزی سے کھولا تو پوری دراز اس کے ہاتھ میں آ گئی۔ اس نے جلدی سے دونوں ہاتھوں سے دراز کو تھاما ورنہ دراز نیچے گر جاتی۔ دراز کے کونے میں ایک طرف بنی چور مگر چھوٹی سی دراز پر اس نے یوں ہی ہاتھ ڈالا تو اس کی انگلیاں کسی سخت چیز سے ٹکرائیں۔ اس نے متعجب ہو کر ہاتھ باہر نکالا تو ایک گلابی رنگ کی ڈائری اس کی نگاہوں میں آ گئی۔

"یہ ڈائری آپا نے اتنی چھپا کر کیوں رکھی تھی؟" شانی اچنبھے سے بولی اور پھر جلدی سے اسے کھولا۔ پہلے ہی صفحے پر لکھا تھا۔ "سوہنا گلابی جوڑا" اور پھر وہ وحشت ناک انداز میں صفحات پلٹتی چلی گئی۔

"مجھے گلابی رنگ بہت سوہنا لگتا ہے۔ کیوں کہ "اسے" جو اچھا لگتا ہے۔ میری کالی رنگت پر گلابی جوڑا بہت برا لگتا ہے مگر کیا کروں، وہ رنگ اسے پسند ہے نا! اے میرے ربّ! تو کسی کو کالا پیدا مت کرنا اور اگر پیدا کرے تو اسے دل مت دینا۔ ہاہاہا...... میں تو واقعی گلابی جوڑے میں بل بتوڑی لگ رہی تھی۔ اس کی نگاہوں میں بھی تو کتنی ناپسندیدگی تھی۔"

"آج اس نے میری پہلی بار تعریف کی تھی۔ مجھے یاد ہے اس نے کہا تھا کہ وہ مجھ پر نظر ڈالنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ اس جھلّے کو کیا معلوم، یہ کالی دیوانی اسے بچپن سے چاہتی آئی ہے...... میری محبت سلمان! جب جب تم سامنے آتے ہو، میرے دل کے ٹکڑے ہونے لگتے ہیں۔ اتنا مجھے مت آزماؤ، کہیں یہ تکلیف سہتے سہتے میں مر ہی نہ جاؤں...... تم میری بہن نائمہ کا پیار ہو اور اپنی بہنوں کے لیے میں اپنی جان تک قربان کر سکتی ہوں۔ یہ پیسہ اور زیور کیا چیز ہے۔" شانی ایک کے بعد ایک ورق الٹتی چلی گئی تھی۔

آگے اور بھی بہت کچھ لکھا تھا مگر شانی کو لگا کہ اس نے مزید کچھ پڑھا تو اس کا دل پھٹ جائے گا۔

"میری پیاری آپا! نارسائی کا درد، یک طرفہ محبت کا کرب، ٹھکرائے جانے کی اذیت تمہیں کھا گئی۔ تمہیں دیمک کی طرح چاٹ گئی میری اچھی آپا!" شانی ڈائری اپنے سینے سے لگا کر سسک اٹھی۔ کافی دیر رونے کے بعد وہ دھیرے سے اٹھی اور دبے پاؤں کچن میں آ کر چولہا جلایا اور خاموشی سے ڈائری چولہے کی آگ کے حوالے کر دی۔ ڈائری بھڑ بھڑ جل رہی تھی۔ کامنی کے دل کی حکایت تیزی سے راکھ ہو رہی تھی۔

"آپا! جب تم نے اپنی زندگی میں اپنے دل کی حکایت کسی کو نہ سنائی تو بھلا تمہاری موت کے بعد میں یہ کیسے کر سکتی ہوں؟ میں جانتی ہوں کہ تم نے یہ ساری باتیں ہم سب سے اس لیے چھپا کر رکھی تھیں کہ سب تمہارا مذاق اڑاتے اور سلمان بھائی......! وہ یہ حقیقت جان کر ریخ پا ہو جاتے۔ تمہاری محبت کو بے دردی سے ٹھکرا دیتے اور یہی تمہیں کسی طور قبول نہیں تھا۔" "اے اللہ! اگر تو کسی کو اتنا معمولی صورت کا بنائے تو کم از کم اسے ہم جیسی بہنیں مت دینا۔"

خود سے دل ہی دل میں بولتی شانی آخر میں دعا مانگ کر ایک بار پھر کامنی کو یاد کر کے سسک اٹھی۔

❀

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

آپ کی شخصیت

اے ایس صدیقی

تو یہ صفحہ ہے شخصیت کے بارے میں۔ آپ سب کو معلوم ہے کہ شخصیت دراصل آپ کی ذہنی صلاحیت' عادات' اطوار' رویّے اور مزاج سے تشکیل پاتی ہے۔ اسی لیے شخصیت کی تعمیر کے ضمن میں سدا زور اسی پر دیا جاتا ہے کہ آدمی اپنی ذہنی صلاحیت کو بڑھائے۔ اپنی عادات کو بہتر بنائے۔ اپنے رویّے درست کرے اور مزاج کو ماحول سے ہم آہنگ کرے۔

اور بھلا ہم میں سے کون ہے جو نہیں چاہتا کہ اس کی شخصیت متاثر کن ہو یا اسے دوسرے پسند کریں۔ جو سمجھ رکھنے والے فرد ہوتے ہیں وہ اس ضمن میں اپنا ہدف بہرحال حاصل کر لیتے ہیں۔ البتہ بہتوں کے لیے یہ سب کچھ نہیں ہوتا۔ اس وقت اپنے اس مختصر سے مضمون میں ہم یہ بتانے کی سعی کریں گے کہ بنیادی اقدام کے طور پر ہم کیا کچھ کر سکتے ہیں۔ وہ کون سے عمل ہیں جن سے شخصیت میں بہتری آسکتی ہے۔

اس ضمن میں مندرجہ ذیل باتوں پر توجہ دیں۔

☆ سب سے پہلے یہ جان لیں کہ دوسروں سے نہ تو اس قدر زیادہ ملیں کہ لوگ آپ کو دیکھ کر آپ سے کترانا شروع کردیں۔ اسی طرح نہ دوسروں سے اتنا فاصلہ یا دوری اختیار کریں کہ وہ سب آپ کو بدخو اور مغرور سمجھنے لگیں۔ دونوں معاملات میں درمیانی روش بہتر ہوتی ہے۔ اگر اس معاملے میں آپ کے ہاں توازن نہیں تو توازن پیدا کریں۔

☆ اب دوسری بات لوگوں سے ملتے وقت کبھی اپنی کہی باتوں کو دوسروں پر مسلط نہ کریں۔ یہ روش کٹ حجتی شمار ہوتی ہے۔ یاد رکھیں دوسرے بھی چاہتے ہیں کہ ان کی بات کو اہمیت دی جائے۔ اگر آپ کی خواہش ہے کہ آپ کی ہر بات کو اہمیت دی جائے تو خود آپ کو دوسروں کی باتوں کو اہمیت دینی ہوگی۔

☆ کسی سے ملاقات کے وقت اپنی سنانے سے زیادہ دوسروں کو سننے پر زور دیں۔ یعنی صرف سن لیے ہی نہیں بلکہ سنیے بھی۔ مخاطب کو اہمیت دینے کا یہ سب سے اچھا طریقہ ہوتا ہے کہ اس کی گفتگو کو صبر سے سنا جائے اور ظاہر کیا جائے کہ آپ اس کی باتوں کو اہمیت دے رہے ہیں۔

☆ گفتگو کے دوران زندہ دلی' خوش دلی اور گرم جوشی کا مظاہرہ ضرور کریں۔ DULLNESS سرد مہری' بے زاری کی روش کو کوئی پسند نہیں کرتا۔

☆ گفتگو کرتے وقت لحاظ رکھیں کہ آپ کا مخاطب کس قسم کا ہے۔

یعنی یہ سوچیں کہ آپ

کس سے مخاطب ہیں اور کیا کہہ رہے ہیں۔ بسا اوقات ترنگ میں آکر لوگ ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جو بعد میں شرمندگی کا باعث بنتی ہیں۔

☆ اس بات کا بہت خیال رکھیں کہ دوسروں کے سامنے اپنی لیاقت' قابلیت یا رعب داب نہ جھاڑیں۔ متعدد خواتین اور حضرات عموماً اپنی کامیابیوں کا ذکر ہی نہیں کرتے بلکہ بہت بڑھا چڑھا کر کرتے ہیں۔ ایک ذکر بہتات سے کرنے والے فرد محفلوں میں پسند نہیں کیے جاتے۔ اچھی بات تو یہی ہوتی ہے کہ آپ جو کچھ ہیں وہی نظر آئیں۔

☆ محفلوں میں یہ لحاظ رکھنا بھی ضروری ہوتا ہے کہ جن لوگوں سے بات ہو رہی ہے ان کی عمر کیا ہے۔ کم عمر اور معمر افراد کو سامنے رکھتے ہوئے گفتگو کی جانی چاہیے۔

شخصیت کی تعمیر میں جہاں بہت سی باتیں دوسروں پر توجہ رکھنے سے متعلق ہوتی ہیں وہیں بہت سی ایسی باتیں ہوتی ہیں جن کا تعلق آپ سے براہِ راست ہوتا ہے۔ ان میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ آپ اپنی صحت کا خصوصی خیال رکھیں۔ اچھی صحت آدمی کے ظاہری حسن اور دل کشی میں اضافے کا باعث بھی بنتی ہے۔ بہتر شخصیت کے حصول کے ضمن میں سرگرمیوں کی بھی خاصی اہمیت ہوتی ہے۔

کیونکہ سرگرمیاں مثبت بھی ہوتی ہیں اور منفی بھی۔ پہلے تو اپنی سرگرمیوں کا جائزہ لیں کہ وہ کس قدر مثبت ہیں اگر آپ کی سرگرمیاں منفی ہیں تو انہیں فی الفور ترک کر دینا چاہیے اور ان کی جگہ مثبت سرگرمیاں اختیار کرنا چاہیے۔

سرگرمیاں تو بہت ہیں تاہم چند ایک کا تذکرہ خالی از دلچسپی نہیں ہوگا' مثلاً مطالعہ کی عادت۔

کتابیں انسان کی بہترین ساتھی ہوتی ہیں۔ اچھی اور عمدہ کتابیں زندگی کو بہتر بنانے میں ہماری مدد کرتی ہیں اور ہماری ذہنی سطح کو بلند کرنے کا باعث بنتی ہیں۔

اسی طرح اقدار کی سمت بھی رجوع ہوں تو کچھ حرج نہیں۔ روحانیت کے رائیتے پر بھی امن و سکون ملتا ہے جو ایک بہتر شخصیت کے لیے نہایت ضروری سمجھا جاتا ہے۔

یہ چند چھوٹی چھوٹی باتیں تھیں جنہیں اپنا کر شخصیت میں بہتری لائی جا سکتی ہے۔ بس ضرورت عمل کی ہے' اعتدال کی ہے۔ تو پھر دیر نہ کریں' ابھی سے ابتدا کریں۔ چند چھوٹی چھوٹی باتوں کو اپنا کر اپنے اندر مثبت تبدیلیوں کی داغ بیل ڈالیں۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

آپ کی صحت

ہومیوڈاکٹر محمد ہاشم مرزا

د۔م لکھتی ہیں کہ خط شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ BERBARES VULG-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں اور PULSATILLA-200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن پی لیا کریں۔ ہیئر گرووَر اور بریسٹ ٹانک مکمل فائدہ ہونے تک استعمال جاری رکھیں۔

شبانہ فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔ آپ JODUM-IM کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر پندرہ دن میں ایک بار پیا کریں۔ بال گرنے سے روکنے کے لیے میرے کلینک سے HAIR GROWER منگالیں۔ 650 روپے میرے کلینک کے نام پتے پر منی آرڈر کردیں۔ قد بڑھانے کے لیے CALCIUMPHOS 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر آٹھویں دن ایک بار پیا کریں یہ تین ماہ مکمل کرکے چھوڑ دیں۔

کرن بتول چیچہ وطنی سے لکھتی ہیں کہ آپ کی ادویات سے بہت سے لوگ صحت یاب ہوئے ہیں میرے مسائل کی بھی علیحدہ علیحدہ دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ JODUM-IM کے پانچ قطرے ہر پندرہ دن میں ایک مرتبہ پی لیا کریں یہ دانے تھریڈنگ کرنے سے بعض لوگوں کو نکلتے ہیں۔ آپ NATRUM SLILH 3X کی چار گولیاں تین وقت روزانہ کھائیں ایفروڈائٹ کا استعمال جاری رکھیں۔

ام ثمامہ جھنگ سٹی سے لکھتی ہیں کہ آپ نے بہت لوگوں کے مسائل حل کیے ہیں۔ میرا مشکل مسئلہ بھی حل کردیں۔ میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ شادی سے ایک ماہ پہلے سے دوا SECALECOR-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیجیے گا کوئی فکر نہ کیجیے اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا۔

ح۔ا فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ ALFALFA-Q کے دس قطرے تین وقت روزانہ کھانے سے پہلے پی لیا کریں۔ اپنی دوست کو SULPHUR 10M کے پانچ قطرے ہر پندرہ دن میں ایک بار دیں۔ حالات نارمل ہونے پر دوا چھوڑ دیں۔

شبانہ شاہ شہداد پور سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے بازو، پیٹ پر بھورے تل ہیں۔ سینے اور ناف پر بال ہیں رنگت سانولی ہیں۔

محترمہ آپ THUJA-Q کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں اور یہ دوا تلوں پر لگایا کریں۔ JODUM-IM کے پانچ قطرے پندرہ دن میں ایک مرتبہ پیا کریں۔ 6 ماہ مکمل کرلیں بال ختم کرنے کے لیے 650 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں آپ کو بال ختم کرنے کی دوا APHRODITE ارسال کردی جائے گی۔ اس کے استعمال سے بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے۔

محمد جمیل اکبر معظم لاہور سے لکھتے ہیں کہ آپ سے HAIR GROWER منگوایا تھا۔ جس سے میرے بال گرنا بند ہوگئے اور روز بروز بالوں میں اضافہ ہورہا ہے اس طرح میرا دوسرا اور اہم مسئلہ بھی حل کردیں۔

محترم آپ DAMIANA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں۔

گل سراج بھاولپور سے لکھتی ہیں کہ مجھے 8-7 سال

سے سر میں درد ہے۔ بہت علاج کروائے مگر صحیح نہیں ہوتا میں بہت مایوس ہوچکی ہوں دوسرے میرے ابو کو پندرہ سال سے نزلہ ہے۔ تین آپریشن کراچکے ہیں نزلہ نہیں جاتا۔

محترمہ آپ USENA BARB-3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین مرتبہ روزانہ پی لیا کریں اور والد کو MERCSOL6 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ پلائیں۔

ام مبشر عطاری رحیم یار خان سے لکھتی ہیں کہ میری پنڈلیوں اور گھٹنوں میں بہت درد رہتا ہے چہرے کے بالوں کے لیے جو دوا لکھی تھی وہ کتنے عرصہ لینی ہے۔

محترمہ آپ MAG PHOS 6X کی چار گولیاں تین وقت روزانہ کھائیں بال ختم کرنے والی دوا APHRODITE لگانے کے ساتھ ساتھ بال ختم ہونے تک لیتی رہیں۔

محمد آفتاب کراچی سے لکھتے ہیں کہ میرا خط شائع نہ کریں جوابی لفافہ میں جواب دیں۔

محترم آپ STAPHISGRAIA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں۔ بیوی کا قد اب نہیں بڑھ سکتا۔ براہِ راست جواب دینے سے معذرت چاہتا ہوں جواب اسی کالم میں دیا جاسکتا ہے۔

نادیہ نواز منڈی بہاؤالدین سے لکھتی ہیں کہ آپ کا تیل لگا رہی ہوں بال کم نہیں ہوئے تیل ایک سال پرانا ہوگیا کیا نیا منگوانا پڑے گا۔

محترمہ آپ کو ہارمونز کا مسئلہ کچھ زیادہ ہی ہے۔ پہلے ہارمونز کا علاج کرائیں اس کے ساتھ ایفروڈائٹ کا استعمال جاری رکھیں۔ مسئلہ حل ہوجائے گا۔ APHRODITE ایک سال میں کم اثر ہوجاتا ہے۔ نیا منگوالیں۔

ف۔ق میاں چنوں سے لکھتی ہیں کہ میں بہت پریشان ہوں میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ BIOPLASGEN-13 کی پانچ گولیاں تین وقت روزانہ کھائیں اور بریسٹ بیوٹی ہیئر گرووَر میرے کلینک سے منگوالیں۔

مریم گجرانوالہ سے لکھتی ہیں کہ مٹاپا دور کرنے کے لیے دوا منگوائی اس پر PHYTOLACC BERRY-Q لکھا تھا۔ اس کے اوپر کا پیپر ہٹایا تو FUCUS VES-Q لکھا تھا تو آپ یہ بتائیں کہ یہ دوا کس مرض کے لیے ہے؟ کیا اسے واپس کردیں مگر کھل چکی ہے۔

محترمہ یہ آپ نے عجیب بات لکھی ہے۔ دونوں دوائیں الگ ہیں اور دونوں مٹاپا دور کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہیں آپ نے شاید گڑبڑ والی لوکل دوا خرید لی ہے اسے ختم کریں جرمنی کی سیل بند دوا خریدیں۔

N.S ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ میرا خط شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ CALCIUM FLUOR 6X کی چار گولیاں تین وقت روزانہ کھائیں اور CALCIUM CARB 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن پی لیا کریں۔ بہن کو SABALSERRULATAQ کے دس قطرے تین وقت روزانہ پلائیں اور لگانے کے لیے میرے کلینک سے BREAST BEAUTY منگوالیں۔ ان شاء اللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔ رنگ صاف کرنے کے لیے JODUM-IM کے پانچ قطرے ہر پندرہ دن میں ایک بار لیں۔ 6 ماہ مکمل کرلیں۔

اظہر حسن راولہ کوٹ سے لکھتے ہیں کہ شادی کو 3 سال ہوگئے اولاد سے محروم ہوں دوسرے 20 سال کی عمر سے سر کے بال گرنا شروع ہوگئے آدھا سر گنجا ہوچکا ہے۔ بال سفید بھی ہورہے ہیں۔

محترم آپ DAMIANA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں۔ مبلغ 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں اپنا پتا مکمل لکھیں اور منی آرڈر

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

فارم کے آخر میں کوپن پر مطلوبہ دوا کا نام HAIR GROWER ضرور لکھیں آپ کو ہیئر گرودر گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے ان شاء اللہ گنجا پن ختم ہوجائے گا۔

اویس خان قرنی ہزارہ سے لکھتے ہیں کہ میرے دوست کا مسئلہ حل کردیں اور میرے استاد کا مسئلہ ہے اس کا حل بتائیں۔

محترم اپنے دوست کو STAPHISGARIA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں اور استاد محترم کو PHYTOLACCA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔

مس رومی لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں مہربانی ہوگی۔

محترمہ آپ APHRODITE استعمال کریں آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔ دوست کے لیے JODUM 30 کے 5 قطرے تین وقت روزانہ پلائیں اور میرے کلینک سے BREAST BEAUTY منگوالیں۔ وہ استعمال کرائیں۔

ثناء ظہیر ہری پور سے لکھتی ہیں کہ میری بائیں آنکھ کے اوپر کی جگہ بھنوؤں کے پاس سفید داغ ہوگئے ہیں۔ یہ داغ ایک نکتہ سے شروع ہوا تھا اب یہ نشان کافی بڑھ گیا ہے۔ دیکھنے والے برص کی بیماری بتاتے ہیں۔

محترمہ آپ HYDROCOTYL 6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں۔ یہ دوا کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے مل جائے گی۔

ثوبیہ عابد سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ بہت عرصہ سے آپ کا کالم پڑھ رہی ہوں مگر خط لکھنے کی ہمت آج کررہی ہوں میرا مسئلہ بھی حل کردیں میرے بھائی کا بھی یہی مسئلہ ہے کزن کے لیے بال بڑھانے کی دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ SULPHUR 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر صبح نہار منہ لیں اور NUXVOM 30 کے پانچ قطرے رات سوتے وقت لیں۔ مسوں پر THUJA-Q لگائیں یہ دوائیں کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے مل جائیں گی۔ کزن کے لیے میرے کلینک سے HAIR GROWER منگوالیں۔ بال لمبے گھنے خوب صورت ہوں گے۔

ناصر علی بہاولپور سے لکھتے ہیں کہ خط شائع کیے بغیر علاج تجویز کردیں بہت پریشان ہوں۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

فاطمہ کراچی سے لکھتی ہیں کہ ماہانہ نظام ٹھیک نہیں ہے ایک دن سے زیادہ اخراج نہیں ہوتا۔ دس سال سے قبض کی شکایت ہے چہرے پر دانے نکلتے ہیں داغ چھوڑ دیتے ہیں۔ بائیں بریسٹ میں گلٹی ہوگئی تھی آپریشن نہیں کرایا ہے مگر چبھن سی ہوتی ہے۔

محترمہ آپ کلینک پر تشریف لائیں باقاعدہ علاج کی ضرورت ہے۔

مبینہ کراچی سے لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ PULSATULLA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں۔

آمنہ کراچی سے لکھتی ہیں کہ میرے لیے بھی کوئی مناسب دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ NUXVOM 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں۔

عرسہ امین شاہ کوٹ سے لکھتی ہیں کہ مجھے کافی عرصہ سے قبض ہے ابھی تک کوئی دوا استعمال نہیں کی۔

محترمہ آپ HYDRASTES-3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں۔ جب حالت نارمل ہوجائے تو چھوڑ دیں۔

حمیرا فاطمہ لکھتی ہیں کہ مجھے شروع سے ہی نزلہ رہتا ہے اور ناک بھی بند ہوجاتی ہیں۔ میرا بھائی دبلا پتلا ہے اس کا ہاضمہ درست نہیں ہے۔

محترمہ آپ MERCSOL 6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور بھائی کو NATRUM PHOS 6X کی چار گولیاں تین وقت روزانہ کھلائیں۔

عروبہ خان ملتان سے لکھتی ہیں کہ میرا معدہ خراب ہے منہ سے بدبو آتی ہے دانتوں سے خون بہتا ہے۔

محترمہ آپ CIMICIFUGA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں اور MERCSOL-6 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ پیا کریں۔

رابعہ تبسم سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ میرا ماہانہ نظام درست نہیں ہے۔ بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ CINAMOM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور SBINA-200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن ایک بار لیں۔ مکمل صحت یاب ہونے پر دوا کا استعمال بند کردیں۔

رضوانہ فاروق کوٹلہ جام سے لکھتی ہیں کہ میرے سر کے بال تقریباً سارے گر چکے ہیں۔ بہت ہی کم بال رہ گئے ہیں۔ بڑی امید کے ساتھ خط لکھ رہی ہوں۔

محترمہ آپ کو HAIR GROWER ارسال کردیا گیا ہے۔ اس کے استعمال سے بال گھنے لمبے اور خوب صورت ہوجائیں گے۔

حسن آراء جہلم سے لکھتی ہیں کہ میرے تین بچے ہیں بچوں کو دودھ پلانے سے پلپلا پن اور جھریاں پڑ گئی ہیں۔ پہلے جیسا شیب فخی نہیں رہی میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ JODUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں اور میرے کلینک کے نام پتے پر (جو آخر میں لکھا ہوا ہے) مبلغ 550 روپے منی آرڈر کردیں منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر مطلوبہ دوا کا نام BREAST BEAUTY ضرور لکھ دیں یہ دوا آپ کو گھر پہنچ جائے گی اس کے استعمال سے قدرتی حسن بحال ہوجائے گا۔

گلفام خان پشاور سے لکھتے ہیں کہ میرا سر بالوں سے محروم بالکل چکنا ہوگیا ہے۔ میں نے HAIR GROWER استعمال کیا ہے رواں نکل آیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ بال لمبے گھنے ہوجائیں۔

محترم آپ ہیئر گرودر کا استعمال جاری رکھیں ان شاء اللہ آپ کی خواہش پوری ہوگی۔

کنیز فاطمہ سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ مجھے سیلان کی شکایت ہے جو اعضا پر خراش پیدا کرتا ہے۔ خارش ہوجاتی ہے میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ KREOSOTE 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں۔ یہ دوا آپ کو اپنے شہر میں کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے مل جائے گی دوا ہمیشہ جرمنی کی سیل بند خریدیں۔

فیروز الدین آزاد کشمیر سے لکھتے ہیں کہ میں بہت زیادہ بیمار ہوں ایک سال سے زیادہ عرصہ ہوگیا طبیعت ٹھیک نہیں ہورہی آپ ہی کوئی علاج بتائیں۔

محترم آپ کے لیے بغیر معائنہ کے کوئی دوا تجویز نہیں کی جاسکتی کسی مقامی ہومیو پیتھک ڈاکٹر سے رجوع فرمائیں۔

معائنہ اور باقاعدہ علاج کے لیے تشریف لائیں۔ صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے فون 021-3699705 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان KDA-C-5 فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن 2 سیکٹر B-14 نارتھ کراچی 75850

خط لکھنے کا پتا۔ آپ کی صحت ماہنامہ "آنچل" پوسٹ بکس 75 کراچی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

ڈشِ مقبلہ

طلعت آغاز

نارنگی گوشت

اشیاء:۔

گائے کا گوشت 250 کلو
سویا ساس دو کھانے کے چمچ

شملہ مرچ دو عدد (ایک انچ کے ٹکڑے بنالیں)
نارنگی کے قتلے 450 گرام (چھیل لیں)
پیاز، نارنگی ایک عدد (نارنگی چھیل لیجیے)
لال مرچ ایک چائے کا چمچ (باریک کٹی ہوئی)
کارن فلور ایک کھانے کا چمچ
براؤن شوگر ایک کھانے کا چمچ
سرکہ دو چمچ
گرم مسالا ایک چمچ (پسا ہوا)
تیل، نمک حسبِ ضرورت

ترکیب:۔

گوشت کو پارچوں کی صورت میں کاٹ لیجیے۔ سوس بنانے کے لیے نارنگی کا رس آدھا کپ ایک چھوٹے پیالے میں نکال لیں۔ اس میں سرکہ، سویا ساس، کارن فلور، براؤن شوگر اور کٹی ہوئی لال مرچ شامل کر کے مکس کرلیں اور ایک طرف رکھ لیں۔ ایک سوس پین میں تیل ڈال کر درمیانی آنچ پر گرم کریں اس میں شملہ مرچ اور پیاز ڈال کر تین سے چار منٹ فرائی کر کے نکال کر الگ رکھ دیں۔ اس کے بعد اسی تیل میں گوشت ڈال کر دو سے تین منٹ فرائی کریں۔ گوشت کو پین کے اطراف میں کر کے درمیان میں بنایا گیا سوس ڈال کر پکائیں۔ یہاں تک کہ سوس گاڑھا ہوجائے۔ فرائی کی ہوئی شملہ مرچ اور پیاز ملا دیں۔ دو منٹ کے بعد نارنگی کے چھلے ہوئے قتلے ڈال کر پکائیں۔ جب گوشت گل جائے تو پسا ہوا گرم مسالا اور ہرا دھنیا باریک کٹا ہوا ڈال کر گرم تافتان کے ساتھ نوش فرمائیے۔

نجم انجم اعوان..... کراچی

لوکی کے کٹلس

اشیاء:۔

لوکی ایک پیالی
چنے کی دال 3/4 پیالی

لہسن، ادرک پیسٹ 1/4 چمچ
گرم مسالا پاؤڈر 1/2 چائے کا چمچ
نمک حسبِ ذائقہ
لال مرچ پاؤڈر 1 چائے کا چمچ
کھٹائی 1/2 چمچ
دھنیا پاؤڈر 1 چمچ
پیاز 1 عدد (تل لیں)
ہرا دھنیا (باریک کٹا ہوا) حسبِ پسند
پودینہ (باریک کٹا ہوا) حسبِ پسند
ہری مرچیں (باریک کٹی ہوئی) 2 عدد
انڈا 1 عدد
ثابت زیرہ 1 چائے کا چمچ
تیل حسبِ ضرورت
پیاز 1 عدد (باریک کٹی ہوئی)

ترکیب:۔

چنے کی دال ابال لیں اور لوکی بھی ابال لیں۔ دال گل جانے پر پیس لیں پھر اس میں ہرا دھنیا، پودینہ، ہری مرچیں، نمک، لال مرچ، گرم مسالا، دھنیا، براؤن پیاز، لہسن، ادرک، کھٹائی، زیرہ، کٹی ہوئی پیاز اور لوکی ڈالیں اور مکس کرلیں۔ اب کسی بھی شیپ کے کٹلس بنالیں۔ تیل گرم کریں اور ہر کباب کو انڈا لگا کر فرائی کرلیں۔ لوکی کے کٹلس گولڈن براؤن ہونے پر نکال لیں اور چٹنی کے ساتھ سرو کریں۔

رومان ملک..... جھنگ صدر

ناریل کی مٹھائی

اشیاء:۔

ناریل پسا ہوا 1 پاؤ
چینی 1 پاؤ
کھویا 1 پاؤ
دودھ 1 چھٹانک
کیوڑہ 1 چمچ
الائچی 6 عدد
چاکلیٹ یا رس بھری کا ذرا سا رس

ترکیب:۔

ناریل پسا ہوا منگوالیں یا ناریل خود باریک پیس لیں۔ پھر ایک دیگچی چولہے پر چڑھا کر ایک پاؤ پانی میں چینی ڈال کر پکنے کے لیے رکھ دیں۔ جب چاشنی خوب گاڑھی ہوجائے تو ناریل اس میں ڈال دیں اور

خوب چمچ سے ملائیں۔ جب سب کچھ یک جان ہوجائے تو اس میں کھویا ڈال دیں اور دودھ بھی ساتھ ہی ڈال کر خوب ملائیں۔ یہاں تک کہ سب قوام یکساں کھوئے کی طرح ہوجائے اس کے بعد اس میں رنگ اور الائچی کے دانے، کیوڑہ ڈال دیں اور بڑی سی ٹرے میں گھی لگا کر اوپر سے قوام پلٹ دیں تاکہ جم جائے ٹھنڈا ہونے پر اس کے ٹکڑے اپنی پسند کے مطابق کاٹ لیں۔

صبا نواز بھٹی..... سانگھڑ

لذیذ باربی کیو پسندے

اشیاء:۔

پسندے 1/2 کلو
نمک حسبِ ذائقہ
لال مرچ پاؤڈر حسبِ ذائقہ
دہی کھانے کے 4 چمچ
سفید مرچ پاؤڈر کھانے کا 1 چمچ
لہسن کا پانی چائے کے 2 چمچ
چاٹ مسالا چائے کا 1 چمچ
سرکہ کھانے کے 2 چمچ
پیاز کا پانی چائے کے 2 چمچ
گھی یا تیل حسبِ ضرورت

FIAZ AHMED
Friends Corner.com

کالی مرچ پاؤڈر	حسب ذائقہ

ترکیب:۔

پسندوں کو کانٹے یا چھری سے گود لیں اور نمک،

لال مرچ، دہی، سفید مرچ، لہسن کا پانی، چاٹ مسالا، سرکہ، پیاز کا پانی، گھی اور کالی مرچ شامل کر کے اچھی طرح ملائیں۔ 2 سے 4 گھنٹے کے لیے چھوڑ دیں پھر سیخوں میں پرو کر سینک لیں۔ اس دوران گھی سے یا تیل سے برش کرنا نہ بھولیں تیار ہونے پر سلاد کے ساتھ پیش کریں۔

رانی اسلام...... گوجرانوالہ

گاجر کا رائتہ

اشیاء:۔

گاجر	2 عدد (درمیانی سائز کی)
دہی	1 کلو
سفید زیرہ	چائے کے 2 چمچ
ہری مرچ	5 عدد
تیل	2 بڑے چمچ
ہرا دھنیا	1 گٹھی
ثابت لال مرچ	4 عدد
لہسن	3 جوئے
نمک	حسب ذائقہ

ترکیب:۔

دہی پھینٹ کر نمک ملا لیں۔ ہرا دھنیا اور ہری مرچ پیس کر دہی میں ڈال دیں گاجر کدوکش کر لیں اور ایک دو ابال دے دیں اور دہی میں شامل کر لیں اب فرائی پین میں تیل گرم کریں لہسن کاٹ کر تیل میں ڈال دیں اور سفید زیرہ اور ثابت لال مرچ بھی ڈال دیں۔ کڑکڑائیں اور دہی میں ڈال دیں رائتہ تیار ہے۔

دعا...... کراچی

فروٹ کسٹرڈ

اشیاء:۔

دودھ	1/2 کلو
چینی	حسب ذائقہ
کسٹرڈ پاؤڈر	4 چمچ
کھیر مکس	1 چمچ
کیلے	2 عدد
سیب	1 عدد

ترکیب:۔

دودھ میں سے تھوڑا سا دودھ نکال کر اس میں کسٹرڈ پاؤڈر ملا لیں۔ اس کے بعد دودھ ابالنے کے لیے چولہے پر رکھ دیں۔ اس میں چینی شامل کر لیں اور ابال آنے پر اس میں کھیر مکس ڈال دیں اس کے بعد اس میں کسٹرڈ پاؤڈر والا دودھ ڈال کر تھوڑی دیر کے لیے چمچ چلائیں اور گاڑھا ہونے پر چولہے سے اتار لیں اور ٹھنڈا کر کے اس میں کیلے اور

سیب کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے ڈال دیں۔ اس کو مزید خوش ذائقہ بنانے کے لیے بادام سے سجاوٹ کریں۔ مزیدار فروٹ کسٹرڈ تیار ہے۔

عائفہ خالد...... منڈی بہاؤ الدین

بیوٹی گائیڈ

روبین احمد

چہرہ اور آپ کی توجہ:۔

گرمیوں کا خاص تحفہ گرد و غبار، دھوپ کی تپش ہے جس کی وجہ سے چہرے کی نازک اور حساس جلد متاثر ہوتی ہیں اور اگر اس طرف صرف چند روز توجہ نہ دی گئی تو

چہرہ بے رونق اور مرجھایا ہوا نظر آئے گا۔ جسم کے ساتھ ساتھ چہرہ بھی توجہ کا طالب ہے۔ دن بھر گھر کے کام کاج میں جس میں خاص طور پر کچن میں کام کرنا اور خصوصاً وہ خواتین جو کہ ملازمت کے سلسلے میں گھر سے باہر دھوپ، گرمی اور دھوئیں میں سے گزر کر گھر لوٹتی ہیں ان کے چہرے پر دن بھر کا میل جمع ہوتا ہے اور پھر یہی میل دانوں کی شکل میں چند دنوں میں نمایاں ہوتا اور اس سے چہرہ بدنما نظر آتا ہے۔

یہ تمام کام یعنی نہ ہی گھر سے باہر جانا چھوڑ سکتے ہیں اور نہ ہی کچن کے کام چھوڑ سکتے ہیں۔ اسی طرح دھوپ سے نجات بھی ناممکن ہے لہٰذا اس مسئلے کا حل صرف یہی ہے کہ دن بھر کے 24 گھنٹوں میں سے خود اپنے آپ کے لیے وقت نکالا جائے اور وہ یہ ہے کہ دن میں رات میں سونے سے پہلے کریم استعمال کی جائے اور مہینے میں صرف ایک مرتبہ فیشل کروایا جائے اس سے چہرے پر مثبت اثرات نمایاں ہوتے ہیں اور جلد پہلے جیسی چمک دار اور بے داغ نظر آنے لگتی ہے۔

اسی لیے آج چہرے کی خوب صورتی تازگی کو برقرار رکھنے کے لیے ہم یہاں فیشل کے اسٹوکس دکھا رہے ہیں۔ اس سے مساج اور ماسک با آسانی سمجھے جا سکتے ہیں۔ مساج کے اسٹوکس میں گردن، تھوڑی، گالوں اور ہونٹوں کا اوپری حصہ ناک، آنکھوں، ماتھے وغیرہ پر مختلف انگلیوں اور انگوٹھے کی مدد سے اسٹوکس لیے جاتے ہیں اور اس طرح جلد کی صفائی اور داغ دھبوں سے نجات بھی حاصل ہوتی رہتی ہے۔ MUD-MASK لیا جاتا ہے۔ یہ چہرے کو ٹھنڈک بخشتا ہے اور اس سے دانوں میں کمی ہوتی ہے۔ BLACK-HEADS وغیرہ دور ہو جاتے ہیں۔

⁂ سب سے پہلے چہرے اور گردن کو کسی اچھے کلینزنگ کی مدد سے صاف کیا جاتا ہے اور چہرے کی صفائی کے لیے لازمی شرط یہ ہے کہ ہاتھوں کی حرکت بہت ہی آہستہ اور نرمی کے ساتھ اور اوپر سے نیچے کی جانب لے جائی جائے۔

⁂ اس کے بعد فیشل شروع کرتے ہیں اور کلینزنگ کریم کی مدد سے یا کلینزنگ ملک کو ہاتھوں میں لے کر انگلیوں کی مدد سے چہرے پر لگایا جاتا ہے۔ اس میں ایک انگلی استعمال کی جاتی ہے اور ہاتھوں کی حرکت اوپری جانب ہوتی ہے۔

⁂ اس کے بعد دو انگلیوں کا استعمال کرتے اور دونوں انگلیوں کو اس انداز سے ملایا جاتا ہے کہ جڑی ہوئی محسوس ہوں اور بہت ہی آرام سے آہستہ آہستہ ہاتھوں کو تھوڑی سے شروع کرتے ہوئے گالوں اور پھر پیشانی پر اس اسٹوک کو ختم کیا جاتا ہے۔

⁂ دونوں انگلیوں کے ساتھ انگوٹھے کو بھی ملایا جاتا ہے۔ یعنی اس طرح اب انگلیوں کی تعداد میں رفتہ رفتہ اضافہ کرتے جاتے ہیں پھر بھنوؤں کے آخری حصے پر دونوں انگلیوں کی مدد سے مساج کرتے ہوئے جلد کو دبایا جاتا ہے اور اس طرح اس عمل کو تین دفعہ کرتے ہیں اور اس جگہ کو TENSION POINT (ٹینشن پوائنٹ) کہتے ہیں۔

تیسرا TANSION POINT ناک کے آخری حصے پر ہوتا ہے اس عمل کو بھی ناک کے ابتدائی حصے سے شروع کیا جاتا ہے اور آخری پر ختم کیا جاتا ہے۔ یہ اسٹوک بھی تین دفعہ کرتے ہیں اس تمام مساج کرنے میں 15 منٹ درکار ہوتے ہیں۔

مساج کے مکمل ہونے کے بعد اسٹیم لیتے ہیں۔ اسٹیم یا بھاپ لینے کا آسان طریقہ ہے۔ اسٹیم اوزن (OUZEN) کی مدد سے لی جاتی ہے۔ بھاپ 5 منٹ تک لیتے ہیں۔ ایسی خواتین جن کے پاس اوزن نہیں ہے۔ وہ آسانی کے ساتھ گھر پر جب مساج وغیرہ کرسکتی ہیں وہ اسٹیم اس طرح لے سکتی ہیں کہ ایک پتیلی میں پانی بھر کر بھیگا ہوا تولیہ اس طرح ڈھک دیں کہ اس کی بھاپ ضائع نہ ہو یعنی تولیہ کے ایک طرف چہرہ ہو اور دوسرے سرے پر پتیلی ہو اور اس طرح تمام بھاپ چہرے پر پڑے گی اور ضائع نہیں ہوگی یہ عمل 5 منٹ تک کرتے ہیں۔

اسٹیم کے بعد تمام چہرے کو ٹھنڈے پانی میں بھیگی ہوئی روئی کی مدد سے ڈھانپ دیا جاتا ہے اس سے چہرے پر موجود میل وغیرہ جو کہ مسام کے اندر جمع ہوتے رہتے ہیں یہ تمام کھل جاتے ہیں۔

اس تصویر میں کھلے ہوئے مساموں سے BILACK HEAD REMOVED کی مدد سے BLACK HEAD نکالے جاتے ہیں اور ان بلیک ہیڈ کو نکالنے سے جلد میں نمایاں فرق کا اندازہ ہوتا ہے۔ پہلے سے چہرے کو ٹشو پیپر سے صاف کرنے کے بعد اگلا مرحلہ شروع کرتے ہیں۔ ان مراحل کے بعد ماسک لیتے ہیں اور یہ عام طور سے MASE (چکنی مٹی سے تیار کردہ) ہے۔

MASE لگانے سے پہلے آنکھوں کو روئی ہیڈ کی مدد سے ڈھانپ دیا جاتا ہے اور پھر انگلی کی مدد سے ماسک کیا جاتا ہے۔

ماسک گردن اور چہرے پر لگانے کے 20 منٹ بعد صاف کیا جاتا ہے۔ پہلے روئی کے پھائے ہٹائے جاتے ہیں اور پھر اس کے بعد ماسک صاف کیا جاتا ہے اور پھر پانی سے چہرے کی صفائی کی جاتی ہے اور مساج اور ماسک مکمل ہوجاتا ہے اور اس سے چہرہ پہلے سے اور بہتر ہوجاتا ہے اور جلد نرم و ملائم ہوجاتی ہے اور ساتھ ہی چہرے پر موجود میل وغیرہ بھی نکل جاتا ہے۔

مساج ماسک ملازمت پیشہ اور ایسی خواتین کو جو کہ گھر سے باہر زیادہ نکلتی ہوں مہینے میں ایک دفعہ فیشل ضرور

کروانا چاہیے۔ اس سے چہرے پر دانے جھائیاں اور داغ دھبے دور ہوجاتے ہیں اور چہرے کی تازگی برقرار رہتی ہے۔

چکنی جلد والوں کے لیے فیشل بہت اہمیت رکھتا ہے کیونکہ چکنی جلد دھوپ کی شدت سے جلد متاثر ہوتی ہے اور اسے صفائی کی زیادہ ہی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر اس طریقے پر عمل نہیں کیا جاتا تو چہرے پر دانے نمایاں ہوتے ہیں۔ جو کہ میل کا سبب ہیں۔ فیشل کے لیے یہ بھی ضروری ہے اپنی جلد کو ممکنہ دھوپ، مٹی، گرد و غبار سے بچایا جائے تو اس سے بھی فیشل کے اثرات زیادہ عرصہ تک رہتے ہیں۔

رات کو سونے سے پہلے اور دن میں کریم کا استعمال موسموں کی مناسبت سے کیا جانا چاہیے۔ اس سے چہرے کی صفائی رہتی ہے۔ اس کے علاوہ MINRAL WATER کا اسپرے بھی چہرے کو تازگی اور دھوپ سے بچاؤ کا ایک بہتر طریقہ ہے۔

غزل

دو برس میں دیکھ چکے جو اس پہ گریہ زاری ہے
پہلے تھا پرویز مشرف اور اب صدر زرداری ہے
پہلے "ارتھ کوئیک" اور اب کے ٹھاٹیں مارتے پانی نے
خوب بتا ڈالا ہے دیس پہ کیسی نحوست طاری ہے
حبّ الوطنی، بھائی چارے کا وہ دَور تو ختم ہوا
اب کے جو دشمن نے لگائی ضرب بڑی وہ کاری ہے
بھوک پیاس سے مرتے ہوئے عوام کا اللہ حافظ ہے
وہ کیا سوچیں گے اس قوم کا جنہوں نے غیرت ماری ہے
نفسا نفسی کے عالم میں کیسا جینا قوموں کا
سچ پوچھو تو اب کے اک اک سانس یہ ہم پہ بھاری ہے
میرے بے کس ہم وطنو، بس تم ہی نہیں ہو رنجیدہ
نازی کا دل بھی بوجھل ہے وہ بھی غم کی ماری ہے
نازیہ کنول نازی

غزل

اک روگ لگایا ہے دل کو
بے چین بہت ہی رکھتا ہے
اک شخص ہے اجلا اجلا سا
اب ساتھ وہ ہر پل رہتا ہے
کب اس سے جدا ہم ہوتے ہیں
وہ سانس میں اپنی بستا ہے
وہ شخص جو اپنا ہوجائے
پھر چاہے دنیا کھو جائے
وہ شخص جو جان سے پیارا ہے
کوئی کہہ دے صرف ہمارا ہے
شمائلہ رباب..... چوآ خالصہ

غزل

جیسے پابندِ سلاسل کسی زنجیر کے ساتھ
کچھ مٹے لفظ بھی آئے تیری تحریر کے ساتھ
چھو لیا جب کسی مہکی سی ہتھیلی نے اسے
رقص ہونٹوں نے کیا تھا تیری تصویر کے ساتھ
کیا ہوا شہر جو سارا تھا مخالف اس کا
دل فتح ہوتا ہے کب طاقتِ شمشیر کے ساتھ
میری غزلوں میں جو یہ کرب چھپا بیٹھا ہے
گویا نسبت ہے مجھے میر تقی میر کے ساتھ
میرے مولا نے مجھے فن کی جو نعمت بخشی
مجھ کو ہے پیار ہما میری اسی جاگیر کے ساتھ
ہما شاہ..... بہاول نگر

چند شعر

زندہ یوں ہی رہ جاتے ہیں لوگ وفائیں کرنے والے
سارے دکھ سکھ سہہ جاتے ہیں لوگ وفائیں کرنے والے
خاموشی سے ہر غم کو پی جاتے ہیں لوگ وفائیں کرنے والے
ہر پل مرتے ہیں پر جی جاتے ہیں لوگ وفائیں کرنے والے
ہر اک کے دل کو روشن کر جاتے ہیں لوگ وفائیں کرنے والے
اجیارے ہر سو پھیلا جاتے ہیں لوگ وفائیں کرنے والے
طوبیٰ بلال..... ڈیرہ غازی خان

خدشہ

سنو! اک بات کہنی ہے
گزارش ہی سمجھ لینا
ہنسی میں مت گنوا دینا
مجھے اک خوف لاحق ہے
جو مجھے جینے نہیں دیتا
سبھی کا ہم نشیں ہونا
تمہیں تقسیم کردے گا
فقط میرے ہی ہوجاؤ!
سدرہ سحر عمران..... کراچی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

غزل

صدا پُر سوز ویرانے سے آئی نیند نہ آئی
کسی نے بانسری شب کو بجائی نیند نہ آئی
غمِ دل آ گیا سارا سمٹ کے میری آنکھوں میں
بڑھا جو اور بھی دردِ جدائی نیند نہ آئی
کبھی بے چین ہو کر رات بھر اختر شماری کی
کبھی تازہ غزل اک گنگنائی نیند نہ آئی
پتنگے خون میں لت پت نہ ہوں اس خوف سے میں نے
شبِ غم جلتی شمع بھی بجھائی نیند نہ آئی
صبا کے مُشک بُو جھونکے دیارِ حسن سے آئے
مہک اک گل بدن کی گھر میں پائی نیند نہ آئی
شبِ وعدہ کبھی بستر میں، میں نے کروٹیں بدلیں
کبھی تحریر لکھ لکھ کر جلائی نیند نہ آئی
چمکتا چاند آوارہ افق میں ڈوبتا دیکھا
اچانک چشمِ راہی ڈبڈبائی نیند نہ آئی
برکت راہی.....ڈگری

غزل

وہ عشق مری سوچ کے افکار سے کم تھا
کچھ اس کا رویّہ بھی مرے پیار سے کم تھا
اک حسن جھلکتا تھا مری آنکھ کے اندر
وہ حسن مری ذات کے شہکار سے کم تھا
وہ اور کہانی تھی بیاں جس کو کروں گا
کچھ اس کا فسانہ میرے کردار سے کم تھا
مانا کہ وہ لہجہ بھی تو خوش بو کی طرح تھا
لیکن میرے محبوب کی گفتار سے کم تھا
پرکھا ہے بہت دیر اسے حسنِ نظر نے
دیکھا ہے اسے پھر بھی مرے پار سے کم تھا
کچھ اس کی محبت میں گرفتار تھا میں بھی
کچھ اس کا بیاں بھی میرے اقرار سے کم تھا
وہ زخم بھی دیتا تھا مجھے سوچ کے راشد
وہ زخم مگر درد کی تلوار سے کم تھا
راشد ترین.....مظفر گڑھ

غزل

اعتبار ٹوٹ جاتا ہے، امیدیں ڈوب جاتی ہیں
یادوں کے مہیب صحرا میں، آوازیں ڈوب جاتی ہیں
میں در بدر پھرتی ہوں، فریادیں کرتی ہوئی
پر جب ہاتھ اٹھتے ہیں تو آہیں ڈوب جاتی ہیں
طوفان، طوفان ہوتا ہے آگ کا ہو یا دریا کا
طغیانی میں طوفانوں کی، راہیں ڈوب جاتی ہیں
سہارا ہر بار ملتا ہے، مگر اک عارضی مجھے
سنبھلنے بھی نہیں پاتی کہ بانہیں ڈوب جاتی ہیں
اب تو ہوس رنگ و بُو کی مجھے رہی نہیں ہما
کوئی خوشی بھی گر ملے تو سانسیں ڈوب جاتی ہیں
ہما ایوب شیخ.....عارف والا

غزل

دل ہے مجبور تری یاد ستانے کے سوا
کوئی چارہ ہی نہیں تجھ کو منانے کے سوا
اپنے انداز پہ میں آج پشیماں ہوں بہت
چین آئے نہ مجھے تجھ کو بتانے کے سوا
ہر طرف یاد کی صورت میں تُو ہی تُو مہکے
کوئی رستہ ہی نہیں ہاتھ اٹھانے کے سوا
ہو کے مجبور یہ عرضی سی لکھی ہے آجا
کاش وہ منظور کرے آئے زمانے کے سوا
تُو نے پیروں کے تلے راکھ مسل دی خط کی
یہ بڑا ظلم کیا آگ لگانے کے سوا
کون سا جرم کیا شاہین نے بتا دے مجھ کو
اپنی آہوں کو مگر تجھ سے چھپانے کے سوا
سدرہ شاہین.....پیرووال

غزل

قریہ قریہ گمنام پھرے
لے کے دل ناکام پھرے
پاگل مجنوں ہر گام پھرے
لے لے کے تیرا نام پھرے
مجبور ہیں ہم دل کے ہاتھوں
کھینچے جو خیالِ خام پھرے
اچھا تو نہیں کہ دنیا میں
مارا مارا الزام پھرے
کہتے ہیں لوگ اشارے سے
یہ چاہت کا انجام پھرے
جب یاد نے تیری تڑپایا
جب درد اٹھا ہر گام پھرے
انجام ہوا یہ وحشت کا
گلیوں گلیوں بدنام پھرے
ہم غیر وحشی آوارہ
تنہا تنہا ہر شام پھرے
غیر رضوری

نظم

ساتھ چلنے والے جب
ساتھ چھوڑ جاتے ہیں
وقت تھم نہیں جاتا
کوئی مر بھی جائے تو
زندگی نہیں رکتی
راستوں کو چلنا ہے
راستے تو چلتے ہیں
جب بھی دوست ملتے ہیں
زخم ایسے سلتے ہیں
گرد گرد لمحوں میں
عمر کٹ ہی جاتی ہے
کچھ مسافروں کو بس منزلیں نہیں ملتیں
درخشاں بی.....چوٹالہ

وہ کہتا تھا.....!!

وہ کہتا تھا.....!
زندگی گلاب کا پھول ہے
اسے بکھرنے نہ دینا
وہ کہتا تھا.....!
تیری آنکھیں صحرا ہیں
انہیں سمندر نہ ہونے دینا
وہ کہتا تھا.....!
دل اندرونی قفل ہے
اسے میرے سوا کھلنے نہ دینا
وہ کہتا تھا.....!
محبت عبادت ہے
اسے قضا نہ ہونے دینا
وہ کہتا تھا.....!
وفا روح ہے
اسے مرنے نہ دینا
لیکن اب اسے کون بتائے کہ
اس نے ہی میری زندگی کو
میری آنکھوں کو
میرے محبت و وفا سے لبریز دل کو
اپنی دل لگی و جفا سے
اور.....!
بدلتے جذبوں سے اس طرح روند دیا ہے
جیسے کوئی قدموں میں پڑے گلابوں کو
کچل دیتا ہے.....!
پاکیزہ سحر.....تلہ گنگ

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

بیاضِ دل

میمونہ تاج
biazdill@aanchal.com.pk

ظلِ ہما.....فیصل آباد
بچھڑنے کا ارادہ ہو تو مجھ سے مشورہ کرنا
محبت میں کوئی بھی فیصلہ ذاتی نہیں ہوتا
یاسمین کنول.....پسرور
کہنے والے سمجھ نہیں سکتے
سننے والوں پہ جو گزرتی ہے
میری امید کا یہ عالم ہے
ڈوبتی ہے کبھی اُبھرتی ہے
شہناز شانزے.....خانیوال
عمر رائیگاں کردی تب یہ بات مانی ہے
موت اور محبت کی ایک ہی کہانی ہے
کھیل جو بھی تھا جاناں اب حساب کیا کرنا
جیت گو کسی کی ہو ہم نے ہار مانی ہے
نجم انجم.....کراچی
عمر تنہا کاٹ دی وعدہ نبھانے کے لیے
عہد باندھا تھا کسی نے آزمانے کے لیے
وہ بظاہر تو ملا تھا ایک لمحے کو عدیم
عمر ساری چاہیے اس کو بھلانے کے لیے
سلمیٰ فہیم گل.....لاہور
عشق قاتل سے بھی اور مقتول سے ہمدری بھی
یہ بتا کس سے محبت کی جزا مانگے گا
سجدہ خالق کو بھی اور ابلیس سے یارانہ بھی
حشر میں کس سے عقیدت کا صلہ مانگے گا؟
سیدہ جیا نقوی.....تلہ گنگ
اک شخص کے کھو جانے کا ڈر کیوں نہیں جاتا
یہ بوجھ میرے دل سے اتر کیوں نہیں جاتا
منزل پہ پہنچ کر بھی اسے کھونا پڑے گا
یہ طے ہے تو پھر شوقِ سفر کیوں نہیں جاتا
سویرا احمد کیانی.....گوجر خان
عہدِ حاضر کا کچھ ایسا حال ہوا ہے
یہاں جینا بھی اک کمال ہوا ہے
احساس کی نبضیں ڈوب چلی ہیں
سانس لینا بھی اب محال ہوا ہے
طاہرہ غزل.....جتوئی
یاد آؤ تو بس اتنی سی عنایت کرنا
اپنے بدلے ہوئے لہجے کی وضاحت کرنا
تم تو چاہت کا سمندر ہوا کرتے تھے
کن سے سیکھا ہے محبت میں ملاوٹ کرنا
طیبہ نذیر.....شادیوال گجرات
تعلق بعد میں تبدیل ہو کر جو بھی رہ جائے
محبت میں وہ پہلا مسکرانا یاد رہتا ہے
کسی کی لاکھ باتیں ایک پل میں بھول جاتی ہے
کسی کا ایک ہی جملہ پرانا یاد رہتا ہے
سمیعہ کنول.....فیصل آباد
اتنے تیز جھٹکے سے تو پربت بھی اکھڑ جاتے ہیں
کاش کہ تُو نے ہولے سے دامن چھوڑ دیا ہوتا
شاہدہ سدرہ شافیہ.....کہروڑ پکا
جن کو امید ہو بھلائی کی
وہ کسی کا بھی برا نہ کریں
جن میں پہلو ہو رنج کا کوئی
ایسی خوشیاں ہمیں ملا نہ کریں
نوشی.....مرجان
دل میں ہوتا تو ممکن تھا نکل بھی جاتا
اب تو وہ شخص بہت دور تک ہے مجھ میں
کرن شاہ.....بہاولپور

خشک آنکھوں سے بھی اشکوں کی مہک آتی ہے
میں تیرے غم کو زمانے سے چھپاؤں کیسے
پھول ہوتا تو تیرے در پہ سجا بھی رہتا
زخم لے کر تیری دہلیز پہ آؤں کیسے
سمیرا مشتاق ملک.....اسلام آباد
اس کی یادیں ہیں کوئی اور نہ آنے پائے
دل کی آواز کہیں اور نہ جانے پائے
اس کو ڈھونڈا ہے بڑی مشکلوں سے ہم نے
اس کو پانا ہے کوئی اور نہ پانے پائے
رانی اسلام.....گوجرانوالہ
ہم عجیب طرز کے لوگ تھے ہمارے اور ہی روگ تھے
میں خزاں میں اس کا منتظر اسے انتظارِ بہار تھا
میری لمحہ بھر کی گفتگو کبھی اس کے ساتھ نہ ہو سکی
مجھے فرصتیں نہ مل سکیں وہ ہوا کی رتھ پہ سوار تھا
اریبہ شاہ.....بہاول پور
حسین آنکھوں کو پڑھنے کا ابھی تک شوق ہے مجھ کو
محبت میں اجڑ کر بھی میری عادت نہیں بدلی
انعم چوہدری.....جتوئی
یاد جتنا بھی کریں ان کو زمانے والے
جانے والے تو نہیں لوٹ کر آنے والے
کتنی بے فیض سی رہ جاتی ہیں دل کی راہیں
کتنے چپ چاپ چلے جاتے ہیں جانے والے
نائلہ اشفاق.....کوٹ غلام محمد
گزرے ہوئے طویل زمانے کے بعد بھی
دل میں رہا وہ چھوڑ جانے کے بعد بھی
پہلو میں رہ کر دل نے دیا ہے بہت فریب
رکھا ہے اسے یاد بھلانے کے بعد بھی
فرزانہ اکرام.....سرگودھا
نہ جانے کس بات پہ وہ ہم سے ناراض ہے
خوابوں میں بھی ملتا ہے تو بات نہیں کرتا
پونم شاہ.....سرگودھا
ان فاصلوں کی فکر میں کیوں کروں بھلا
بہت دور رہ کے بھی میرے پاس ہے کوئی
اس سوچ میں ڈوبا ہے بہت دیر سے یہ دل
کیا اس کے دل میں بھی ایسا احساس ہے کوئی
وینا وہاب.....کراچی
میرے جیون کے سبھی پُرنور اُجالوں کی قسم
میری ہر سُبح تیری چاہت کے چراغوں سے جلا کرتی ہے
کوثر رضوان.....اٹک
لمحوں میں قید کر دے جو صدیوں کی چاہتیں
حسرت رہی کہ ایسا کوئی اپنا بھی طلب گار ہو
ریاض بی بی بلوچ.....جھنگ
وہ مُکر نہیں رہا تھا میری بات کا یقین
پھر یوں ہوا کہ مر کے دکھانا پڑا مجھے
اس اجنبی سے ہاتھ ملانے کے واسطے
محفل میں سب سے ہاتھ ملانا پڑا مجھے
انا احب.....فیصل آباد
تیرے باعث ہی تو سکتے کا ہے عالم طاری
خود کو ناراض کیا تجھ کو منانے کے لیے
آج پھر شام گزاری ہے اسی جنگل میں
ان درختوں سے تیرا نام مٹانے کے لیے
کرن حیدر.....آسٹریا
اک وقت تھا کہ مسکراتا تھا ہر بات پہ
اب کیوں چہرے پہ اداسی سجائے رکھتا ہے
جدائی کے ڈر نے ہی چپ لگا دی لبوں پہ ہمارے
وہ کیوں چپ رہا یہ سوال آج تک اُلجھائے رکھتا ہے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

یادگار لمحے

جویریہ طاہر
yaadgar@aanchal.com.pk

القرآن

جو بے دیکھی چیزوں پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے (اللہ کی خوشنودی کے کاموں میں) خرچ کرتے ہیں اور جو اس (وحی) پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ پر اتاری گئی اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری گئی اور آخرت پر وہ مکمل یقین رکھتے ہیں وہ لوگ جو اپنے پروردگار کی طرف سے صحیح راستے پر ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔
(البقرۃ ۱ تا ۵)

حدیث قدسی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"یہ مال خوش نما، خوش مزہ چیز ہے۔ جو شخص اس کو حق کے ساتھ یعنی شرع کے موافق حاصل کرے اور حق میں (یعنی جائز موقع پر) خرچ کرے تو وہ اچھی مدد دینے والی چیز ہے۔
(بخاری، مسلم)

پانچ چیزیں

دانش مندوں نے کہا ہے ہم نے دنیا کی تکلیف اور مصیبت کو دیکھا تو پانچ چیزیں بہت سخت نظر آئیں۔

☆ پردیس میں بیماری
☆ بڑھاپے میں مفلسی
☆ جوانی کی موت
☆ بینائی کے بعد آنکھوں کی روشنی کا چلے جانا
☆ وصل کے بعد جدائی
(رمشا ناز.....حیدرآباد)

دعا

ہمیشہ دعا مانگتے رہو کیونکہ ممکن اور ناممکن تو صرف ہماری سوچ میں ہے اللہ کے لیے تو سب کچھ ممکن ہے۔
(مریم جبیں.....نکال)

قائداعظم نے فرمایا

ہمیں اپنے آپ میں اپنے آباؤ اجداد کی طرح مجاہدانہ جذبہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ اس قوم سے تعلق رکھتے ہیں جس کی تاریخ بہادری، شجاعت اور بلند کردار کی بے شمار مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ ان روایات کے مطابق زندگیاں بنایئے اور تاریخ میں ایک درخشاں باب کا اضافہ کیجیے۔
(درخشاں بی.....چوٹالہ)

حاصل زندگی

☆ چھوٹی چھوٹی چیزوں سے لطف اٹھائیں کیونکہ ایک دن ایسا آئے گا جب آپ پیچھے مڑ کر دیکھیں گے اور محسوس کریں گے یہی چھوٹی چھوٹی چیزیں بہت بڑی تھیں۔
☆ آپ کا پل پل بدلتا رویہ آپ سے وابستہ لوگوں کو پل پل کی اذیت میں مبتلا رکھتا ہے۔
☆ ایک بداخلاق ماں ایک بداخلاق خاندان پروان چڑھاتی ہے۔
☆ ایسا شخص جو ہمیں کبھی اچھا کہے نہ برا کہے اس کا وجود ہمارے لیے عدم وجود کے برابر ہوتا ہے۔
☆ کسی بھی شخص کا اپنے آپ کو خاص سمجھنا ہی اس کے عام ہونے کی دلیل ہے۔

☆ کسی کے دل میں آپ کے لیے کتنی ہے اس کا اندازہ آپ چھوٹی چھوٹی باتوں سے بخوبی لگا سکتے ہیں۔
☆ موم کو پتھر بننے میں کتنی دیر لگتی ہے صرف ایک لمحہ، نفرت کا صرف ایک لمحہ۔
(میرب.....چوٹالہ)

کچھ کھٹی کچھ میٹھی

☆ اگر آپ روزانہ ایک سیب کھائیں تو ڈاکٹر بے روزگار ہو جائیں گے۔
☆ سورج اور بیوی میں ایک بات مشترک ہے دونوں کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا جا سکتا۔
☆ وہ اسے ذہین نظر آیا اس نے اسے شادی کی پیشکش کی لیکن اس نے پیشکش ٹھکرا دی کیونکہ وہ واقعی ذہین تھا۔
☆ محبت چار لفظوں اور دو احمقوں پر مشتمل ہوتی ہے۔
☆ اس کام کو کل پر مت ٹالیں جو پرسوں کر سکتے ہیں۔
(طیبہ شیریں.....کوری خدا بخش)

اچھی بات

جب ہم اللہ سے مانگتے ہیں تو "بے حساب" مانگتے ہیں اور جب عبادت کا وقت آتا ہے تو نوافل بھی "گن" کر ادا کرتے ہیں۔
(سلمیٰ اکبر شیرازی.....اوچ شریف)

حاصل زندگی

☆ پچھتاوا لاعلاج مرض ہے یہ دیمک کی طرح اس مرض میں مبتلا شخص کو اندر سے چاٹنا شروع کر دیتا ہے اور کینسر کی طرح سارے جسم کو کھوکھلا کر کے رکھ دیتا ہے۔
☆ جو چیز ہمارے لیے بنی ہی نہیں اسے حاصل کر کے بھی ہم اپنا بنانے پر قادر نہیں ہوتے۔
☆ محبت جب کسی عام سے چہرے پر مسکراتی ہے تو وہ عام سا چہرہ نورانی ہو کر بہت خاص بن جاتا ہے۔
☆ عادتیں بے شک آپ کی اپنی مرضی کی ہوتی ہیں مگر آپ خود دوسروں کے لیے ہوتے ہیں۔
☆ صحیح کام کرتے کرتے اس کا غلط ہو جانا اتنا غلط نہیں، جتنا اسے دوبارہ صحیح نہ کرنا غلط ہے۔
☆ جو شخص خود میں چھوٹا کام کرنے کا حوصلہ نہیں پاتا، وہ کبھی بڑا کام بھی سرانجام نہیں دے پاتا۔
(رومان ملک.....جھنگ صدر)

اقوالِ زریں

☆ ہم اندھیروں سے ڈرنے والے بچے کو با آسانی درگزر کر سکتے ہیں لیکن زندگی کا حقیقی المیہ یہ ہے کہ لوگ روشنی سے ڈرتے ہیں۔ (ایمل کروتکی)
☆ تمام چیزوں کا حل نمکین پانی میں مضمر ہے۔ آنسو، پسینہ یا سمندر (آئزک ڈنی سن)
☆ اپنی خوشی کے لیے دوسروں کی مسرت کو خاک میں نہ ملاؤ۔ (برٹرینڈ رسل)
☆ مجھے بتاؤ تمہارے دوست کون ہیں میں تمہیں بتاؤں گا کہ تم کون ہو۔ (سروانٹس)
☆ لوگ اپنی ضروریات پر غور کرتے ہیں قابلیت پر نہیں۔ (نپولین)
☆ انسان آنسوؤں اور مسکراہٹوں کے درمیان لٹکا ہوا پینڈولم ہے۔ (بائرن)
(نائلہ اشفاق.....کوٹ غلام محمد)

خلیل جبران

☆ میں نے باتونی سے خاموشی، غصیلے سے برداشت اور ظالم سے رحم کرنا سیکھا ہے۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ میں ان اساتذہ کا شکر گزار نہیں ہوں۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

☆ اگر تم تنہا ہو اور وقت کے دل شکن لمحات تمہارے سینے کے محسوسات کو پامال کر رہے ہیں تو کیا ہوا؟ تم اس دنیا میں تنہا آئے تھے تنہا جاؤ گے پھر تنہائی سے کیوں گھبراتے ہو۔

☆ ایک سیاست دان وہ ہے جو کہتا ہے میرا ملک میرے لیے کیا کرسکتا ہے۔ ایک سیاست دان وہ ہے جو کہتا ہے میں ملک کے لیے کیا کرسکتا ہوں۔ اگر آپ پہلی شخصیت ہیں تو خود کو طفیلی سمجھیں اور اگر دوسری شخصیت ہیں تو آپ تپتے صحرا میں نخلستان کی مانند ہیں۔

☆ نیند عارضی موت ہے اور موت مستقل نیند۔

(ثمن بلوچ.....لسبیلہ)

اقبال تیرا دیس

اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں
بے باکی و حق گوئی سے گھبراتا ہے مومن
مکاری و فریب پر اتراتا ہے مومن
جس رزق سے پرواز میں کوتاہی کا ڈر ہو
وہ رزق بڑے شوق سے اب کھاتا ہے مومن
کردار کا گفتار کا اعمال کا مومن
قائل نہیں ایسے کسی جنجال کا مومن
سرحد کا مومن ہے تو کوئی پنجاب کا مومن
ڈھونڈے سے بھی ہمیں ملتا نہیں قرآن کا مومن
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں؟

(ہما احمد.....فیصل آباد)

اقتباس

انسان کبھی کبھی خود اپنے ہاتھ سے اپنی منزل کھو دیتا ہے اور یہ سفر میں بے پروائی برتنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اگر انسان ہمیشہ سفر سے پہلے سامانِ سفر باندھ لے تو وہ کبھی منزل سے نہیں بھٹکتا۔ کامیابی ایسے ہی لوگوں کے قدم چومتی ہے۔

(سویرا احمد کیانی.....گوجر خان)

دوست

☆ آپ کا دوست وہ ہے جو آپ کو برائیوں سے روکے۔

☆ جس کا کوئی دوست نہیں وہ اس باغ کی مانند ہے جس میں پودے تو ہیں مگر پھول نہیں۔

☆ دوست بنانے سے پہلے اپنے دل میں ایک قبرستان کھود لیں جس میں دوست کی برائیوں کو دفن کرسکیں۔

☆ ہمیشہ دوست وہ بناؤ جو مشکل وقت میں آپ کا ساتھ دیں۔

دوست کی محبت آزمانے سے پہلے اپنی محبت کو آزماؤ اگر ایسا نہ کروگے تو سوائے حسرتوں کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

☆ دوستوں کو کھو دینا غریب الوطنی سے بدتر ہے۔

☆ دوستی ایک کچے دھاگے کی طرح ہے جو ٹوٹنے سے دوبارہ جڑ تو سکتا ہے لیکن اس میں گرہ آجاتی ہے۔

☆ دوست کو دوستی سے پہلے پرکھو ورنہ بعد میں دوستی کے مجرم بن جاؤ گے۔

(نبیلہ انجم، عقیلہ شاہل.....فیصل آباد)

نظم

ساری نیندیں اڑا کر چلا گیا
مجھ سے ہی مجھ کو چرا کر چلا گیا
محبت کی انتہا کچھ اس طرح کی اس نے
اپنی خوش بو میرے جسم میں چھپا کر چلا گیا
اک پل کو ہنسنے آیا تھا ہر پل کے لیے رلا کر چلا گیا
کہہ کر گیا تھا ابھی لوٹ آؤں گا
کتنے پیار سے بہلا کر چلا گیا

(سعدیہ اجمل.....گوجرانوالہ)

دلچسپ و عجیب

برطانیہ میں ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے صبح کو سفید، دوپہر کو سرخ، شام کو سبز اور رات کو سیاہ ہو جاتے ہیں۔

(طیبہ نذیر.....شادیوال گجرات)

ذرا غور کریں.....!

☆ تم اپنے سائے کے سوائے کچھ نہیں دیکھ سکتے کیونکہ تم نے سورج کی طرف پیٹھ کر رکھی ہے۔

☆ بے شک وہ ہاتھ جو کانٹوں کے تاج بناتے ہیں ان ہاتھوں سے بہتر ہیں جو کچھ نہیں کرتے۔

☆ جس چیز کا ہمیں اشتیاق ہو اور وہ ہمیں حاصل نہ ہو ہمارے دل کو اس چیز سے زیادہ محبوب ہوتی ہے جو ہمیں حاصل ہو۔

☆ جو محبت روزانہ نہیں امنڈتی وہ روز نہ مرتی ہے۔

☆ جب تم نے ہوا پر اپنا راز ظاہر کردیا ہے تو اب اگر ہوا اسے درختوں پر ظاہر کردے تو تم ہوا کو برا مت کہو۔

☆ حق کی سننے والا حق کا اظہار کرنے والے سے کچھ کم نہیں ہے۔

☆ سخاوت یہ ہے کہ اپنی استطاعت سے زیادہ دو اور استغنا یہ ہے کہ اپنی ضرورت سے کم لو۔

☆ زیادہ امیدوں والا دراز زندگی کا مالک ہوتا ہے۔

(مسز نگہت غفار.....کراچی)

لفظ ایک دھوکا ہے

لفظ کتنے خوب صورت ہوتے ہیں اور اس وقت یہ اور ہی زیادہ خوب صورت ہوجاتے ہیں جب ان لفظوں میں لہجے کی مٹھاس اور یقین، سچائی کی شیرینی بھی شامل ہوتی ہے لیکن، کاش ایسا ہی ہو۔

اب تو لفظ بس ایک دھوکا رہ گئے ہیں۔ ایسا خوب صورت دھوکا جو کوئی بھی سادہ لوح کھا جائے اور ان لفظوں کے جھوٹ اور فریب سے اس کی زندگی میں سوائے سسکیوں، آہوں اور بے سکونی کے اور کچھ نہیں رہ جاتا۔ جیسے تیر کمان سے نکل کر کبھی واپس نہیں آتا۔ ایسے ہی یہ کھوکھلے خالی خولی لفظ بھی ہوتے ہیں۔ جو زبان سے نکلتے ہی بے مول اور بے وقعت ہوتے ہیں جن کے کوئی معانی نہیں ہوتے۔

(تسنیم چوہدری.....آکسفورڈ یو کے)

نظم

وہ دن بھی کتنا عجیب تھا
جب رہ گئے ہم تنہا تنہا
جب ہاتھ سے چھوٹا، دوست کا ہاتھ
جب رہ گئے تھے ہم تنہا تنہا
پھر آنکھ سے رم جھم پانی برسا
پھر دل میں آیا بے اختیار
کہ اس نے بھی یہ سوچا ہوگا
پھر مڑ کر اس نے دیکھا ہوگا
اس کے دل نے یہ کہا ہوگا
آج وہ رہ گیا بالکل تنہا.....

(ثناء حمید.....لاہور)

اک چھوٹی مگر خوب صورت دعا

"یا اللہ! میرے وہ تمام گناہ معاف فرما جو میری دعاؤں کو قبول نہیں ہونے دیتے۔"

(ذکیہ وحید.....کراچی)

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

آئینہ

شہلا عامر

aayna@aanchal.com.pk

عشنا کوثر سردار۔ میں آپ سب کی شکر گزار ہوں کہ آپ میرے ناول "اور کچھ خواب" کو پڑھ رہے ہیں اور اپنی رائے سے نواز رہے ہیں۔ اپنے سب پڑھنے والوں کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ وقت نکالتے ہو اور پڑھتے ہو اور پھر رائے دیتے ہو۔ تعریف یا تنقید مجھے سب سچ لگتا ہے اور سب سر آنکھوں پر۔ میں باری باری نام لے کر شکریہ نہیں کہہ سکتی کہ اگر کچھ نام ذہن سے نکل گئے تو شاید کسی کا دل دکھ جائے مگر سچ مانیے آپ کا کہا ایک ایک لفظ میرے لیے بہت اہمیت رکھتا ہے اور مجھے مدد دیتا ہے آگے لکھنے کے لیے اور ناول میں مزید بہتری لانے کے لیے۔ اک بات کہنا چاہوں گی اس ناول کا مقصد کسی کو کوئی خواب دکھانا نہیں ہے میں ایک سادہ سا ناول لکھنا چاہتی تھی ہمیشہ کے انداز سے ہٹ کر اور میں نے یہ بتایا بھی تھا کہ ایسا کیوں نہیں۔ ہمارے ارد گرد کا سارا ماحول بہت کثیف ہے ٹی وی کھولو تو کوئی اک خبر بھی خوش کن نہیں ہوتی ہمارے اپنے مسائل بڑھ رہے ہیں تو اس سارے ماحول میں مجھے لگا آپ کے ذہن کو کچھ ثقیل پڑھنے کو نہ دیا جائے بھی "اور کچھ خواب" وقوع پذیر ہوا۔ یہ ناول خوابوں میں رہنے کی بات نہیں کرتا نا کسی "اوٹو پیا" کی (یہ انہیں مانیے گا) ذہنی سکون بھی اک ضرورت ہے اور وہ سکون کبھی کبھی ڈھونڈنا کچھ مشکل ہوتا ہے۔ 45 یا 50 روپے کا آنچل آپ رائے لینے کے لیے نہیں پڑھنا چاہتے یہ بھاری بھرکم چیزوں کا بوجھ دماغ پر لادنے کے لیے نہیں مگر اک سکون کے لیے یا تفریح کے لیے۔ رائٹرز کا مقصد آپ کو اس "اوٹو پیا" کو کریٹ کرنے کے ساتھ کچھ سکون دینے کا ہوتا ہے اور اس پرائے میں پیغام بھی ہوتا ہے اگر آپ بغور پڑھیں تو ہر رائٹر کی تحریر کا مقصد اور انفرادیت ہے اپنا اسٹائل ہے۔ شاید میرا لکھنے کا طریقہ کچھ مشکل ہے۔ رومانس بری چیز نہیں محبت آپ کی زندگی میں کہیں نہ کہیں موجود ہے تو رومانس زندگی کا حصہ ہے۔ میرے ناول کے کردار زیادہ ہیں؟ شاید نہیں میرا لکھنے کا طریقہ یہی ہے ناول کا مقصد کہانی کا پلاٹ دو کرداروں کے گرد نہیں گھومتا۔ ناول میں بہت سے کردار ہوتے ہیں اور ہر کردار کی اپنی انفرادیت اور کہانی ہوتی ہے۔ ناول کی جو شکل ہوتی ہے وہی آپ پڑھ رہے ہیں۔ ناول پوری سچائی نہیں دیتا کچھ کہانی ہوگی تو کچھ افسانہ۔ آدھا سچ تو آدھا افسانہ، پوری سچائی ہو نہیں سکتی ہے سچائی بہت تلخ ہوتی ہے ہم لکھنے والے آپ کی دلچسپی کو مدنظر رکھتے ہیں پورا سچ آپ کو بور کرسکتا ہے آپ کا جی اوب جائے گا۔ سو فیصد سچی کہانی پڑھ کے تو آدھا سچ اور آدھا افسانہ والا فارمولا صحیح ہے نا! اگر آپ کا حقائق پر مبنی کہانیاں پڑھنے کا موڈ ہے تو سچی کہانیاں پڑھیں اس کے لیے ناول کیوں؟ سبق آموز کہانیوں کے لیے بھی بہت سے رسالے دستیاب ہوتے ہیں۔ ہر ایک کو پسند دی جاتی ہے جو آپ پڑھنا چاہتے ہیں آپ دیکھتا ہے کچھ برا لگ رہا ہے تو صفحہ پلٹ دینے میں کوئی حرج نہیں (مذاق میں کہہ رہی ہوں)۔ مگر آپ کی رائے میرے لیے سچ میں بہت ضروری ہے آپ تعریف کرو یا تنقید سر آنکھوں پر۔ ہم آپ کے لیے ہی تو لکھتے ہیں آپ کی بات کیوں نہیں مانیں گے؟ تو آپ کو جو اچھا لگتا ہے آپ بتایا کرو اور جو نہیں اچھا لگ رہا کیوں نہیں اچھا لگ رہا؟ اس کی وجہ بھی پلیز ساتھ ضرور بتایا کرو۔ اقراء صغیر احمد کو خوش آمدید میں نیا ناول پڑھنے کو بے تاب ہوں شاہینہ چندا جہاں آپ کہاں ہو؟ اور آسیہ مرزا، عفت سحر طاہر ہر ناول کے بعد تھوڑا آرام کیا کریں۔ اک رائٹر کے لیے اتنا آرام ضروری ہے۔ باقی سب اچھا لکھ رہی ہیں۔ نازیہ کنول نازی تو کمال ہیں الفاظ ہی نہیں میرے پاس۔ اچھا لکھ رہی ہو لیکن کہاں ہو آج کل؟ راحت وفا! آپ کا جواب نہیں بہت سینئر رائٹر ہو آپ اور بہت اچھا لکھتی ہو۔ سمیرا شریف طور! تم نے خوب لکھا۔ خدا کرے زور قلم اور زیادہ اور نئے رائٹرز کی میں ہمیشہ حوصلہ افزائی کرتی ہوں اور آنچل اک ایسا میگزین ہے جو نئے ٹیلنٹ کی سب سے زیادہ حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ کبھی ہم بھی نئے تھے، سب کمال آنچل کا ہے۔ جسے پتھر کو ہیرا بنانے کا ہنر خوب آتا ہے اور ہماری پیاری سعدیہ امل کاشف کہاں غائب ہیں؟ کچھ بولو بھئی چپ مت رہو۔ بڑی لمبی چپ اچھی نہیں ہوتی نا؟ اپنا بہت خیال رکھیں۔ اور دعاؤں میں یاد رکھیں فی امان اللہ۔

رخسانہ قاسم...... کراچی۔ شہلا آپی اور قارئین آنچل کو السلام علیکم! سب سے پہلے آنچل کی بتیسویں سالگرہ کی مبارک باد قبول فرمائیں۔ "سرگوشیاں" اور "حمد و نعت" کے بعد "دانش کدہ" بہت اچھا سلسلہ ہے۔ سلسلہ وار ناول "جان جاں تو جو کہے" بہت دلچسپی کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔ "روشنی کی اساس" بہترین افسانہ تھا۔ آنچل کے مستقل سلسلے میں "آپ کی صحت" اور "بیوٹی گائیڈ" بہت معلوماتی ہوتا ہے۔ "غزلیں، نظمیں" اور "بیاض دل" بہت ہی زیادہ شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آنچل کو مزید ترقی عطا فرمائے اور ہمارے پاکستان کو سلامت رکھے آمین۔

نوشین اقبال نوشی...... بدر مرجان۔ السلام علیکم تمام قارئین اور آنچل اسٹاف۔ اس دفعہ آنچل 24 تاریخ کو ہی خلاف معمول جلدی مل گیا۔ ٹائٹل بس ٹھیک تھا۔ "سرگوشیاں، حمد و نعت" اور "دانش کدہ" پڑھنے کے بعد "ہمارا آنچل" میں حورارم اور نبیلہ لیاقت سے ملاقات کی جو کہ اچھی لگی۔ سلسلے وار ناولز میں سب سے پہلے اپنا پسندیدہ ناول "اور کچھ خواب" پڑھا۔ عشنا تو لکھتی ہی بہت زبردست ہیں اور میری پسندیدہ رائٹرز میں سے ہیں۔ اپنے قارئین کو لفظوں کے طلسم میں جکڑ ہی لیتی ہیں۔ پھر "پتھروں کی پلکوں پر" پڑھا، نازی کی کہانی بلاشبہ بہت زبردست ہے اور بہت خوب صورتی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ راحت وفا نے بہت ہی اچھا کہانی کا اختتام کیا، بہت پسند آیا۔ اس کے بعد سیدہ گل بانو کا "تیرا ہجر بڑا بد ذات سجن" پڑھا۔ سیدہ تو ہمیشہ سے اچھا لکھتی ہیں، یہ ناول بھی عمدہ تھا۔ ناولٹ دونوں ہی بہت زبردست تھے "تم جو چاہو" حقیقت پر مبنی تھا۔ ڈاکٹر تنویر انور خان، بہت اچھے اور مصباح نوشین کا "قفس اداس ہے" اچھی اور بہت ہی زبردست کہانی تھی۔ مجھے بہت پسند آیا یہ ناولٹ۔ افسانوں میں پاکیزہ سحر کا "آرزوئے زندگی" مجھے اتنا پسند آیا کہ تعریف کے لیے الفاظ نہیں مل رہے۔ اس دفعہ یہ افسانہ پورے آنچل کی جان تھا، بہت اچھے پاکیزہ سحر! دل جیت لیا ہمارا تو۔ "غزلیں، نظمیں" میں سباس گل، فریدہ جاوید فری، عکاشہ سحر، راغب عثمانی، انا احب اور ذکیہ تبسم کی شاعری دل کو بھائی، بہت پسند آئی۔ (لو جی یہ بھی شعر ہوگیا، ہاہاہا)۔ "بیاض دل" میں پروین افضل شاہین، مہوش ملک، سمیرا ہرل، بشریٰ

باجوہ، شگفتہ خان، سائرہ مشتاق، سحر، اریبہ شاہ اور نزہت حیدر کے اشعار پسند آئے۔ "یادگار لمحے" میں حرا طارق، گلناز مان، ربیعہ بٹ، سباس گل، سعیدہ اجمل اور کشمالہ خان نے زبردست لکھا۔ "آپ کی پسند" میں فریدہ خانم، سلمٰی ملک، بشریٰ باجوہ اور ایمان فاطمہ کی پسند ہمیں بھی پسند آئی۔ مجموعی طور پر اس دفعہ پورے کا پورا آنچل ہی بہت زبردست لگا۔ اوکے جی! اب اجازت، سانسوں نے وفا کی تو پھر سے آپ کے دلوں پر دستک دینے اور اپنی یاد دلانے آجائیں گے۔ اپنا خیال رکھیے گا خدا حافظ۔

اقراء، ساریہ، شمائلہ...... کوٹ اسلام۔ السلام علیکم کے بعد امید کرتے ہیں کہ آنچل کی ساری ٹیم بھی خیریت سے ہوگی۔ ہم سب آپ کی محفل میں شمولیت کی خواہش مند ہیں۔ ہم آپ کا ڈائجسٹ باقاعدگی سے پڑھتی ہیں اور دعا کرتی ہیں آپ کا یہ سلسلہ قائم و دائم رہے۔ سمیرا شریف کے ناول "یہ چاہتیں یہ شدتیں" کا اختتام بہت ہی خوب صورت تھا۔ ہم سمیرا شریف سے امید کرتے ہیں کہ وہ آئندہ بھی ہمارے لیے اچھی کہانیاں لکھتی رہیں گی۔ ساریہ اور شمائلہ آپ کے آنچل کو بہت پسند کرتی ہیں۔ ساریہ آنچل کو امتحان کے دنوں میں بھی چھوڑنا پسند نہیں کرتی۔ ساریہ میٹرک کی طالبہ ہے۔ میری آنچل کے تمام اسٹاف سے گزارش ہے کہ وہ میرے لیے دعا کریں کہ میرا رزلٹ اچھا آجائے۔ شمائلہ اور ساریہ، انا احب سے دوستی کرنا چاہتی ہیں۔ انا احب سے گزارش ہے کہ وہ ہماری دوستی کو قبول فرمائیں اور ہمیں جواب دیں۔ ہم پہلی بار خط لکھ رہی ہیں۔ اسے ضرور شامل کریں تاکہ ہماری حوصلہ افزائی ہو اور ہم دوبارہ بھی خط لکھ سکیں۔

طاہرہ یاسمین اور ماہم...... سیالکوٹ۔ السلام علیکم! آنچل اسٹاف اور قارئین! امید ہے کہ آپ سب خوش و خرم ہوں گی۔ پہلی بار خط لکھ رہی ہوں۔ پلیز ضرور شائع کرنا آنچل ہمیشہ کی طرح 28 تاریخ کو مل گیا۔ سمیرا شریف طور کو مبارک ہو جنہوں نے اتنے اچھے انداز میں ناول کو اختتام پذیر کیا۔ شکریہ راحت وفا جی! آپ نے زرتاشیہ اور افراسیاب کو ملا دیا۔ افراسیاب کی محبت رنگ لے ہی آئی۔ تانیہ کو بھی عقل آ گئی مگر محبت کی بازی ہار کر۔ ویسے اس طرح کی لڑکیوں کا ایسا ہی انجام ہوتا ہے۔ "پتھروں کی پلکوں پر" ایک زبردست ناول ہے۔ صاعقہ اور عباد کا پڑھ کر بڑا مزا آتا ہے آنچل تو میرا بہترین دوست ہے آنچل سے تعلق کو تو تھوڑا عرصہ ہی ہوا ہے لیکن یہ تعلق ہے بڑا مضبوط۔ میری عشنا آپی سے درخواست ہے کہ معارج کو بھی اب سنجیدہ کردیں۔ لگتا ہے وامیان، انابیتا بیگ میں زیادہ دلچسپی رکھتا ہے۔ سحر اور مہوش ملک کے اشعار پسند آئے۔ خدا کرے آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کی منازل طے کرے آمین۔ اللہ حافظ۔

شمائلہ اکرم...... فیصل آباد۔ سویٹ آپی شہلا جانی اینڈ تمام قارئین آنچل کو میرا کیوٹ سا سلام۔ اس ماہ کا آنچل 27 کو ملا۔ ٹائٹل گرل پر سرسری سی نگاہ ڈالی پھر حمد و نعت سے مستفید ہوئے۔ "در جواب آں" اور "سرگوشیاں" آنی کے بنا ادھوری ادھوری اور اداس سی لگیں۔ بعد ازاں "ہمارا آنچل" کی جانب قدم بڑھا گئے۔ حورارم اور نبیلہ لیاقت سے ملاقات کر کے کافی اچھا محسوس ہوا۔ دونوں ہی معصوم اور اچھی لگیں۔ اس مرتبہ پہلی بار آنچل کو پورا پڑھا اور پڑھنے کے بعد امی جان سے خوب ڈانٹ بھی کھائی۔ (گلے میں درد جو ہونے لگا تھا)۔ جب امی جان کو بتایا تو انہوں نے جواباً کہا۔ "کوئی بات نہیں بیٹا! میں دو چار اور ڈائجسٹ منگوا دیتی ہوں۔ وہ بھی پڑھ لینا۔ گلے کا درد ختم ہو جائے گا" اور بھی بہت کچھ سننے کو ملا۔ جس کا جواب نہیں تھا...... اب کچھ ناولٹ اور افسانوں کی بات ہو جائے۔ مصباح نوشین کا ناولٹ "قفس اداس ہے" کافی شاہکار قسم کی چیز تھا، بہت منفرد اور خوب صورت۔ ناولٹ میں سیدہ گل بانو کا "تیرا ہجر بڑا بد ذات سجن" اور ڈاکٹر تنویر انور کا "تم جو چاہو" اچھا تھا۔ اب کچھ سلسلے وار ناولز کی بات ہو جائے۔ سب سے پہلے سمیرا شریف اپیا! آپ نے "یہ چاہتیں یہ شدتیں" کا اختتام بہت زبردست کیا۔ بالکل میری سوچ کے مطابق آپ کو اس شاندار ناول کے لکھنے پر ڈھیر ساری مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دے آمین۔ نازی جی آپ تو اب لفٹ ہی نہیں کرواتیں۔ چلیں جیسے آپ کی خوشی آپ کا ناول اس وقت بلندی پر جا رہا ہے، بس ذرا کردار کم شامل کریں۔ کیونکہ ذہن تو پہلے ہی انتشار کا شکار رہتا ہے۔ عشنا کوثر کا "اور کچھ خواب" اب بھی پہلے جیسا سست رفتار ہے۔ مستقل سلسلوں میں "غزلیں، نظمیں" جس میں راغب عثمانی کیانی، سحر رانا اور نزہت جبیں ضیا۔ "آئینہ" میں صدف سلیمان اور شبانہ امین سمیت کافی لڑکیوں کے خط اچھے تھے۔ آخر میں سویٹ رابعہ اکرم آنچل کی سالگرہ پر اپنے گھر مدعو کرنے پر میں آپ کو شکریہ بولتی ہوں۔ در اصل اپریل کا آنچل وقت پر نہیں ملا تھا اور جب ملا تو خط لکھنے کا وقت نکل چکا تھا۔ اس مرتبہ میری رائے حاضر خدمت ہے۔ آپ کے خیالی پلاؤ کا ذائقہ یقین کریں بہت اچھا تھا۔ ویسے بہت سارے لوگ مجھے آپ کی بہن سمجھتے ہیں۔ انہیں بتاؤ نا! ہمارے بیچ کیا رشتہ ہے؟ اوکے، اللہ حافظ۔

طاہرہ غزل...... جتوئی۔ السلام علیکم! شہلا آپی! آنچل اسٹاف اور قارئین کو میرا آداب۔ آنچل ہم کو 25 تاریخ کو مل گیا تھا، ہر دفعہ کی طرح کالج سے واپسی کے بعد آنچل کو دیکھ کر ساری تھکان بھی دور ہو جاتی ہے۔ اس ماہ آنچل کا سرورق اچھا تھا۔ سرورق کے بعد ہم جلدی سے آگے بڑھے تو ہمیں "سرگوشیاں" سنائی دیں، رک کر سرگوشیاں سنیں اس میں پتا چلا کہ "راحت وفا" جی کا ناول اختتام کو پہنچ گیا ہے۔ تو ہم جلدی سے سلسلے وار ناول کی طرف بڑھے، سب سے پہلے "جان جاں تو جو کہے" کو پڑھا۔ کرن اور عادل کا ملاپ ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی زرتاشیہ کو افراسیاب مل گیا، کہانی بہت اچھے طریقے کے ساتھ اختتام کو پہنچی، تانیہ کو بھی سبق مل گیا۔ مجھے اس میں زرتاشیہ کا کردار بہت ہی اچھا لگا۔ یہ میرا پسندیدہ کردار تھا۔ راحت جی آپ کا ناول بہت اچھا تھا، ہمیں بہت پسند آیا اور اب بڑھتے ہیں "اور کچھ خواب" کی طرف۔ عشنا جی بہت زبردست طریقے سے ناول آگے کی طرف بڑھ رہا ہے، اس میں انابیتا کا ایک دم سے رنگ بدلنا سمجھ میں نہیں آیا۔ "پتھروں کی پلکوں پر" نازیہ جی آپ تو ہو ہی گریٹ۔ بس امامہ کو عقل دے دیں، وہ اب سنبھل جائے۔ "ڈش مقابلہ" میں پائن ایپل آئس کیک کی ترکیب اچھی لگی۔ "غزل و نظم" میں عکاشہ سحر اور انا احب کی غزلیں اچھی تھیں۔ "بیاض دل" میں نجم انجم، نرجس رانی کا انتخاب اچھا تھا۔ "یادگار لمحے" تو یادگار ہی لگے تھے۔ "آئینہ" میں ہمارے نہ ہونے کی وجہ سے رونق نہ تھی، اس لیے واپس شامل ہونے کے لیے آ گئے ہیں۔ اوکے اللہ حافظ۔

نرجس رانی...... ساہیوال۔ السلام علیکم! شہلا آپی اور آنچل اسٹاف آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے ہمیشہ خوش بو کی طرح میری پذیرائی کی ہے۔ اس بار خلاف معمول آنچل 25 مارچ کو ہی مل گیا تو مابدولت کو یوں لگا جیسے دن کی روشنی میں تارے جگمگا رہے ہوں۔ ہمیشہ کی طرح "حمد و نعت" کی روشنی سے اپنے دل کو منور کیا پھر دوڑ لگائی "ہمارا آنچل" میں، ارے بھئی حورارم سے بھی تو ملنا تھا اور حورارم سے مل کر مجھے بہت اچھا لگا۔ یہاں سے دوڑ لگائی تو پھر "پتھروں کی پلکوں پر" ہی جا کر دم لیا اور اس میں سب سے پہلے تو مجھے نازی کی نظم بہت اچھی لگی۔ سمیرا شریف طور جی کا ناول یہ چاہتیں یہ شدتیں اور نازی جی کا ناول میرے پسندیدہ ناول ہیں۔ سمیرا جی نے ناول کا اختتام بہت اچھا کیا۔ ڈاکٹر تنویر انور خان ناولٹ "جو تم چاہو" میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں اس کی تعریف کا حق ادا

Scan & PDF EJAZ AHMED Friends Korner .com

کرسکوں۔ مجھے بہت رُلایا ہے اس کہانی نے۔ ڈاکٹر تنویر انور خان میدان مار لیا ہے آپ کے ناولٹ نے۔ "تیرا ہجر بڑا بدذات سجن" کچھ خاص متاثر نہیں کرسکا (سوری گل بانو)۔ یہ میری رائے ہے۔ افسانوں میں "روشنی کی اساس" طلعت نظامی، مجھے ایک ہی بات سمجھ میں آئی ہے کہ مرد فطری طور پر حسن پرست ہوتا ہے۔ عرفات نے تصویر دیکھے بغیر جبکہ لڑکی کو بھی نہیں دیکھا اور شادی کرلی آج کے دور میں مجھے یہ بات بہت عجیب لگی۔ (عرفات درحقیقت رعنا سے متاثر تھا سو اس کی بہن کو بھی ویسا ہی سمجھا) آنچل میرے لیے ستاروں سے بھرے آسمان کی مانند ہے۔ جس کی خوبیاں اور خصوصیات گنتے گنتے میں تھک جاؤں گی، لیکن آنچل جس تعریف کا حق دار ہے وہ حق ادا نہیں کرپاؤں گی۔ اب آتے ہیں مستقل سلسلوں کی طرف۔ مائی سویٹ آپو شہلا! (گھوریں مت) بس تھوڑی دیر سب سے پہلے بات ہوجائے "آپ کی پسند" کی تو فریدہ خانم، بشریٰ باجوہ اور مقدس رباب کی پسند، بہت زبردست تھی، اس کے بعد "دوست کا پیغام آئے" اور اس میں عطرو بہ سکندر اور چندا امثال کا اپنے نام پیغام نہ دیکھ کر میں بہت روئی (اللہ دی قسمے)۔ "آئینہ" میں میرب بی چونالہ کا تبصرہ بہت اچھا لگا۔ "بیاض دل" میں سائرہ مشتاق، ربابو یاسوفی، اریبہ شاہ، بشریٰ باجوہ، شگفتہ خان ٹونی کا انتخاب زبردست رہا۔ "غزلیں، نظمیں" میں میری (جند جان صدقے) نازی کی "محبت" مجھے بہت اچھی لگی۔ اس کے علاوہ سباس گل، انا احب (تسی چھاگئے او) اور انعم خان ہری پور ہزارہ۔ "ڈش مقابلہ" میں، میں نے لاہوری چکن بنانا سیکھا اور بنایا بھی۔ آنسہ تمہارا حصہ بڑا ہے، (اچھا جی ہن مینوں اجازت دیو) بشرط زندگی فیر ایس سوہنی محفل وچ تشریف لاواں گی۔

مہوش ملک...... گنگا پور۔ السلام علیکم! میرے کیوٹ سے آنچل، سوفٹ سی رائٹرز اور سویٹ سی قارئین کو مہوش ملک کا پیار بھرا اسلام قبول ہو۔ دوستو اللہ اللہ کرکے امتحانات ختم ہوئے ہیں بفضل خدا اور آپ سب کی دعاؤں کی بدولت پرچے بہت زبردست ہوئے ہیں۔ ان شاء اللہ رزلٹ بھی بہت زبردست رہے گا۔ بہت عرصے کے بعد "آئینہ" میں شرکت کی جسارت کررہی ہوں امید ہے کہ ابھی بھی میرا عکس آپ کے ذہنوں میں کہیں موجود ہوگا۔ اب پہلی والی پوزیشن مستحکم رکھتے ہوئے مستقل شرکت کا ارادہ ہے۔ اب آتے ہیں تبصرے کی طرف۔ سب سے پہلے حسب معمول "دانش کدہ" سے مستفید ہوئے۔ مشتاق انکل! اللہ آپ کو زورِ قلم اور عطا فرمائے آمین۔ حور ارم اور نبیلہ لیاقت کا تعارف بہت اچھا لگا۔ غزلوں اور نظموں میں سباس گل، عکاشہ سحر، کنیز فاطمہ اور ذکیہ تبسم زبردست رہیں۔ "بیاض دل" میں شگفتہ خان، سائرہ مشتاق، سحر، سمیرا مشتاق، اریبہ شاہ اور سلمٰی ملک کے اشعار ٹاپ پر تھے۔ "یادگار لمحے" میں اس بار ہر چیز یادگار تھی مگر سمیرا مشتاق، سمیرا کنول اور پروین افضل کی معلومات بھلائے نہیں بھولنے والی۔ "آئینہ" دیکھا تو یہ خیال آیا کس کس نے مجھے یاد رکھا اور کس نے بھلایا (سوری زبان پھسل گئی)۔ یار یہ سارے آنچل میں (مجھے چھوڑ کر) ساری مہوش ہی چھائی ہوئی ہیں آنچل کا کوئی بھی سلسلہ دیکھو تو یہی نام نظر آتا ہے اور ہم اتنے معصوم ٹھہرے کہ ہر بار یہی سمجھے کہ ہم بذات خود ہر سلسلے میں موجود ہیں۔ رخ چوہدری جی آپ کو آنچل میں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ آئندہ بھی آتی رہے گا۔ قسم سے آپ کی آمد اچھی لگی ہے۔ سب بہنوں نے جاندار تبصرے کیے۔ نورین، انعم خان، رمشا ناز، سمیرا کنول، سمیرا مشتاق نے زبردست آپریشن کیا (میرا مطلب تبصرہ کیا) ویسے میرا نام بھی آنچل پر چھایا رہا۔ سیدہ گل بانو کا ناول اس کی تعریف کے لیے تو الفاظ ہی نہیں ہیں۔ سب خوش رہیں آمین۔

دعا...... ساہیوال۔ ڈیئر آنچل، ڈھیر دل دعا۔ سلامت رہو! تم سے رشتہ تو بہت پرانا ہے۔ زندگی کے نشیب و فراز میں کبھی جڑ جاتا تو کبھی ٹوٹ جاتا۔ تم تک رسائی پھیری والے کے ذریعے سے ہوتی، تم میرے ہاتھ کبھی کسی ماہ آتے اور کبھی کسی ماہ۔ پیاسے کی پیاس بجھنی چاہیے چاہے وہ جیسے بھی ہو۔ آنچل کی تعریف سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے اور مستقل لکھنے والے جیسے کسی نئی نویلی دلہن کے لباس پر گوٹا کناری ایسے ہی دھنک رنگ تحریروں سے سجا خوب صورت آنچل۔ کچھ سلسلے وار ناولز پہ بات کروں گی۔ پتا نہیں میرا خط کب آپ تک پہنچے۔ سمیرا جی خوب لکھا۔ پر یہ کیا کہ اب آگے کچھ نہیں۔ لکھنے کی آزادی ہے تو قلم اٹھاؤ، کیوں خود کو قید کرتی ہو؟ میں بھی لکھا کرتی تھی ریڈیو میں جب ہاں کے بعد تم میں چپکا کرتی تھی۔ ذرا دیر اس وقت سے کہ جب ایسے پہاڑ ٹوٹ پڑنے جانا پڑے۔ یہ تجربہ ایسے ہے جیسے اپنے کو اپنے ہاتھوں مار دینا۔ پلیز لکھو۔ بات کرتی رہو، بات سنتی رہو، دل کی آواز کو اب دبانا نہیں اور یہ امامہ صاحبہ کیا فرمارہی ہیں (جس رشتے میں آنافانا باندھا) اللہ رے شان نہ تو کسی نے ماں کی ممتا کا واسطہ دیا اور نہ باپ نے پاؤں میں پگڑی رکھی۔ یہ کیسا عشق ہے اور عاشق بھی وہ جو کسی طور عاشق کے مرتبے پہ فائز ہونے کے لائق نہیں۔ اک بھنورے کے لیے وفادار، ہمدرد شوہر کے ساتھ ایسا کرنا ہضم ہی نہیں ہوا اور نازیہ جی اتنے کردار کہ سنبھالے نہیں سنبھل رہے، کوئی رحم ہمارے حافظے پہ۔ انوشہ پہ اتنی مہربانیاں نہ کریں۔ سارے جہاں کا درد اسی کو سونپ رہی ہیں۔ بات لمبی ہورہی ہے باقی پھر کبھی قسمت نے ساتھ دیا تو...... کہیں ہم وہاں نہ پہنچ جائیں۔ شہلا جی کے سامنے، دائیں بائیں جو ٹوکریاں پڑی ہیں۔ آخر میں اپنے وطن کے پیارے باسیوں سے یہ کہنا ہے۔ میرے اس چمن کی کسی بدنظر کی نظر لگ گئی ہے آؤ ہم سب مل کر اس کی نظر اتاریں۔ یہ ہے تو ہم ہیں ورنہ بےنشاں ہیں۔ اگر قابل اشاعت سمجھیں تو بندی خوش ہوگی ورنہ بےنام تو ہم کب سے ہیں۔

سمعیہ جدون، فضہ جدون...... حاجیہ گلی۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں؟ آنچل کی تمام رائٹرز اور بہنوں کو ہمارا چاہت سے لبریز سلام۔ میں کسی بھی ڈائجسٹ میں پہلی بار خط لکھ رہی ہوں۔ شہلا آپی آپ نے میرے گاؤں کا نام بھی پہلی بار سنا ہوگا، حاجیہ گلی ضلع ایبٹ آباد کا بہت خوب صورت گاؤں ہے۔ اس میں قدرت کی تمام نعمتیں موجود ہیں۔ مدیرہ فرحت آپی کی وفات کا بہت افسوس ہوا، اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔ اب آتی ہوں تبصرے کی طرف۔ سب سے پہلے سمیرا آپی کو "یہ چاہتیں یہ شدتیں" کا اتنا زبردست اختتام کرنے پر مبارک باد۔ واہ جی سمیرا آپی! کیا بات ہے آپ کی۔ ناول نے ہمیں اپنے سحر میں جکڑے رکھا۔ پلیز سمیرا آپی آپ آئندہ بھی اس طرح لکھتی رہیں اور ہمارے ساتھ اپنے تعلقات کو مضبوط بنائیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو خوشیوں بھری اور پرسکون زندگی دے آمین۔ ہم اپنے گاؤں کی پہلی لڑکیاں ہیں، جو آنچل میں خط لکھ رہی ہیں۔ ہم اپنے گاؤں کے نام کو "آئینہ" میں دیکھنے کی خواہش رکھتی ہیں۔ امید ہے آپ ہماری خواہش پوری کریں گی، اب اجازت اس دعا کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ پیارے پاکستان کو ہمیشہ آباد رکھے آمین۔

ارسہ عرفان...... مقام نہیں لکھا۔ ڈیئر آنچل اسٹاف آداب! میرا اور آنچل کا رشتہ ایسا ہی ہے جیسا روح کا جسم سے ہے بلکہ وہی رشتہ ہے جو جنت حوا کا اپنے آنچل سے ہوتا ہے اگر میں یہ کہوں کہ مجھے بنت آدم حوا ہونے کا مفہوم آنچل نے سکھایا تو اس میں ذرا بھی شک نہیں۔ آنچل کے سب ہی سلسلے بہت اعلیٰ ہوتے۔ اس ایک ہی سلسلہ میں سارے سلسلے شامل ہوتے ہیں۔ ایک لڑکی کے لیے آنچل ہی اس کا حقیقی زیور ہے، ایسا زیور جس کو پہن کر وہ دنیا و آخرت

دونوں میں عزت پاسکتی ہے۔ میں نے آنچل سے بہت کچھ سیکھا۔ میں نے سیکھا ہے کہ زندگی صرف پھولوں کی سیج نہیں ہے اس میں قدم قدم پر کانٹے ہیں مگر ان کانٹوں کا ہمت سے مقابلہ کرنا مجھے آنچل نے سکھایا کہیں پر میرے لیے یہ ماں جیسی شفقت بنا تو کہیں بہنوں جیسا سہارا اور کہیں میرے دوستوں جیسی ہمت۔ جب بھی میں گرنے لگی تو اس نے مجھے ہمت دی کہ دنیا تو آزمائش گاہ ہے اور بہادر تو وہی ہے جو اس کا مقابلہ کرنے میں کامیاب ہوجائے۔ میں نے آنچل میں شامل ہونے والی کہانیوں سے بہت کچھ سیکھا اور ان شاء اللہ سیکھتی رہوں گی اور آنچل زندگی کے سفر میں میری رہنمائی کرتا رہے گا۔ اب ان شاء اللہ باقاعدگی سے آنچل میں حاضری دیتی رہوں گی۔ میری دعا ہے کہ آنچل اسی طرح بلندیوں کو چھوتا رہے۔ امید کرتی ہوں کہ آپ آئندہ بھی مجھے خوش آمدید کہیں گے آخر میں پورے آنچل اسٹاف کو سلام۔

آسیہ، عروج، فرزانہ کشش...... نوکوٹ۔ السلام علیکم! پیاری آپی شہلا عامر! کیسی ہیں آپ؟ یقیناً خیریت سے ہوں گی۔ پیاری آپی جان اتنی زیادہ مصروفیت کے باوجود ہم آپ کو خط لکھ رہی ہیں یہ ہمارے آنچل کا پیار ہی ہے۔ گھر میں شادی ہے میری بہن فرزانہ کی اور آپ کو پتا ہے شادی والے گھر میں کتنے کام ہوتے ہیں (مبارک باد)۔ ویسے تو آنچل ہمیں 30 تاریخ تک ملتا ہے لیکن اس بار خوش قسمتی سے آپی ساجدہ 22 تاریخ کو کراچی سے آنچل لے کر آگئیں۔ سوچا کیوں نہ ہم اس دفعہ آنچل میں حاضری دیں۔ اب بات ہوجائے کچھ تبصرے کی۔ ہم نے پورا آنچل تو نہیں پڑھا صرف سلسلے وار ناول پڑھے ہیں۔ لیکن ہمیں پتا ہے کہ ہر ماہ کی طرح اس ماہ بھی ہر کہانی اچھی ہی ہوں گی۔ اب بات ہوجائے "جان جاں تو جو کہے" بہت ہی اچھا ناول تھا۔ ہر کردار کے ساتھ انصاف ہوا ہے، شکر ہے کہ فرحان اور سامعہ ایک ہوگئے اور زرتاشیہ نے افراسیاب کی محبت کو جان لیا۔ عادل اور کرن بھی مل گئے۔ تانیہ کے ساتھ تھوڑا برا ہوا لیکن کہتے ہیں بُرے کے ساتھ بُرا ہوتا ہے۔ راحت وفا خوش رہیں اور خوب ترقی کریں "اور یہ کچھ خواب" نمشتا جی آپ بھی بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔ معارج اور انا ئیا، عدن اور پارسا، دامیان اور انابیتا ہمارے پسندیدہ کردار ہیں۔ "پتھروں کی پلکوں پر" کے کیا کہنے! امامہ کو شجاع کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے، اب تو اس کی شادی ہوچکی ہے شادی شدہ لڑکیوں کو یہ سب زیب نہیں دیتا۔ صاعقہ اور عباد کو پلیز نازی جی جدا نہ کرنا۔ سید حسا سادا ایان، علیزہ نے بے چارے کو پھنسا دیا۔ اپریل کے آنچل میں "یہ چاہتیں یہ شدتیں" کا اختتام اچھا رہا۔ یہ کہانی مدتوں ہمیں یاد رہے گی۔ بہت اچھے سمیرا آپی اور آنچل میں لکھنے والی سب بہنیں بہت اچھا لکھتی ہیں اور رابعہ اکرام، عنبر گل، کرن وفا، ثریا شاہ، بشریٰ باجوہ، شمائلہ مہر، شگفتہ خان، آپی ساجدہ، راشدہ، عصمت خالدہ، شمائلہ، بشریٰ صبا اور تمام آنچل دوستوں کو سلام اور دعائیں۔

امیر النسا...... سیالکوٹ۔ ڈیئر آپا شہلا اور دیگر اسٹاف السلام علیکم! کے بعد قارئین کرام اور اسٹاف ممبران سے آپی فرحت آراء کی وفات پر اظہار افسوس کرتی ہوں۔ میں نے آنچل میں جب ان کی وفات کے بارے میں پڑھا تو ایک شاک لگا کیونکہ وہ تو آنچل کی دھڑکن تھیں۔ اپنے قارئین کو اس طرح خطوط کے جواب دیتی تھیں ایسا گمان ہوتا تھا (کیونکہ وہ اتنا اچھا بولتی تھیں) کہ ہماری بڑی آپی ہیں اور سلجھے ہوئے طریقے سے بات کرتی تھیں کہ تمام آنچل قارئین اپنے آپ کو ممبر سمجھنے لگتے تھے۔ میں اپنی طرف سے ان کے فیملی ممبران سے بھی اظہار افسوس کرتی ہوں، اللہ تعالیٰ ان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے اور ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے آمین۔ میری طرف سے آنچل کو سالگرہ مبارک۔ اللہ تعالیٰ آنچل کو تاقیامت ہنستا مسکراتا رکھے اور اس کو ترقی و دوام حاصل ہو۔ "یہ چاہتیں یہ شدتیں" بالآخر اختتام پذیر ہوگیا ہے اور سمیرا شریف طور صاحب کے بارے میں کچھ معلومات بھی حاصل ہوئیں۔ کافی مصروف ہوتی ہیں اپنی زندگی میں۔ اچھی بات ہے مگر تندرستی ہزار نعمت ہے۔ صحت کا کافی خیال رکھیں کیونکہ اگر آپ اپنی صحت کا خیال رکھیں گی تو دوسروں کا بھی آپ خیال رکھ سکیں گی۔ خیر اختتام ٹھیک تھا آئندہ بھی لکھتی رہیے گا۔ اقراء صغیر صاحبہ (میری پسندیدہ رائٹر) جب آپ کی کوئی کہانی میں دیکھتی ہوں تو خوش ہوجاتی ہوں۔ میں پورا ماہ منتظر رہتی ہوں پلیز زیادہ سے زیادہ لکھا کریں۔ "جان جاں تو جو کہے" راحت وفا صاحبہ نے سامعہ اور فرحان کو آخر ملا ہی دیا۔ "اور کچھ خواب" میں معارج تغلق بہت زبردست کردار بڑی بہترین اور حاوی ہوجانے والی شخصیت ہیں۔ ویسے انا ئیا ملک بڑا زبردست کردار ادا کررہی ہے۔ "پتھروں کی پلکوں پر" سارے کردار عجیب کشمکش کا شکار ہیں، ویسے اچھا سلسلہ وار ناول ہے۔ اس کے بعد اور سارے افسانے اور ناول وغیرہ ٹھیک تھے۔

آنسہ جاوید...... فیصل آباد۔ تمام آنچل اسٹاف کو سلام! کافی عرصے بعد آپ کی محفل میں شریک ہورہی ہوں، اس سلسلے میں پہلے بھی میں نے آپ کو کئی خطوط لکھے اور ساتھ میں نظم بھی بھیجی لیکن خطوط تو شائع نہیں ہوئے اور نہ ہی کوئی نظم۔ سب سے پہلے سلسلہ وار ناول کی طرف بڑھتے ہوئے "یہ چاہتیں یہ شدتیں" کی آخری قسط پڑھی۔ سمیرا جی زبردست آپ نے جس طرح سے کہانی کا اختتام کیا ہے مجھے پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ زرش اور سمعان کے ساتھ ساتھ شارق، نویرہ، اور رضا، رمشا بھی آپس میں مل گئے۔ سامعہ اور فرحان کی کہانی کا انجام بھی زبردست رہا لیکن تانیہ کو سبق مل جانے کے بعد اسے اکیلا نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔ نازی جی انوشہ اور شاہ زر کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ انوشہ کی فیملی تو چھن ہی گئی تھی اب اس کا بیٹا بھی چھن گیا اور بے چارہ شاہ زر، وہ تو اکیلا ہی رہ گیا۔ امامہ کو اب ارسلان کی بجائے شجاع کے ساتھ رہنا چاہیے لیکن وہ پاگلوں کی طرح اس کے خواب دیکھتی ہے جو اسے چھوڑ کر چلا گیا۔ اب اجازت۔ اللہ حافظ۔

سمیرا اکبر...... سرگودھا۔ ڈیئر آنچل فرینڈز اور شہلا آپی السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟ امید کرتی ہوں کہ خیریت سے ہوں گی۔ پہلی بار آئینہ دل میں دستک دی ہے، امید کرتی ہوں کہ جگہ ضرور ملے گی۔ آنچل ہمیشہ کی طرح بہت اچھا تھا۔ "سرگوشیاں" پڑھیں تو فرحت آنی کی کمی بہت زیادہ محسوس ہوئی، اللہ سے دعا کرتی ہوں کہ اللہ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔ آنچل کے تمام کے تمام مستقل سلسلے اچھے تھے۔ "بیاض دل" میں اور "آپ کی پسند" میں تمام بہنوں کی پسند بہت سوہنی لگی اور سلسلے وار ناول کی تو بات ہی کیا ہے "یہ چاہتیں یہ شدتیں" کا خوش گوار انجام بہت زبردست رہا "اور کچھ خواب" میں معارج کا کردار میرا پسندیدہ ہے۔ "پتھروں کی پلکوں پر" نازیہ آپی پلیز اس امامہ بےوقوف کو تھوڑی سی عقل دے دیں اور راحت آپی پلیز معذرت کے ساتھ آپ کا ناول تو مجھے بالکل بھی متاثر نہیں کرسکا۔ میں اپنا تعارف دینا چاہتی ہوں کیا وہ چھپ جائے گا، جواب ضرور دیجیے گا (ضرور، مگر باری آنے پر) اب اجازت چاہوں گی۔ اللہ آنچل کو ہمیشہ چمکتا دمکتا رکھے، اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

عاشی ملک ..... فیصل آباد۔ السلام علیکم! شہلا آپی اور آنچل اسٹاف کیسے مزاج ہیں؟ یقیناً ٹھیک ٹھاک اور فٹ فاٹ ہوں گے۔ آنچل سے میرا تعلق اتنا ہی پرانا ہے جتنی میں خود۔ آپ سب یہ پڑھ کر حیران رہ جائیں گے کہ میں نے آنچل پڑھنا اس وقت شروع کیا جب مجھے اردو بھی اچھی طرح سے پڑھنی نہیں آتی تھی اور الفاظ کے معنی مطلب بھی معلوم نہیں تھے یعنی میں اس وقت سوئم کلاس میں پڑھتی تھی اور اب تھرڈ ائر کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ شروع میں امی جان، بھائیوں اور آپیوں سے سخت ڈانٹ کھائی اور کبھی کبھار تو مار بھی کھانی پڑی، ان سب سختیوں کو شوق کی راہ میں رکاوٹ سمجھ کر برداشت کیا اور آنچل پڑھنا نہیں چھوڑا کیوں کہ میں گھر میں سب بہن بھائیوں میں چھوٹی تھی جس کی وجہ سے ہر ایک کی نظر میرے اوپر ہی رہتی تھی الغرض میں نے آنچل سے بہت کچھ سیکھا اپنی عزت نفس کی حفاظت کرنا اور کس رشتے کو کس طرح نبھایا جائے، سب آنچل سے سیکھا۔ آنچل کے تمام کے تمام سلسلے لاجواب ہوتے ہیں۔ آپی جان زندگی میں پہلی بار خط لکھ رہی ہوں اور شاید آخری بار بھی، اگر خط لکھنے میں کوئی غلطیاں ہوں تو معاف کر دیجیے گا، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آنچل، آنچل اسٹاف اور پاکستان کو اپنے حفظ وامان میں رکھے آمین۔ خدا حافظ۔

مس اسماء ..... خان پور۔ سویٹ پیاری اور میرے دل کی شہزادی شائلہ اپیا! السلام علیکم! آپی کیا حال ہے؟ آپی پہلی بار آپ کی بزم میں شرکت کر رہی ہوں، کیا آپ مجھے دل کی گہرائیوں سے خوش آمدید کہیں گی۔ (خوش آمدید)۔ مجھے تقریباً پانچ ماہ ہونے والے ہیں کہ میں باقاعدگی سے آنچل پڑھ رہی ہوں شاید مجھے پتا نہیں تھا کہ آنچل جیسا مخلص دوست بھی ہے لیکن اب مجھے آنچل کے سوا کچھ اچھا نہیں لگتا اور یقیناً یہی وجہ ہے کہ میرے ہاتھ خود بخود قلم اٹھانے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ کچھ لکھ ڈالوں پلیز آپ مجھے مایوس نہ کیجیے گا کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ یہی ہاتھ کبھی قلم اٹھانے کی ہمت نہ کریں تو پلیز آپی میری اس حاضری کو قبول کیجیے گا کیونکہ میں نے بڑے دعوے سے اپنی دوستوں کو کہا ہے کہ دیکھ لینا میرا یہ خط ضرور شائع ہو گا تو پلیز آپی مجھے شرمندہ نہ کیجیے گا تو جلدی سے آپی میری اس شرکت کو قبول کیجیے گا تاکہ میں آپ سب کا شکریہ ادا کر سکوں اور میں سب کو بتا سکوں کہ آنچل میرے لیے کیا ہے۔ (اب خوش؟)۔

پروین افضل شاہین ..... بہاولنگر۔ پیاری باجی شہلا عامر صاحبہ! السلام علیکم! خیریت موجود، خیریت مطلوب۔ آنچل اپریل کا سالگرہ نمبر عینی کی سرورق سے سجا میرے ہاتھوں میں ہے۔ نبیلہ خان مون، رابعہ اکرم کا بے حد شکریہ کہ انہوں نے ناچیز کو یاد کیا اور ذکر کیا۔ چاروں سلسلے وار ناولز اور "کوئی صبح سحر، مقدس، تم محبت ہو، یہ دل اور کچھ سمجھا تھا" بہت پسند آئے۔ واقعی سالگرہ نمبر نے دل خوش کر دیا۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آنچل کا ہر شمارہ سالگرہ نمبر ہو؟ دعا ہے آنچل ہمیشہ ہمارے سروں پر لہراتا رہے آمین، خدا حافظ۔

سعیدہ میرب، نیلم کنول، نگینہ نرگس ..... میاں چنوں۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ! ڈیئر آپی شہلا! آنچل میں دوسری مرتبہ شرکت کر رہے ہیں۔ خیر مئی کا گلابی گلابی شمارہ اس مرتبہ 29 تاریخ کو ملا۔ دو دن میں مکمل کیا۔ سب سے پہلے انکل مشتاق احمد کی "سرگوشیاں" پڑھیں۔ ملک اور خصوصاً کراچی کے حالات سن کر از حد افسوس ہوا۔ انکل جی! آپ اور ہم تو صرف دعا ہی کر سکتے ہیں سو وہ کریں گے نا، ایں..... راحت وفا کا ناول اختتام پذیر ہو گیا؟ اچھا اختتام تھا مگر نادیہ کو زیادہ ہی سزا نہیں ملی؟ "شیطان کی حقیقت" پڑھ کر آنکھیں کھل گئیں۔ اس کے بعد نازی جی کے پاس پہنچے۔ کیا بات ہے نازی جی! ناول بہت زبردست جا رہا ہے۔ نازی جی شجاع کے ساتھ ندامت کیجیے گا۔ عشنا جی! ناول زبردست موڑ اختیار کر چکا ہے اور لگتا ہے اب معارج صاحب کی آزمائش شروع ہو چکی ہے۔ زبردست۔ مکمل ناول "تیرا ہجر بڑا بدذات سجن" سیدہ گل بانو! بڑے عرصے بعد اتنا خوب صورت ناول پڑھا، مزا آ گیا۔ باقی سب ناولٹ، افسانے بھی زبردست تھے مگر "روشنی کی اساس" سب سے بہترین رہی۔ بیاض دل میں پروین افضل شاہین، سائرہ مشتاق، ادب زہرہ، نبیلہ خان اور سلمیٰ ملک کے اشعار زبردست تھے۔ ایمان فاطمہ کی پسند لاجواب تھی پڑھ کر مسکرا دیے۔ نازیہ کنول نازی کی "محبت" زانف عثمانی اور رقیہ تبسم کی غزلوں، نظموں نے بہت متاثر کیا۔ میری ڈھیروں ڈھیر دعائیں آنچل فیملی کے نام۔ اللہ اس کو شاد و آباد رکھے اور ہم پڑھنے والے اس سے سدا مستفید ہوتے رہیں۔ پلیز اگر ہمارا خط نازی جی اور سمیرا شریف طور صاحبہ پڑھیں تو ہم ان سے دوستی کی خواہش مند ہیں۔ پلیز ضرور جواب دیجیے گا ورنہ آپ مخلص دوستوں سے محروم رہ جائیں گی۔ نیک تمناؤں کے ساتھ..... فی امان اللہ۔

سلمیٰ نسیم گل ..... ڈیئر شہلا اپیا، قارئین آنچل اسٹاف۔ السلام علیکم! امید واثق ہے سب خیریت سے ہوں گے۔ خدا تعالیٰ آپ سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے آمین۔ مئی کا آنچل 28 کو مل گیا تھا۔ ٹائٹل پسند نہیں آیا۔ اقرا صغیر کے ناول کا انتظار ہے۔ "حمد ونعت" سبحان اللہ۔ "دانش کدہ" حسب معمول ایمان میں اضافہ۔ "ہمارا آنچل" میں حور اور نبیلہ سے ملاقات اچھی رہی۔ "جان جاں تو جو کہے" کی آخری قسط پڑھی۔ اختتام حسب توقع تھا۔ معذرت کے ساتھ کہانی نے زیادہ باندھ کر نہیں رکھا۔ جیسے شروع ہوئی تھی ویسے ہی اختتام پذیر بھی ہوئی۔ سیدہ گل بانو کا ناول پسند آیا۔ میکشاں نام اچھا لگا۔ "اور کچھ خواب" شکریہ عشنا جی! آپ نے جلدی ہی پارسا کا ماضی بھی کھولنا شروع کر دیا ورنہ لگ رہا تھا سسپنس لمبا چلے گا۔ طلعت نظامی، مصباح نوشین اور پاکیزہ سحر نے بھی اچھا لکھا۔ "پتھروں کی پلکوں پر" اپنی مخصوص رفتار سے آگے بڑھ رہا ہے۔ اے ایس صدیقی نے مہمان ومیزبان پر لکھا پسند آیا۔ باقی تمام سلسلے اپنی مثال آپ تھے۔ شبیر احمد (بابا جانی) بہت لمبا عرصہ ہو گیا۔ کیا آپ ابھی تک واپس نہیں آئے یا پھر آپ نے لکھنا چھوڑ دیا ہے؟ فرحت آپا رخصت ہو گئیں مگر آپ کا کوئی پیغام نہیں آیا۔ سب خیریت ہے نا؟ خدا آپ کو صحت عطا فرمائے آمین۔ خدا سب کو اور ہمارے ملک کو اپنے حفظ وامان میں رکھے آمین، خدا حافظ۔

لیلیٰ میاسمین، مقدس مریم ..... خوشاب۔ ڈیئر شہلا آپی اور آنچل کی تمام اسٹاف اور قارئین کو السلام علیکم! ہم پچھلے پانچ سال سے آنچل کے خاموش قاری ہیں۔ بہت دفعہ دل چاہا کہ آپ کو خط لکھیں لیکن ہمت نہ ہوئی۔ آنچل کے تمام سلسلے ہمیں بہت پسند ہیں۔ یہ بہت ہی سبق آموز کہانیوں سے بھرپور ہے۔ خاص کر آنچل کے سلسلے وار ناول کی تو کیا ہی بات ہے۔ آنچل کے رائٹرز کی بات کریں تو ایک طویل فہرست ہے جن میں نازیہ کنول نازی، عفت سحر طاہر، سمیرا شریف، عشنا کوثر تو ہماری بہت پسندیدہ رائٹرز ہیں۔ نازیہ کی "پتھروں کی پلکوں پر" بہت زبردست جا رہی ہے۔ نازی لیکن ایک شکوہ ہے آپ سے کہ زاور کے ساتھ اچھا نہیں کیا آپ نے اور پلیز اس کہانی کو تھوڑا زیادہ دیا کریں، بہت کم صفحات ہوتے ہیں۔ سمیرا جی! نے جو اختتام "یہ چاہتیں یہ شدتیں" کا کیا اس کے لیے تو الفاظ نہیں ہمارے پاس۔ زبردست سمیرا جی! اور آخر میں یہ کہنا چاہوں گی کہ اللہ تعالیٰ آنچل کو اور ترقی دے تاکہ سب آنچل کے ذریعے اپنی زندگی میں اچھی تبدیلیاں لا سکیں۔ پہلی بار خط لکھ رہی ہیں اور پوری امید ہے کہ ہمارے نام بھی آنچل میں جگہ پائیں۔ ہم دوست ہیں۔ فورتھ ائیر کی طالبات ہیں اور

ہاسٹل میں رہتی ہیں۔

زائمہ خٹک ..... میانوالی، مسلم کالونی۔ السلام علیکم! آنچل کا تمام اسٹاف پھولوں کی طرح مہکتا اور کھلتا رہے۔ رسالہ 4 تاریخ کو ہمارے ہاتھ لگا۔ سرورق سو سو تھا۔ "سرگوشیاں" پڑھ کر لگا کہ واقعی گرمی آ گئی ہے خیر ہم بھی اس کا مقابلہ دو بدو کریں گے۔ سلسلہ وار ناول "جان جاں تو جو کہے" زبردست راحت جی! افراسیاب اور زرتاشیہ کو ملا کر ہمارا دل خوش کر دیا۔ "پتھروں کی پلکوں پر" میں نازیہ کنول نازی نے تو کمال کر دیا۔ کہانی کو وہ موڑ دیا جس کی ہمیں خواہش تھی جسے نازی نے بنا جانے ہی پوری کر دیا۔ واقعی سانول شاہ کو تو وہ سزا ملنی چاہیے کہ تمام اس جیسے لوگ عبرت حاصل کریں۔ "اور کچھ خواب" بھی اچھا لگا۔ ناولٹ میں "جو تم چاہو" ڈاکٹر تنویر انور خان نے کہانی لکھ کر ہمیں تو خون کے آنسو رلا دیا۔ سوچ میں پڑ گئے کہ کیا واقعی آج بھی کنول جیسے لوگ قربانی دینے والے ہیں۔ افسانوں میں "آرزو زندگی" پاکیزہ سحر بہت اچھے۔ میری امیدوں پر پوری اتری کہانی لکھی ہے آپ نے۔ "اک تحفہ آنچل" زبردست تحفہ دیا شاہین گل خٹک نے ہمارے پسندیدہ سے رسالے کو۔ "غزلیں، نظمیں" میں سے غزل نازی کی اور نظم ذکیہ تبسم کی پسند آئی۔ "بیاض دل" میں نیلوفر رباب نے اچھا سا شعر لکھ کر ہمارا دل جیت لیا۔ "ہم سے پوچھیے" میں حرم نور کراچی سے اچھے سوالات لے کر آئیں۔ باقی تمام سلسلے بھی پسند آئے۔ اللہ حافظ فی امان اللہ۔

عفیفہ افضل ..... ڈسکہ۔ سلام پاکستان! پیاری شہلا آپی کیسی ہیں؟ امید کرتی ہوں ٹھیک ہی ہوں گی۔ سب سے پہلے تو میں یہ بتا دوں کہ میں آنچل کے ساتھ کیوں جڑی؟ تو وجہ یہ ہے کہ مجھے زرش کی معصوم سی شرارتوں نے اپنی طرف کھینچا ہے اور سمعان کی شخصیت کے تو کیا ہی کہنے۔ سمیرا جی! آپ کے لیے تو صرف یہی کہوں گی "تسی گریٹ او" "اللہ آپ کو صحت دے"۔ اب آتی ہوں نازی کی طرف بہت خوب جی! آپ تو ہیروئن ہو ہمارے آنچل کی۔ مجھے عباد اور صاعقہ کی جوڑی بہت پسند ہے۔ انہیں الگ مت کیجیے گا۔ کیوں کہ آپ تو "آ گیا تے چھا گیا اے ٹھاکر کے" راحت جی کی بات کرو تو وفا جی میں تو آپ کی تعریف لکھ ہی نہیں سکتی اس لیے کہوں گی "چل رہن دے" اور یہ کیا! اب ہمیں آپ کی بھی جدائی جھیلنی پڑے گی۔ "تسیں اے نئیں ہو سکدا!" اور عشنا جی آپ کو بھی "تسی بڑے مزاقیہ ہو" اب آپ کہیں گی کہ میرا ناول تو سنجیدہ اور رومینس سے بھرپور ہے۔ تو جی یہ اسی پر طنز ہے۔ مزاح بھی لکھا کریں۔ آپ کو پتا ہے شہلا آپی! میں نے اپنی بیس سالہ زندگی میں پہلی بار خط لکھا ہے اور آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ میرا پہلا خط پڑھ رہی ہو (نوازش) اور اب اگر آپ اپنے محل میں ہمیں بیٹھنے کی اجازت دو گی تو ٹھیک ورنہ میں پھر سے آ جاؤں گی۔ "اسی وی بڑے ڈھیٹ آں" خدا حافظ۔

دعا زاہد حسین ہاشمی ..... فیصل آباد۔ السلام علیکم! کیا حال ہیں جناب؟ اور اسی تے فٹ فاٹ آں اپنی سناؤ؟ اس دفعہ آنچل 27 کو ملا، سرورق دیکھ کر جی بھر کر بد مزا ہوئی۔ خیر کھولا اندر کے ابتدائیہ میں "سرگوشیاں" اور "حمد ونعت" پڑھی۔ دل کو سکون ملا۔ انکل قریشی سے ملاقات ہوئی بہت اچھا لگا "ہمارا آنچل" میں حرا اور نبیلہ ایاقت سے ملاقات کر کے اچھا لگا مختصر ہی اور پھر چھلانگ لگا کر "نظمیں وغزلیں" تک پہنچ گئے۔ "بیاض دل" میں پروین افضل شاہین، مہجبین ملک، شہباز شاہ، ساجدہ زبیدہ، بشریٰ باجوہ، سائرہ مشتاق، حرمت ردا، مقدس رباب، نزہت حیدر، اور شائلہ کی پسند ہمیں بھی پسند آئی۔ "آپ کی پسند" میں مشتاق، فریدہ جاوید، نگینہ راشد، شائلہ زین، سلمیٰ ملک، مقدس رباب، بشریٰ باجوہ اور ایمان فاطمہ کی پسند اچھی لگی۔ "یادگار لمحے" میں سائرہ مشتاق، حرمت ردا، مقدس رباب، نزہت حیدر اور شائلہ کی پسند ہمیں بھی پسند آئی اور اب آیئے ذرا کہانیوں کی طرف۔ سب سے پہلے راحت وفا کا "جان جاں تو جو کہے" پڑھا، اچھا لگا۔ راحت جی! زبردست ناول تھا۔ مدت تک یاد رہے گا اور پلیز اب آپ اقرا صغیر احمد کی طرح زیادہ انتظار مت کروایئے گا۔ عشنا جی ناول "اور کچھ خواب" پڑھا تو ناول ابھی تک اسی موڑ پر کھڑی نظر آئی۔ ناول کا ٹیمپو چست لگا۔ نازیہ جی بہت اچھے! زبردست جا رہا ہے آپ کا ناول۔ سیدہ گل بانو کا مکمل ناول "تیرا ہجر بڑا بدذات سجن" پڑھا، اچھا لگا۔ ناولٹ دونوں اچھے تھے۔ ڈاکٹر تنویر انور خان اور مصباح نوشین دونوں نے اچھا لکھا۔ طلعت نظامی کا افسانہ پڑھا بہت اچھا تھا۔ پاکیزہ سحر زبردست! بہت اچھا لکھا۔ دعاؤں میں دعا کو بھی یاد رکھیے گا۔ ان شاء اللہ اگلے مہینے پھر ملاقات ہو گی اللہ حافظ۔

شگفتہ کوثر ..... بہاولپور۔ ڈیئر آنچل اسٹاف السلام علیکم! میں آنچل بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ اس کی تمام کہانیاں بہت اچھی ہوتی ہیں۔ سمیرا شریف طور اور نازیہ کنول نازی کی کہانیوں کی کیا بات ہے ان کی سب کہانیاں اپنی مثال آپ ہوتی ہیں۔ ڈائجسٹ کے باقی سلسلے بھی بہت اچھے ہوتے ہیں۔ میرا آنچل میں یہ دوسرا خط ہے اگر آپ کی نظر کرم ہو تو شاید یہ خط شائع ہو جائے۔ میں نے پہلے بھی خط لکھا تھا لیکن شاید وہ شائع نہیں ہوا شاید اس لیے کہ پچھلے دو ماہ سے میں نے آنچل کی شکل بھی نہیں دیکھی کیونکہ آنچل ہر دفعہ کم پڑ جاتا ہے، ہمارے شہر میں۔ والسلام۔

شہناز راجپوت ..... گوجرانوالہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ! تمام آنچل اسٹاف، ریڈرز، رائٹرز، اور مرحومہ فرحت آپی۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔ گرمیوں کی سلگتی دوپہر میں بک اسٹال سے آنچل خریدا۔ 26 تاریخ کو آنچل سایہ بن کر سر پر چھایا تو گھر آ کر چھ بجے تک سارے کا سارا چاٹ لیا۔ آخر میں اگلے ماہ کا انتظار شروع ہو گیا (کیا آنچل پندرہ روزہ نہیں ہو سکتا)۔ عشنا کوثر سردار! میرے دل کو محبت کی گردان پڑھانے والی ایک مہربان سی خاتون جو ہر ماہ کچھ نئے خواب دکھلا کر ہم لوگوں کو نگلی کا ناچ نچاتی ہیں۔ پلیز عشنا آپی! معارج تغلق کا کردار آسان کیجیے آپ کا یہ ناول مجھے بہت پسند ہے۔ اے شمع کوئے جاناں افسوس جان سے بھی زیادہ۔ یہ ناول تو میں اپنی روح میں اتارتی ہوں اور ہر بار آپ کے دماغ کو داد دیتے ہوئے یہ جملہ ضرور کہتی ہوں۔ سو ذہین مرے ہوں گے۔ جب آپ اکیلی اس دنیا میں رحمت بن کر آئی ہوں گی (قہقہہ)۔ "پتھروں کی پلکوں پر" دلفریب اور تلخ حقیقتوں پر مبنی ناول آنکھوں کے راستے خود بخود ہی اور اتر جاتا ہے۔ "جان جاں تو جو کہے" کا اختتام ہو گیا ویسے ہمارے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ ختم ہو جائے گا بہت اچھے بھئی۔ مکمل ناول بالکل اچھا نہیں تھا۔ ناولٹ دونوں پسند آئے افسانے بھی اچھے تھے گو کہ آنچل کا ہر سلسلہ ہی لاجواب تھا۔ میں آٹھ سال کے کثیر وقفے کے بعد خط لکھ رہی ہوں۔ آج آنچل کو پڑھتے مجھے پورے آٹھ سال ہو گئے ہیں۔ اب قلم تھام کر اپنی خاموشی توڑی ہے اور نا صرف خط بلکہ اپنی تحریر بھی بھیجی ہے۔ خدارا! مجھے جواب ضرور دیجیے گا۔ ایک بات جو شیئر کرنا ضروری ہے۔ خط اور تحریر بھیجتے وقت مجھے یہ احساس بالکل نہیں ہوا کہ فرحت آپی وفات پا چکی ہیں۔ ایسا ہی محسوس ہوا جیسے وہ اس دنیا میں موجود ہوں اور مجھے لکھنے پر اکسا رہی ہوں۔ مجھے یہ فکر ہرگز نہیں ہے کہ میرا لکھا شائع نہیں ہو گا بلکہ ایک سکون سا محسوس ہوا کہانی لکھنے کے بعد (جانے کیسا)۔ میں کھلے دل سے آپ کو اجازت دیتی ہوں میرا خط آپ کی مرضی پر ہے آپ شائع کر دیں تو خوشی ہو گی۔ اگر نہ کریں تو بھی مسکراہٹ لبوں سے دور نہ ہو گی۔ یہ میں اس لیے لکھ رہی ہوں کہ میں آنچل کی اپنی ہوں اور جانتی ہوں کہ آنچل اسٹاف

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

کو کس قدر مشکل ہے۔ لاکھوں خط سو میری طرف سے آپ بے فکر رہے۔ والسلام۔

ماہ نور اعجاز...... گجرات۔ السلام علیکم! میری آنچل میں پہلی دفعہ شرکت ہے میں آپ کو بتا نہیں سکتی کہ مجھے آنچل کس قدر پسند ہے۔ اس مہینے کا آنچل بہت اچھا تھا۔ "یہ چاہتیں یہ شدتیں" کا اختتام بہت اچھا رہا۔ مجھے آنچل کی سب سے اچھی بات یہ لگتی ہے کہ یہ مہینے کی 27،28 کو ہی مل جاتا ہے۔ یہ خط آنچل میں ضرور شامل کیجیے گا تا کہ میرا پہلا تجربہ اچھا رہے اور میں آئندہ بھی لکھوں۔ اللہ حافظ۔

ماہا بٹ...... لاہور۔ آنچل بہت اچھا ہے۔ آپ مریم عزیز کی کہانی کیوں نہیں شامل کرتے۔ "یہ چاہتیں یہ شدتیں" بہت زبردست ناول تھا اختتام بہت اچھا ہوا۔ میری دعا ہے آنچل اور کامیاب ہو آمین اللہ حافظ۔

جی ای تبسم...... جھنگ۔ آنچل کے پورے اسٹاف اور ساری دوستوں کو سلام! کیسی ہیں آپ سب؟ امید کرتی ہوں فٹ فاٹ ہوں گی۔ اب آتے ہیں آنچل کی طرف تو ناول ذرا اچھی نہیں اور اچھی کہانی وہ تو ہے "پتھروں کی پلکوں پر" لیکن انوشہ کے ساتھ بہت برا ہو رہا تھا اور شاید اب بھی ہو رہا ہے تو پلیز نازیہ باجی آپ اب اور ظلم مت کریں اور اسے خوشیوں کے جھولے میں جھولا دیں۔ اور سب کو ڈھیر ساری دعائیں لیکن ابھی نہیں اک شعر کے بعد او کے۔ سنو اگر اچھا لگے تو پلیز ضرور بتانا سب کے لیے ہے اور نازیہ باجی آپ کے لیے اسپیشل۔ پتا نہیں اب آپ میری میل چھپیں گی بھی یا نہیں۔

ساتھ نبھانے کا اپنا بنانے کا عہد تو بہت کرتے ہیں غزل

پر وقت کی دھول میں اکثر بزدل عہد توڑ بھی جایا کرتے ہیں

شمیم ماریہ جویریہ...... منڈی بہاء الدین۔ ہمیں آنچل بہت پسند ہے۔ ہمیں بہت شدت سے اس کا انتظار رہتا ہے۔ خاص طور پہ قسط وار ناول "جان جاں تو جو کہے" اور "کچھ خواب پتھروں کی پلکوں پر" اور "یہ چاہتیں یہ شدتیں" ہمیں بہت پسند ہیں۔ زرش اور مَن کا اختتام اچھا لگا۔ معارج تغلق کا انائیا کے ساتھ جھگڑا اچھا لگتا ہے۔ انائیا معارج کی محبت کو کیوں نہیں سمجھ رہی؟

مصباح نورین...... کالا گجراں، جہلم۔ السلام علیکم! سب آنچل پڑھنے والوں کو میری طرف سے سلام۔ امید ہے آپ سب بخیر و عافیت سے ہوں گے۔ اس دفعہ راحت وفا کا ناول اپنے اختتام کو پہنچا، انہوں نے بہت اچھی کوشش کی ہو سکتا ہے آگے جا کر ان کی تحریروں میں اور نکھار آ جائے۔ "یہ چاہتیں یہ شدتیں" سمیرا جی کا ایک بہت بہترین ناول تھا جس کا ہر ماہ شدت اور چاہت سے انتظار رہتا تھا۔ ناول کا اختتام ہماری امید کے عین مطابق تھا بہت خوب۔ سمیرا جی اپنی پیاری سی تحریروں سے ہمیں محظوظ کرتی رہیے گا۔ عشنا جی کا ناول بہت زبردست جا رہا ہے، کبھی غصہ تو کبھی پیار پر چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں زیادہ بدگمانیاں نا آ جائیں انابیا اور دامیان کے بیچ عشنا جی خیال رکھیے گا۔ نازیہ کنول نازی کا ناول اب اختتام تک جا رہا ہے اگلی قسط کا شدت سے انتظار رہے گا۔

ارم عارف...... یو کے۔ تمام آنچل اسٹاف اور سارے آنچل دوستوں کو السلام علیکم! امید ہے سب ٹھیک ہوں گے۔ کافی عرصے بعد آنچل کی محفل میں حاضر ہوئی ہوں وجہ یہ کہ میں پاکستان آئی ہوئی تھی اور یہاں تو وقت نہیں مل پا رہا تھا میں آنچل پڑھتی رہی ہوں۔ سب سے پہلے تو دل کو یقین نہیں آ رہا جب آنٹی فرحت کا پڑھا کہ ہم اور ہمارا آنچل ان کے سائے سے محروم ہو گیا ہے۔ دکھ کی کوئی انتہا نہیں رہی اب تک یقین نہیں ہوتا کہ وہ اب ہم میں نہیں رہیں...... پر ہم سب قسمت کے ہاتھوں مجبور ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کو جنت میں جگہ دے آمین اور ان کے گھر والوں کو صبر عطا کرے آمین ثم آمین۔ نازی کو میرا سلام! نازی دکھ آپ کا بہت بڑا ہے پر پلیز اپنے آپ کو تنہا نہ سمجھنا ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں اور اس سے زیادہ کیا لکھوں ہمت نہیں سب کو سلام۔ اللہ آنچل کو بہت ترقی عطا کرے آمین اللہ حافظ۔

امام فاطمہ...... لالہ موسیٰ۔ تمام آنچل اسٹاف اور میری بہنوں کو امام فاطمہ کا پُرخلوص سلام اور ڈھیروں دعائیں۔ سب سے پہلے میں اپنی بہت عزیز و قابل احترام ہستی آنٹی فرحت آراء کی اچانک موت پر تمام بہنوں سے افسوس کرنا چاہوں گی۔ اللہ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔ میں بہت عرصے سے آنچل سے وابستہ ہوں اور بہت دفعہ آنچل میں میل کرنے کا سوچا پر نہ جانے کیوں کر نا سکی اور اب بہت افسوس ہو رہا ہے کہ میں نے آنٹی کے ہوتے ہوئے کیوں میل نہیں کی لیکن اللہ کے کاموں میں کون دخل اندازی کر سکتا ہے وہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔ آنچل بہت اچھا معیاری اور دلچسپ میگزین ہے۔ میں آنچل سے بہت پیار کرتی ہوں اور تمام رائٹرز بہت اچھا لکھتی ہیں دل کو چھو جانے والا۔ سمیرا شریف، سباس گل اور نازی آپ کی تو بات ہی کیا ہے میری پسندیدہ کہانی "یہ چاہتیں یہ شدتیں" اور "پتھروں کی پلکوں پر" یہ دونوں کہانیاں بہت، بہت زبردست ہیں اتنی کہ تعریف کے لیے الفاظ کم پڑ جاتے ہیں۔ سمیرا آپی آپ نے بہت، بہت اچھا اختتام کیا پلیز ہمیں اپنی سوہنی من موہنی تحریروں سے محروم مت کیجیے گا ہمیشہ لکھتی رہیے گا۔ اللہ آپ کو بہت سی خوشیاں دے آپ کے سارے غم ختم ہو جائیں آمین۔ پلیز تمام بہنوں سے گزارش ہے میرے امتحانات ہیں پلیز دعا کیجیے گا پلیز پلیز...... آج پہلی دفعہ لکھ رہی ہوں اس لیے ہاتھ رک نہیں رہا لیکن اس سے پہلے کہ آپی شہلا میری میل شامل ہی نہ کریں میں ختم کرتی ہوں۔ باقی تمام کہانیاں بھی بہت اچھی ہیں لیکن عشنا آپی! آپ رومانس بہت زیادہ نہ کر دیا کریں پھر واقعی خواب لگتا ہے حقیقت کا گمان نہیں ہوتا سب کے لیے ڈھیروں خوشیوں کی دعا۔ اللہ سب بہنوں کو خوش رکھے، کوئی غم آپ کی زندگی میں نہ آئے اور اللہ پاکستان پر رحم کرے۔ بھوک، دہشت گردی اور فساد کا خاتمہ ہو اور اس ملک کو نیک حکمرانوں سے نوازے آمین یارب العالمین۔

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

dkp@aanchal.com.pk

سمیرا شریف کے نام

پیاری لڑکی، تمہارا پیغام پڑھا، شکریہ مجھے سہارا دینے اور میرے ناول کو پسند کرنے کے لیے۔ اک چیز جو میں نے محسوس کی تم بہت حساس ہو، حساس ہونا اچھی بات ہے مگر اس کے ساتھ خدا سے کبھی ناامید نہیں ہونا چاہیے۔ میں نہیں جانتی تم کس صورت حال سے گزر رہی ہو مگر اتنا کہوں گی کہ مایوسی کفر ہے۔ اتنا مایوس نہیں ہوتے۔ خدا سے اچھی امید رکھتے ہیں، وقت اچھا ہو یا برا بہر حال گزر ہی جاتا ہے۔ وقت کا نام ہی گزرنا ہے۔ ہاں تکلیف تو ہوتی ہے مگر وقت مداوا بھی ہے۔ خواب ٹوٹ جائیں تو ایسے میں ناامید نہیں ہوتے۔ اپنی ہمتوں کو سمیٹو اور کوشش کرو کہ ان خوابوں کو تعبیر دے سکو۔ اپنی طرف سے سو فیصد دو، پوری محنت کرو پورے دل سے باقی سب خدا پر چھوڑ دو، خدا بہتر جانتا ہے کہ ہمارے لیے کیا بہتر اور ضروری ہے اگر کبھی خواب پورے نہ ہوں تو ہمت نہیں ہارنا چاہیے، بس یہی پیغام ہے میری طرف سے۔ موت کی باتیں کمزور لوگ کرتے ہیں اور تم اک بہادر لڑکی ہو، ہونا؟ موت کو اک دن تو آنا ہے تو اسے اک آنے والے وقت سے پہلے کیا تم جینا نہیں چاہو گی؟ زندگی خوب صورت ہے، کبھی وقت ملے تو نیچر کو دیکھو، بچوں کو دیکھو، اڑتے پرندوں کو دیکھو، تمہیں ہمت ملے گی۔ جیتی رہو۔ خدا لمبی عمر دے تمہیں۔ اپنا خیال رکھو۔

(عشنا کوثر سردار...... کراچی)

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! فرینڈز! کیسی ہیں آپ سب؟ زاہدہ ملک فرام دیپال پور، سائرہ شیخ عطاریہ کراچی آپ کی فرینڈشپ مجھے قبول ہے۔ سائرہ لنگڑیال 3 اپریل کو تمہاری برتھ ڈے بہت بہت مبارک ہو اور چندا مثال چڑیل کیسی ہو؟ باقی سدرہ اسلم، نوشین اقبال نوشی، ہادیہ (ننکانہ صاحب)، امیمہ رُباح شگفتہ خان، سمیرا کنول، کرن وفا، غزالہ جلیل راؤ، فریدہ خانم، فریدہ جاوید فری، انا احب، سباس گل، نازیہ کنول، نادیہ جہانگیر، ام مریم، سمیرا شریف طور، آپ سب کو میرا بہت بہت سلام اور دعائیں، اللہ حافظ۔

بشریٰ باجوہ...... اوکاڑہ

اپنے پیاروں کے نام

پیاری آنٹی شازیہ (سعودی عرب) اور ماموں جی، زبیر 21 فروری کو آپ کی شادی کی سالگرہ تھی۔ Many Many Happy Returns Of The Day! پیارے بھائی وہاب نذیر پچیس اپریل کو آپ کی تیرہویں اور آمنہ شکیل چودہ اپریل کو آپ کی پہلی برتھ ڈے ہے۔ ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ اللہ تعالیٰ زندگی کے ہر قدم پہ آپ کو کامیابی سے ہمکنار کرے، آمین۔ آمنہ! آپ کی پھوپو آپ کو بہت یاد کر رہی ہیں، جلدی سے واپس آ جاؤ۔ آمنہ کے ماما، پاپا (بھائی چندا، بھائی شکیل) آپ کو تئیس اپریل، بھابی بلقیس، بھائی ندیم آپ کو چوبیس اپریل اور سائرہ باجی، قیصر بھائی آپ کو پچیس اپریل اپنی شادی کا دن بہت بہت مبارک ہو۔ حیران ہو گئے نا! میں نے سوچا آپ کو انوکھے طریقے سے ایڈوانس وش کیا جائے تو کیسا لگا۔ اب جلدی سے ٹریٹ دینے کے لیے تیار ہو جائیں ورنہ آپ کی بہن آپ سے دو دو ہاتھ کرنے کو تیار ہے۔

حمیرا انورین...... سرگودھا

نازش خان کے نام

نازش! تمہارا انٹرویو پڑھا، اچھا لگا۔ دراصل مجھے تم سے کچھ پوچھنا ہے، کیا تم اٹک میں رہتی ہو یا خانیوال میں؟ ضرور بتانا۔ اٹک شہر سے مجھے الفت ہے۔ I Went There Last Year، تقریباً 6 مہینے ہو گئے ہیں مجھے وہاں کا چکر لگائے یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم مجھے جانتی ہو کسی بھی حوالے سے، او کے؟ اگلے ماہ جواب ضرور دینا، اللہ حافظ۔

ماہا یاسر...... لاہور

پیاری موبل کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو تم پیاری دوست؟ مجھے بہت خوشی ہوئی کہ تمہیں میرا تعارف اچھا لگا۔ بندی بشر ہوں، عاجز و حقیر ہوں۔ مجھے نہیں پتا کہ تمہیں کیا چیز مجھ میں اچھی لگی، خیر شکریہ۔ آپ نے کہا کہ آپ مجھ سے دوستی کرنا چاہتی ہیں تو مجھے اچھا لگا حالانکہ میں بہت کم دوست بناتی ہوں۔ آپ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کیوں دوست کم بناتی ہوں تو موبل یہ دنیا ایک تجربہ گاہ کی طرح ہے ہر نیا روز ایک نئے تجربے سے روشناس کرواتا ہے۔ میں اپنے تجربے کی بنا پر دوست کم بناتی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

ہوں لیکن اس کے باوجود میں آپ کی دوستی کی قدر کرتی ہوں اور آج سے ہم دوست۔ اللہ تمہیں خوش و سلامت رکھے، آمین۔ پڑھنے والے تمام قارئین کو سلام، اب اجازت دیں۔ زندگی رہی تو ان شاء اللہ پھر ملیں گے، اللہ حافظ۔

عاصمہ امداد علی..... منڈی بہاؤالدین

سائرہ مشتاق کے نام

آداب! سائرہ کیا حال ہے؟ کیسی ہیں آپ؟ میں نے نومبر میں آپ کا تعارف پڑھا، بڑا ہی افسردہ سا تعارف تھا، آپ سے دوستی کی گزارش کی ہے۔ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اگر آپ کو میری دوستی قبول ہے تو میں آپ کے جواب کا انتظار کروں گی۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

سدرہ ناز..... کھلابٹ ٹاؤن شپ

کچھ خاص لوگوں اور فرحت آنی کے لیے

کچھ لوگ زندگی میں بہت اہمیت اختیار کر جاتے ہیں، جن سے ہم ایک پل بھی دور نہیں رہ سکتے لیکن تقدیر کا فیصلہ تو کچھ اور ہی ہوتا ہے اور ہم جدائی کا درد چکھتے ہیں لیکن بات سچ ہے کہ:

جدائی کی رسمیں بنانے سے پہلے
اے کاتب تقدیر تو خود بھی رویا ہوگا

خداوند کریم سے التجا ہے کہ وہ ہمارے اپنوں سے ہمیں جدا نہ کرے کیونکہ بعض اوقات کسی کے بغیر جینا مشکل ہی نہیں بہت دشوار ہو جاتا ہے۔

فضہ..... گجرات

ہماری پیاری مس ثمینہ ستار کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟ مس ہم اپنی محبت کے جذبوں کو آنچل کے ذریعے آپ تک پہنچانا چاہتے تھے۔ آپ حیران نہ ہوں، ہم آپ کی اسٹوڈنٹ ہی ہیں۔ آپ ہمیں بہت بہت اچھی لگتی ہیں۔ آپ کے بولنے اور پڑھانے کا انداز بہت اچھا ہے، ہمیں آپ کی سادگی بہت پسند ہے۔ ہماری اللہ سے دعا ہے کہ آپ ہمیشہ خوش رہیں۔ کوئی غم بھی آپ کی زندگی میں نہ آئے۔ یہ ہمارا چھوٹا سا سرپرائز آپ کے لیے تھا۔ کیسا لگا آپ کو......؟ ضرور بتایئے گا، خدا حافظ۔

طاہرہ غزل، اریبہ کائنات..... جتوئی

پیاری ٹیچر رضوانہ اور فرینڈز کے نام

السلام علیکم! میری پیاری اور بہت ہی اچھی ٹیچر جی! آئی لو یو۔ خدا آپ کو بہت سی خوشیاں دے۔ آپ یونہی ہنستی مسکراتی رہیں۔ میں واقعی لفظوں میں بیان کرنے سے قاصر ہوں کہ آپ کتنی اچھی ہو۔ میں بہت خوش نصیب ہوں کہ مجھے آپ کا ساتھ ملا۔ آپ نا صرف ایک استاد بلکہ ایک دوست اور ایک ایسی ہستی ہیں کہ جس نے بہت سے دلوں میں اپنے پیارے اخلاق کی بدولت محبت کے ہزاروں رنگ بھر دیئے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کا ساتھ ہر ایک کے لیے بہت خوب صورت ہے۔ آپ بہت اچھی ہیں، بہت بہت اچھی ہیں۔ شاید میرے پاس آپ کی تعریف کے لیے الفاظ بھی کم ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ساری زندگی خوشیوں سے بھر دے۔ آپ کی آنکھوں میں دکھ کی وجہ سے آنے والا ہر آنسو میری تقدیر میں لکھ دے تو یقین مانیے گا میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو آپ کے جیسا استاد عطا فرمائے، آمین۔ آخر میں اپنی پیاری پیاری دوستوں، شہزینہ، سونیا، انعم، قافیہ، اقصیٰ ردا، ارم، فیضا، شمیلہ، لاریب، سعدیہ لطیف، اریبہ، نائلہ، اقراء وغیرہ آپ سب لوگ بہت اچھے ہو۔ یو آر سو سویٹ اینڈ نائس گریٹ فرینڈز۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو بہت سی خوشیوں سے نوازے، آمین۔ اپنا بہت خیال رکھنا اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا۔

سعدیہ اجمل..... گوجرانوالہ

سوہنے اور سویٹ فرینڈز کے نام

ڈیئر فرینڈز کیا حال چال ہے، بہت دیر بعد حاضری ہوئی بس یار زندگی بڑی تلخیاں دے رہی ہے، اس لیے رابطہ کم کم ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں آپ سب کو بھول گئی ہوں، آپ لوگ مجھے بہت یاد آتے ہو، ڈیئر رابعہ اکرم اور مہوش ملک آپ نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا تو زوبی کیسے بھول سکتی ہے اور نازی ڈیئر! آپ کے ایس ایم ایس کے درشن تو دل کو سکون دے دیتے ہیں، آپ سب میرے دل میں ہمیشہ رہو گے لیکن رابطہ کے لیے کچھ کرو نا! مجھے ایسے دوستی میں دوری بالکل بھی برداشت نہیں۔ او کے جی میری برتھ ڈے نو فروری کو تھی کسی نے بھی وش نہیں کیا اور اداس اداس وہ دن ایسے گزر گیا جیسے کوئی ہوا کا جھونکا بغیر خوش بو کے۔ آنچل فرینڈز مجھے ملتان کی تمام رائٹرز اور اپنے اردگرد فیصل آباد اور ننکانہ کی لڑکیوں سے دوستی کرلی ہے سو پلیز مجھ سے رابطہ کریں، باقی سب کو سلام اور پیاری پیاری فرینڈز اور عفی، عامی سب کو بے حد پیار۔ اللہ آپ سب کو ہمیشہ خوش رکھے اور آج کل مجھے دعاؤں کی بہت ضرورت ہے، میرے آنسو نہیں تھمتے آزمائشوں سے تو سب سے دعا کی درخواست ہے، اجازت اپنا خیال رکھیے گا۔

زوبی رانا..... شاہ کوٹ

اچھی دوست رُباب کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو دوست مارچ میں تمہارا برتھ ڈے ہے تم کو بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ پاک تم کو ہمیشہ دو جہاں کی خوشیاں عطا فرمائے اور غموں سے دور رکھیں (آمین)۔ اپنا خیال رکھنا اور دعاؤں میں یاد رکھنا، شکریہ، والسلام۔

امبرینہ خان امبر..... ملتان

بہت پیاری بہنا میری کے نام

سلام وفا! ہوگئی ہونا حیران! جی میں جیا ہی ہوں اور میں نے سوچا کہ کچھ مختلف انداز میں آپ کو سالگرہ یہ وش کروں۔ ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ ہمیشہ خوش رہو، مسکراتی رہو، کلیوں کی مانند مہکتی رہو۔ اللہ تمہاری والدہ صاحبہ کو صحت کاملہ دے، آمین۔ اب پلیز زبردست سی دعوت اور معارمت رکھنا کیونکہ تمہیں پتا ہے ہم دعوت کے معاملے میں تھوڑی بے صبرے واقع ہوئے ہیں۔ ڈیئر صائمہ، صاعقہ اور شانی میری عزیز دوستو! میں تم لوگوں کو بھولی نہیں ہوں۔ تم میری زندگی کی کتاب کا اک حسین باب ہو۔ خدا کرے تم سب سدا خوش رہو۔ پیاری بھانجی اریبہ آئی ریئلی مس یو۔

سیدہ جیا نقوی..... تلہ گنگ

شاہد آفریدی اور پوری ٹیم کے نام

شاہد بھائی! ہم سب گھر والوں کو پاکستانی ٹیم کی ہار کا بہت دکھ ہوا اگر مصباح کی کارکردگی ناقابلِ برداشت تھی۔ ہم نے سیمی فائنل کا بے چینی سے انتظار کیا اور دعا کی کہ پاکستانی ٹیم جیتے۔ مگر جب انڈیا نے پاکستان کو شکست دی تو ہم دونوں کزنز (ناصرہ اور روشین) بہت روئیں۔ ہمیں رات بھر نیند نہ آئی۔ شاہد بھائی ہمیں آپ کی ہار کا بہت دکھ ہے اور ہم امید رکھتی ہیں کہ اگلے ورلڈ کپ میں ٹیم اچھا پرفارم کرے گی اور ٹائٹل اپنے نام کرلے گی۔ ہماری دعا ہے کہ آپ ہمیشہ کامیابیاں سمیٹو آمین۔ اپنا خیال رکھنا

روشین کنول، ناصرہ بی بی..... کلر سیداں

پیارے بھائی کے نام

السلام علیکم! پیارے بھائی مزمل! سترہ جون کو آپ کی اٹھائیسویں سالگرہ ہے، بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ پاک آپ کو صحت و تندرستی والی زندگی عطا فرمائے اور آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔ آپ کو ایک جگہ ٹک کر کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کے سر پر جلد سے جلد سہرا سجائیں، آمین ثم آمین۔ میری طرف سے، امی کی طرف سے، ثمرہ آپی، علیزہ، فضا اور ہاشم کی طرف سے آپ کو بہت بہت سالگرہ مبارک۔

ثمرہ ساجد، فروا..... جہلم

آنچل دوستوں کے نام

السلام علیکم! آنچل پڑھنے والو! سب کو میٹھی مسکراہٹ کے ساتھ پیارا سلام۔ مائی ڈیئر فرینڈز کیسی ہو آپ سب؟ یار پچھلی بار میں تم سب کے نام نہیں لکھ سکی تھی، اس کے لیے سو سوری۔ اپنی نالائق فرینڈ یعنی مجھے معاف کردینا۔ او کے میری سوہنیو! ہاں تو میری فرینڈز میں کون کون شامل ہیں؟ ذرا غور سے پڑھنا۔ سب سے پہلے میری پیاری سی فرینڈ نوشی چڑیل، ہاہاہاہا۔ صوفیہ ملک میرا دل ہے، کیوں صوفی، ٹوفی خان، مریم، سدرہ اسلم، فوزیہ، سحر فوزی، اریبہ شاہ جو کہ بہت پیاری لڑکی ہے۔ نوشین اقبال نوشی اور اپنی کزنز کے بھی نام لکھ دوں ورنہ پچھلی بار کی طرح میری خیر نہیں۔ سدرہ، شگفتہ، انعم، نغمہ، اقصیٰ، نجمہ، پاکیزہ، ماریہ، نفیسہ، مانوبی، جیا، احمد رضا بہت پیارا سا گبلو سا میرا بھتیجا ہے۔ آنٹی زوبی میری فرینڈ تنزیلہ اور اسپیشلی آنٹی شبانہ کو مبارک باد آنچل کے ذریعے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی گود بھر دی، انہیں دس سال کے بعد پیارا سا ننھا منا بیٹا عطا کیا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے لمبی زندگی عطا فرمائے۔ کوئی دکھ اس کی زندگی میں نہ آئے، آمین۔ آپا شائزہ کے لیے بھی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنے والے وقت میں بہت سی خوشیاں آپ کے لیے لائے۔ باقی میری طرف سے سب کو سلام۔ او کے فرینڈز جس کا نام بھول گئی وہ مجھے معاف کردینا اور اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا، آپ سب کی دعاؤں کی طلب گار۔

دعا نور..... لالہ موسیٰ

آنچل کے ستاروں کے نام، دوستی کا پیغام

السلام علیکم! پیاری اور سویٹی نازیہ کنول نازی اور انا احب کیسی ہیں آپ دونوں؟ نازیہ آپ کی شاعری اور انا کی ہر سلسلے میں باقاعدگی کے ساتھ شرکت مجھے بے حد پسند ہے۔ مجھے آپ دونوں سے دوستی کرنا ہے۔ آپ کے جواب کی منتظر رہوں گی۔ امید ہے خالی نہیں لوٹائیں گی۔ ہمیشہ خوش رہیں، آمین، اللہ حافظ۔

دائمہ خٹک..... میانوالی

انا احب اور سمیرا شریف طور کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں سمیرا جی آپ؟ آپ کی لکھی ہوئی ہر کہانی میں بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ آپ کی تحریریں بہت لاجواب ہوتی ہیں۔ میری دعا ہے کہ آپ ہمیشہ ایسے ہی آنچل کی شان بڑھاتی رہیں۔ آپ کی وجہ سے آنچل کو چار چاند لگ

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

جاتے ہیں۔ خدا آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔ انا احب! تمہارا نام بہت پیارا اور نیا سا ہے اور مجھے یقین ہے کہ تم بھی اپنے نام کی طرح خوب صورت اور بہت پیاری ہوگی۔ تمہاری تحریریں آنچل میں پڑھتی رہتی ہوں لیکن تمہارے نام نے مجھے مجبور کردیا کہ میں تمہارے نام پیغام لکھوں۔ رئیلی یار۔ خدا تمہیں ہمیشہ خوش رکھے، دعاؤں میں ضرور شامل رکھنا، خدا حافظ۔

طیبہ شیریں...... کوری خدا بخش

پیارے ابو جی کے نام

سوئیٹ اینڈ نائس ابو جان، السلام علیکم! مینی مینی ہیپی برتھ ڈے۔ سدا خوش رہیں، یونہی مسکراتے رہیں۔ اللہ رب العزت آپ کو صحت و زندگی عطا فرمائے، آمین۔ I Love You So Much I am Not Live Without You۔ آخر میں ہم سب بہن بھائیوں کی طرف سے ایک بار پھر ہیپی برتھ ڈے، آپ کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم ودائم رہے، آمین۔

نائلہ مسلم...... کراچی

پریوں کے نام

السلام علیکم! او میری میٹھی میٹھی پریوں! کیا حال ہے؟ مجھے اندازہ ہے کہ میری ان پریوں میں سے کچھ پریاں مجھ معصوم سے ناراض ہیں۔ یار پلیز مجھے معاف کردو۔ آئندہ میں تم لوگوں کو سارا دن میسج کروں گی لیکن پلیز اپنی طرف سے ناراض نہ ہوا کرو۔ میں بہت دنوں سے خط لکھنے کا سوچ رہی تھی۔ لو جی قلم اٹھا ہی لیا ہے۔ تم لوگ وی کیا یاد کروگی۔ شہزادے آنچل نے مجھے بہت پیاری پیاری پریاں دی ہیں۔ سمیہ مریم، آ نگینے، بشریٰ باجوہ، اریج، کرن وفا، سحر، صدیقہ عائشہ، امیمہ، الی جبہ شانزے، دعا نور، حفصہ، ارم گل، سدرہ عثمان، چندا، غزل، صوفیہ، سلمیٰ، طاہرہ، رضوانہ، مہوش، شازیہ ملک، نوشین اقبال، سائرہ مشتاق، حرا چوہدری، ثانیہ، پنکی، ظلِ ہما، ثومی، شگفتہ خان، امبر گل، رابعہ اکرم، عطروبہ سکندر، نادیہ جہانگیر، سدرہ سحر عمران، نازیہ کنول نازی، سمیرا شریف طور، نبیلہ عزیز، فرحت اشتیاق، درِ ثمن، یہ سب میری پریاں ہیں۔ اریج کیا تم مجھ سے ناراض ہو یار؟ اور تم اپنا تعارف کب بھیج رہی ہو آنچل میں؟ اور سمیہ مریم سمجھ نہیں آتی ہے یار کہ میں نے کون سی نیکی کی تھی جو مجھے تم جیسی اتنی مخلص دوست پلس بہن ملی ہے۔ آ نگینے تم تو میری جان ہو یار۔ اب بات ہوجائے میرے گروپ کی پریوں کی جن میں سب سے پہلے شاہدہ ہے جس کو شیری کہلوانے کا بہت شوق ہے۔ شاہدہ کے بعد ہیں جی شافیہ جو کہ ہمارے گروپ کی پرنسپل ہیں۔ تم لوگوں میں سے مجھے کوئی شافی کا ایک مکا تو کھا کے دکھائے ذرا یہ تو شاہدہ اور میری ہمت ہے ورنہ...... گرلز پلیز میرے لیے دعا کرنا کہ میں اور شاہدہ شافی سے بچ جاؤں کیونکہ اس نے ہماری وہ درگت بنائی ہے نا کہ بس۔ اب آتی ہوں صائم کی طرف یہ آج کل بہت اداس ہے کیونکہ ندیم بھائی پاکستان سے باہر جارہے ہیں، لیکن تم فکر نہیں کرو صائم ہم سب ہیں نا اور ندیم بھائی صائم کے "وہ" ہیں، وہ کا مطلب اب تم لڑکیوں سمجھ جاؤنی! سعدیہ آپی ہمارے گروپ کی بزرگ ہیں اور صائم رسالے پڑھتے ہوئے بالکل وی پیاری نہیں لگتی ہو اور نازش یار تم ہمیشہ مسکراتی رہا کرو۔ زویا ماریہ تم دونوں کی جوڑی بڑی فٹ ہے یار۔ ثوبیہ تم تو میری کیوٹی ہو یار اور اقراء رانا جی تم میں کیا اسٹائل ہے یار کیا بتاؤں۔ او کے یارو اسلامیات کا پیریڈ لگنے والا ہے۔ وہ دیکھیں شافی نے گھنٹی بجادی ہے اور شاہدہ دیکھ رہی ہے کہ میں اتنی دیر سے کہاں ہوں اور حرا تمہارے یونیورسٹی جانے کے بعد تم ہم سب کو بہت زیادہ یاد آتی ہو جلدی سے ڈاکٹر بن جاؤ یار۔ پیغام بہت بڑا ہو گیا تم سب مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا، اللہ حافظ۔

سدرہ اسلم...... کہروڑ پکا

پیاری دوستوں کے نام

تمام دوستوں اور قارئین آنچل کو خلوص بھرا اسلام! ہو گئیں نا حیران! جی جناب یہ میں ہی ہوں صبا ریاست! بھئی اب منہ تو بند کرلو۔ میں نے سوچا کیوں نہ تم سب سے آنچل کے توسط سے ملوں۔ سنا ئیں جی کیا حال چال ہیں؟ یہ صنم کہاں ہے؟ یقیناً بستر میں گھسی ہوگی۔ صنم سدھر جاؤ یار ساری زندگی بے وفا ہی رہنا ہے۔ او صنم او صنم کتنی گندی ہو تم۔ ہاہاہا۔ یار اچھی بچی بن جاؤ۔ اب گھورو مت، تمہارے فائدے کے لیے کہہ رہی ہوں۔ اپنی پڑھائی پر توجہ دو۔ زیادہ سے زیادہ پڑھو۔ اللہ تمہیں ہر قدم پر کامیابی عطا فرمائے، آمین، اور یہ عالیہ کدھر غائب ہے۔ یاد رکھو میں آ گئی ہوں تمہارے آنچل میں (اب سنبھال کر رکھنا مجھے) اب کی بار ذرا غور سے پڑھنا میرا نام (ظمی لڑکی) ہمیشہ جلدی میں رہتی ہو۔ بانو تمہیں کیوں ہنسی کا دورہ پڑ گیا ہے (اپنا نام پڑھ کے)۔ گندی بچی اپنے اسپیکر کا والیوم کم کرو، کیوں ہمسائیوں کو تنگ کرتی ہو اور شمائلہ آنٹی ہر وقت گم نہ رہا کرو کبھی اپنی بھابی کو بھی یاد کرلیا کرو۔ ہمارے ہاں کب آؤ گی۔ ایک تو تم انتظار بہت کرواتی ہو، پلیز جلدی آنا، او کے۔ اللہ تمہیں کامیابی عطا فرمائے، آمین۔ اب اجازت تم سب اپنا خیال رکھنا اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔

آپ کی پیاری دوست

صبا ریاست...... فیصل آباد

سویٹ سعدیہ اجمل کے نام

ہیلو سعدیہ! کیسی ہو آپ؟ آپ کا انٹرویو بہت ہی پیارا لگا، مختصر تھا۔ مگر پڑھ کے بہت اچھا لگا۔ میں نے عاصمہ امداد کو بھی فرینڈ شپ کی آفر دی ہوئی ہے، ان شاء اللہ انہیں تہہ دل سے قبول ہوگی۔ اب آپ بھی ہماری دوست بن جائیں۔ اگر ہماری دوستی دل سے قبول ہو تو میرا یہ ماننا ہے دوستی کرو تو دل سے کرو۔ یعنی دل سے دوستی۔ میرا اصلی نام مومل ہے اور سب دوستیں اور بہن، بھائی پیار سے مون کہتے ہیں۔ اب آپ اور عاصمہ ہماری دوستیں ہیں تو مجھے مون ہی کہیں گی۔ مجھے آپ دونوں کے جوابات کا انتظار رہے گا۔ زندگی رہی تو پھر حاضر ہوں گے، آپ دونوں کے جوابات کے ساتھ۔

مومل...... میر پور خاص

پیارے بھائی عدیل کے نام

السلام علیکم! عدیل تمہاری برتھ ڈے آرہی ہے، اپنی آپی کی طرف سے برتھ ڈے قبول کرو۔ خدا تعالیٰ تمہیں ڈھیروں خوشیاں عطا کرے۔ آنے والا سال تمہارے لیے خوشیاں ہی خوشیاں لے کر آئے۔ تم جیو ہزاروں سال اور ہر سال کے دن ہوں تین سو پینسٹھ کیونکہ اس سے زیادہ دن تو ہو نہیں سکتے۔ عدیل میری دعا ہے کہ تم سدا یونہی ہنستے مسکراتے رہو۔ دنیا کا کوئی غم، کوئی تکلیف تمہیں کبھی چھو کر بھی نہ گزرے۔ تمہارا گفٹ مجھ پر ادھار ہے۔ وہ جب بھی مجھے ملو گے تو میں تمہیں دے دوں گی۔ سدا خوش رہو۔

ہما احمد...... فیصل آباد

رومان ملک کے نام

السلام علیکم سویٹ رومان سسٹر! کیسی ہیں آپ؟ میری فکر نہ کریں میں بالکل ٹھیک ہوں، آپ سوچ رہی ہوں گی یہ کون سی آفت نازل ہوگئی ہے جو نان اسٹاپ بولے جارہی ہے تو جناب! میرا نام عائشہ ہے۔ دراصل میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں، آپ کی سب تحریریں اور نظمیں بہت اچھی ہوتی ہیں۔ میں نے آپ کا تعارف بھی پڑھا ہوا ہے، اس لحاظ سے آپ کو تھوڑا بہت تو جان ہی چکی ہوں۔ میں آنچل کی بالکل نئی قارئی ہوں۔ اس لیے شاید آپ کو میرے نام سے ہی تھوڑی واقفیت ہوگی، اگر دوستی ہوئی تو اور بھی بہت کچھ جان لیں گی۔ جواب ضرور دیجیے گا کہ میں آپ کی دوستوں کی فہرست میں شامل ہوسکتی ہوں؟ اچھا جی اب اس دعا کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں کہ خدا آپ کو زندگی کی ہر خوشی دکھائے اور ہر مشکل آسان فرمائے، آمین۔ آپ کے جواب کا انتظار رہے گا......! خدا حافظ۔

عائشہ انجم ایش...... راولپنڈی

دوست کا پیغام آئے

میری پیاری بہنوں رومانہ اور ریحانہ کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو میری پیاری بہنو؟ امید ہے ٹھیک ٹھاک ہوں گی۔ آپ دونوں جو سارا دن اور ساری رات آنچل پڑھتی رہتی ہو اور تھکتی بھی نہیں ہو تو میں نے سوچا کہ آپ دونوں تقریباً تین چار سال سے آنچل پڑھتی آرہی ہو اور ایک بار بھی آپ کا نام آنچل میں نہیں آیا تو میں نے آپ دونوں کی خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے تا کہ آپ دونوں کا نام آنچل میں آجائے، والسلام۔

سلمان خان...... بنوں

آنچل دوستوں کے نام

سلام! تمام آنچل پڑھنے والوں کو! خاص طور پر نازیہ کنول نازی، اقراء صغیر، نایاب جیلانی، سمیرا شریف اور تمام رائٹرز کو جنہوں نے اپنا قیمتی وقت آنچل کو دیا۔ میری طرف سے سب کے لیے خلوص بھری دعائیں ہیں اور آخر میں میری بہن منزہ کو سالگرہ مبارک۔ 20 مئی کو تمہاری سالگرہ جو ہے، اگر کوئی پڑھ رہا ہے میرا اپنا تو پہچانو سدرہ ہی ہے! انیلا کو سلام اور ثوبیہ ضیاء! جہاں بھی ہو، مجھ سے رابطہ کرنا یار! آئی مس یو یار! بھول گئیں سدرہ۔ دوستوں کو تو نہیں بھولیں نا؟ سب کے لیے پیار، خدا حافظ!

سدرہ علی خان...... راجن پور

میرے کزن کے نام

میرے کزن بھائی ارسلان کو شادی بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ تم دونوں کو بہت سی خوشیاں دے آمین۔ کاش کے میں بھی وہاں ہوتی سب کو سلام اور مبارک باد۔ اللہ حافظ۔ 15 مئی کو میری بہن صائمہ کی سالگرہ ہے۔ سالگرہ مبارک ہو بہن! خدا تمہیں لمبی عمر اور خوش حال زندگی دے۔ خدا تمہارے سارے خواب پورے کرے آمین۔

ارم عارف...... یو کے

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

آپ کی پسند

زہرہ جبیں
akp@aanchal.com.pk

خواجہ ماہ رخ تاج کی پسند.....جتوئی

جس سے بندھے تھے دونوں وہ غم نہیں رہے ہیں
تم، تم نہیں رہے ہو ہم، ہم نہیں رہے ہیں
چاہت کے گیت میں ہے کوئی کمی یقیناً
آخر تیرے میرے سُر کیوں جم نہیں رہے ہیں
رو رو کے تیرے دکھ میں صحرا سا ہوگئی ہوں
اب آنکھ کے کنارے بھی نم نہیں رہے ہیں
لمحوں کے پیڑ پر ہیں کچھ پھول درد و غم کے
جیون میں اب خوشی کے موسم نہیں رہے ہیں
تُو اور سمت میں ہے میں اور سمت میں ہوں
الفت کے راستے اب باہم نہیں رہے ہیں
فکرِ معاش نے تو جذبوں کو روند ڈالا
عاشق وگرنہ ہم بھی کچھ کم نہیں رہے ہیں
راہوں میں اب کھڑی ہوں پھیلائے ہاتھ خالی
غم تھے میرا اثاثہ اور غم نہیں رہے ہیں
تم ہی تھے میری دنیا، تم ہی میری محبت
تم جو نہیں تو دونوں عالم نہیں رہے ہیں

تسنیم چوہدری کی پسند.....آکسفورڈ یو کے

آج ہمیں یہ بات سمجھ میں آئی ہے
تم موسم ہو اور موسم ہر جائی ہے
تُو نے کیسے موڑ پہ چھوڑ دیا مجھ کو
دل کی بات بتاؤں تو رُسوائی ہے
تیرے بعد بچا ہی کیا جیون میں
میں ہوں، بھیگی شام ہے اور تنہائی ہے
آج میری آنکھوں میں ساون اُترے گا
آج بہت دن بعد تیری یاد آئی ہے
آج کی رات بہت بھاری ہے دونوں پر
آج مجھے وہ خط لوٹانے آئی ہے
یہ مہماں نوازی ہے یا اور ہے کچھ
میرے لیے وہ چائے بنا کر لائی ہے

رضوانہ طاہر کی پسند.....پشاور

میرے اطراف جو تماشا ہے
کیا تمہاری سمجھ میں آتا ہے
شہر آباد رونقیں آباد
دل کی دھڑکن کو کون سنتا ہے
میں وہ آئینہ رُو برو جس کے
یہ جہاں دیر تک سنورتا ہے
تری یادوں کے دیپ جلتے ہیں
اور کوئی آنکھوں کو بھگوتا ہے
رائیگانی کا کیوں ملال نہ ہو؟
پاس رہ کر وہ دور ہوتا ہے
سر سے پا تک میں جس میں بھیگ سکوں
اب وہ ساون کہاں برستا ہے

صدف سلیمان کی پسند

کوئی امید جو ہوتی تیرے لوٹ آنے کی
پھر نہ ہوتی ایسی حالت دل دیوانے کی
میں تو ہر حال میں خوش رہا جستجو میں رہا
نہ گئی تیری عادت وہ ستانے کی
زندگی جبر مسلسل کی طرح کاٹ رہا ہوں
نہیں دیتا کوئی دعا بھی مرجانے کی
تیرے سنگ بیتا ہر لمحہ یاد آتا ہے
جب بھی کوشش کی تجھے بھلانے کی
اب تو اکثر یہی سوچتا رہتا ہوں وصی
تجھ کو مانگوں یا مانگوں دعا تجھے بھول جانے کی

زینب احسن زینی کی پسند.....فیصل آباد

میرے ظرف کا یہ قصور تھا
کہ میں دردِ دل نہ چھپا سکا
میرے ظرف نے بھی دغا دیا
میں تو ظرف بھی نہ بچا سکا
میرا نفس اک الاؤ تھا
میری روح تک کو نگل گیا
کہ میں خواہشوں کے الاؤ کو
نہ جلا سکا نہ بجھا سکا
جو دوست نے دیں اذیتیں
تھیں وہ دشمنوں کی عنایتیں
میں تمام عمر ڈرتا رہا
کوئی دوست پھر نہ بنا سکا
مجھے مفلسی نے تھکا دیا
میرے ولولوں کو سُلا دیا
مجھے لوگ کہہ کر جدا ہوئے
کہ دوستی نہ نبھا سکا

سمیرا زکریا کی پسند.....فیصل آباد

دو گھڑیاں رک جا تقدیرے
مینوں لگیاں توں نبھالین دے
اَج مکدے ہوئے ساون لئی
دو دل دے بول سنالین دے
اونے ساری حیاتی آزمایا اے
اَج مینوں یار آزمالین دے
میں جان حوالے کر دے ساں
اس جان دا مالک آلین دے

تنزیلہ رحمٰن کی پسند.....جلال پور

جب تیرا درد میرے ساتھ وفا کرتا ہے
ایک سمندر میری آنکھوں میں بہا کرتا ہے
اس کی باتیں مجھے خوش بُو کی طرح لگتی ہیں
پھول جیسے کوئی صحرا میں کھلا کرتا ہے
میرے دوست کی پہچان یہ ہی کافی ہے
وہ ہر اک شخص کو دانستہ خفا کرتا ہے
اور تو کوئی سبب اس کی محبت کا نہیں
بات اتنی ہے کہ وہ مجھ سے جفا کرتا ہے
جب خزاں آئے تو لوٹ آئے گا وہ بھی فراز
وہ بہاروں میں ذرا کم ہی ملا کرتا ہے

عائشہ نور.....ای میل

مجھے تم سے محبت ہے
تمہیں ضد ہے کہ میں کہہ دوں
مجھے ضد ہے کہ تم کہہ دو
"مجھے تم سے محبت ہے"
کہو! مجھ سے محبت ہے؟
نہیں یہ جانتے دونوں
محبت کب محتاج ہے
لفظوں کی
باتوں کی
محبت تو ہماری دھڑکنوں کے ساز میں شامل
سریلے گیت کی مانند
جو تنہایا دکی دیوی
آئی ہے آنکھوں میں
محبت سوچ کی گہرائیوں سے پھوٹتی خوش بُو
ہمیشہ ساتھ رہتی ہے
مگر پھر بھی، نا جانے کیوں
تمہیں ضد ہے کہ میں کہہ دوں
مجھے ضد ہے کہ تم کہہ دو
"مجھے تم سے محبت ہے"
کہو! مجھ سے محبت ہے.....؟

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

ہم سے پوچھیے

شائلہ کاشف

روبینہ جعفر خان.....کھلا بٹ ٹاؤن شپ

س: اپیا جانی! ایک راز کی بات بتاؤں؟ کسی کو بتائیں گی تو نہیں نا! انہوں نے مجھے دیکھا تو.....؟

ج: چیخیں مار کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

س: میں خواب دیکھ رہی تھی کہ اچانک.....؟

ج: آنکھ کھل گئی۔

س: آپی جب وہ مجھے یاد نہیں کرتے تو پھر مجھے یاد کیوں آتے ہیں؟

ج: یہ تو تم "ان" سے پوچھو۔

سارہ وحید بخاری.....گجرات

س: شائلہ آنٹی میں پہلی بار آپ کی محفل میں شرکت کر رہی ہوں، تھوڑی سی جگہ ملے گی؟

ج: لیجیے جگہ مل گئی۔ اب خوش؟

س: شائلہ آنٹی! آج کل مہنگائی کا بازار گرم ہے، آپ بتائیے کہ گرمی کا بازار کتنا گرم ہوگا؟

ج: گرمی کا بازار مہنگائی کے بازار کو مات نہیں دے سکتا۔

س: شائلہ آنٹی ہمارے ملک کے حالات آپ کے خیال میں کب درست ہوں گے؟

ج: ملکی حالات کے لیے تو بس دعا ہی کی جاسکتی ہے۔

شائلہ اکرم.....فیصل آباد

س: شائل آنی جان! کیسی ہو آپ؟ مجھے یاد کیا تھا؟

ج: بالکل! یاد کیا اور تم حاضر ہوئیں۔

س: آنی جان! سچ سچ بتائیے گا آپ کو کس قاری کے سوالات پڑھ کر بہت مزا آتا ہے اور جواب دینے میں اور بھی لطف آتا ہے؟

ج: تم سب ہی ہمیں دل سے عزیز ہو۔

س: شائل آپی! میں آج کل بہت اداس ہوں۔ وجہ سمجھ میں نہیں آتی.....؟

ج: رزلٹ خراب آیا ہے نا؟

طاہرہ غزل.....جتوئی

س: ہم بھول گئے ہر بات مگر.....؟

ج: امی کی مار نہیں بھولے۔

س: سنا ہے لوگ اسے آنکھ بھر کر دیکھتے ہیں۔ بتائیے تو بھلا کسے دیکھتے ہیں؟

ج: چڑیا گھر کے شیر کو۔

طیبہ نذیر.....شادیوال، گجرات

س: شمی جی! خود غرض لوگوں کے ساتھ کیا کرنا چاہیے؟

ج: خلوص و مروّت کا مظاہرہ کیجیے۔ وہ شرمندہ ہو جائے گا۔

س: کسی کی غلط فہمی کو کیسے دور کیا جائے؟

ج: وضاحت کر کے۔

س: اپنی بات منوانے کا سب سے آسان طریقہ؟

ج: آنسوؤں کا ہتھیار۔

س: شمی جی! اچھی سی دعاؤں کے ساتھ رخصت کریں؟

ج: جیتی رہو۔ خوش رہو۔ آباد رہو۔

تنزیلہ الرحمٰن.....جلال پور شریف

س: آپی! کہتے ہیں کہ قتل کرنا گناہ ہے۔ اس گناہ کے بدلے انسان کو جیل بھیج دیا جاتا ہے لیکن کسی انسان کا دل توڑنا بھی تو گناہ ہے پھر اس کے بدلے انسان کو کون سی سزا دینی چاہیے؟

ج: کچھ سزائیں آخرت میں بھی تو ملیں گی۔

س: آپی یہ شعر آپ کے لیے:

سدا رہے یہ ادا تیرے مسکرانے کی
سمیٹ لے تیرا دل ہر خوشی زمانے کی

ج: بے حد شکریہ۔ تم بھی خوش رہو۔

پروین افضل شاہین.....بہاول نگر

س: بہاروں کی ملکہ کسے کہتے ہیں؟

ج: تمہاری ماسی کو کہتے ہیں جی!

س: پھول سے چہرے کس کے ہوتے ہیں؟

ج: صرف اور صرف بچوں کے ہوتے ہیں۔

شاہین گل خٹک.....میانوالی مسلم کالونی

س: ارے آپی! میں نے تھرڈ ائر میں اے گریڈ لیا ہے، مبارک باد تو دیں یا دولت کو۔

ج: بہت اچھے۔ اللہ تمہیں مزید کامیابیاں عطا فرمائے آمین۔

س: پریشانی کا بہترین حل کیا ہے؟

ج: اللہ کے ذکر سے دل کو قرار ملتا ہے۔

س: اگر دل دماغ کی نہ مانے اور اپنی من مانی کرنا چاہے تو کس کو ترجیح دینی چاہیے؟

ج: انسان کو دل و دماغ دونوں کے لیے فاتح ہونا چاہیے۔

س: مجھے بہت شدت سے انتظار ہے۔ کس کا؟

ج: آنچل کا، ہے نا!

س: میرے لیے اور پیارے ملک کے لیے اپنی مخلص دعاؤں سے نوازیے؟

ج: اللہ ہم سب کو سکون و عافیت میں رکھے۔ آمین۔

فریحہ شبیر.....شاہ نکڈر

س: پہلی بار شرکت کر رہی ہوں، جگہ ملے گی تھوڑی سی؟

ج: تمہارے لیے بہت سی جگہ خالی ہے۔ خوش؟

س: آپی! آپ اتنے مزے مزے کے جواب کیسے دیتی ہیں؟

ج: مزے مزے کے سوالات پڑھ کر۔

س: آپی! آپ رات کو سوتی بھی ہیں یا صرف جواب ہی سوچتی ہیں؟

ج: تم سب مل کر ہمیں سونے کب دیتی ہو۔

س: آپی جی آپ جواب سوچ سوچ کر دیتی ہیں یا بس.....؟

ج: جواب دے کر سوچتی ہوں۔

رخسانہ قاسم.....لیاقت آباد

س: ایسا مقام بتائیں جہاں چلتے چلتے دل تھم سا جاتا ہے؟

ج: مقام عبرت (قبرستان)۔

س: آپی! آخر لوڈشیڈنگ سے کب نجات ملے گی؟

ج: فی الوقت تو ممکن نظر نہیں آتا۔

س: یادِ ماضی عذاب کیوں بن جاتی ہے؟

ج: ماضی کو صرف خوش گوار حوالوں سے تازہ رکھنا چاہیے۔

سمانہ زیدی.....جھنگ صدر

س: السلام علیکم! لیں جی آپ کے لیے لائی ہوں دعاؤں کا ٹوکرا؟

ج: بہت شکریہ۔ جیتی رہو۔

س: میں اتنا عرصہ غائب رہی، آپ نے مجھے کتنا یاد کیا؟

ج: پہلے یہ بتاؤ کہ غائب کہاں رہیں؟

س: دل اداس ہے کوئی پیغام ہی نہیں آتا، کیوں آخر کیوں؟

ج: اپنا موبائل ٹھیک کروالو۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

زاہدہ ملک..... دیپالپور

س: یہ بتایئے کہ اچھے تو سبھی ہیں مگر آپ؟

ج: سب سے اچھی، ہے نا!

س: آنچل کا پورا اسٹاف اچھا ہے مگر.....؟

ج: آنچل ان سب سے اچھا ہے۔

س: آپ کی شادی نہ ہوئی ہوتی اگر.....؟

ج: جاگ جاؤ، صبح ہوگئی ہے۔

اسما اقرأ..... جنگو

س: آپی! مجھے آپ سے شکایت ہے، آپ نے پچھلی بار مجھے ردّی کی نذر کردیا، پلیز اس بار نہیں پلیز پلیز؟

ج: آپ کو ردّی کی نذر کیسے کرسکتے ہیں، خط کہہ سکتی ہیں۔

س: آپی بتائیں تو ذرا ہم اتنے خوش کیوں ہیں؟

ج: اپنا جواب پڑھنے کی وجہ سے۔

س: آپی! کس قسم کے دوست آپ کے ساتھ مخلص ہوتے ہیں؟

ج: جیسے ہم خود مخلص ہیں۔ ویسے ہی۔

س: اچھا آپی بہت تنگ کیا آپ کو اللہ حافظ؟

ج: فی امان اللہ، مگر اپنا نام پتا تو بتاتی جاؤ۔

شمائلہ مہر..... فیصل آباد

س: آپی جی آج کل کے بچے ننھیال والوں کو زیادہ اہمیت کیوں دیتے ہیں؟

ج: ماں جن کو اہمیت دینا بتاتی ہے بچے اسے ہی اہمیت دیتے ہیں۔

س: آپی جی "چاند ماموں" کی کہانی نانی کیوں سناتی ہیں، دادی کیوں نہیں؟

ج: "ماموں" کا تعلق نانی سے ہوتا ہے اس لیے۔

س: آپی جی چاند ماموں یعنی چاند کو ماموں کیوں کہتے ہیں چاچو کیوں نہیں کہتے؟

ج: بچے کی ماں اپنے بھائی کو اہمیت دیتی ہے شوہر کے بھائی کو نہیں۔

س: اب تو آپ کو پتا چل گیا ناں کہ میں کتنی ذہین لڑکی ہوں؟

ج: پتا چل گیا۔ شاید اب تک پیڑ پر بیٹھی رہی ہو۔

س: اب اجازت چاہوں گی اس دعا کے ساتھ کہ اللہ آپ کو اور ہم کو، ہمارے ننھیال سمیت اور ددھیال سمیت ہمیشہ خوش رکھے اور دُکھوں، تکلیفوں سے نجات عطا فرمائے اور ہمارے ملک پر رحم کرے (آمین ثم آمین)۔

ج: آمین ثم آمین۔

ثنا نورین..... منڈی بہاؤالدین

س: شمی آپا! کیسی ہیں آپ؟

ج: اللہ کا بڑا کرم ہے، ٹھیک ہیں۔

س: ہمیں آپ بہت اچھی لگتی ہیں ہم کیا کریں؟

ج: آپ تو صدف ہیں، ہمیں بہت اچھی لگتی ہیں۔

س: شمی آپا آپ کو چاکلیٹ کیسی لگتی ہے؟

ج: کچھ زیادہ پسند نہیں۔

س: شمی آپا ہم پھر آپ کی بزم میں قدم رکھ سکتے ہیں؟

ج: اب تک کیا کر رہی تھیں؟

س: دعا دیجیے اور رخصت کیجیے پھر ملیں گے، اللہ حافظ۔

ج: اللہ حافظ و نگہبان۔

کام کی باتیں

حنا احمد

بہ طور حُسن افزا:

نہانے کے پانی میں تیز پات کا جوشاندہ شامل کرلینے سے جلد تروتازہ اور جسم کے درد میں آرام آتا ہے۔

ہوا مہکانے کے لیے:

کسی صاف ململ کے کپڑے میں چُورا کیے ہوئے تیز پات باندھ کر کمروں وغیرہ میں لٹکانے سے ہوا خوش بودار ہوجاتی ہے۔

تیز پات کے خشک پتّے:

اس کے خشک پتّے سُوپ اور کھانوں کو خوش بودار بنانے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

سمیرا اشتاق ملک..... اسلام آباد

گھریلو ٹوٹکے

❖ نئے آلوؤں کی مٹھاس دور کرنے کے لیے انہیں کاٹ کر اچھی طرح نمک، لہسن اور سرکہ لگا کر رکھ دیں اور پون گھنٹے بعد پکالیں، آلو مزے دار ہوں گے اور اچھے پکیں گے۔

❖ پیاز کاٹتے وقت آنکھوں سے پانی نکلنے اور جلن سے محفوظ رہنے کے لیے اپنے قریب ایک موم بتی جلالیں۔ پانی اور جلن سے آنکھیں محفوظ رہیں گی۔

❖ ایک گلاس پانی میں دو چمچ سرکہ ملا کر سبزی پر چھڑکنے سے سبزی دیر تک تروتازہ رہتی ہے اور جراثیم بھی مرجاتے ہیں۔

❖ جوڑوں کے درد کے لیے اگر آپ صبح نہار منہ تین سے چار اخروٹ کے دانے کھالیں تو بہت جلد آرام مل جائے گا۔

❖ پسینے کی بدبو سے بچنے کے لیے پانی میں چند قطرے لیموں کا عرق ڈال کر نہانے سے پسینے کی بدبو ختم ہوجائے گی۔

❖ چہرے اور گردن پر جُھریوں کے خاتمے کے لیے روزانہ دس منٹ تک زیتون یا روغن بادام کا مساج کریں اور جلد کی مناسبت سے اچھے صابن سے دھولیں۔

❖ ہاتھوں، پیروں میں پسینہ آنے کی صورت میں تین ماشے پھٹکری ایک چھٹانک پانی میں حل کر کے ہاتھوں پیروں کے تلووں میں لگائیں۔ پسینہ آنا بند ہوجائے گا۔

شاہین گل خٹک..... مسلم کالونی میانوالی

موٹاپا دور کرنے کے نسخے

♥ موٹاپا دور کرنے کے لیے نیم گرم پانی میں شہد ملا کر پینے سے چربی ختم ہوجاتی ہے۔

♥ نہار منہ ایک گلاس نیم گرم پانی میں ایک عدد لیموں کا رس ملا کر پینے سے جسم کی چربی پگھلتی ہے۔

♥ لیموں کا اچار موٹاپا کم کرنے کے لیے بہت مفید ہے۔

♥ مولی اور سلاد کا استعمال کھانے میں ضرور کریں۔

♥ ادرک کی چائے پئیں۔

♥ گھی کے بجائے کوکنگ آئل استعمال کریں۔

♥ زیادہ میٹھی چیزوں، چاول، گھی اور دوسری بادی چیزوں سے پرہیز کریں۔

♥ نہار منہ قہوہ میں لیموں کا رس نچوڑ کر پئیں اور دوپہر کھانا کھانے کے بعد بھی پئیں۔

طیبہ نذیر..... شادیوال گجرات

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

بچے کہانیاں بہت شوق سے سنتے ہیں' چاہے زبانی سنائی جائیں یا کتابوں سے پڑھ کر سنائی جائیں اس طرح وہ کہانی کی ترکیب سے بھی واقف ہوجاتے ہیں کہ یہ کس طرح شروع ہوتی ہے اور کس طرح ختم ہوتی ہے۔ اس لیے انہیں روزانہ سونے سے پہلے کہانی ضرور سنائیں۔ شروع میں بچوں کو شوخ رنگوں والی کتابیں دی جائیں۔ رنگ اور اچھی تصویریں دیکھ کر بچے ان کی طرف اپنی توجہ مبذول کرلیتے ہیں۔ جب آپ بچوں کو کہانی پڑھ کر سنائیں تو لہجے میں جوش وخروش اور اتار چڑھاؤ بھی ہونا چاہیے۔ اس سے بچے توجہ سے سنیں گے۔ کہانی پڑھنے کے دوران بچوں سے سوالات بھی پوچھتی جائیں۔ عام چیزوں کے بارے میں بھی کہانیاں سنائی جاسکتی ہیں۔ جن میں روانی ہو۔ ان میں گانے بھی شامل ہوں۔ جن میں الفاظ دہرائے جائیں۔ گانوں کے بول بچوں کی دلچسپی برقرار رکھتے ہیں اور انہیں یاد بھی ہوجاتے ہیں۔ تالی بجانا اور ہاتھ پیر چلانا بچوں کی فطرت میں شامل ہوتا ہے۔ اگر آپ ترنم سے بچوں کے ساتھ کوئی چیز گائیں گی تو الفاظ کا ترنم بچوں کے ذہن میں قائم رہے گا۔ اسکول جانے سے پہلے ہی بچوں کو کتابیں دے سکتی ہیں۔ یہ تصویروں والی ہونی چاہئیں خواہ ان میں خالی تصویریں ہوں یا تصویروں کے ساتھ عبارت بھی ہو۔ بغیر عبارت کے تصویریں دیکھ کر بچے اپنے ذہن میں خود کہانی بنا سکتے ہیں۔ ان کتابوں میں پریوں کی کہانیاں اور نظمیں وغیرہ ہوں۔ ان سے بچوں کو اندازہ ہوگا کہ پڑھنے کے لیے کیا چیزیں مل سکتی ہیں۔ پڑھنے کے وقت کو دلچسپ مشغلہ بنائیں جس میں بچے خود ہی مشغول رہیں لیکن آپ کا موجود ہونا بھی ضروری ہے۔

آپ اس بات کے لیے بھی تیار رہیں کہ بچے کتابوں کے ساتھ غلط سلوک بھی کرسکتے ہیں۔ انہیں استعمال کیا جائے گا انہیں پیار بھی کیا جائے گا انہیں گھسیٹا بھی جائے گا اور کبھی کبھی انہیں نقصان بھی پہنچایا جاسکتا ہے۔ بچے کے ساتھ مل کر آپ کتاب صحیح کردیں اس طرح وہ بھی ان کی قدر کریں گے۔ کتابیں ایسی جگہ رکھیں کہ آپ کے بچے انہیں دیکھ سکیں اور انہیں پڑھنے کی خواہش پیدا ہو۔

تصویروں والی کتاب پر چھپے ہوئے الفاظ سے بچے مانوس ہونے لگتے ہیں کیوں کہ وہ غور سے دیکھنے سے ہی کچھ حروف کو پہچاننے لگتے ہیں۔ کچھ حروف انہیں پڑھ کر بتائے جاتے ہیں اس لیے سمجھ لیتے ہیں اور کچھ حروف کو غور وخوض کرنے سے سیکھ لیتے ہیں۔ جب آپ کا بچہ کچھ حروف پہچاننے لگے تو آپ کو دیکھ کر خوشی ہوگی کہ سائن بورڈ پر لکھی عبارت یا چوراہوں پر لگے "گو" اور اسٹاپ کے بورڈوں پر "جی" اور "ایس" پر اشارے کرکے بتاتا ہے کہ یہ کیا حروف ہیں۔ جب آپ اخبار پڑھ رہی ہوں گی تو آپ کا بچہ اس میں وہ حرف تلاش کرنے کی کوشش کرے گا جن سے واقف ہے اور جب اسے یہ حروف مل جائیں گے تو وہ بہت خوش ہوگا۔ اگر بچہ بور ہو رہا ہو تو کتاب پڑھنا ایک دلچسپ مشغلہ ہوگا۔ کہیں جانا ہو تو بچے کے سامان کے ساتھ کتاب بھی رکھ کر لے جا سکتی ہیں۔ کہانیاں پڑھنا صرف سوتے وقت کا ہی مشغلہ نہیں ہے۔ یہ کسی وقت بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔ جب آپ باورچی خانے میں ہوں یا بیڈروم میں اس وقت بچوں کو کہانی کی وہ کتاب دیں جسے وہ بہت پسند کرتے ہوں اور وہ بار بار پڑھتے ہوں۔

بچے کے لیے چھوٹی سی لائبریری بھی بنا سکتی ہیں۔ بچے کو اس کی اپنی علیحدہ کتابیں دی جائیں۔ اس کی ہمت افزائی کی جائے کہ وہ اپنا شیلف یا کوئی بکس بنالے جس میں اپنی کتابیں رکھا کرے۔

بچوں کے ٹیلی ویژن زیادہ دیکھنے کی ہمت افزائی نہ کریں۔ کیوں کہ اس سے کتابوں کے شوق میں کمی ہوگی۔ کتابوں کی دکانوں پر بھی بچوں کو ساتھ لے کر جائیں اور انہیں بھی کتابیں دیکھنے دیں۔

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com